حصہ ۷ ہفتم

بحار الانوار

مُلّا محمد باقر مجلسی رحمۃ اللہ

ترجمہ

مولانا سید حسن امداد ممتاز الافاضل

در حالات

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

محفوظ بک ایجنسی
امام بارگاہ مارٹن روڈ کراچی ۵
فون: ۴۲۴۲۸۶

تاریخِ اشاعت ←—— ماہِ رمضان المبارک سنہ ۱۴۰۶ھ
ناشر ←—— محفوظ بُک ایجنسی مارٹن روڈ کراچی
کتابت ←—— جعفر زیدی ۳۶/۴ ۲۴-بی لانڈھی۔
مطبع ←—— سندھ آفسٹ پرنٹرز کراچی۔

فہرس

باب اوّل

(ولادت)

○ از صفحہ ۹ تا ۱۷
○ تاریخِ ولادت و وفات ○ ولادت آئمہ طاہرین ○ پیدا ہوتے ہی عالم بالا سے ربط
○ اہلِ مدینہ کی تین دن تک دعوتِ عام ○ حمیدہ مصفاۃ کی خریداری ○ جناب حمیدہ کی
عفت پر نصِ امام ○ آپ کی عمر کے متعلق محققین میں اختلاف

باب دوم

(نام، لقب، کنیت، حلیہ مبارک اور نقشِ خاتم)

○ از صفحہ ۱۹ تا ۲۱
○ "کاظم" کی وجہ تسمیہ ○ نقشِ خاتم ○ کنیت

باب سوم

(آپ کی امامت پر نصوص)

○ از صفحہ ۲۳ تا ۴۳
○ نصِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ○ نصِ امام جعفر صادق علیہ السلام
○ نصوص بروایت مفضل بن عمر، ابراہیم کرخی، عیسیٰ بن عبداللہ، معاذ بن کثیر،
عبدالرحمٰن بن حجاج، ابنِ حازم، طاہر بن محمد، یعقوب سراج، ابنِ مسکان یحییٰ بن
اسحاق، اسحاق بن جعفر، علی بن جعفر، یزید بن اسباط، اسمٰعیل بن جعفر، ولید بن صبیح، مسلم بن محرز،

نصر بن قابوس، ابو عالم، عیسیٰ سلقان، مسح کردن، ابو بصیر • بچپن کا کھیل یا تعلیمِ عبادتِ سجدہ • وفاتِ اسمٰعیل بن جعفر۔

باب چہارم

(معجزات، کرامات و استجابتِ دعار)

ازصفحہ ۴۵ تا ۱۱۹

• تلافیٔ نقصان بہ دعائے امامؑ • دریا کا پایاب ہونا • زانی کا انجام • کنیز کی مدتِ حیات کے بارے میں پیش گوئی • مرسدرقم کے بارے میں انکشاف • علم مافی الضمیر • کنیز کی خریداری • ہدایت برائے شترِ گرسنہ • آبِ شفا • خط پڑھنے سے پہلے خط کا جواب • حسنِ سلوک کا صلہ • موت کی پیشگوئی۔ • شیشے پر سجدہ • وضو کا درست طریقہ • ایک عورت کا واقعہ • ابر کا مطیع ہونا • شیر کی تصویر کا مجسم ہونا • استجابتِ دعار • چادر کی بات • ایک پیش گوئی • تخلیے میں ورع کی تاکید • ابوجعفر کی موت کی پیش گوئی • امام کی شناخت • حماد بن عیسیٰ کے لیے امامؑ کی دعار • سانپ کی گفتگو • علم مافی الضمیر • درخت کا اطاعتِ امامؑ کرنا • علمِ منایا • احیائے موتیٰ • بحر العلوم • علم الاسرار • انہدامِ مکان کی پیش گوئی • اطلاعِ فوتیدگیٔ برادر • سرقے کی تلافی • قید میں امامؑ سے دو عالموں کی ملاقات • ابوبصیر کی موت کا علم • خود اپنی موت کی اطلاع • صالح بن واقد کی رہائی • گلزارِ آتش • علمِ منایا و بلایا • قید سے باعجاز رہائی • ملفوف مسائل کے جوابات • تحریر کی قدر • شقیقِ بلخی کی روایت • معجزہ روضۂ اقدس • دشمنانِ اہلِ بیت پر عذاب • علی بن یقطین اور ابراہیم جمال کا واقعہ • ایک نصرانی کا قبولِ اسلام • ایک راہب کا قبولِ اسلام • معجزہ طی الارض۔

باب پنجم

(عبادت، سیرت، مکارمِ اخلاق، وفورِ علم)

ازصفحہ ۱۲۱ تا ۱۴۱

• زہد و عبادت میں سادگی • پاپیادہ عمرہ • وفورِ علم • فقرار کی خبرگیری • کثرتِ عبادت • حسنِ سلوک • بدی کا بدلہ نیکی سے دینے کی ہدایت • السلام علیک یا ابتاہُ • قرأتِ انجیل مثل قرأتِ حضرت عیسیٰؑ • اصحابِ احقاف کی نشاندہی • جنت کے متعلق ایک راہب کے چند سوالات • مسئلۂ جبر کے متعلق حضرت امام ابوحنیفہ کو جواب • آلِ محمدؐ کا سلسلۂ اسناد امام احمد بن حنبل کی نظر میں • امام لہو ولعب میں مصروف نہیں ہوتا • قیدخانے میں عبادت • جشنِ نوروز کی شرعی حیثیت۔ • موزونیتِ طبع • دوست کے لیے سفارش • حمام سے پہلے تیل کی مالش • اندازِ قرأتِ قرآن

• کھجور کی گٹھلیاں اور بخور • خونِ حیض اور خونِ بکارت میں فرق • ترکِ نافلہ • کتبِ انبیار کا علم • عفو و درگذر • اپنی زمینوں پر کام • سفینۂ نوحؑ کی مثال • سجدۂ شکر • ایمانِ مستعار • اکلِ حرام سے اجتناب • آدابِ دسترخوان • امام کے دونوں ہاتھ دائیں ہوتے ہیں • غلاموں اور کنیزوں کی پاکدامنی پر نظر

باب ششم

(خلفائے جور سے مناظرے)

ازصفحہ ۱۴۳ تا ۱۸۳

• ہارون کے دربار میں طلبی • مدینے سے گرفتاری • یہ دنیا! • مامون کا دعویٰ حبِ اہلِ بیت۔ • خیزران کے نام تعزیتی خط • زیارتِ قبرِ نبیؐ • شاہی ملازمت چھوڑنے کی ممانعت • قاضی شریک کی جناب فاطمہؑ سے عقیدت • دین فروشی • لکڑی کے مجسمے پر قتلِ امام کی مشق • استجابتِ دعار • دین سراسر حساب ہے • نفیع انصاری کی گستاخی • حدودِ فدک • ہارون رشید کے تین سوال • قید سے رہائی کا سبب • جھوٹا مدعی • حرمتِ شراب کی دلیل قرآن سے • موسیٰ بن مہدی کی موت کی خبر • خیر الامور اوسطہا • درندوں کا کٹہرا • ہارون سے جرأتمندانہ گفتگو • فدک کا مطالبہ • کافر کے صلب میں مومن کی مثال • سلطانِ جابر کی ملازمت • مالِ خمس

باب ہفتم

(اہلِ خاندان اور اصحاب)

ازصفحہ ۱۸۵ تا ۲۱۲

• ایمانِ مستقر اور مستودع • نورِ خدا کو بجھانے کی کوشش • حسین بن زید کی گفتگو • حسین بن علی مقتولِ فخ کا خروج • یحییٰ بن عبداللہ بن حسن کا خط • حسین صاحبِ فخ • جنوں کا نوحہ • رسولؐ کا گریہ • امام ابوحنیفہ کا اعتراض • زیرِ سایہ احرام کی ممانعت • برادرانِ ایمانی کیلئے دعا کا ثواب • شاہی ملازمت • دعار برائے وسعتِ رزق • حقوقِ مومنین کی ادائیگی • ایک کتاب کی نقاب کشائی • افعالِ عباد پر امام ابوحنیفہ سے گفتگو • حمید بن قحطبہ اور قتلِ اولادِ رسولؐ • اولادِ رسولؐ کیلئے زمین تنگ ہوچکی تھی • یحییٰ بن عبداللہ دیلمی کا قتل۔

باب ہشتم

(مسئلۂ امامت اور ہشام بن حکم کے دلائل)

ازصفحہ ۲۱۳ تا ۲۳۳

○ متکلمین کا اجتماع ○ ہشام اور قبولِ دینِ حق ○ ہشام اور موت کا سبب ○ امام کو زندہ سمجھو جب تک کہ اس کی موت کی اطلاع نہ ملے ○ ہشام کا بیان اور ضرار سے مناظرہ ○ ایک مردِ شامی سے ہشام کا مناظرہ۔

باب نہم

(قید خانے کے حالات)

از صفحہ ۲۳۵ تا ۲۸۸

○ اسبابِ اسیری ○ اعزا کی بدسلوکی ○ حالاتِ اسیری ○ سندی بن شاہک کی حالت ○ دعائے حفظ و امان ○ قید سے رہائی ○ دعائے امان از شرِ دشمنان ○ دعائے خلاصی از دشمن۔ ○ قید خانے میں عبادت کا حال ○ روضۂ رسولؐ سے گرفتاری ○ تجہیز و تکفین ○ آپ کی موت کے شاہد ○ وفات کے متعلق اختلافات ○ تدفین ○ جائے قبرِ مقدس ○ سنِ گرفتاری اور وفات ○ وعدہ وفائی ○ طلاق بعد الموت ○ علمِ باطن ○ نفاذِ حکمِ قضا و قدر ○ قید خانے میں کنیز کا حال ○ محمد بن اسمٰعیل بن جعفر کی غداری ○ ہند بن حجاج کو باعجاز قید خانے سے بلانا ○ محدث ایک فرشتے کا نام ○ علی بن سوید کے سوالات اور ان کا جواب ○ اسبابِ رہائی ○ نشر الموت۔ ○ غسلِ امام بدستِ امام ○ اطلاعِ امامت ○ زہر خورانی ○ احساس قتلِ امامؑ ○ خدائی انتقام

باب دہم

(ابطال مذہب واقفیہ)

از صفحہ ۲۸۹ تا ۳۱۶

○ مذہب واقفیہ کیا ہے؟ ○ کارندوں کی بدنیتی ○ عثمان بن عیسیٰ کی سرکشی ○ کلُّ نفسٍ ذائقۃ الموت ○ واقفیوں کا کردار ○ واقفیوں کے بے امام کا قول ○ شاکی امامت کا انجام ○ رواۃِ واقفیہ کا غیر معتبر ہونا ○ ایک دلیل ○ انشاء اللہ کی وسعت ○ علی بن ابی حمزہ کا انجام ○ تبرکاتِ مولا ○ آلِ محمدؐ سے تولا رکھنے کی ہدایت ○ واقفیہ سے متعلق قرآن کی آیات ○ واقفیوں سے گفتگو۔ ○ حدِ قدامت ○ بدترین مخلوق ○ یہی لوگ کاذب ہیں ○ سلسلۂ امامت قائم رہے گا ○ ابن سکاری کی گستاخی ○ زیاد قندی اور کتمانِ حق ○ قبولیتِ دعا ○ علم نجوم سے ہدایت ○ والسابقون السابقون

باب یازدہم

(وصایا و صدقات)

از صفحہ ۳۱۷ تا ۳۲۲

○ وصیت نامے کی عبارت ○ وقف نامے کی عبارت ○ ابراہیم بن موسیٰ اور بکر بن صالح کی بحث

باب دوازدہم

(اولاد و ازواج)

از صفحہ ۳۲۳ تا ۳۳۲

○ فرزندان دختران ○ سورۂ والصافات کے خواص ○ احمد بن موسیٰؑ کا حشم و خدم ○ محمد بن موسیٰؑ کی عبادت ○ قبر کو پختہ کرنے کا جواز ○ معصومۂ قم حضرت فاطمہؑ کی وفات

ضمیمہ شذرات

(مشتمل بر حالاتِ برادران و اولاد)

از صفحہ ۳۳۳ تا ۳۶۷

○ حالات برادران و ہمشیرگان ○ گروہ قرامطہ وغیرہ ○ بقیع کی چند قبریں ○ زلزلہ اور معجزۂ امیر المومنینؑ ○ حالاتِ اولاد حضرت امام موسیٰ بن جعفرؑ ○ روضہ کاظمین ○ خاتمہ روضہ ○ حضرت امام رضا علیہ السلام کے فضائل۔

بحار الانوار
باب ۱
ولادت
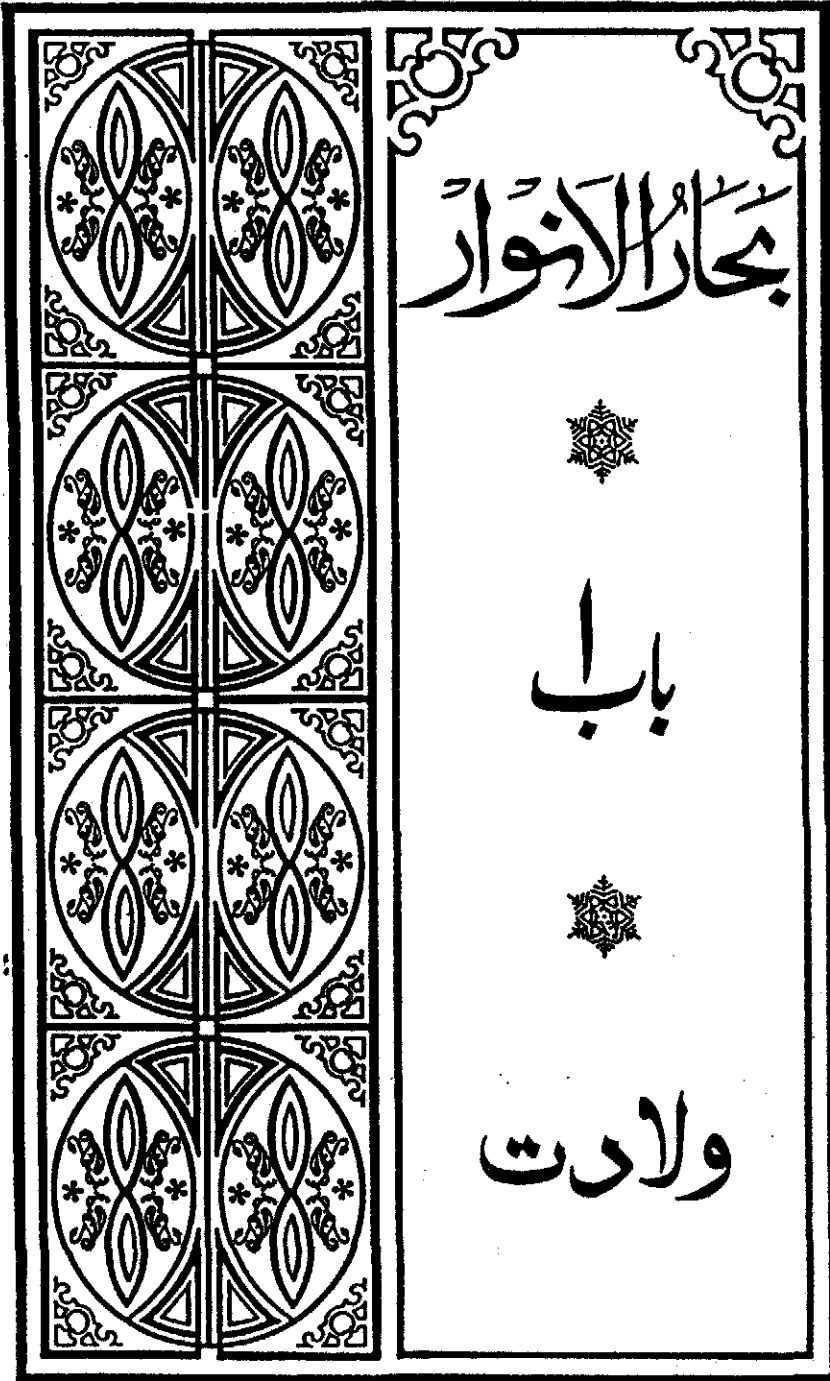
① تاریخِ ولادت و وفات

حضرت ابو ابراہیم امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام، ۷ صفر ۱۲۸ھ کو مقام ابواء میں جو مکۂ مکرمہ اور مدینۂ منورہ کے درمیان واقع ہے، پیدا ہوئے اور ۲۵ رجب یا بقولے ۵ رجب ۱۸۳ھ کو بغداد کے اندر سندی بن شاہک کی قید میں وفات پائی۔ اُس وقت آپ کا سنِ مبارک ۵۵ سال کا تھا۔ آپ کی والدۂ گرامی اُم ولد تھیں، جو کبھی حمیدہ بربریہ اور کبھی حمیدہ مصفاۃ کے نام سے پکاری جاتی تھیں۔ حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی مدتِ امامت ۳۵ سال ہے جس وقت آپ نے منصبِ امامت سنبھالا اُس وقت آپ کی عمر بیس سال تھی۔

آپ کے عہدِ امامت میں خلافت منصور ابو جعفر کا بقیہ حصہ اس کے بعد اس کے بیٹے مہدی کی خلافت کے دس سال ایک ماہ پھر اس کے بیٹے ہادی موسیٰ بن محمد کی خلافت کا ایک سال ایک ماہ پھر ہارون بن محمد ملقب بہ رشید کی خلافت رہی، اور اسی کے دورِ خلافت میں پندرہ سال گذرے اور سندی بن شاہک کی قید میں زہر سے شہید ہوئے اور شہرِ سلام کے اندر مقابرِ قریش میں دفن ہوئے۔

(ارشاد شیخ مفید، اعلام الوریٰ، مناقب ابن شہر آشوب جلد ۳ ص۴۳۷)

② ولادتِ ائمۂ طاہرینؑ

ابو بصیر سے روایت ہے کہ جس سنہ میں حضرت امام جعفر صادقؑ کے فرزند حضرت امام موسیٰؑ کی ولادت ہوئی میں آپ کے ساتھ سفر میں تھا۔ جب ہم مقام ابواء پر ٹھہرے تو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے اصحاب کے لیے قسم قسم کے نفیس و لذیذ کھانوں کا دسترخوان بچھایا۔ ابھی ہم کھانے میں مشغول ہی تھے کہ جناب حمیدہ نے کسی کی معرفت پیغام بھیجا کہ مجھے دردِ زہ سے سخت تکلیف ہے اور آپ کا حکم ہے کہ اس بچے کی ولادت کے سلسلہ میں بغیر آپ کے پوچھے ہوئے کوئی تدبیر نہ کروں۔ آپ کا کیا حکم ہے۔

یہ سن کر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام شاداں و فرحاں اُٹھے اور تھوڑی دیر کے بعد اپنے تھکے ہوئے بازوؤں کے ساتھ مسکراتے ہوئے تشریف لائے۔ ہم نے عرض کیا، اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ کی آنکھوں کو خنک اور دندانِ مبارک کو متبسم رکھے۔ جناب حمیدہ خاتون نے کس ہستی کو جنم دیا ہے؟

آپ نے ارشاد فرمایا، اللہ نے مجھے ایک ایسا فرزند عطا کیا ہے جو اللہ کی مخلوقات میں سب سے بہتر ہے۔ اور بچے کی والدہ نے مجھے اس بچے کے متعلق وہ باتیں بتائیں جو میں اس کے متعلق اس سے زیادہ جانتا تھا۔

میں نے عرض کیا، میں آپ پر قربان، اُنھوں نے اس بچے کے متعلق آپ سے کیا بیان کیا؟ : آپ نے فرمایا کہ اُنھوں نے یہ بیان کیا کہ اس بچے نے پیدا ہوتے ہی اپنے دونوں ہاتھ زمین پر رکھے اور سر آسمان کی طرف بلند کیا۔ : میں نے حمیدہ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے وقت آنحضرتؐ کی رسالت کی پہچان بھی یہی تھی اور آپؐ کے بعد یہی عمل امام کی امامت کی پہچان بھی ہے۔

میں نے عرض کیا، میں آپ پر قربان: امام کی علامات اور پہچان کیا ہیں؟

آپ نے ارشاد فرمایا، سنو! جس شب کو میرے جد (امام زین العابدینؑ) کا استقرارِ حمل ہوا اُس شب کو میرے والد کے جد (امام حسین علیہ السلام) آرام فرما رہے تھے کہ آپ کے پاس ایک غیبی ہستی ایک کاسہ لیکر آئی جس میں ایک قسم کا شربت تھا جو پانی سے زیادہ رقیق، دودھ سے زیادہ سفید مکھن سے زیادہ نرم شہد سے زیادہ شیریں اور برف سے زیادہ ٹھنڈا تھا، وہ اس نے آپ کو پلایا اور کہا کہ اب آپ اپنی زوجہ کے پاس تشریف لے جائیں۔ آپ خوش و خرم اُٹھے اور آپ نے اپنی زوجہ سے مقاربت فرمائی۔ اس طرح میرے جد کا استقرارِ حمل ہوا۔ اور جس شب کو میرے والد کا استقرارِ حمل ہوا تو اس شب کو بھی میرے جد کے پاس ایک غیبی ہستی آئی اور اس نے میرے جد کو بھی ویسا ہی کاسۂ آب پلایا جیسا میرے جد کے والد کو پلایا تھا، اور کہا جائیے۔ آپ بھی خوش خوش کھڑے ہوئے اور اپنی زوجہ سے مقاربت فرمائی اسی شب میرے والد کا استقرارِ حمل ہوا۔ اور جس شب کو میرا استقرارِ حمل ہوا۔ تو اس شب میں بھی وہی آنے والا میرے والد کے پاس آیا اور آپ کو بھی ویسا ہی کاسۂ آب برائے نوش پیش کیا، اور اُن سے بھی وہی کہا، چنانچہ وہ بھی خوش و خرم اُٹھے اور اپنی زوجہ کے پاس تشریف لے گئے۔ اس طرح میرا استقرارِ حمل ہوا۔ اور جس شب کو میرے اس

فرزند کا استقرارِ حمل ہوا اُس شب کو میرے پاس بھی وہی غیبی ہستی آئی، اُس نے
مجھے بھی ویسا ہی کاسۂ آب پلایا اور مجھ سے بھی زوجہ سے مقاربت کے لیے کہا۔ چنانچہ میں
بھی خوش و خرم اُٹھا، اور یہ جانتے ہوئے کہ اللہ ہمیں کیا عطا کرنے والا ہے، میں نے اپنی
زوجہ سے صحبت کی اور اس مولود کا استقرارِ حمل ہوا۔ اب یہ میرے بعد تمہارا امام ہوگا۔
(بصائر الدرجات جلد ۹ باب ۱۲ صفحہ ۱۲۹)

(۳) پیدا ہوتے ہی عالمِ بالا سے ربط

علی بن ابی حمزہ نے ابوبصیر سے
الفاظ کے معمولی فرق کے ساتھ مندرجۂ بالا روایت نقل کرتے ہوئے بیان کیا کہ اس کے
بعد حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ دیکھو! امام کا نطفہ یوں قرار
پاتا ہے اور جب یہ نطفہ رحمِ مادر میں چار ماہ تک رہ لیتا ہے تو اس میں روح پیدا کی جاتی ہے
پھر اللہ اس کے پاس ایک فرشتہ بھیجتا ہے جس کا نام حیوان ہے اور وہ اس کے داہنے
بازو پر یہ لکھ دیتا ہے وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا لَا مُبَدِّلَ
لِكَلِمَاتِهِ (سورۂ انعام آیت ۱۱۵) اور جب اس کا بطنِ مادر سے وضعِ حمل
ہوتا ہے تو وہ اپنے دونوں ہاتھ زمین پر رکھتا اور سر آسمان کی طرف بلند کرتا ہے۔
اور جب وہ مولود ایسا کرتا ہے تو منجانب ربّ العزت اُفقِ اعلیٰ سے ایک
منادی درمیانِ عرش اس کا اور اس کے باپ کا نام پکار کر کہتا ہے کہ اے فلاں ابن فلاں
میں نے تیرے عظیم وجود کے لیے تین باتیں طے کر دیں۔ ایک یہ کہ تو میری مخلوقات میں میرا منتخب
بندہ ہے، میرے اسرارِ علمی کا خزینہ میری وحی کا امین اور میری زمین پر میرا خلیفہ ہے۔
دوسرے یہ کہ تیرے اور تیرے ماننے والوں کے لیے میری رحمت لازمی ہے
میں نے تجھے اور تیرے ماننے والوں کو اپنی جنت بخش دی اور اپنے قرب و جوار میں جگہ دی۔
تیسرے یہ کہ تیرے دشمنوں کو شدید عذاب میں مبتلا کروں گا خواہ انھیں دنیا
میں میں نے کتنی ہی وسعتِ رزق کیوں نہ دی ہو۔
آپ نے فرمایا کہ جب منادی کی یہ آواز ختم ہوتی ہے تو یہ نومولود اپنے دونوں
ہاتھ زمین پر رکھے ہوئے اور سر آسمان کی طرف بلند کیے ہوئے یہ کہتا ہے۔
شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ
قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (سورۂ آل عمران آیت ۱۸)

جب وہ مولود یہ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو علم اولین و آخرین عطا فرماتا ہے
اور وہ اس امر کا مستحق ہوتا ہے کہ شبِ قدر میں اس پر روح کی زیادتی ہو۔
راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا کہ کیا روح سے مراد جبریل نہیں ہیں؟
آپ نے فرمایا، نہیں بلکہ روح ایک مخلوق ہے جو جبریل سے بھی بڑی ہے۔
جبریل ملائکہ میں سے ہیں اور روح سے بھی بڑی ایک مخلوق ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ
نے یہ نہیں فرمایا ہے: تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ (سورۃ القدر آیت ۴)
(المحاسن برقی جلد ۲ صفحہ ۲۱۸ طبع ایران)

(۴) اہلِ مدینہ کی تین دن تک دعوتِ عام

منہال قصاب کا بیان ہے
کہ میں مکّہ مکرمہ سے مدینۂ منورہ جا رہا تھا تو مقام ابواء سے گزرا، اُس وقت حضرت
امام جعفر صادق علیہ السلام کے یہ صاحبزادے تولّد ہو چکے تھے۔ میں آپ سے پہلے
مدینہ پہونچ گیا اور امام علیہ السلام مجھ سے ایک دن بعد مدینہ پہونچے، تو آپ نے تین
دن تک لوگوں کی دعوتِ عام کی اور میں بھی دعوت کے کھانے والوں میں سے تھا اور
پہلے دن اتنا کھانا کھا لیا کہ دوسرے دن تک پھر کھانے کی حاجت نہ ہوتی۔ اور پھر جب دوسرے
دن کھایا تو اتنا کہ تیسرے دن تک کھانے کی خواہش نہ ہوئی۔ اور اس طرح میں تین دن
تک اس دعوت میں شریک رہا اور خوب سیر ہو کر کھایا۔ (المحاسن برقی جلد ۲ صفحہ ۲۱۸ طبع ایران)

(۵) حمیدہ مصفاۃ کی خریداری

عیسیٰ بن عبد الرحمٰن نے اپنے
والد سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ ابن عکاشہ ابن محصن اسدی نے حضرت ابوجعفر
امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر کچھ انگور پیش کیے۔ اس وقت وہاں
آپ کے صاحبزادے امام جعفر صادق علیہ السلام بھی موجود تھے: آپ نے فرمایا ایک ایک
انگور تو وہ کھاتا ہے جو بہت بوڑھا ہو یا پھر بہت ہی بچہ ہو۔ اور تین تین اور چار چار وہ
کھاتا ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ شکم سیر نہ ہوگا۔ لہٰذا دو دو دانے کر کے کھاؤ یہ مستحب ہے
تو ابن عکاشہ نے امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ اپنے ان صاحبزادے
کی شادی کیوں نہیں کرتے۔ ماشاء اللہ اب تو یہ شادی کے قابل بھی ہو گئے ہیں؟ اس

وقت آپ کے سامنے ایک سربمہر (رقم کی) تھیلی رکھی ہوئی تھی: آپ نے فرمایا ہاں عنقریب ایک بردہ فروش اہلِ بربر میں سے آنے والا ہے اور وہ دار میمون میں قیام کرے گا، تو میں اُن کے لیے اس رقم کی تھیلی سے ایک کنیز خرید دوں گا۔

راوی کا بیان ہے کہ اس بات کو چند دن گذرے کہ میں ایک دن پھر امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ وہ بردہ فروش جس کا میں نے ذکر کیا تھا، وہ آگیا ہے۔ تم جاؤ اور اس سے ایک کنیز خرید لاؤ۔ یہ کہہ کر آپ نے رقم کی تھیلی مجھے دے دی۔ الغرض ہم اُس تھیلی کو لیے ہوئے بردہ فروش کے پاس پہونچے۔ اُس نے بتایا کہ ہم ساری کنیزیں فروخت کر چکے ہیں، علاوہ دو کنیزوں کے جو بیمار ہیں۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ہیں۔ ہم نے دونوں کو دیکھنے کی فرمائش کی۔ چنانچہ وہ انھیں لایا۔ ہم نے ایک کنیز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ اس کی کیا قیمت لوگے؟ اس نے جواب دیا، ستر دینار: ہم نے کہا۔ کیا یہ قیمت بہت زیادہ نہیں ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ میں ستر سے ایک دینار بھی کم نہ کروں گا: اس پر ہم نے کہا کہ اچھا، اس تھیلی میں جس قدر رقم ہے اس پوری رقم کے عوض اسے خریدنے کے لیے تیار ہیں۔ ہمیں معلوم نہیں کہ اس میں کتنی رقم ہے؟ بولو کیا تمھیں یہ سودا منظور ہے؟

اس وقت اُس بردہ فروش کے پاس ایک بوڑھا شخص جس کی داڑھی اور سر کے بال دونوں سفید تھے؛ بولا۔ "تھیلی کھول کر دیکھو تو کہ کتنی رقم ہے۔" بردہ فروش نے کہا نہیں تھیلی مت کھولو۔ اگر اس میں ستر سے ایک بھی کم ہوا تو میں اسے فروخت نہ کروں گا: اُس بزرگ نے کہا ذرا کھولنے تو دو؛ اس کے کہنے پر ہم نے وہ تھیلی کھولی اور رقم شمار کی تو پورے ستر ہی دینار تھے۔

چنانچہ ہم اس کنیز کو لے کر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اُس وقت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام آپ کے سامنے کھڑے ہوئے تھے۔ ہم لوگوں نے اس کی خریداری کا سارا قصہ بیان کیا تو آپ نے اللہ کا شکر ادا کیا اور اُس کنیز سے اس کا نام دریافت فرمایا؟ اُس نے کہا حمیدہ۔ آپ نے فرمایا، تو دنیا میں حمیدہ ہے اور آخرت میں محمودہ ہے۔ آپ نے مزید دریافت فرمایا کہ، آیا وہ شادی شدہ ہے؟ اُس نے جواب دیا غیر شادی شدہ: آپ نے فرمایا یہ کیسے؟ بردہ فروشوں کے ہاتھ تو جو چیز لگتی ہے وہ اس کو خراب ہی کر دیتے ہیں۔ حمیدہ نے کہا، ہاں، یہ بردہ فروش ہمارے پاس بُری نیت سے جب بھی آتا تو ایک

مرد پیر سال جس کے داڑھی اور سر کے بال دونوں سفید تھے، اُس کو طمانچے مار مار کر نکال دیا کرتے اور وہ بردہ فروش ہمارے پاس بھی نہ آسکتا تھا اور ایسا کئی بار ہوا۔ اور خصوصاً میں تو اُس سے بالکل ہی محفوظ رہی۔

اِس کے بعد آپ نے اپنے صاحبزادے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے فرمایا، یہ کنیز تم لے لو۔ کیونکہ اس کے بطن سے موسیٰ بن جعفر پیدا ہوں گے جو روئے زمین پر سب سے بہتر ہوں گے۔ (الخرائج والجرائح راوندی ص۱۱)

(۶) ــــــ عیسیٰ بن عبدالرحمٰن سے بھی اسی کے مثل روایت ہے (کافی جلد ۱ ص۴۷۶)

دوسری روایت

ہشام بن احمر کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک مرتبہ سخت گرمی کے ایک دن میرے پاس ایک آدمی کو بھیج کر مجھے بلایا اور مجھ سے فرمایا کہ فلاں افریقی کے پاس چلے جاؤ۔ اُس کے پاس ایک کنیز ہے جس کے اوصاف یہ ہیں اور اِس حُلیہ کی وہ کنیز ہے۔

حسب الحکم میں اُس افریقی کے پاس گیا اور اُس کے پاس جتنی کنیزیں تھیں سب کو دیکھا مگر جن اوصاف اور حُلیہ کی کنیز آپ نے بتائی تھی وہ نظر نہیں آئی۔ میں نے واپس آکر عرض کیا کہ ان اوصاف کی کوئی کنیز اُس کے پاس نہیں ہے۔

آپ نے فرمایا دوبارہ جاؤ اُس کے پاس ان اوصاف کی ایک کنیز ہے۔

الغرض میں پھر اس افریقی کے پاس گیا۔ اُس نے قسم کھائی کہ میرے پاس جتنی کنیزیں تھیں سب دکھا دیں۔ بس صرف ایک کنیز ہے جو بیمار ہے اس کے سر کے بال تک کٹے ہوئے ہیں وہ اس قابل نہیں کہ دکھائی جا سکے؛ میں نے کہا کہ تم مجھے دکھاؤ تو سہی۔ اُس نے میری بات مان لی؛ اور پھر وہ بیمار کنیز دو کنیزوں کا سہارا لیے ہوئے آئی میں نے وہ اوصاف اور علامات اس میں دیکھیں: پوچھا، اس کی کیا قیمت ہے؟ اس نے کہا تم اس کنیز کو اُن کے پاس پہونچا دو وہی فیصلہ کریں گے کہ اس کی کیا قیمت ہونی چاہیے۔ اس کے بعد اس نے بتایا کہ جب سے میں نے اس کو خریدا ہے ہر چند کوشش کی مگر اس پر قدرت نہ پا سکا اور جس سے میں نے اس کو خریدا وہ بھی اس سے مقاربت کی قدرت نہ پا سکا تھا۔ اور اس کنیز کا حلفیہ بیان ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میری گود میں ایک چاند ہے۔

الغرض میں نے یہ ساری باتیں جاکر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو بتائیں تو آپ نے دو سو دینار مجھے دیئے۔ میں وہ لے کر پھر اس مرد افریقی کے پاس آیا۔ تو اس نے کہا کہ اگر وہ اس کی کوئی قیمت بھی نہ بھیجتے تو بھی میں اس کو راہِ خدا میں آزاد کر دیتا۔ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے جاکر اس کی یہ بات پھر کہی۔

آپ نے ارشاد فرمایا۔ اے ابن احمر اس کنیز کے بطن سے ایک ایسا بچہ پیدا ہوگا کہ جس کے اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب نہ ہوگا۔

شیخ مفید علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب "الارشاد" میں بھی ہشام بن احمر سے اسی کے مثل روایت تحریر کی ہے۔ مگر اس میں یہ ہے کہ حضرت امام موسیٰ کاظم بن جعفرؑ نے اس کو کنیز خریدنے کا حکم دیا تھا اور وہی حضرت امام رضا علیہ السلام کی والدۂ گرامی تھیں۔ (کتاب الارشاد صـ۳۲۸)

- کتابِ امالی شیخ طوسی جلد ۱ صـ۸۵ پر حسین بن عبید اللہ سے اسی کے مثل روایت ہے۔
- کتابِ کافی جلد ۱ صـ۴۷۶ میں ہے کہ حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی ولادت ابواء میں ۱۲۸ھ میں ہوئی اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ ۱۲۹ھ میں ہوئی۔ آپ کی والدہ اُمّ ولد تھیں جن کا نام حمیدہ تھا۔
- روضۃ الواعظین جلد ۱ صـ۲۶۴ میں ہے کہ آپ ۷ صفر یوم یکشنبہ ۱۲۸ھ میں پیدا ہوئے
- الدروس شہید کے صـ۱۵۴ پر مرقوم ہے کہ حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام ۱۲۸ھ میں مقام ابواء میں پیدا ہوئے بعض کہتے ہیں کہ ۷ صفر یوم یکشنبہ ۱۲۹ھ کو پیدا ہوئے۔

(۷) جناب حمیدہ کی عفّت پر نصِ امام

معلیٰ بن خنیس سے روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ حمیدہ تمام گندگیوں سے پاک ہے جس طرح کھرا سونا۔ فرشتے اس کی ہمیشہ حفاظت کرتے رہے یہاں تک کہ وہ ہم تک پہونچی۔ یہ اللہ کا کرم ہے مجھ پر اور میرے بعد کے حجّتِ خدا پر۔ (کافی جلد ۱ صـ۴۷۷)

- کتاب ارشاد شیخ مفید میں ہے کہ حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام مقامِ ابواء میں ۱۲۸ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ اُمِ ولد تھیں جن کو حمیدہ بربریہ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

(۸) آپ کی عمر کے متعلق محققین میں اختلاف

کمال الدین محمد بن طلحہ تحریر کرتے ہیں کہ حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی ولادت ۱۲۸ھ میں مقام ابواء میں ہوئی، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ۱۲۹ھ میں ہوئی۔ آپ کی والدہ اُمِ ولد تھیں جن کا اسمِ گرامی حمیدہ بربریہ تھا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کا کچھ اور نام تھا۔

اب رہا، آپ کی عمر کا سوال تو اس کا حساب اس طرح لگائیں کہ آپ کی وفات ۲۵ رجب ۱۸۳ھ میں ہوئی تو ولادت کے قولِ اول کی بناء پر ۵۵ سال اور قولِ دوم کی بناء پر ۵۴ سال ہوئی آپ کی قبرِ مبارک مشہور ہے کہ بغداد میں باب التبین میں ہے۔

ابنِ خشاب نے اپنے اسناد کے ساتھ محمد بن سنان سے روایت کی ہے کہ حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام ۱۲۸ھ کے اندر مقامِ ابواء میں پیدا ہوئے اور آپ کی وفات اُس وقت ہوئی جب آپ ۵۴ سال کے تھے یعنی ۱۸۳ھ میں۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وفات کے وقت آپ کی عمر ۵۵ سال تھی اور دوسری روایت میں ہے کہ آپ کی ولادت ۱۲۹ھ میں ہوئی۔ اور یہ روایت بیان کی ہے صدقہ نے اپنے باپ سے اور انھوں نے ابنِ محبوب سے۔

آپ نے اپنے پدرِ بزرگوار کے ساتھ اپنی عمر کے چودہ سال گذارے اور پھر اپنے والد کی وفات کے بعد ۳۵ سال زندہ رہے۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے اپنے والد کے ساتھ بیس سال گذارے۔ یہ روایت حرب نے اپنے باپ سے اور اُس نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے کی ہے۔ اور حضرت موسیٰ بن جعفرؑ کی وفات ۱۸۳ھ میں ہوئی جبکہ آپ کی عمر ۵۵ سال کی تھی۔ آپ کی والدہ حمیدہ بربریہ تھیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اندلسیہ تھیں۔ یہ اُمِ ولد تھیں اور یہی اسحاق اور فاطمہ کی ماں بھی تھیں۔ (کشف الغمہ جلد ۳ صـ۴۰)

اور حافظ عبد العزیز کہتے ہیں کہ خطیب نے بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام ۱۲۸ھ میں مدینہ میں پیدا ہوئے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ۱۲۹ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کو پہلے خلیفہ مہدی مدینہ سے بغداد لے گیا پھر مدینہ واپس کر دیا۔ اور عہدِ ہارون رشید تک آپ مدینہ ہی میں رہے۔ مگر جب ہارون رشید مدینہ آیا تو وہ آپ کو پھر بغداد لے گیا اور قید کر دیا۔ اور اُسی قید میں آپ نے ۱۸۳ھ میں ۲۵ رجب کو انتقال کیا۔ (کشف الغمہ جلد ۳ صـ۵۱)

بحار الانوار
باب ۲
نام، لقب، کنیت،
حلیہ اور نقشِ خاتم

لقب "کاظم" کی وجہ تسمیہ

ربیع بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے
کہ خدا کی قسم حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام بڑے صاحب فراست تھے۔ وہ خوب جانتے تھے کہ اُن کی وفات کے بعد اُن کی امامت پر توقف کون کرے گا اور اُن کے بعد حضرت امام رضا علیہ السلام کی امامت (من اللہ) سے انکار کون کرے گا، مگر اس کے باوجود اُن لوگوں پر اپنا غصہ ضبط کیے ہوئے تھے اور اُن پر ظاہر نہیں ہونے دیتے تھے کہ ہمیں اُن کا حال معلوم ہے۔ اس کظم و ضبط کی وجہ سے آپ کاظم کے لقب سے یاد کیے جانے لگے۔

(علل الشرائع ص ۲۳۵)

عیون اخبار الرضا جلد ۱ ص ۱۱۲ میں ایک مرسل روایت اسی مضمون کی ہے۔

نقشِ خاتم

حسین بن خالد سے روایت ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت امام ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کا نقشِ خاتم "حَسْبِیَ اللّٰہُ" تھا۔ راوی کا بیان ہے حضرت امام رضا علیہ السلام نے اپنا ہاتھ بڑھایا تو آپ کی انگشتِ مبارک میں آپ کے پدرِ بزرگوار کی انگوٹھی تھی اور آپ نے اس انگوٹھی کا نقش مجھے دکھایا۔

(امالی شیخ صدوقؒ ص ۴۵۱)

- بزنطی نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت کی۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفر کی انگوٹھی پر "حسبی اللہ" کندہ تھا اور اس کے اوپر ایک گلاب کا پھول اور ہلال کا نشان بنا ہوا تھا۔
- یونس نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میرے پدرِ بزرگوار کا نقشِ خاتم "حسبی اللہ" تھا۔ (الکافی جلد ۶ ص ۴۷۳)
- فصول مہمہ ص ۲۱۸ پر درج ہے کہ آپ کا نقشِ خاتم اَلْمُلْکُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ تھا

کُنیت حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی کُنیت ابوالحسن اول

ابوالحسن ماضی، ابوابراہیم اور ابوعلی تھی۔ اور آپ عبدالصالح، نفسِ زکیہ، زین المجتہدین وفی، صابر، امین اور زاہر سے معروف تھے۔

آپ کو زاہر اس لیے کہا جاتا تھا کہ آپ کے اخلاق روشن اور آپ کا کرم ضیا پاش تھا۔ نیز آپ کاظم سے بھی موسوم تھے۔ اس لیے کہ آپ کو ظالموں پر غصّہ ضرور آتا مگر آپ اسے پی جایا کرتے تھے یہانتک کہ آپ قید ہی میں قتل بھی کر دیے گئے۔

- آپ کا قد متوسط، رنگ سانولا اور گھنی داڑھی تھی۔

(مناقب ابن شہر آشوب جلد ۲ ص ۴۳۷، ارشاد شیخ مفید ص ۳۰۷)

- آپ کا اسم گرامی موسیٰ اور کنیت ابوالحسن تھی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کی کُنیت ابواسماعیل تھی۔ آپ کے متعدد القاب ہیں جن میں سب سے زیادہ مشہور کاظم ہے ورنہ آپ کے القاب صابر، صالح اور امین بھی ہیں

(مطالب السئول ص ۸۲)

بحار الانوار
باب ۳
آپ کی امامت
پر
نصوص

(۴) نصِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یزید بن سلیط زیدی سے
روایت ہے کہ ہم نے مکۂ مکرمہ کے راستہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے
ملاقات کی۔ ہمارے ساتھ ایک پوری جماعت تھی۔ میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ
مولا! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ ائمہ حضرات طاہر و مطہر ہوا کرتے ہیں اور
موت ایک ایسی شے ہے کہ اس سے کسی کو مفر نہیں، اس لیے اپنے سلسلۂ امامت کے متعلق
کچھ ارشاد فرما دیجیے (کہ آپ کے بعد منصبِ امامت کس کا حق ہے) تاکہ میں اپنے بعد والوں
کو اس سے مطلع کر دوں۔

آپ نے ارشاد فرمایا، اچھا سنو! یہ سب میری اولاد ہے مگر ان سب کا
سردار میرا یہ فرزند ہے اور یہ فرما کر آپ نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی طرف اشارہ
فرمایا۔ اور کہا کہ ان میں علم، حکمت، فہم، سخاوت اور دینی امور میں ہر اس چیز کا علم موجود
ہے جس کی لوگوں کو ضرورت پڑتی ہے اور جس میں لوگ باہم اختلاف رکھتے ہیں۔ علاوہ ازیں
ان میں حُسنِ خلق ہے، پڑوسیوں کے ساتھ حُسنِ سلوک ہے، یہ اللہ کے دروازوں میں سے
ایک دروازہ ہیں۔ اور ان میں ایک چیز اور بھی ہے جو سب سے بہتر ہے۔ راوی کا بیان ہے
کہ میرے والد نے عرض کیا، میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ وہ کیا چیز ہے؟ آپ
نے ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ اس سے ایک ایسا فرزند پیدا کرے گا جو اِس اُمت کا غوث،
اس کا غیاث، اس کا علم، اس کا نور، اس کی فہم، اس کی حکمت ہوگا، وہ بہترین مولود ہوگا
بہترین مخلوق ہوگا اس کے ذریعے سے اللہ لوگوں کو خونریزی سے بچائے گا۔ آپس میں صلح کرائے
گا، اس کے ذریعے سے اُمت کے بکھرے ہوئے بال سنور جائیں گے، حالات بہتر ہو جائیں
گے، ننگوں کو لباس اور بھوکوں کو وافر رزق حاصل ہوگا، خوفزدہ لوگوں کو امن و امان نصیب
ہوگا، اس کے ذریعے سے بارش ہوگی، اس کو لوگ اپنا حاکم بنائیں گے، وہ بوڑھوں اور
جوانوں سے بہتر ہوگا۔ قبلِ بلوغ ہی وہ اپنے خاندان کے لیے خوشخبری ہوگا۔ اس کی گفتگو حکمت
سے بھری ہوگی اس کی خاموشی عینِ علم اور عینِ تدبر ہوگی۔ وہ لوگوں کے درمیان اختلافات
کو دور کرے گا۔ راوی کا بیان ہے کہ میرے والد نے کہا، میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں

کیا ان کے بعد ان کا کوئی فرزند ہوگا؟

آپ نے فرمایا، ہاں۔ (اور یہیں پر سلسلۂ کلام منقطع ہوگیا۔)

یزید بن سلیط کا بیان ہے کہ اس کے بعد میں حضرت امام موسیٰ بن جعفرؑ کی
خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا، میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، جس طرح آپ کے
پدرِ بزرگوار نے مطلع فرمایا اسی طرح آپ بھی مطلع فرما دیں کہ آپ کے بعد امام کون ہوگا؟

آپ نے فرمایا، میرے پدرِ بزرگوار کا زمانہ اور تھا اور میرا زمانہ اور ہے۔

میں نے عرض کیا، آپ کے اس ارشاد پر جو شخص راضی ہو جائے اس پر اللہ کی
لعنت۔ یہ سن کر آپ نے تبسم فرمایا، اور فرمایا، اچھا اے ابوعمارہ! میں تمھیں بتائے دیتا
ہوں: میں اپنے گھر سے نکلا تو میں نے بظاہر اپنے تمام لڑکوں کے لیے وصیت کی اور اس
وصیت میں علیؑ کو بھی شریک کیا مگر بہ باطن میں نے تنہا علیؑ ہی کو اپنا وصی بنایا ہے۔

بات یہ ہے کہ میں نے حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب
میں دیکھا کہ آپؐ کے ساتھ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام بھی ہیں اور آپ کے پاس ایک
انگوٹھی، ایک تلوار، ایک عصا، ایک کتاب اور ایک عمامہ ہے۔ میں نے عرض کیا یا حضرت
یہ سب کیا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا، عمامہ اللہ کی سلطنت کی علامت ہے، تلوار اللہ کی
عزت کی علامت، کتاب، اللہ کے نور کی علامت، عصا، اللہ کی قوت کی علامت اور انگوٹھی
ان سب کی جامع علامت ہے۔ اس کے بعد حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا
کہ اب یہ امرِ امامت تمہارے فرزند علیؑ کو منتقل ہوگا۔

راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے فرمایا۔
اے یزید بن سلیط! یہ بات تمہارے پاس بطور امانت ہے۔ اسے سوائے مردِ عاقل یا
جس کے قلب کا امتحان اللہ تعالیٰ نے ایمان کے لیے لے لیا ہو یا کسی سچے شخص کے اور
کسی کو نہ بتانا۔ اور اللہ کی نعمتوں سے انکار نہ کرنا، اگر کبھی کوئی شہادت طلب کرے تو
شہادت دینا، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا

(سورۂ نساء، آیت ۵۸)

نیز ارشاد فرمایا ہے:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ کَتَمَ شَھَادَۃً عِنْدَہٗ مِنَ اللّٰہِ (سورۂ بقرۃ آیت ۱۴۰)

میں نے عرض کیا، آپ مطمئن رہیں میں واللہ، تا ابد ایسا نہ کروں گا۔ اس کے
بعد حضرت امام ابوالحسن موسیٰ بن جعفرؑ نے ارشاد فرمایا کہ پھر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

مجھ سے اس فرزند کے اوصاف بیان فرمائے اور کہا تمہارا یہ فرزند علیؑ وہ ہے جو اللہ کے عطا کردہ نور سے دیکھے گا۔ اس کے عطا کردہ فہم سے سُنے گا، اُس کی عطا کردہ حکمت سے بولے گا اور یہ تمام باتیں وہ صحیح و درست کرے گا۔ ان میں کبھی غلطی نہیں کرے گا۔ اس کو ان باتوں کا علم ہوگا۔ لاعلم نہ ہوگا اس لیے کہ وہ علم وحکمت سے پُر ہوگا۔ اور اے موسیٰؑ بن جعفرؑ اب تمہارا اور اس کا ساتھ بہت کم رہے گا، بلکہ اتنا کہ جو نہ ہونے کے برابر ہے۔ لہٰذا جب تم اس سفر سے گھر واپس ہو تو اپنے اُمور کا انتظام کر لو اور جو کچھ اُمور انجام دینا چاہتے ہو انجام دے لو، اس لیے کہ اب تم اِس دنیا سے منتقل ہو کر دوسری دنیا میں جانے والے ہو۔ بہتر یہ ہے کہ تم اپنی ساری اولاد کو جمع کرو اور ان پر اللہ کو گواہ بنا لو۔ اور اللہ گواہی کے لیے کافی ہے۔

پھر حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے فرمایا، اے یزید بن سلیط میں اس سال قید کر لیا جاؤں گا اور اس میرے فرزند کا نام حضرت علیؑ ابن ابی طالب اور حضرت علیؑ ابن الحسینؑ کے نام پر علیؑ رکھا گیا ہے اور اُسے پہلے کا علم وفہم اور اس کی نصرت عطا کی گئی ہے اور کسی کو مناسب نہیں کہ وہ اس سے بات کرے لیکن ہارون کے انتقال کے چار سال بعد۔ ہاں جب چار سال گذر جائیں تو تم اس سے جو پوچھو گے اس کا جواب دے گا، انشاء اللہ تعالیٰ۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۱ ص ۲۳)

(۲) نصِ امام جعفر صادق علیہ السلام

داؤد بن کثیر سے روایت ہے

کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ مولا! میں آپ پر قربان، اگر موت کے لیے میرا وقت آپ سے آگے بڑھا دیا گیا ہو تو میں آپ کے بعد کس سے رجوع کروں؟ آپ نے فرمایا میرے فرزند موسیٰؑ کی طرف۔

پھر جیسا میرا خیال تھا ویسا ہی ہوا اور خدا کی قسم میں نے حضرت موسیٰ بن جعفرؑ کی امامت میں ایک چشم زدن کے لیے بھی شک نہیں کیا اور اسی اعتقاد پر میں سال قائم رہا۔ پھر ایک دن، میں حضرت ابوالحسن امام موسیٰ بن جعفرؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا میں آپ پر قربان، اگر آپ اللہ کی مصلحت کے مطابق ہم سے جدا ہو جائیں تو پھر ہم کس کی طرف رجوع کریں؟ آپ نے ارشاد فرمایا، میرے فرزند علیؑ کی طرف۔

اور پھر جیسا میرا خیال تھا ویسا ہی ہوا۔ تو میں نے حضرت علی ابن موسیٰ علیہ السلام کی امامت میں بھی چشم زدن کیلئے شک نہیں کیا۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۱ ص ۱۵۷)

(۳) ــــــ فیض بن مختار نے حضرت امام موسیٰ بن جعفرؑ کی امامت کے متعلق ایک طویل حدیث نقل کی ہے اور یہ کہا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس سے کہا کہ وہ تیرے امام ہیں جن کے متعلق تم نے سوال کیا ہے۔ اُٹھو، جاؤ، اور اُن کے حق کا اقرار کرو۔

راوی کہتا ہے کہ یہ سُن کر میں اُٹھا اور بڑھ کر میں نے آنحضرتؑ کی پیشانی اور ہاتھوں کے بوسے لیے اور بہت بہت دعائیں دیں۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ابھی ان کو اس کا اذن نہیں ملا ہے۔

میں نے عرض کیا، میں آپ پر قربان، تو کیا میں آنجنابؑ کی امامت کی خبر کسی اور کو بھی دے سکتا ہوں؟ آپ نے ارشاد فرمایا، ہاں اپنے اہلِ وعیال اور دوست احباب سے کہہ سکتے ہو۔ چنانچہ میرے اہل وعیال اور احباب میں سے یونس بن ظبیان میرے ساتھ تھے۔ میں نے ان سب کو مطلع کیا تو سب نے اللہ کا شکر ادا کیا؛ مگر یونس نے کہا نہیں، خدا کی قسم، میں نہیں مانوں گا؛ جبتک کہ اپنے کانوں سے نہ سُن لوں۔ اور اس کی ان کو جلدی تھی۔ وہ نکلے، میں بھی ان کے پیچھے ہو گیا جب درِ دولت پر پہونچے تو یونس مجھ سے پہلے اندر پہونچ گئے تھے۔ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ اے یونس، بات وہی درست ہے جو فیض نے تم سے کہی ہے۔ اس کو تسلیم کر لو۔ اُس نے کہا، بہتر ہے۔ میں نے تسلیم کیا۔ (بصائر الدرجات جلد، باب ص ۹۲۔ ارشاد ص ۳۰۷)

• اعلام الوریٰ میں محمد بن عبد الجبار سے بھی اسی کے مثل روایت ہے۔

(۴) نصوص بروایت مفضّل بن عمر

مفضّل بن عمر سے روایت ہے۔

کہ ایک مرتبہ میں اپنے آقا حضرت جعفر بن محمدؑ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا مولا! کاش آپ مجھے یہ بتا دیتے کہ آپ کے بعد امام کون ہوگا؟

آپ نے ارشاد فرمایا، اے مفضّل میرے بعد میرے فرزند موسیٰؑ امام ہوں گے اور وہ خلف جن کا انتظار کیا جائے گا، اُن کا نام "م ح م د" بن حسنؑ بن علیؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن موسیٰؑ ہے۔ (کمال الدین ص ۲۰۳)

(۵) ــــــ انہی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپ کے صاحبزادے حضرت ابوابراہیم امام موسیٰ بن جعفرؑ علیہ السلام جو ابھی

کمسن تھے، تشریف لائے تو حضرت صادق آلِ محمدؐ علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا ان کو میرا وصی سمجھو اور ان کی امامت کے متعلق تم اپنے معتمد اصحاب کو مطلع کر دینا۔ (کتاب الارشاد ص ۲۸۹)

(۶) ═══ حماد صائغ کا بیان ہے کہ میں نے مفضل بن عمر کو حضرت امام جعفر صادقؑ سے سوال کرتے ہوئے سنا کہ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ ایک بندہ کی اطاعت اللہ تعالٰے لوگوں پر فرض کرے اور پھر آسمانی پیغام اس کو روک دے؟ امام جعفر صادق علیہ السلام نے جواب دیا کہ اللہ تعالٰی اپنے بندوں پر بڑا کریم اور رؤف و رحیم ہے اور اس امر سے کہیں بالاتر ہے کہ وہ کسی بندے کی اطاعت لوگوں پر فرض کرے اور پھر آسمانی پیغام یک بیک آکر اسے روک دے۔ راوی کا بیان ہے کہ اس گفتگو کے دوران حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفرؑ آتے ہوئے نظر آئے تو حضرت صادق آلِ محمدؐ نے فرمایا کہ اگر علیؑ کی کتاب کا مالک تمھیں نظر آئے تو کیا تمھیں مسرت ہوگی؟ مفضل نے عرض کیا میرے لیے اس سے بڑی مسرت کی اور کیا بات ہوگی۔ آپؑ نے فرمایا، اچھا تو پھر دیکھو! وہ صاحبِ کتاب علیؑ ہے۔ علیؑ کی وہ کتاب مکنون جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ جس کو سوائے طاہرین کے کوئی چھو نہیں سکتا۔ (سورہ واقعہ آیت ۷۹) (غیبت نعمانی ص ۱۶۸)

(۷) ═══ بروایت ابراہیم کرخی

ابراہیم کرخی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا اور ابھی میں وہاں بیٹھا ہی تھا کہ آپ کے صاحبزادے حضرت امام موسیٰ کاظم بن جعفر علیہ السلام آگئے اور وہ اس وقت ابھی کمسن تھے انھیں دیکھ کر اٹھا اور دست بوسی کے بعد پھر بیٹھ گیا تو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، اے ابراہیم یہ ہمارے تمہارے امام ہوں گے۔ مگر ان کے بارے میں کچھ لوگ گمراہ ہو جائیں اور کچھ ہدایت پائیں گے۔ ان کے قاتل پر اللہ کی لعنت ہو اور کئی گنا عذاب ہو۔ اور یہ بھی سن لو کہ ان کے صلب سے ایک ایسا فرزند پیدا ہوگا جو روئے زمین پر اپنے زمانے کا سب سے بہتر و افضل ہوگا جس کا نام اس کے جد کے نام پر ہوگا اور وہ اپنے جد کے علم و احکام و فضائل کا وارث ہوگا۔ وہ امامت کا منور اور روشن آفتاب ہوگا۔ فلاں خاندان کا ایک ظالم اس کو قتل کرے گا۔ حالانکہ وہ معجزات و کرامات کا مشاہدہ بھی کر چکا ہوگا مگر اس کو اس فرزند سے حسد ہوگا۔ لیکن اللہ اپنے نظامِ امامت کو پورا کر کے رہے گا خواہ مشرکین کتنی ہی کراہت کیوں نہ کریں۔ اور اسی کے صلب سے ان بارہ ہادیوں میں سے بقیہ ہادی یکے بعد دیگرے پیدا ہوں گے۔

جن کو اللہ نے اپنی کرامت کے لیے مخصوص فرمایا ہے اور ان کے لیے اپنے دارِ قدس میں جگہ مخصوص کی ہے۔ جو شخص ان میں کے بارہویں ہادی کا قائل ہوگا وہ ایسا ہی ہے جیسے اس نے رسول اللہؐ کے سامنے آنحضرتؐ کے دفاع کے لیے دشمنوں سے جنگ کی۔

راوی کہتا کہ ابھی آپ یہیں تک کہنے پائے تھے کہ بنی امیہ کے دوستوں میں سے ایک شخص آگیا اور بات کٹ گئی۔ راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں گیارہ مرتبہ اس ارادے سے حاضر ہوا کہ آپ سے عرض کروں گا کہ وہ ادھورا کلام مکمل ہو جائے لیکن اس کا موقع نہ ملا۔ پھر آئندہ سال جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو آپ نے فرمایا، اے ابراہیم وہ بارہواں ہادی اپنے ماننے والوں کے تمام دُکھ درد کرب و بےچینی، طویل بلا و آزمائش اور جزع و خوف کو دور کر دے گا۔ اور خوش قسمت ہوگا وہ جو اس زمانے کو پا جائے گا، اے ابراہیم! بس تمہارے لیے اتنا ہی بتانا کافی ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ میرے دل کے لیے اس سے زیادہ مسرت کی بات اور میری آنکھوں کے لیے اس سے زیادہ ٹھنڈک پہونچانے والی شے اور کوئی نہ تھی۔

(کمال الدین تمام النعمۃ جلد ۲ ص ۱)

- کتاب کمال الدین و تمام النعمۃ جلد ۱ ص ۳۲ پر بھی ابراہیم کوفی کی اسی کے مثل روایت ہے

(۸) ═══ بروایت عیسیٰ بن عبداللہ

عیسیٰ بن عبداللہ بن عمر بن علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے اپنے ماموں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت صادق آلِ محمد علیہ السلام سے پوچھا کہ آپ کے بعد ہم کس کو اپنا امام سمجھیں؟ آپ نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی طرف اشارہ فرمایا: میں نے دریافت کیا کہ ان حضرت کے بعد کس کو امامِ عصر جانیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا، ان کے فرزند کو امام سمجھنا: میں نے پھر عرض کیا کہ اُن حضرت کے بعد کون امام ہوں گے؟ آپ نے فرمایا اُن کا کمسن فرزند ہی امامِ عصر ہوگا خواہ اُن کے برادر بھی موجود ہوں۔ اور پھر اسی طرح ہر امام کا فرزند ہی امام ہوگا: میں نے عرض کیا اور اگر ہمیں یہ معلوم نہ ہو کہ وہ کون ہے اور کہاں ہے تو ہم کیا کریں؟ آپ نے ارشاد فرمایا، پھر یوں کہو کہ پروردگارا! ہم تولا رکھتے ہیں اُس سے جو اس گذرے ہوئے امام کے فرزندوں میں سے تیری حجت باقی ہے۔ پھر تمہاری اس نیت پر تم کو جزا ملے گی۔ (اعلام الوریٰ ص ۲۸۸)

• محمد بن الحسین نے بھی ابن ابی نجرانی سے اسی کے مثل روایت کی ہے۔
(اعلام الوریٰ ص ۲۸۸)

• ابن ابی خطاب اور یقطینی دونوں نے بھی ابن ابی نجران سے یہی روایت کی ہے
(کمال الدین تمام النعمۃ جلد ۲ ص ۱۹)

• ابن ابی نجران سے یہی روایت ہے۔ (کتاب الارشاد ص ۳۰۹)

(۹) بروایت معاذ ابن کثیر

آپ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت صادق آلِ محمدؐ علیہ السلام سے عرض کیا کہ میں اُسی اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ جس نے آپ کو یہ منزلت کرامت فرمائی ہے کہ وہ آپ کی وفات سے پہلے آپ کی اولاد میں سے بھی کسی کو یہ منزلت کرامت فرمائے: آپ نے فرمایا کہ اللہ نے ایسا ہی کیا ہے: میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان، وہ کون سے صاحبزادے ہیں جن کو یہ منزلت کرامت ہوئی ہے؟
آپ نے ارشاد فرمایا، وہ عبد الصالح (حضرت موسیٰ بن جعفرؑ) کی طرف اشارہ تھا۔ جو اس وقت کمسن تھے اور سو رہے تھے۔ اور فرمایا کہ اس سونے والے کو یہ منزلت کرامت ہوئی ہے۔ (الارشاد ص ۳۰۸)
ابو ایوب نے ثبیت سے اسی کے مثل روایت کی ہے۔

(۱۰) بروایت عبد الرحمٰن بن حجّاج

ان کا بیان ہے کہ میں حضرت صادق آلِ محمدؐ کے در دولت پر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آنحضرتؑ اپنے مکان کے ایک کمرے میں تھے جو آپ کی مسجد تھی۔ میں نے دیکھا کہ آپ دعا فرما رہے ہیں اور آپ کے دائیں جانب آپ کے فرزند حضرت موسیٰ بن جعفرؑ بیٹھے ہوئے آمین کہہ رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا، میں آپ پر قربان، آپ خوب واقف ہیں کہ میں سب سے کٹ کر صرف آپ کے دامن سے متمسک ہوں اور آپ کی خدمت میں رہتا ہوں۔ یہ تو بتائیں کہ آپ کے بعد امام اور ولی امر کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا، اے عبد الرحمٰن! میرے اس فرزند موسیٰ نے (رسولؐ کی) زرہ پہنی اور اُن کے جسم پر بالکل ٹھیک اتری تو میں نے ان سے کہا، اب اس کے بعد مجھے کسی شے کی ضرورت نہیں۔

• محمد بن علی نے بھی عبد الاعلیٰ سے اسی کے مانند روایت کی ہے۔
(اعلام الوریٰ ص ۲۸۸)

(۱۱) بروایت ابن حازم

ابن حازم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ سانس کی آمد و شد کا کوئی بھروسہ نہیں۔ صبح بند ہو جائے یا شام کو، پھر اگر ایسا ہو جائے تو آپ کے بعد کون امام ہوں گے؟ آپ نے فرمایا، اگر ایسا ہو جائے تو پھر یہ تم لوگوں کے امام ہوں گے (یہ کہہ کر آپ نے حضرت ابو الحسن موسیٰ کاظم کے دائیں کاندھے پر ہاتھ رکھا جو کہ ابھی پانچ بالشت کے تھے۔ حالانکہ اس وقت وہاں عبد اللہ بن جعفر بھی ہم لوگوں کے ساتھ موجود تھے۔ (الارشاد ص ۳۰۸)

(۱۲) بروایت طاہر بن محمد

طاہر بن محمد کا بیان ہے کہ حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام کو میں نے دیکھا کہ آپ نے اپنے فرزند عبد اللہ کو تنبیہ اور نصیحت فرماتے ہوئے کہا۔ تم اپنے بھائی (موسیٰ) کے مانند کیوں نہیں بننے کی کوشش کرتے؟ خدا کی قسم مجھے اُن کے چہرے میں نور نظر آتا ہے۔ عبد اللہ نے کہا، بابا! مجھ میں اور اُن میں فرق کیا ہے؟ کیا میرے اور اُن کے باپ ایک نہیں؟ کیا میری اور اُن کی اصل ایک نہیں؟ تو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ یہ درست ہے۔ وہ میرا نفس ہے اور تم میرے بیٹے ہو۔
(الارشاد ص ۳۰۹)

• فضیل رسّان نے بھی طاہر بن محمد سے اسی طرح روایت کی ہے۔
(اعلام الوریٰ ص ۲۸۹)

(۱۳) بروایت یعقوب سراج

یعقوب سراج روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ اس گہوارے کے پاس کھڑے ہیں جس میں حضرت موسیٰ بن جعفرؑ ہیں اور آپ اُن سے راز و اسرار کی طویل باتیں کر رہے ہیں۔ جب آپ ان باتوں سے فارغ ہوئے تو میں اُٹھ کر آپ کے پاس گیا۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا، اپنے ان مولا و امام کے قریب آؤ انھیں سلام کرو

میں نے قریب جاکر اُن کو سلام کیا، تو اُنھوں نے بزبانِ فصیح جوابِ سلام دیا اور مجھ سے کہا جاؤ اپنی اس لڑکی کا نام بدل دو جس کا نام تم نے کل رکھا ہے۔ اِس لیے کہ اُس نام سے اللہ کو نفرت ہے۔ اور واقعاً میرے یہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی جس کا نام میں نے حُمیراء رکھا تھا۔ تو امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا، ان کے حکم پر عمل کرو، ہدایت پاؤ گے۔ تو میں نے اس لڑکی کا نام تبدیل کر دیا۔ (الارشاد ص۳۰۹)

(۱۴) برروایت ابنِ مسکان

ابن مسکان نے سلیمان بن خالد سے روایت کی ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک دن اپنے فرزند حضرت ابوالحسن علیہ السلام کو بلایا، اُس وقت ہم اُن کی خدمت میں حاضر تھے آپ نے ہم سے ارشاد فرمایا۔ میرے بعد تم ان کے کہنے پر عمل کرنا اس لیے کہ خدا کی قسم یہی میرے بعد تمہارے امام ہیں۔ (الارشاد ص۳۰۹)

- محمد بن عبدالجبار نے بھی صفوان سے اور اُنھوں نے ابن مسکان سے یہی روایت نقل کی ہے۔ (اعلام الوریٰ ص۲۸۹)

(۱۵) بچپن کا کھیل یا تعلیم عبادتِ سجدہ

صفوان جمّال سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے امامت کے متعلق سوال کیا گیا، تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ امام کسی لہو ولعب میں مشغول نہیں ہوتا۔ ابھی آپ نے یہ فرمایا ہی تھا کہ حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفرؑ جو ابھی بہت کمسن تھے سامنے آئے اُن کے پاس ایک مکی نسل کی بکری کا بچہ تھا اور وہ اس بکری کے بچے سے کہہ رہے تھے "اپنے رب کو سجدہ کر"۔ یہ سن کر حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام نے انھیں اپنی آغوشِ مبارک میں لے لیا اور گلے لگا کر فرمایا' تم پر میرے ماں باپ فدا ہوں، تم وہ ہو جو لہو ولعب میں مشغول نہیں ہوتے۔ (الارشاد ص۳۰۹)

- حسین بن محمد نے معلّیٰ سے اور انھوں نے وشّاء سے اسی کے مانند روایت بیان کی ہے۔

(اعلام الوریٰ ص۲۸۹)

(۱۶) برروایت اسحاق

یحییٰ بن اسحاق نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور دریافت کیا کہ آپ کے بعد امام اور صاحبِ امر کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا وہ صاحبِ امر ہوگا جس کے پاس اِس وقت ایک بکری کا بچہ ہے۔ اور حضرت موسیٰ ابن جعفرؑ جو ابھی بہت کمسن تھے۔ وہ گھر کے ایک گوشے میں تھے اور ان کے پاس ایک مکی نسل کی بکری کا بچہ تھا اور آپ اُس بکری کے بچے سے کہہ رہے تھے "اُس اللہ کو سجدہ کر جس نے تجھے پیدا کیا ہے۔ (غیبت نعمانی ص۱۰۸)

(۱۷) برروایت اسحاق ابن امام جعفر صادق علیہ السلام

حضرت امام جعفر صادقؑ کے فرزند اسحاق سے روایت ہے کہ ایک دن میں اپنے پدرِ بزرگوار کی خدمت میں حاضر تھا کہ علی بن عمر بن علی نے آپ سے دریافت کیا، مولا میں آپ پر قربان، آپ کے بعد ہم سب کس کی طرف رجوع کریں؟

آپ نے فرمایا، اُس کی طرف رجوع کریں جو دو زرد لباس پہنے ہوئے اور دو زلفیں رکھے ہوئے ابھی تمھارے سامنے دروازے سے برآمد ہونے والا ہے۔ آپ کو یہ فرماتے ہوئے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ دروازے کے دونوں پٹ کھلے اور حضرت ابو ابراہیم موسیٰ بن جعفر جو ابھی بچے تھے۔ دو زرد لباس پہنے ہوئے برآمد ہوئے۔ (اعلام الوریٰ ص۲۹۰)

(۱۸) برروایت علی بن جعفرؑ بن محمدؑ

محمد بن ولید کا بیان ہے کہ میں نے علی بن جعفر بن محمدؑ کو کہتے ہوئے سُنا، کہ میں نے اپنے پدرِ بزرگوار کو اپنے اصحابِ خاص سے فرماتے ہوئے سنا کہ تم لوگ میرے فرزند موسیٰ سے ہدایت لیا کرو۔ یہ میری اولاد میں اور جس کو میں اپنے بعد چھوڑ جاؤں گا اُن میں سب سے افضل ہے۔ وہ میرا قائم مقام ہے اور میرے بعد ساری مخلوقات پر اللہ کی طرف سے حجت ہے۔ اور علی بن

جعفر صادق علیہ السلام اپنے بھائی حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے دامن سے حد درجہ متمسک تھے۔ وہ سب کو چھوڑ کر صرف اُن سے وابستہ تھے اور زیادہ سے زیادہ دینی علوم انہیں سے حاصل کیا کرتے تھے۔ اُن کے بہت سے مشہور مسائل ہیں جو اُنھوں نے اپنے بھائی حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے دریافت کیے۔ اور آپ نے اُن کے جوابات دیے۔ اور ان جوابات کو اُنھوں نے لوگوں سے بیان کیا۔ اس سلسلہ میں بیشمار روایتیں کتابوں میں موجود ہیں۔ (الارشاد صفحہ ۳۱۱)

(۱۹) بروایت یزید بن اسباط

یزید بن اسباط کا بیان ہے کہ:
حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی وفات سے قبل آنجناب کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا' اے یزید بن اسباط! تم اس بچّے کو دیکھتے ہو؟ جب دیکھنا کہ لوگ اس کی امامت میں اختلاف کر رہے ہیں تو تم گواہی دینا کہ میں نے تم سے بتایا ہے۔ تمھیں معلوم ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے بیان کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ گیارہ ستارے' سورج اور چاند مجھ کو سجدہ کر رہے ہیں اور جب اس بات کا علم ان کے بھائیوں کو ہوا' تو یہ سن کر اُن کے بھائیوں نے اُن سے حسد کرنا شروع کردیا۔ اور حضرت یوسف کے ساتھ اتنا بڑا جرم کیا کہ اُن کو کنویں میں ڈال دیا۔ اسی طرح لازماً اس بچّے سے بھی لوگ حسد کریں گے۔ اس کے بعد آپ نے اپنی اولاد موسیٰ و اسحاق و محمد اور عباس کو بُلایا اور ان سب سے کہا کہ یہ بچّہ وصی الاوصیاء اور تمام عالموں سے بڑا عالم ہے۔ یہ سارے زندہ اور مردہ لوگوں پر شاہد ہے۔ پھر مجھ سے فرمایا' اے یزید "ان لوگوں کی گواہیاں تحریر ہوں گی اور ان سے پوچھا جائے گا۔" (مناقب ابن شہر آشوب جلد ۱ صفحہ ۲۴۹)

"سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْئَلُونَ"

(سورہ زخرف آیت ۱۹)

(۲۰) وفات اسماعیل بن جعفرؑ

زرارہ بن اعین سے روایت ہے کہ
اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں پہونچا تو دیکھا کہ آپ کے دائیں پہلو میں آپ کے فرزند حضرت موسیٰ بن جعفرؑ ہیں اور سامنے اسماعیل بن جعفرؑ کا جنازہ چادر سے ڈھکا ہوا رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا' اے زرارہ! جاؤ، داؤد رقی

حمران اور ابو بصیر کو بلا لاؤ۔ اتنے میں مفضل بن عمر بھی آپ کے پاس آ گئے۔ الغرض میں گیا اور جن جن کو آپ نے فرمایا تھا بُلا لایا۔ اور بھی کچھ حضرات آ گئے تا اینکہ اس کمرہ میں تیس آدمی جمع ہو گئے۔ تب آپ نے فرمایا' اے داؤد! ذرا اسماعیل کے چہرے سے چادر سرکا دو' میں نے چہرے سے چادر ہٹا دی، تب آپ نے فرمایا' اے داؤد دیکھ کر بتاؤ یہ زندہ ہیں یا مُردہ ہیں؟ داؤد نے کہا' مُردہ ہیں۔ پھر آپ نے حاضرین میں ہر ایک سے یہی سوال کیا کہ دیکھ کر بتاؤ یہ مردہ ہیں یا زندہ ہیں؟ اور سب نے یکے بعد دیگرے یہی جواب دیا' مولا! یہ مردہ ہیں۔ تو آپ نے فرمایا' پروردگارا! تو گواہ رہنا' پھر آپ نے حکم دیا کہ انھیں غسل دیا جائے اور حنوط کیا جائے اور کفن پہنایا جائے۔

جب ان تمام باتوں سے فراغت ہو چکی تو آپ نے مفضل سے فرمایا۔ اے مفضل! ان کا چہرہ کھولو۔ اُنھوں نے چہرہ کھولا تو پوچھا' بتاؤ یہ زندہ ہیں یا مردہ؟ اُنھوں نے کہا کہ' یہ مردہ ہیں: آپ نے فرمایا' پروردگارا! تو گواہ رہنا۔ یہ سب اقرار کر رہے ہیں کہ یہ مردہ ہیں۔ اس کے بعد اسماعیل کو قبر تک لے جایا گیا۔ اور جب لحد میں اتارا گیا تو آپ نے مفضل سے کہا' ان کا چہرہ کھولو۔ اور سارے مجمع سے پوچھا۔ تم سب دیکھ کر بتاؤ' یہ زندہ ہیں یا مردہ؟ سب نے کہا مردہ ہیں: آپ نے فرمایا' پروردگارا! تو گواہ رہنا کہ یہ لوگ بھی اسماعیل کے مردہ ہونے کی گواہی دے رہے ہیں، مگر عنقریب اہلِ باطل اسماعیل کی موت میں شک کریں گے اور چاہیں گے کہ اللہ کا نور اپنے منھ سے پھونک مار کر بجھا دیں۔ پھر حضرت موسیٰ بن جعفرؑ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا' اور اللہ اپنے اس نور کو تمام کر کے رہے گا خواہ مشرکین کتنی ہی کراہت کیوں نہ کریں۔

پھر لوگوں نے اسماعیل کی قبر پر مٹی ڈالی اور آپ دوبارہ مجمع کی طرف مخاطب ہوئے اور پوچھا' یہ بتاؤ کہ یہ میت جس کو کفن اور حنوط دے کر قبر میں دفن کر دیا' یہ کون ہے؟ سب نے کہا آپ کے فرزند اسماعیل ہیں۔ آپ نے فرمایا' پروردگارا! تو گواہ رہنا۔

اس کے بعد آپ نے حضرت موسیٰ کاظم بن جعفر صادق علیہ السلام کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا' یہ حق ہیں۔ ان کے ساتھ حق ہے ان کی وجہ سے حق باقی رہے گا۔ یہاں تک کہ زمین اور اہلِ زمین کا کوئی آخری وارث آئے۔

اس حدیث کی حسن بن منذر نے بھی اپنے اسناد کے ساتھ زرارہ سے روایت کی ہے لیکن ذرا اضافے کے ساتھ۔ آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم تمھارا امام ضرور ظہور کرے گا اور اس حالت میں ظہور کرے گا کہ اس کی بیعت کسی کی گردن میں نہ ہوگی اور اس کے ظہور میں اتنی تاخیر ہوگی

کہ اہلِ یقین کو بھی اُن کے وجود میں شک ہونے لگے گا۔ قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيمٌ ۝ أَنتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُونَ ۝ (سورہ ص آیت ۶۸)

(۲۱) برروایت ولید بن صبیح

ولید بن صبیح کا بیان ہے کہ میرے اور عبدالجلیل نامی ایک شخص کے درمیان بڑی پرانی دوستی تھی اس نے ایک دن مجھ سے کہا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے تو اسمٰعیل کو اپنا وصی بنایا ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ اس کا ذکر میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کیا۔ کہ عبدالجلیل کہتا ہے کہ آپ نے اسمٰعیل کو ان کی زندگی میں اُن کی موت سے تین سال پہلے ہی اپنا وصی بنادیا تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا، اے ولید! نہیں، بخدا ایسا نہیں ہوا ہے۔ اگر میں نے اُن کو اپنا وصی بنایا ہوتا تو پھر موسیٰ کو اپنا وصی کیوں بناتا۔

(۲۲) قبرِ اسماعیل پر دعائے امام جعفر صادقؑ

حضرت امام جعفر صادقؑ نے اسماعیل کی قبر پر کھڑے ہو کر جو کچھ فرمایا، وہ آپ کا مشہور کلام مندرجہ ذیل ہے۔

"اے اسماعیل تمھاری موت سے مجھ پر حزن و ملال کی گھٹا چھاگئی۔ اے اللہ اسماعیل پر میرے جن حقوق کی ادائیگی فرض تھی اور ان میں اُس سے جو بھی کوتاہی ہوئی ہو اُنکو میں نے معاف کیا، اب اس پر تیرے جن حقوق کی ادائیگی سے کوتاہی ہوئی ہو تو بھی اسے معاف کردے۔" (غیبت نعمانی ص ۱۶۹)

(۲۳) برروایت سلمہ بن محرز

سلمہ بن محرز سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ عجلیہ کے ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ تمھارے یہ بزرگ اب کب تک باقی رہیں گے۔ سال دو سال میں تو مر ہی جائیں گے پھر تمھارے پاس کوئی ایسی شخصیت نہیں ہے جو تمھاری نگاہوں کا مرکز بن سکے ؛ تو حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام نے جواب دیا کہ تم نے اُس سے یہ کیوں نہیں کہدیا کہ موسیٰ بن جعفر موجود ہیں اور حدِ بلوغ کو بھی پہونچ چکے ہیں اور میں نے ایک کنیز خرید کر اُن کے لیے مباح کردی۔

اور انشاء اللہ ان کے یہاں اُس کنیز کے بطن سے ایک فرزند پیدا ہوگا جو فقیہ ہوگا۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۱ ص ۲۹)

(نوٹ : عجلیہ۔ زیدیوں کا ایک فرقہ ہے جو ہارون بن سعید عجلی کی طرف منسوب ہے۔)

(۲۴) برروایت نصر بن قابوس

نصر بن قابوس سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے ابو ابراہیم موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے عرض کیا، کہ میں نے آپ کے پدر بزرگوار سے دریافت کیا تھا کہ آپ کے بعد منصبِ امامت پر کون فائز ہوگا۔

آنجناب نے فرمایا تھا کہ آپ امام ہوں گے۔ مگر جب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے وفات پائی تو لوگ اِدھر اُدھر بھٹک گئے۔ مگر ہم اور ہمارے اصحاب آپ ہی کے قائل رہے۔ اب آپ بھی ارشاد فرمائیں کہ آپ کے بعد یہ منصبِ امامت کس کا حق ہے؟

آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرے فرزند علیؑ امام ہوں گے۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۱ ص ۲۹)

(۲۵) برروایت ابو عاصم

ابو عاصم نے حضرت امام علی الرضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے ایک مرتبہ اپنے پدر بزرگوار کے سامنے لوگوں کو خطاب کیا اور بہترین تقریر کی تو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، اے فرزند! خدا کا شکر ہے کہ اُس نے تمھیں اپنے آبائے کرام کا صحیح جانشین اور اپنی اولاد کے لیے باعثِ سرور و ناز اور صدیقین کا عوض قرار دیا۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۱۲۷)

(۲۶) برروایت عیسیٰ سلقان

عیسیٰ سلقان سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں اس ارادے سے گیا کہ میں آپ سے ابو خطاب کے متعلق دریافت کروں گا۔ تو آپ نے میرے پوچھنے اور بیٹھنے سے پہلے ہی فرمادیا، اے عیسیٰ! کیا حرج ہے اگر تم میرے فرزند سے مل کر جو کچھ پوچھنا

چاہتے ہو پوچھ لو؟

عیسیٰ کا بیان ہے کہ یہ سن کر میں حضرت عبدالصالح ؑ (امام موسیٰ ؑ بن جعفر ؑ) کے پاس گیا۔ وہ حضرت اُس وقت مکتب میں بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے لبوں پر روشنائی لگی ہوئی تھی۔ آنجناب نے بھی میرے کچھ دریافت کرنے سے قبل ہی یہ ارشاد فرمایا کہ اے عیسیٰ! اللہ تعالےٰ نے اپنے انبیاء سے نبوّت کا عہد لیا اور پھر اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ اسی طرح اُن کے اوصیاء سے وصایت کا عہد لیا اور اس میں بھی کوئی تبدیلی نہیں کی۔ مگر ایک گروہ کو عاریتاً چند دنوں کے لیے ایمان دیا اور پھر اُن سے ایمان کو واپس لے لیا اور ابو الخطّاب انھیں لوگوں میں سے ہے جنھیں ایمان دے کر اللہ تعالیٰ نے واپس لے لیا۔

یہ سُن کر میں نے بڑھ کر اُنھیں سینے سے لگا لیا اور پیشانی کو بوسہ دیا اور عرض کیا میرے ماں، باپ آپ پر قربان، سچ ہے۔ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ٥ (آل عمران آیت ۳۴)

اس کے بعد میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں آیا، آپ نے دریافت کیا اے عیسیٰ! بتاؤ تم نے کیا کیا؟ میں نے عرض کیا۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان، میں آپ کے فرزند کے پاس گیا تھا اور انھوں نے تو میرے بغیر پوچھے ہوئے ہی جو کچھ میں پوچھنا چاہتا تھا، سب کا جواب دے دیا۔ اور اس سے مجھے معلوم ہو گیا کہ امر امامت کے مالک یہی حضرت ہوں گے۔ آپ نے فرمایا، اے عیسیٰ میرا یہ فرزند وہ ہے کہ اگر تم اس سے سارے مصحف میں سے جو دو دفتیوں کے درمیان ہے جس آیت کے متعلق پوچھو گے تو وہ اس کا جواب علم کے ساتھ دے گا۔ پھر اسی دن آپ نے حضرت امام موسیٰ بن جعفر ؑ کو مکتب سے اٹھا لیا۔ اور اُس دن میں نے سمجھ لیا کہ یہ امام ہیں۔

(قرب الاسناد ص ۱۹۳ ۔ مناقب ابن شہر آشوب جلد ۲ ص ۴۱۱)

(۲۷) بروایت مسمع کردین

مسمع کردین سے روایت ہے۔

اس کا بیان ہے کہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے پاس اسماعیل بھی موجود تھے۔ راوی کہتا ہے کہ اس وقت تک ہم اُن کے والد بزرگوار کے بعد کے لیے اُن ہی کی امامت کے قائل تھے۔ اس کے بعد راوی نے ایک طویل قصّہ بیان کیا کہ۔

ایک شخص نے حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اپنے اس

خیال کے خلاف بات سُنی تو وہ کہتا ہے کہ میں اہلِ کوفہ میں سے دو آدمیوں کے پاس آیا۔ وہ دونوں بھی اسی کے قائل تھے۔ میں نے انھیں بتایا تو ان میں سے ایک نے تو کہا، ٹھیک ہے میں نے سنا، میں اس پر عمل کروں گا، میں راضی ہوں مجھے تسلیم ہے مگر دوسرے نے اپنے گریبان پر ہاتھ ڈالا اور اسے پھاڑ دیا۔ اور بولا، نہیں خدا کی قسم جب تک ہم خود اپنے کانوں سے حضرت ابو عبداللہ کی بات نہ سُنیں گے نہ ہم کسی دوسرے کی بات سُنیں گے نہ اُس پر عمل کریں گے۔ اور نہ ہم اس پر راضی ہیں۔ اور یہ کہہ کر وہ نکلا اور سیدھا حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام کی طرف روانہ ہوا اور میں بھی اس کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ جب ہم دونوں دروازے پر پہونچے اور حاضری کی اجازت چاہی۔ تو پہلے مجھے حاضری کی اجازت ملی اس کے بعد اسے اجازت ملی۔ اور وہ حاضر ہوا۔

جب وہ آپ کی خدمت میں پہونچا، تو آپ نے اُس سے کہا، اے فلاں! کیا تم میں سے ہر شخص چاہتا ہے کہ اسے صحف منشرہ دیا جائے دیکھو فلاں شخص نے جو کچھ کہا ہے وہ درست ہے۔ اس مردِ کوفی نے کہا، میں آپ پر قربان، میں چاہتا ہوں کہ آپ کی زبان مبارک سے سنوں، تو آپ نے فرمایا کہ سنو! میرے بعد تمھارے امام حضرت ابوالحسن علیہ السلام ہوں گے اور ہمارے اور اُن کے درمیان جو بھی امامت کرے سمجھ لو کہ وہ جھوٹا ہے یہ سُن کر وہ مردِ کوفی میری طرف متوجّہ ہوا اور وہ نبطی زبان بہت اچھی طرح جانتا تھا۔ اس نے مجھ سے کہا "درفہ" تو حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ نبطی زبان میں "درفہ" کا مطلب یہ ہے کہ اس کو لے لو۔ لہٰذا اس کو اختیار کر لو۔ اس کے بعد ہم سب آپ کی خدمت سے واپس ہوئے۔ (بصائر الدرجات جلد ۷، ص ۹۷ باب ۱۲)

• نصِ صریح بروایت برقی

(ص ۹۲) الاختصاص میں ہے کہ ابن عبدالجبار نے بھی برقی سے اس طرح کی روایت کی ہے

(۲۸) بروایت ابوبصیر

ابوبصیر سے روایت ہے ان کا بیان ہے کہ میں حضرت ابو عبداللہ ؑ کی مجلس میں موجود تھا۔ وہاں اوصیاء کا ذکر ہوا اور اسماعیل کا بھی تذکرہ ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا، نہیں خدا کی قسم اے ابو محمد! وصی بنانے کا اختیار ہمیں نہیں ہے اس کا حکم صرف اللہ کی طرف سے نازل ہوتا ہے۔ یعنی ایک وصی کے بعد دوسرے وصی کے لیے۔ (بصائر الدرجات جلد ۱۰ باب ۱ ص ۱۳۸)

(۲۹) برروایت ابوبصیر

ابوبصیر سے روایت ہے کہ حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے بار بار دعا کی کہ پروردگارا! یہ امرِ امامت اسماعیل کو عطا کیا جائے لیکن اللہ کو اس سے انکار رہا اور اللہ تعالیٰ نے اس امرِ امامت کو حضرت ابوالحسن (موسیٰ بن جعفرؑ) کے لیے قرار دیا۔ (غیر معتبر روایت ہے) (بصائر الدرجات جلد ۱ باب ۱۲۸)

(۳۰) برروایت فیض بن مختار

فیض بن مختار سے روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ (میں آپ پر قربان) آپ کیا فرماتے ہیں زمین کے متعلق۔ کیا ہم اس کو حکومتِ وقت سے لیکر دوسرے کو اُجرت پر دیدیں کہ وہ اس کی پیداوار کا نصف یا ایک ثلث یا اس سے کم وبیش دیگا؟ آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں۔ تو اسماعیل نے کہا۔ بابا جان! آپ کو یاد نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا، بیٹے کیا ایسا نہیں ہے کہ میں بھی اپنے کاشتکاروں کے ساتھ ایسا معاملہ کرتا ہوں؟ میں نے اکثر تم کو ہدایت کی ہے کہ تم ہمارے ساتھ رہا کرو، مگر تم نے میری ہدایت پر عمل نہیں کیا۔ یہ سُن کر اسماعیل وہاں سے اُٹھ کر چلے گئے

راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا، میں آپ پر قربان، جب آپ نے اسماعیل کو اپنے بعد کے لیے تمام امور سپرد کر دیے ہیں جس طرح آپ کے والد نے آپ کے سپرد کیا تھا تو پھر اسماعیل کو کیا ہو گیا ہے۔ وہ آپ کے ساتھ کیوں نہیں رہتے؟

راوی کا بیان ہے کہ آپ نے فرمایا، اے فیض! اسماعیل کو مجھ سے وہ حیثیت حاصل نہیں جو مجھ کو میرے باپ سے حاصل تھی: میں نے عرض کیا، میں آپ پر قربان، اب تک تو مجھے یقین تھا کہ لوگ آپ کے بعد بلاشک انہیں کی طرف رجوع کریں گے۔ اور ہم تو اُن کے متعلق بہت کچھ کہا کرتے تھے۔ اب اگر وہ بات ہے جس کا مجھے خوف ہے تو اللہ اس سے بچائے مگر یہ فرمائیے کہ پھر کس کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ آپ نے فرمایا، مجھ سے کچھ نہ کہو۔ میں نے آپ کے زانو کو بوسہ دیا، اور عرض کیا، آقا رحم کیجیے یہ جہنم کا معاملہ ہے۔ اگر یقین ہوتا کہ میں آپ سے پہلے مرجاؤں گا تو پرواہ نہ تھی لیکن خوف اس کا ہے کہ آپ کے بعد زندہ رہوں گا۔ تو آپ نے فرمایا، اچھا ٹھہرو۔ یہ کہہ کر آپ اُٹھے اور ایک پردے کی طرف گئے جو گھر میں

ایک طرف لٹکا ہوا تھا۔ آپ نے پردہ اٹھایا اور اندر داخل ہوئے، پھر ذرا ٹھہر کر آواز دی، اے فیض! یہاں آؤ: میں اندر گیا تو دیکھا کہ اسماعیل مسجد میں نماز پڑھ رہے ہیں اور قبلہ سے منحرف ہیں۔ الغرض میں حضرت ابوعبداللہ کی خدمت میں بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر میں حضرت ابوالحسن موسیٰؑ آپ کے پاس آئے اور وہ اس وقت پانچ بالشت کے تھے (کمسن تھے) ان کے ہاتھ میں ایک کوڑا تھا۔ آپ نے ان کو اپنے زانو پر بٹھا لیا۔ میں نے دریافت کیا، میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، یہ آپ کے ہاتھ میں کیا ہے؟ حضرت ابوالحسن علیہ السلام نے کہا کہ میں اپنے بھائی کی طرف سے ہو کر گذرا تو دیکھا، وہ اس کوڑے سے بیچارے جانوروں کو مار رہے ہیں تو میں نے اُن کے ہاتھ سے چھین لیا ہے۔

پھر حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا، اے فیض! حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ کے صحیفے عطا ہوئے تو آپ نے بطور امانت ان صحیفوں کو حضرت علی علیہ السلام کے سپرد کیا، پھر حضرت علیؑ نے حضرت امام حسنؑ کے سپرد کیا، پھر امام حسنؑ نے حضرت امام حسینؑ کے سپرد کیا، پھر حضرت امام حسینؑ نے حضرت علیؑ ابن الحسینؑ کے سپرد کیا، پھر حضرت علیؑ ابن الحسینؑ نے حضرت امام محمد باقرؑ کے سپرد کیا اور حضرت امام محمد باقرؑ نے میرے سپرد کیا اور میں نے اس امانت کو اپنے اس فرزند کے سپرد کیا، باوجودیکہ یہ ابھی کمسن ہیں اور وہ تمام صحیفے انہی کے پاس ہیں۔

راوی کا بیان ہے کہ میں آپ کے ارادے کو سمجھ گیا۔ پھر عرض کیا، میں آپ پر قربان، ان کے متعلق کچھ اور ارشاد ہو: فرمایا حضرت نے، اے فیض میرے پدرِ بزرگوار جب چاہتے تھے کہ آنجناب کی دعا رد نہ ہو، تو مجھے اپنے دائیں جانب پہلو میں بٹھا لیتے تھے۔ آنجناب دعا کرتے تھے اور میں آمین کہتا تھا، تو اُن جناب کی دعا رد نہ ہوتی تھی۔ اسی طرح میں بھی اپنے اس فرزند کے ساتھ دعا کرتا ہوں۔ میں نے عرض کیا، آقا کچھ اور ارشاد فرمائیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا، اے فیض! میرے پدرِ بزرگوار جب سفر میں ہوتے اور میں آنحضرت کے ہمراہ ہوتا اور انھیں اپنی سواری پر نیند کی کیفیت طاری ہوتی، تو میں اپنی سواری کو آنحضرت کی سواری سے ملا دیتا اور اپنے بازوؤں کو اُن حضرت کے لیے تکیہ بنا دیتا اور میل دو میل اسی طرح چلتا، یہانتک کہ وہ بقدرِ ضرورت اپنی نیند پوری کر لیتے تھے۔ تو میرا یہ فرزند بھی میرے ساتھ یہی طریقہ اختیار کرتا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ مولا! کچھ اور ارشاد ہو! آپ نے فرمایا میں اپنے اس فرزند میں وہی بات پاتا ہوں جو حضرت یعقوب نے حضرت یوسف میں پائی تھی۔ میں نے عرض کیا مولا کچھ اور ارشاد ہو۔ آپ نے فرمایا، اچھا سنو! یہ تمہارے امام ہیں جن کے متعلق تم نے سوال کیا تھا، ان کے حق کا

اقرار کرو۔ یہ سن کر میں اٹھا اور حضرت ابوالحسن علیہ السلام کی پیشانی کے بوسے لیے اور انھیں دعائیں دیں۔ تو حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا، لیکن ابھی ان کی امامت کا اعلان نہیں کیا گیا ہے۔ میں نے عرض کیا مگر میں آپ پر فدا ہوں۔ کیا میں یہ بات کسی کو بتا سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ اپنے اہل وعیال اپنی اولاد اور اپنے رفقاء کو بتا سکتے ہو۔ اور اس وقت میرے ساتھ میرے اہل وعیال اور اولاد تھے اور رفقاء میں سے صرف یونس بن ظبیان تھے جب میں نے ان لوگوں سے بیان کیا تو سب نے اللہ کا شکر ادا کیا، مگر یونس بن ظبیان نے کہا، نہیں۔ قسم خدا کی جب تک میں اپنے کانوں سے نہ سن لوں، باور نہ کروں گا۔ اور انھیں بہت جلدی تھی۔ وہ فوراً نکلے، میں بھی ان کے پیچھے پیچھے چلا، وہ پہلے پہونچ گئے۔ میں جب دروازے پر پہونچا تو میں نے حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کو یونس بن ظبیان سے فرماتے ہوئے سنا کہ بات وہی ہے جو فیض نے تم سے بیان کی ہے۔ اس نے کہا بہتر ہے میں نے سن لیا میں اطاعت کروں گا۔ (رجال کشی ص ۲۲۶)

(۳۱) بروایت معاذ بن کثیر

معاذ بن کثیر سے روایت ہے کہ حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ وصیت کا حکم کتابی شکل میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا اور وصیت کے علاوہ کوئی دوسرا حکم کتابی شکل میں سربمہر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل نہیں ہوا۔ جب یہ حکم آیا تو حضرت جبرئیلؑ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا، یا رسول اللہ! یہ آپ کی وصیت آپ کی اُمت کے متعلق آپ کے اہلبیت کے پاس رہے گی۔ تو آنحضرتؐ نے فرمایا اے جبرئیل میرے کون سے اہلبیت؟ جبرئیلؑ نے کہا آپ کے اہلبیت میں سے وہ جن کو اللہ نے منتخب فرمایا ہے اور ان کی ویسی ہی منتخب ذرّیت، تاکہ وہ علمِ نبوت کے وارث بنیں جس طرح حضرت ابراہیمؑ وارث ہوئے اور اب اُن کی وراثت حضرت علیؑ اور ان کے صلب سے جو آپ کی ذرّیت ہے ان کو ملے گی اور اس وصیت نامہ پر بہت سی مہریں لگی ہوئی تھیں۔ حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ، پھر سب سے پہلی مہر حضرت علی علیہ السلام نے توڑی اور اس میں جو کچھ مرقوم تھا اس پر عمل کیا۔ پھر دوسری مہر حضرت امام حسنؑ نے توڑی اور جو کچھ اس میں مرقوم تھا اس پر عمل کیا، امام حسنؑ کی وفات کے بعد حضرت امام حسینؑ نے تیسری مہر توڑی اور اس میں تحریر تھا کہ جنگ کرو قتل کرو اور قتل ہو جاؤ ایک گروہ کو شہادت کے لیے لیکر نکلو انھیں شہادت کا درجہ اسی وقت ملے گا جب وہ تمھارے

ساتھ شہید ہوں۔ امام حسین علیہ السلام نے ایسا ہی کیا۔ جب آپ شہادت کے لیے چلے تو یہ وصیت نامہ حضرت علیؑ ابن الحسینؑ کے سپرد کر گئے اور اُن حضرت نے چوتھی مہر توڑی اس میں مرقوم تھا کہ خاموشی اختیار کرو، نگاہ نیچی رکھو کہیں سارے علوم پردہ میں نہ چلے جائیں۔ جب آپ کی وفات کا وقت آیا تو آپ نے وہ وصیت نامہ محمد بن علی علیہ السلام کے سپرد کیا۔ آنجناب نے پانچویں مہر توڑی، تو آپ کو اس میں یہ حکم ملا کہ کتاب اللہ کی تفسیر اور اپنے آبائے کرام کی تصدیق کرو۔ اپنے بیٹے کو اپنا وارث بناؤ۔ اُمت کے ساتھ نیک سلوک کرو اور اللہ کے حق کے لیے کمربستہ ہو جاؤ اور امن ہو یا خوف ہر موقع پر حق بات کہو۔ اللہ کے علاوہ کسی سے نہ ڈرو، اُن حضرت نے اُس پر عمل کیا۔ پھر آپ نے وہ وصیت نامہ اپنے بعد والے کے حوالے کیا۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا، میں آپ پر قربان، اُن کے بعد والے تو آپ ہی ہیں: آپ نے ارشاد فرمایا، مگر میرے پاس جو کچھ ہے وہ جایا ہی چاہتا ہے۔ اے معاذ! لوگ میری طرف سے جھوٹ روایات بیان کریں گے: میں نے عرض کیا کہ میں اللہ سے دعا کرتا ہوں جس اللہ نے آپ کو آپ کے آبائے کرام کی جانب سے یہ منزلت عطا فرمائی ہے ویسے ہی آپ کی وفات سے پہلے آپ کو آپ کی اولاد میں کوئی ایسی منزلت کو عطا کردے۔ آپ نے فرمایا، اے معاذ! اللہ نے ایسا کر دیا ہے۔ میں نے کہا میں آپ پر قربان، وہ کون؟ فرمایا وہ یہ سونے والا اور یہ کہہ کر آپ نے اشارہ فرمایا حضرت عبدالصالح امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی طرف جو اُس وقت لیٹے ہوئے آرام فرما رہے تھے۔

بحار الانوار
باب ۴
معجزات،
کرامات و استجابتِ دعا

① ـــــ تلافیٔ نقصان بہ دُعائے امامؑ

حافظ عبد العزیز کا بیان ہے کہ عیسیٰ بن محمد بن مغیث نے جن کا سن نوّے سال کا تھا مجھ سے یہ واقعہ بیان کیا کہ میں نے مدینۂ منورہ کے اطراف کے ایک قریہ میں جو انیہ کے کنویں کے پاس تھا جس کا نام اُمِ عظام ہے، خربوزے تربوز، ککڑی اور کدو کی کاشت کی۔ جب کھیتی تیار ہو گئی اور پھل توڑنے کا وقت آیا تو ٹڈی دل کا حملہ ہوا اور ٹڈیاں ساری کھیتی چاٹ گئیں۔ اور تخمیناً مجھے اس کاشت میں دو اونٹوں کی قیمت اور ایک سو بیس دینار کا نقصان ہوا۔ ہم ابھی اسی افسوس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ دیکھا کہ حضرت امام ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام لا رہے ہیں۔ آپ نے بعد سلام میرا حال دریافت فرمایا۔ میں نے عرض کیا، کہ مولا و آقا! امسال میری کاشت ٹڈیاں کھا گئیں جس کی وجہ سے کافی نقصان ہو گیا۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ کتنا نقصان ہو گیا۔؟ میں نے عرض کیا کہ تخمینا ایک سو بیس دینار اور دو اونٹ کی قیمت؟ آپ نے فرمایا، اے عرفہ! برسات کی فصل ایک سو پچاس دینار اور دو اونٹوں کی قیمت دے گی۔ تیس دینار کا تمھیں مزید فائدہ ہو گا: میں نے عرض کیا، اللہ آپ کی زبانِ مبارک سے نکلی ہوئی دعا کو یقیناً قبول فرمائے آپ میرے لیے مزید برکت کی دعا فرما دیں۔ چنانچہ آپ کھیت کے اندر تشریف لے گئے اور دعا فرمائی۔ اور رسولِ مقبولؐ کی ایک حدیث بھی بیان فرمائی کہ مصیبت میں انسان کو اللہ سے لَو لگانی چاہیے۔

بہرحال، میں نے دو اونٹ لیکر زراعت کی اور اس کی آبپاشی بھی کی تو اللہ نے اس میں اتنی برکت دی اور اتنے زیادہ پھل آئے کہ میں نے انھیں دس ہزار دینار پر فروخت کیے۔

(کشف الغمہ جلد ۲ صفحہ ۱)

② ـــــ دریا کا پایاب ہونا

دلائلِ حمیری میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے غلام سے روایت ہے کہ جس وقت حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام بصرہ تشریف لے گئے تو میں آپ کے ساتھ تھا۔ جب ہم مدائن کے قریب پہونچے تو دریا کی لہروں میں تموّج زیادہ ہونے لگا۔ ہمارے پیچھے ایک کشتی اور آ رہی تھی اس میں ایک دولھا دلہن بھی تھے

ابھی تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ ایک چیخ کی آواز سنائی دی۔ آپ نے دریافت فرمایا، یہ چیخ کی آواز کیسی ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ دولہن نے ایک چلّو پانی لینے کے لیے دریا میں ہاتھ ڈالا کہ اچانک اس کے ہاتھ سے سونے کا کنگن دریا میں گر گیا، اور وہ چیخ رہی تھی۔ آپ نے فرمایا اچھا کشتی روکو اور اس کشتی کے ملّاح سے کہو کہ کشتی روک لے۔ دونوں ہی کشتیاں روک دی گئیں۔ آپ نے کشتی پر ذرا سہارا لیا اور آہستہ آہستہ کچھ پڑھا پھر فرمایا، اس کشتی کے ملّاح سے کہو کہ وہ دریا میں اتر جائے کنگن مل جائے گا۔ ہم نے دیکھا تو وہ کنگن پانی میں دریا کی تہہ پر پڑا ہوا صاف نظر آ رہا تھا اور دریا کی تہہ تھی اتنی اوپر آ گئی تھی کہ سطحِ دریا سے بالکل ہی قریب ہو گئی۔ چنانچہ دریا کی تہہ قریب دیکھ کر ملّاح دریا میں اُتر گیا اور وہ کنگن اٹھا لیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ اس عروس کو دیدو اور کہہ دو کہ وہ اپنے رب کا شکر ادا کرے۔

اس کے بعد ہم آگے بڑھے تو آپ کے بھائی اسحاق نے کہا، میں آپ پر قربان، وہ دعا جو آپ نے اس وقت پڑھی مجھے بھی سکھا دیجیے۔ آپ نے فرمایا اچھا مگر دیکھنا اسے کسی نااہل کو نہ سکھانا اور غیر شیعہ کو اس کی تعلیم نہ دینا۔ اس کے بعد فرمایا، اچھا لکھو، میں تمھیں بتاتا ہوں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یاسابق کل فوت یاسامعاً لکل صوت قوی اوخفی یا محی النفوس بعد الموت لا تغشاك الظلمات الحندسیه ولا تتشابه علیك اللغات المختلفة ولا یشغلك شیٔ عن شیٔ یامن لا یشغله دعوة داع دعاه من السماء یامن له عند کل شیٔ من خلقه سمع سامع وبصر نافذ یامن لا تغلطه کثرة المسائل ولا یبرمه الحاح الملحین یاحی حین لاحی فی دیمومة ملکه وبقائه یامن سکن العلی واحتجب عن خلقه بنوره یامن اشرقت لنوره دجی الظلم اسالك باسمك الواحد الاحد الفرد الصمد الذی هو من جمیع ارکانك صل علی محمد واهلبیته۔

اس کے بعد اپنی حاجت طلب کرو

(۳) زانی کا انجام

علی بن سری کے وصی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفرؑ سے عرض کیا کہ علی بن سری نے وفات پائی اور اس نے مجھے اپنا وصی بنایا۔ آپ نے فرمایا، اللہ اس پر رحم کرے۔ میں نے عرض کیا کہ اور اس کے لڑکے جعفر نے اپنے باپ کی اُم ولد کنیز سے منھ کالا کیا تھا اس لیے علی بن سری نے مجھے وصیت کی ہے کہ میں جعفر کو ان کی وراثت سے خارج کر دوں۔ آپ نے فرمایا پھر اسے خارج کر دو۔ اور اگر یہ بات صحیح ہے تو عنقریب وہ لنج اور فالج میں مبتلا ہو جائے گا۔

الغرض میں امام علیہ السلام کی خدمت سے واپس ہوا تو مجھے قاضی ابویوسف کی عدالت میں بلوایا گیا اور اس سے کہا گیا کہ قاضی صاحب! اللہ آپ کا بھلا کرے، میں جعفر بن علی سری ہوں اور یہ میرے باپ کے وصی ہیں۔ انھیں حکم دیجیے کہ یہ میرے باپ کی میراث مجھے دے دیں۔ قاضی ابویوسف نے مجھ سے کہا بولو تم کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا یہ درست ہے کہ یہ جعفر ہے اور میں اس کے باپ کا وصی ہوں۔ قاضی ابویوسف نے کہا، پھر میراث اس کے باپ کی ہے اس کو دے دو۔ میں نے کہا لیکن میں آپ سے کچھ بات کرنا چاہتا ہوں۔ انھوں نے مجھے قریب بلایا۔ تب میں نے ان سے رازدارانہ اور خفیہ طور پر کہا۔ کہ جعفر نے اپنے باپ کی اُم ولد کنیز سے اپنا منھ کالا کیا ہے اور اس کے باپ نے مجھے وصیت کی ہے کہ اس کو میراث سے محروم کر دیا جائے اور اسے کچھ نہ دیا جائے۔ اور میں نے اس مسئلہ کو مدینہ جا کر حضرت موسیٰ بن جعفرؑ علیہ السلام سے دریافت کیا تو انھوں نے بھی یہ حکم دیا کہ اس کو میراث سے خارج کر دو اور کچھ نہ دو۔

راوی کا بیان ہے کہ یہ سن کر قاضی ابویوسف نے کہا، اللہ اللہ کیا یہ حکم تمھیں موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے دیا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں انھوں نے کہا حلف سے کہو۔ اور انھوں نے تین بار مجھ سے حلف سے کہلوایا اور بولے جو کچھ حضرت موسیٰ بن جعفرؑ علیہ السلام نے حکم دیا ہے اس پر عمل کرو۔ اُن کا حکم ہی اصل حکم ہے۔

علی بن سری کے وصی کا بیان ہے کہ اس کے بعد جعفر بن علی بن سری واقعتاً لنج اور فالج میں مبتلا ہو گیا اور حسین بن علی وشا کہتا ہے کہ میں نے اس کو لنج اور فالج میں مبتلا دیکھا

(۴) دُعائے خیر کا حکم

خالد کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت ابوالحسن علیہ السلام کی ملاقات کے لیے چلا اور جب وہاں پہونچا تو دیکھا کہ آپ اپنے گھر کے صحن میں تشریف فرما تھے۔ میں بھی سلام کر کے وہیں بیٹھ گیا۔ دراصل میں نے ایک شخص سے ایک کام کے لیے کہا تھا مگر اس نے وہ کام نہیں کیا تو میں اس کے متعلق شکایت کرنے کے لیے آپ کے پاس گیا تھا۔ آپ نے فرمایا تم سب کو چاہیے کہ جب کبھی نیا لباس پہنو تو اس پر اپنا ہاتھ پھیرو اور کہو

" الحمد لله الذی کسانی ما اواری به عورتی و اتجمل به بین الناس "

اور جب کوئی شے تم کو بہت پسند ہو تو اس کا ذکر بار بار نہ کرو، ورنہ یہ اُس کی بربادی کا ایک سبب ہوگا اور جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کے پاس کوئی حاجت لیکر جائے مگر اس کا پورا کرنا اس کے لیے ممکن نہ ہو۔ تو اس کی بُرائی نہ کرو بلکہ اسے اچھے الفاظ سے یاد کرو۔ اس طرح اللہ خود اس کے دل میں نیکی ڈال دے گا اور وہ اس حاجت کو پورا کر دیگا

راوی کا بیان ہے کہ یہ سن کر میں نے اپنا سر اُٹھایا اور کہا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه تو آپ نے ارشاد فرمایا، اے خالد! میں نے تم سے جو کچھ کہا ہے اس پر عمل کرو۔

(کشف الغمہ جلد ۲ ص ۲۴۲)

(۵) کنیز کی مدتِ حیات کے بارے میں پیشگوئی

ہشام بن حکم کا بیان ہے کہ میں نے منیٰ میں ایک کنیز خریدنے کا ارادہ کیا اور حضرت ابوالحسن علیہ السلام کو مشورے کے لیے خط لکھا مگر آپ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ دوسرے دن آپ اپنی سواری پر تشریف لائے۔ مجھے دیکھا اور اس کنیز کو دیکھا جو دوسری کنیزوں کے درمیان کھڑی تھی جس کا میں سودا کرنے والا تھا۔ تو آپ کا خط آیا کہ اس کنیز کے خریدنے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ اس کی مدتِ حیات قلیل نہ ہو۔ یہ دیکھ کر میں نے کہا، نہیں قسم خدا کی آپ نے جو یہ الفاظ مجھے تحریر کیے ہیں۔ اس کا یقیناً کوئی نہ کوئی مطلب ضرور ہے۔ اب میں اس کنیز کو نہیں خریدوں گا۔ راوی کا بیان ہے کہ ابھی میرا قیام مکّے ہی میں تھا کہ وہ کنیز دفن کر دی گئی۔

(کشف الغمہ جلد ۲ ص ۲۴۳۔ بصائر الدرجات ۵ باب ص ۷۳)

(۶) ـــ اسمِ محمد رکھنے کا حکم

حسن بن علی الوشّار کا بیان ہے کہ میں اور میرے ماموں اسماعیل بن الیاس حج کو گئے تو میں نے اور میرے ماموں نے حضرت ابوالحسن اوّل موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کو خط لکھا کہ ہماری لڑکیاں کئی ایک ہیں۔ کوئی لڑکا نہیں ہے ہمارے سارے مرد قتل کر دیے گئے۔ میں اپنی زوجہ کو حاملہ چھوڑ آیا ہوں۔ آپ دعا فرمائیں کہ اس کے ہاں لڑکا پیدا ہو اور آپ اس کا نام بھی تجویز فرما دیں۔ آپ نے خط کا جواب دیا۔ "اللہ نے تمھاری حاجت پوری کی اس کا نام محمد رکھو۔" پھر جب ہم حج سے واپس ہوئے اور کوفے پہونچے تو ہمارے پہونچنے سے چھ روز پہلے ہی اس کے لڑکا پیدا ہو چکا تھا اور ہم ساتویں روز پہونچے۔" ابو محمد کا بیان ہے کہ وہ اب پورا مرد ہے اور اس کی اولادیں ہیں۔
(کشف الغمہ جلد ۳ صـ ۱۸)

(۷) ـــ گہوارے میں کلام

ذکریا بن آدم کا بیان ہے کہ حضرت امام علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ میرے پدرِ بزرگوار گہوارے میں باتیں کرتے تھے۔
(کشف الغمہ جلد ۳ صـ ۴۹)

(۸) ـــ مرسلہ رقم کے بارے میں انکشاف

اصبغ بن موسیٰ کا بیان ہے کہ ہمارے اصحاب میں سے ایک شخص نے حضرت ابوابراہیم (موسیٰ بن جعفر علیہ السلام) کی خدمت میں میری معرفت ایک سو دینار بھیجے اور میری ذاتی بھی کچھ رقم تھی۔ جب میں مدینہ پہونچا تو نہایا دھویا اور اس شخص کی رقم کو بھی دھویا اور اپنی رقم کو بھی دھویا اور اس پر مشک چھڑکا پھر اس شخص کی رقم کو شمار کیا تو ننانوے دینار تھے۔ میں نے پھر شمار کیا تو وہی ننانوے تھے۔ تو میں نے ایک دینار الگ سے لیا اسے دھویا، اس پر مشک چھڑکا اور اس شخص کی رقم کی تھیلی میں رکھ دیا، اور رات کو حضرت ابوابراہیم (موسیٰ بن جعفر) علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، کہ میرے پاس قربۃً اِلَی اللہ کچھ رقم ہے۔ آپ نے فرمایا کہ لاؤ: میں نے اپنے دینار پیش کیے اور عرض کیا کہ میں آپ پر قربان، آپ کے محب فلاں شخص نے بھی کچھ رقم آپ کی خدمت میں

بھیجی ہے: آپ نے فرمایا لاؤ: میں نے اُس شخص کے دیناروں کی تھیلی پیش کی۔ آپ نے فرمایا، اس کو دھو ڈالو: میں نے اسے دھویا، تو آپ نے اس کو اپنے ہاتھ سے پھیلا دیا اور اس میں سے میرا ملایا ہوا دینار نکال دیا اور فرمایا، اس نے یہ رقم شمار کر کے نہیں بھیجی ہے بلکہ وزن کر کے بھیجی ہے۔ (تم اپنا ایک دینار واپس لو)۔
(کشف الغمہ جلد ۳ صـ ۴۹)

(۹) ـــ علمِ ما فی الضمیر

علی بن ابی حمزہ کا بیان ہے کہ میں حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی خدمت میں اس سن میں حاضر ہوا جس میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے انتقال فرمایا تھا، تو میں نے عرض کیا۔ آپ کا سِن کیا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا انیس سال: میں نے عرض کیا، آپ کے پدرِ بزرگوار نے مجھ سے ایک راز کی بات کہی تھی اور ایک حدیث بیان فرمائی تھی: آپ بتائیں کہ انھوں نے مجھ سے کیا کہا تھا؟ تو حضرت ابوالحسن علیہ السلام نے فرمایا، تم سے میرے والد نے یہ یہ باتیں فرمائی تھیں، اور پھر آپ نے سب کچھ بیان فرما دیا۔ (کشف الغمہ جلد ۳ صـ ۴۲)

(۱۰) ـــ کنیز کی خریداری

ہشام بن احمر کی روایت ہے کہ اہلِ مغرب کا ایک تاجر آیا۔ اس کے پاس فروخت کے لیے کچھ کنیزیں تھیں۔ اس نے حضرت ابوالحسن کے سامنے فروخت کے لیے پیش کیا لیکن آپ نے ان میں سے ایک کو بھی پسند نہیں کیا اور فرمایا کوئی اور دکھاؤ، اس نے کہا میرے پاس ایک اور ہے۔ مگر وہ بیمار ہے۔ آپ نے فرمایا، تمہیں اس کے دکھانے میں کیا عذر ہے؟ اس نے دکھانے سے انکار کیا۔ آپ واپس آگئے۔ اور دوسرے روز مجھے بھیجا، اور فرمایا کہ اُس بیمار کنیز کی قیمت کیا ہے؟ میں نے جا کر دریافت کیا۔ اُس نے جو رقم اس کنیز کی بتائی میں نے اسی رقم سے کنیز کو خرید لیا اُس نے پوچھا کہ کس کے لیے خرید رہے ہو؟ میں نے کہا کہ ایک مردِ ہاشمی کے لیے: اُس نے پوچھا کہ بنی ہاشم میں سے وہ کس سلسلۂ نسب کا ہے؟ میں نے اُسے تمام ماجرہ بتایا۔ اس پر اُس نے کہا کہ سنو! اب میں اُس کنیز کی روئیداد سناتا ہوں۔
جب میں نے اس کو مغرب کے ایک دور دراز مقام سے خریدا تو اہلِ کتاب

کی عورت مجھ سے ملی اور پوچھا۔ یہ کنیز تیرے ساتھ کیسے ہے؟ میں نے کہا یہ میں نے اپنی ہی ذات کے لیے خریدی ہے۔ اُس نے کہا کہ تو اس قابل نہیں کہ اس جیسی کنیز کو اپنے تصرف میں لائے۔ یہ کنیز تو ایسی ہے کہ روئے زمین پر سب سے بہتر شخص کے پاس رہے اِس کے بطن سے ایک ایسا بچہ پیدا ہوگا کہ جس کا مثل و نظیر مشرق و مغرب میں کوئی نہ ہوگا۔ تمام اہلِ مشرق و مغرب اس کے فرمانبردار ہوں گے۔

بہر حال اس کے بطن سے حضرت امام علی الرضا علیہ السلام تولد ہوئے۔

(کشف الغمہ جلد ۳ صہ ۷۹)

(۱۱) ہدایت برائے شتر گرسنہ

ہشام بن حکم کا بیان ہے کہ میں سفرِ مکہ میں تھا اور ایک اونٹ خریدنا چاہتا تھا کہ ادھر سے حضرت ابوالحسن علیہ السلام گزرے جب میں نے آپ کو دیکھا تو فوراً ایک پرچہ کاغذ کا لیا اور اس پر تحریر کیا کہ میں آپ پر قربان، میں یہ اونٹ خریدنا چاہتا ہوں، آپ کا کیا مشورہ ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا، اس کے خریدنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ مگر ہاں! جب تم اس کو دیکھو کہ بیچارہ بے جان ہو رہا ہے تو اس کو چند لقمے کھلا دینا۔

الغرض میں نے اس کو خریدا اور اس پر سامان لاد دیا اور اس میں کوئی عیب نہیں پایا مگر جب کوفہ کے قریب ایک منزل پر پہونچا تو چونکہ اس کے اوپر بھاری بوجھ لدا ہوا تھا، وہ سارا بوجھ لے کر بیٹھ گیا اور اس طرح تڑپنے لگا جیسے اب مرا۔ ملازمین فوراً دوڑے اور اس سے بوجھ وغیرہ اتارنے لگے۔ تو مجھے حضرت ابوالحسن علیہ السلام کی بات یاد آگئی میں نے فوراً چند لقمے اس کا چارہ منگوایا اور اس کو دیا۔ ابھی سات لقمے ہی دیے تھے کہ وہ مع اپنے بوجھ کے اٹھ کھڑا ہوا۔

(رجال کشی صہ ۲۷۵)

(۱۲) آب شفا

ابن بطائنی نے اپنے باپ سے روایت کی ہے۔

اُس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ جب میں مدینہ منورہ پہونچا تو سخت بیمار تھا۔ حد یہ تھی کہ میرے دوست احباب میرے پاس میری عیادت کے لیے آتے تھے تو میں ان کو پہچانتا بھی نہ تھا۔ وجہ یہ تھی کہ مجھے سخت بخار آیا جس سے میری عقل زائل ہو گئی تھی۔ اور اسحاق بن عمار

کا تو یہ بیان ہے کہ انھوں نے میری ہی وجہ سے تین دن مدینہ میں قیام بھی کیا اور ان کو یقین تھا کہ اس دوران وہ ہمیں دفن کر کے اور میری نماز جنازہ پڑھ کر جائیں گے مگر تین دن کے بعد ادھر اسحاق بن عمار مدینہ سے نکلے اُدھر مجھے کچھ افاقہ ہوا۔ تو میں نے اپنے احباب سے کہا، میرا کیسہ کھولو اور اس میں سے ایک سو دینار نکالو اور اس کو میرے احباب میں تقسیم کر دو اور حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے پاس ایک پیالہ پانی بھیجو (تاکہ وہ اُس پر کچھ دم کر دیں) لیجانے والے نے آکر کہا کہ حضرت ابوالحسن علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ پانی پی لو، انشاء اللہ اسی سے تم کو شفا ہو جائیگی۔ میں نے وہ پانی پی لیا تو ایک اسہال (دست) ہوا اور میرے پیٹ میں جو فاسد مادے تھے وہ سب نکل گئے (اور میں رو بصحت ہو گیا) اس کے بعد میں حضرت ابوالحسن علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا، اے علی! تمھاری اجل ایک مرتبہ آنے کے بعد پھر آ گئی تھی۔

الغرض میں مکۂ مکرمہ کی طرف روانہ ہوا اور اسحاق بن عمار سے ملاقات ہوئی۔ انھوں نے کہا، خدا کی قسم میں مدینہ میں اسی لیے تین دن تک مقیم رہا کہ مجھے یقین تھا کہ اس تین کے عرصہ میں تمھاری موت یقینی ہے (خیریت ہے کہ تم اچھے ہو گئے) اچھا اب اپنا قصہ تو بیان کرو۔ میں نے سارا قصہ بیان کیا۔ اور یہ بھی کہا کہ حضرت ابوالحسن علیہ السلام نے فرمایا کہ تم دو مرتبہ مر کے زندہ ہوئے ہو۔ پھر میں نے کہا اے اسحاق یہ امام ابنِ امام ہیں اور امام کی پہچان اِن ہی قسم کی باتوں سے ہوتی ہے۔ (رجال کشی صہ ۲۷۹)

(۱۳) خط پڑھنے سے پہلے خط کا جواب

اسماعیل بن سلام اور فلاں بن حمید کا بیان ہے کہ علی بن یقطین نے ہم دونوں کے پاس اپنا آدمی بھیجا اور کہلایا کہ تم لوگ دو سواریاں خریدلو۔ اور مشہور راستہ سے ہٹ کر سفر کرو۔ پھر ہمیں کچھ رقم اور کچھ خطوط دیے اور کہلایا کہ لے حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام تک اسطرح پہونچاؤ کہ کسی کو خبر نہ ہو۔ ان راویوں کا بیان ہے کہ ہم کوفہ آئے اور دو سواریاں خریدیں اور سامانِ سفر لے لیا اور مشہور راستوں کو چھوڑ کر غیر معروف راستے سے چلے یہاں تک کہ بطن رُمّہ پہونچے۔ وہاں اپنی سواریوں کو باندھا اور ان کے سامنے چارہ وغیرہ ڈال دیا۔ پھر خود کھانے کے لیے بیٹھ گئے۔ مگر ابھی ہم بیٹھے ہی تھے کہ دیکھا کہ ایک سوار مع اپنے

ملازم کے آرہا ہے۔ جب قریب آیا تو معلوم ہوا کہ یہ حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام ہیں۔ یہ دیکھ کر ہم سب تعظیماً اُٹھ کھڑے ہوئے اور سلام کیا اور سارے خطوط اور رقم اُن کی خدمت میں پیش کیے۔ ادھر آپ نے اپنی آستین سے بھی کچھ خطوط نکالے اور فرمایا لو، یہ تمہارے اِن خطوط کے جواب ہیں۔ پھر ہم نے عرض کیا کہ ہمارا سامانِ سفر ختم ہو چکا ہے اگر آپ اجازت دیں تو مدینہ میں داخل ہوں وہاں روضۂ رسول کی زیارت بھی کریں گے اور سامانِ سفر بھی لے لیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے بھی دکھاؤ کہ تمہارے پاس کتنا سامانِ سفر موجود ہے؟ ہم نے آپ کے سامنے پیش کیا تو آپ نے الٹ پلٹ کر اسے دیکھا اور فرمایا، یہ اتنا سامان ہے کہ تم لوگ اس سے کوفہ تک بخوبی پہونچ جاؤ گے۔ اب رہ گئی بات قبرِ رسول کی تو زیارت ہو چکی۔ میں نے صبح کی نماز بھی انھیں لوگوں کے ساتھ پڑھی ہے۔ اور اب ظہر کی نماز بھی انھیں لوگوں کے ساتھ پڑھوں گا۔ لہٰذا تم لوگ یہیں سے واپس جاؤ۔ (فی امان اللہ۔) (رجال کشی صـــ ۲۷۳)

(۱۴) ـــــ حسنِ سلوک کا صلہ

شعیب عقرقوفی کا بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن موسیٰ علیہ السلام نے بغیر میرے کچھ پوچھے ہوئے آپ نے خود فرمایا کہ اے شعیب! کل اہلِ مغرب کا ایک شخص تم سے ملے گا اور میرے متعلق دریافت کرے گا تو اس سے کہنا کہ خدا کی قسم یہ وہی امام ہیں جن کے متعلق حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ہم سے فرمایا تھا۔ پھر اگر وہ تم سے حرام و حلال کے مسائل پوچھے تو میری طرف سے جواب دینا: میں نے عرض کیا، میں آپ پر قربان، اس شخص کی پہچان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا، وہ ایک طویل القامت اور صحتمند شخص ہوگا اور اس کا نام یعقوب ہوگا۔ جب وہ تمہارے پاس آئے تو اُس کے ہر سوال کا جواب تم پر ضروری نہیں ہے۔ وہ اپنی قوم کا اہم فرد ہے۔ اگر وہ ہمارے پاس آنا چاہے تو اسے ہمارے پاس لے آنا۔

راوی کا بیان ہے کہ خدا کی قسم ابھی میں طواف میں مشغول تھا کہ ایک طویل القامت اور صحتمند شخص میرے پاس آیا اور مجھ سے بولا، میں چاہتا ہوں کہ تمہارے سردار کے متعلق کچھ پوچھوں؟ میں نے کہا کون سردار؟ اُس نے کہا، فلاں ابن فلاں کے متعلق۔ میں نے کہا، تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے کہا یعقوب۔ میں نے کہا۔ تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ اُس نے کہا، میں اہلِ مغرب کا ایک فرد ہوں: میں نے کہا تم نے مجھے کیسے پہچانا؟ اُس

نے کہا، ایک شخص نے خواب میں آکر مجھ سے کہا تھا کہ جو کچھ پوچھنا ہو وہ شعیب سے پوچھ لینا۔ اس لیے میں نے ان کے متعلق دریافت کیا اور تمہاری طرف ہماری رہنمائی کی گئی۔ میں نے کہا، اچھا! ذرا یہاں بیٹھو۔ میں اپنے طواف سے فارغ ہو کر تمہارے پاس آتا ہوں۔ انشاء اللہ۔ یہ کہہ کر میں نے اپنا طواف پورا کیا، پھر اُس کے پاس آکر محوِ گفتگو ہوا اور محسوس کیا کہ وہ ایک مردِ عاقل ہے۔ اُس نے مجھ سے حضرت ابوالحسن موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کرانے کی درخواست کی۔ میں نے اُس کا ہاتھ پکڑا اور حضرت ابوالحسن امام موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی اجازت لیکر اس کی ملاقات کرائی۔

جب حضرت ابوالحسن علیہ السلام نے اُسے دیکھا تو فرمایا۔ اے یعقوب! تم کل آئے اور فلاں مقام پر تمہارے اور تمہارے بھائی کے درمیان جھگڑا ہوا۔ ایک نے دوسرے کو گالی دی، مگر یہ میرا اور میرے آباء کا دین اور طریقہ نہیں ہے اور نہ ہم اس کی کسی کو اجازت دیتے ہیں۔ خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ سے ڈرو۔ اس لیے کہ عنقریب موت تم دونوں کو جدا کرنے والی ہے۔ تمہارا بھائی گھر پہونچنے سے پہلے ہی سفر میں انتقال کر جائے گا اور تمھیں اپنے اس جھگڑے پر پچھتانا پڑے گا۔ اور چونکہ تم دونوں نے ایک دوسرے کا مقاطعہ کیا اور ترکِ تعلقات کیے، اس لیے اللہ نے تم دونوں کی مدتِ حیات بھی کم کر دی ہے۔

اُس شخص نے عرض کیا، میں آپ پر قربان؛ میری موت کب ہے؟ آپ نے فرمایا، تمہاری موت بھی آ ہی چکی تھی مگر فلاں مقام پر تم نے اپنی پھوپی کے ساتھ جو حسن سلوک کیا، اس کی وجہ سے اللہ نے تمہاری عمر میں بیس برس زیادہ کر دیے۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر اُس مردِ مغربی سے میری ملاقات حج کے موقعے پر ہوئی تو اُس نے بیان کیا کہ واقعاً اس کا بھائی اپنے گھر پہونچنے اور اپنے اہل و عیال سے ملاقات سے پہلے ہی راستے میں ہی مر گیا اور دفن کر دیا گیا۔ (رجال کشی صـــ ۲۷۲)

- یہی روایت کتاب الخرائج والجرائح صـــ ۲۰ پر اور کتاب المناقب جلد ۳ صـــ ۴۱۲ پر بھی درج ہے مگر اس میں شعیب کی جگہ علی بن ابی حمزہ کا نام ہے۔ علاوہ ازیں کتاب الاختصاص صـــ ۸۹ پر بھی یہی روایت موجود ہے۔

(۱۵) ـــــ موت کی پیش گوئی

عبداللہ بن یحییٰ کاہلی سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حج کیا تو حضرت امام ابوالحسن موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں

حاضر ہوا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا۔ اس سال جو عملِ خیر کرنا ہو کرلو، اس لیے کہ تمھاری موت قریب ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ یہ سن کر میں رونے لگا: آپ نے فرمایا، کیا بات ہے کیوں رو رہے ہو؟ میں نے عرض کیا اس لیے کہ مجھے موت کی خبر دے دی گئی: آپ نے فرمایا، اچھا تو یہ خوشخبری بھی سن لو کہ تم ہمارے شیعوں میں سے ہو اور خیر پر ہو۔

اخطل کابلی کا بیان ہے کہ پھر عبداللہ بن یحییٰ کابلی تھوڑے ہی دن کے بعد رحلت کر گیا۔

(رجال کشی ص ۲۸۰)

⑯ شیشے پر سجدہ جائز نہیں

محمد بن حسین کا بیان ہے کہ

ہمارے بعض اصحاب نے حضرت ابوالحسن موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں عریضہ لکھ کر یہ دریافت کیا کہ کیا شیشے پر نماز ہو سکتی ہے؟

راوی کا بیان ہے کہ جب میں آپ کو خط لکھ چکا تو اس مسئلے پر غور کیا اور دل میں کہا کہ آخر یہ بھی تو زمین کی پیداوار ہے۔ مجھے اس مسئلے کو آپ سے پوچھنے کی ضرورت نہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ اُن جناب نے میرے خط کے جواب میں تحریر فرمایا کہ سنو! شیشے پر نماز نہ پڑھنا اگرچہ تمھارا یہ خیال ہے کہ یہ بھی زمین ہی کی پیداوار ہے۔ مگر یہ نمک اور ریت سے تیار ہوتا ہے اور یہ دونوں مسخ شدہ چیزیں ہیں۔

(الکافی جلد ۳ ص ۳۳۲)

● — مناقب ابنِ شہر آشوب میں محمد بن حسین سے اسی کے مثل روایت ہے۔

(مناقب جلد ۳ ص ۴۲۱)

⑰ وضو کا درست طریقہ

محمد بن فضل سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں

کہ ہمارے اصحاب کے درمیان وضو کے اندر پاؤں کے مسح کے متعلق مختلف روایات گشت کر رہی تھیں۔ کہ آیا یہ انگلیوں سے پاؤں کے مُدمے (ٹخنے) کی طرف کیا جائے یا پاؤں کے مُدمے (ٹخنے) سے انگلیوں کی طرف کیا جائے؟ تو علی بن یقطین نے حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کو عریضہ تحریر کیا کہ ہمارے اصحاب میں یہاں پاؤں کے مسح کے بارے میں اختلاف ہے۔ لہٰذا اگر آپ مناسب سمجھیں تو خود اپنے قلمِ مبارک سے تحریر فرمائیں

کہ میرا عمل کیا ہو؟ میں انشاء اللہ پر عمل کروں گا۔

اس کے جواب میں حضرت ابوالحسن علیہ السلام نے تحریر فرمایا کہ تم نے وضو کے متعلق جو لوگوں کے درمیان اختلاف بیان کیا ہے وہ میں سمجھا، لہٰذا میرا حکم یہ ہے کہ وضو کے لیے پہلے تین مرتبہ کلی کرو، پھر تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالو، پھر تین مرتبہ منھ دھوؤ اور داڑھی کے بالوں میں خلال کر کے پانی پہونچاؤ۔ پھر پورے سر کا مسح کرو پھر اندرونی و بیرونی کانوں کا مسح کرو، پھر اپنے دونوں پاؤں کو ٹخنے تک دھوؤ۔ اور جو کچھ میں حکم دے رہا ہوں اس کے خلاف نہ کرنا۔

جب یہ خط علی بن یقطین کو ملا تو اسے پڑھ انھیں بڑی حیرت ہوئی کہ ہمارے سارے اصحاب کا اجماع اس کے خلاف ہے۔ پھر اُس نے کہا کہ میرے امام نے جو کچھ فرمایا ہے وہ اس کی مصلحت کو خود بہتر سمجھتے ہیں مجھے تو ان کے حکم کی تعمیل کرنی ہے۔ اس لیے وہ اُس دن سے اسی پر عمل کرنے لگے جو شیعوں کے طریقۂ وضو کے بالکل خلاف تھا۔ مگر حضرت ابوالحسن علیہ السلام کے حکم کی تعمیل ضروری تھی۔ اور ادُھر ہارون الرشید سے کسی نے یہ چغلی کر دی کہ علی بن یقطین رافضی ہے اور آپ کے مخالف مذہب رکھتا ہے۔

چنانچہ ایک روز ہارون الرشید نے اپنے کسی مخصوص حاشیہ نشین سے کہا کہ علی بن یقطین کے خلاف میرے پاس شکایات پہونچی ہیں۔ کہ وہ ہمارے مخالفوں میں سے ہے اور روافض کی طرف مائل ہے حالانکہ میں اُس کی خدمات میں کوئی کوتاہی نہیں پاتا اور بارہا اس کی آزمائش بھی کر چکا ہوں مگر کوئی الزام بھی اس پر درست ثابت نہیں ہوا مگر میں اب یہ چاہتا ہوں کہ اس کے بارے میں خفیہ تحقیق کروں تاکہ حقیقت کا علم مجھے ہو جائے۔ کہ اصلاً وہ کس عقیدے سے متعلق ہے۔

اُس نے کہا کہ یا امیرالمومنین! رافضیوں کے وضو کا طریقہ اہلسنت والجماعت کے طریقے سے بالکل مختلف ہے۔ خصوصاً یہ لوگ اپنے پاؤں نہیں دھوتے۔ یا امیرالمومنین اس کو آزمانا ہو تو وضو کے موقع پر اس طرح آزما کر دیکھیں کہ اُس کو اس کا علم نہ ہو کہ آپ اسے دیکھ رہے ہیں۔ ہارون الرشید نے کہا بالکل ٹھیک ہے۔ پھر اس نے ایک مدت تک اسے یوں ہی چھوڑ دیا اور ایک روز اُس نے علی بن یقطین کی آزمائش کے لیے اپنے مکان میں کسی کام پر مامور کر دیا، تا اینکہ نماز کا وقت داخل ہو گیا۔ علی بن یقطین ہمیشہ تخلیے میں ایک حجرہ کے اندر وضو کرتا اور نماز پڑھتا تھا۔ چنانچہ اس روز ہارون الرشید بذاتِ خود اس کا مشاہدہ کرنا چاہتا تھا اس لیے وہ پوشیدہ طور پر علی بن یقطین کو وضو کرتے ہوئے دیکھے۔

العرض نماز کا وقت آیا تو علی بن یقطین نے پانی منگوا کر وضو اس طرح شروع کیا۔ تین مرتبہ کلّی کی، تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالا، تین مرتبہ منھ دھویا، داڑھی کے بالوں کو انگلی سے خلال کیا۔ اپنے دونوں ہاتھ اُلٹے کہنی کی طرف دھوئے، اپنے پورے سر اور دونوں کانوں کا مسح کیا، پھر اپنے دونوں پاؤں دھوئے اور ہارون الرشید یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔

جب ہارون الرشید نے یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تو اب اس سے ضبط نہ ہوسکا اور بیساختہ سامنے آگیا، اور بولا۔ اے علی بن یقطین وہ لوگ جھوٹے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ تم رافضی ہو۔ اور اب ہارون الرشید کو پورا پورا اطمینان ہو گیا کہ اس کا معاملہ بالکل درست ہے۔ اس واقعہ کے بعد حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفرؑ علیہ السلام کا خط پہونچا کہ اے علی بن یقطینؒ اب اس وقت سے تم پھر ویسے ہی وضو کیا کرو جیسا کہ اللہ نے حکم دیا ہے یعنی ایک مرتبہ چہرہ بقصدِ واجب اور دوسری مرتبہ بقصدِ استحباب دھوؤ اور دونوں ہاتھ کہنی کی طرف سے انگلیوں کی طرف دھوؤ۔ پھر سر کے سامنے کے حصّہ پر مسح کرو۔ پھر پاؤں کے اوپری حصّہ پر مسح کرو۔ اپنے اس وضو کی تری سے۔ میرا پہلا حکم منسوخ سمجھو کیونکہ وہ خطرہ جو تم پر تھا وہ ٹل گیا ہے۔ والسّلام۔ (الارشاد صـ۳۱۴)

⑱ ایک عورت کا واقعہ

سلیمان بن عبداللہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت ابوالحسن علیہ السّلام کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ کچھ لوگ ایک عورت کو لائے کہ جس کا منھ پیچھے کی طرف پھر گیا تھا۔ آپ نے اپنا دایاں ہاتھ اس کی پیشانی پر رکھا اور بایاں ہاتھ اس کے سر کے پیچھے رکھا پھر دائیں طرف سے اس کے سر کو دبایا اور یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ

(سورۃ الرعد آیت ۱۱)

تو اس عورت کا چہرہ پیچھے کی طرف سے آگے کی طرف پھر آیا۔ آپ نے اس عورت سے فرمایا دیکھ جیسا تو نے کیا تھا۔ اب پھر ویسا کام نہ کرنا۔ لوگوں نے پوچھا فرزندِ رسولؐ! اس نے کیا کیا تھا؟ آپ نے فرمایا، اس کی بات پردہ میں ہی رہے گی جبتک کہ یہ خود نہ بتانا چاہے۔ چنانچہ لوگوں نے اس سے پوچھا۔ اے تو نے کیا کیا تھا جو تیرا منھ پھر گیا تھا؟ اس نے کہا، بات یہ تھی کہ میری ایک سوت ہے ایک دن جب میں نماز کے لیے کھڑی ہوئی تو اسی اثنار میں مجھے خیال ہوا کہ شاید میرا شوہر میری سوت کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو میری سوت تنہا

بیٹھی تھی، میرا شوہر اس کے ساتھ نہ تھا۔ اُس دن سے میرا منھ ویسے ہی مُڑا کا مُڑا رہ گیا۔ (تفسیر عیاشی جلد ۲ صـ۲۰۵۔ اثبات الہداۃ جلد ۵ صـ۵۵، تفسیر البرہان سید بحرانی (تفسیر سورۂ رعد آیت ۱۱)

⑲ ابر کا مطیع ہونا

خالد سمان کا بیان ہے کہ ہارون الرشید نے علی بن صالح طالقانی نامی ایک شخص کو بلایا اور اُس سے کہا، کیا تم ہی وہ شخص ہو جو یہ کہتے ہو کہ ابر نے مجھ کو ملک چین سے اٹھا کر طالقان پہونچایا؟

اُس نے کہا ہاں:

ہارون الرشید نے کہا، اچھا، پورا واقعہ بیان کرو۔

علی بن صالح نے کہا سنو! میں بحری سفر پر تھا کہ یک بیک میرا جہاز سمندر کے ایک طوفان میں آکر ٹوٹ گیا۔ اور میں تین دن تک جہاز کے ایک تختہ پر بیٹھا رہا سمندر کی لہریں مجھے اِدھر سے اُدھر لے جاتی رہیں۔ اتفاقاً ایک لہر نے مجھے خشکی پر پہونچا دیا۔ وہاں پہونچ کر میں نے دیکھا کہ طرح طرح کے اشجار ہیں اور میٹھے پانی کی نہریں جاری ہیں۔ کئی روز کا تھکا ماندہ ایک درخت کے سائے میں بیٹھا ہی تھا کہ سو گیا اور تھوڑی ہی دیر کے بعد ایک خوفناک آواز سنی اور جاگ اٹھا میں خوفزدہ ہو کر کانپنے لگا۔ اتنے میں دیکھا کہ گھوڑے کی شکل کے دو جانور آپس میں لڑ رہے ہیں اور ایسے خوبصورت ہیں کہ میں اُن کی تعریف نہیں کرسکتا لیکن جب ان دونوں نے مجھے دیکھا تو پھر سمندر میں اُتر گئے۔ ابھی میں اسی حال میں تھا کہ دیکھا ایک بہت بڑا طائر میرے قریب ہی ایک پہاڑ کے غار کے دھانے پر آکر بیٹھا۔ میں درختوں کی جھاڑیوں میں چھپتا ہوا چلا اور اُس کے قریب پہونچا، تاکہ خوب اچھی طرح اس کو دیکھوں، مگر جب اُس نے مجھے دیکھا تو پھر پرواز کر گیا اور میں اسے دیکھتا ہی رہ گیا۔

العرض جب میں غار کے قریب پہونچا، تو تسبیح و تہلیل و تکبیر و تلاوتِ قرآن کی آواز سُنائی دی اور جب غار کے بالکل قریب پہونچا تو غار میں سے کسی نے مجھے آواز دی کہ اے علی بن صالح طالقانی اللہ تم پر رحم کرے اندر آجاؤ۔ میں اندر گیا اور سلام کیا تو دیکھا کہ ایک صحت مند، میانہ قد، بھاری جسم، کشادہ پیشانی اور بڑی بڑی آنکھوں والے بزرگ وہاں تشریف فرما ہیں۔ انھوں نے جوابِ سلام دیا اور کہا۔ اے علی بن صالح طالقانی تم اُن

معدنوں میں سے ہو جن میں بہت سے خزانے ہیں۔ آج اگر اللہ نے تم پر رحم نہ کیا ہوتا تو تم بھوک پیاس اور خوف کے شکار ہو جاتے۔ خیر! اللہ نے تمھیں ان سب سے نجات دی اور تمھیں طیب و طاہر پانی سے سیراب کیا۔ مجھے اس وقت کا بھی علم ہے جب تم کشتی پر سوار ہوئے تھے اور یہ بھی معلوم ہے کہ تم کتنے دن تک سمندر میں رہے۔ اور اس کی بھی خبر ہے کہ کب تمھاری کشتی شکستہ ہوئی اور تم کب تک موجوں کے تھپیڑوں میں رہے اور ان مصائب سے عاجز آکر بالآخر تم نے یہ ارادہ کر لیا کہ اب خود کو موجوں کے حوالے کر کے اپنی جان ہلاک کر دوں پھر اس وقت کا بھی علم ہے جب تم کو ان مصائب سے نجات ملی اور جب تم ان دو خوبصورت جانوروں کو دیکھ رہے تھے تو میں تم کو دیکھ رہا تھا۔ پھر تم اُس طائر کے پیچھے دوڑے جو اس غار کے دہانے پر آکر بیٹھا تھا اور تم کو دیکھ کر پرواز کر گیا۔ خیر! اب اِدھر آؤ بیٹھ جاؤ اللہ تم پر رحم کرے۔

راوی کا بیان ہے کہ جب میں نے اُن کی گفتگو سنی تو عرض کیا، آپ کو اللہ کا واسطہ یہ بتائیے کہ میرے ان حالات کی تفصیلی اطلاع آپ کو کس نے دی؟

انھوں نے فرمایا۔ اُس خدا نے جس کو غیب و شہود کا علم ہے۔ اُس نے مطلع کیا جس نے تم کو اس وقت دیکھا جب تم کھڑے تھے اور تمھیں سجدہ کرنے والوں میں پلٹایا۔ پھر فرمایا، تم بھوکے ہو گے۔ اور یہ کہہ کر آپ نے آہستہ آہستہ اپنے لبہائے مبارک کو جنبش دی۔ اور ایک خوان رومال سے ڈھکا ہوا سامنے آگیا۔ آپ نے رومال ہٹایا اور فرمایا میرے قریب آجاؤ۔ اللہ نے تمھاری روزی بھیج دی اسے نوش کرو۔ غرض میں نے کھانا کھایا اور وہ ایسا لذیذ تھا کہ اس سے پہلے میں نے کبھی اتنا لذیذ کھانا نہیں کھایا تھا اور پانی پلایا، وہ بھی اس قدر شیریں تھا کہ اس سے پہلے کبھی ایسا شیریں پانی نہیں پیا تھا۔ پھر آپ نے دو رکعت نماز پڑھی اور مجھ سے پوچھا، اے علی! کیا تم اپنے وطن واپس ہونا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا بھلا یہاں سے مجھے کون واپس پہنچائے گا؟ آپ نے فرمایا، ہمیں اپنے دوستدار بہت محبوب و مکرم ہیں۔ ہم ان کے لیے ایسا کریں گے۔ پھر آپ نے کچھ دعائیں پڑھیں اور اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیے اور فرمایا۔ الساعۃ الساعۃ (ابھی ابھی) یہ فرماتے ہی بادلوں کے ٹکڑے آآکر غار کے دروازے پر سایہ کرنے لگے اور جب کوئی ابر کا ٹکڑا آتا تو کہتا، اے ولی اللہ اور حجتِ خدا! آپ پر میرا سلام ہو اور آپ فرماتے وعلیک السّلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ اے بات سننے والے اور فرمانبرداری کرنے والے ابر۔ پھر اُس سے پوچھتے تمھارا کہاں کا ارادہ ہے؟ وہ کہتا، فلاں سرزمین کا۔ آپ پوچھتے رحمت بن کر جا رہے ہو یا عذاب بن کر۔ اور وہ رحمت یا عذاب، جیسا بھی ہوتا بتا کر چلا جاتا یہانتک کہ ایک ابر بہت خوش منظر اور چمکدار آیا اس نے کہا اے اللہ کے ولی اور اس کی حجت آپ

پر میرا سلام ہو۔ آپ نے فرمایا، اے بات سننے والے فرمانبردار ابر! تجھ پر بھی میرا سلام ہو، کہاں کا ارادہ ہے؟ اُس نے کہا طالقان کا۔ آپ نے فرمایا، رحمت بن کر جا رہے ہو یا عذاب بن کر؟ اُس نے کہا، رحمت بن کر۔ آپ نے فرمایا، میں ایک امانت اللہ کی خوشنودی کے لیے تمھارے سپرد کرتا ہوں اسے بھی اٹھا کر لیتے جاؤ۔ اُس نے کہا بسر و چشم۔ آپ نے فرمایا پھر بحکمِ خدا سے زمین پر اُتر آؤ۔ وہ زمین پر اُتر آیا تو آپ نے میرا بازو تھاما اور اس ابر پر بٹھا دیا۔

اب روانہ ہوتے وقت میں نے اُن بزرگ سے عرض کیا آپ کو اللہ کا واسطہ حضرت محمدؐ خاتم النبیّین کا واسطہ حضرت علیؑ سید الوصیّین کا واسطہ ائمہؑ طاہرین کا واسطہ یہ بتائیں کہ آپ کون ہیں؟ خدا کی قسم آپ کو تو اللہ نے بڑے اختیارات دے رکھے ہیں: آپ نے فرمایا وائے ہو تم پر اے علی بن صالح، اللہ تعالےٰ اپنی زمین کو چشم زدن کے لیے بھی اپنی حجت سے خالی نہیں چھوڑتا، خواہ وہ حجت سب کے سامنے ظاہر ہو یا پوشیدہ اور میں اس کی حجت ظاہر بھی ہوں اور پوشیدہ بھی۔ ایک معیّنہ وقت تک کے لیے۔ اور میں رسولؐ کی جانب سے آپؐ کے فرائض کا ادا کرنے والا ہوں، ناطق ہوں۔ میں اپنے اس وقت میں موسیٰ بن جعفرؑ ہوں۔ پھر آپ نے ابر کو پرواز کا حکم دیا۔ ابر نے پرواز کیا اور خدا کی قسم مجھے اُس پر نہ کوئی زحمت ہوئی اور نہ کوئی ڈر و خوف لاحق ہوا۔ اور چشم زدن میں اس نے مجھے طالقان میں سلامتی سے اُس گلی میں اُتار دیا جس میں ہمارے اہل و عیال رہتے تھے۔

علی بن صالح سے پورا واقعہ سن کر ہارون الرشید نے اُن کو قتل کرا دیا اور کہا، اب ان سے یہ واقعہ کوئی نہ سُن پائے گا۔ (مناقب ابن شہر آشوب جلد ۲ ص ۴۱۸)

(۲۰) شیر کی تصویر کا بحکمِ امام مجسّم ہونا

علی بن یقطین سے روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ ہارون الرشید کو ایک ایسے شخص کی ضرورت تھی کہ جو حضرت امام موسیٰ بن جعفرؑ کی بات کی کاٹ کرے اور اُن کی امامت کو باطل ثابت کر دے اور بھری مجلس میں اُن کو شرمندہ کرے۔ لہٰذا اس کام کے لیے کسی عامل کو بلایا گیا۔ اور حضرت امام موسیٰ بن جعفرؑ علیہ السلام کو بھی اپنے دسترخوان پر مدعو کیا۔

چنانچہ جب دسترخوان بچھایا گیا اور کھانے چُن دیے گئے۔ تو اُس عامل نے تمام روٹیوں پر جو امامؑ کے سامنے رکھی تھیں اپنا موکل مقرر کر دیا۔ جس نے نتیجے میں خادم امامؑ جو آپ کے قریب بیٹھا تھا، جب بھی روٹی کی طرف ہاتھ بڑھاتا روٹی اس کے سامنے سے اُڑ جاتی۔ یہ دیکھ کر ہارون رشید

بہت خوش ہوتا اور ہنستے ہنستے آپے سے باہر ہو جاتا۔
یہ دیکھ کر حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے سر اُٹھایا اور پردے پر بنی ہوئی ایک شیر کی تصویر کو آواز دے کر فرمایا، اے خدا کے شیر اِس دشمنِ خدا کو چیر پھاڑ کر اپنی خوراک بنا لے۔ راوی کا بیان ہے کہ آپ کے حکم سے وہ تصویر مجسّم شیر کی شکل میں تبدیل ہوئی اور اُس عامل و شعبدہ باز پر جھپٹی اور چیر پھاڑ کر چٹ کر گئی۔ یہ دیکھتے ہی ہارون اور اس کے مصاحبین منہ کے بل غش کھا کر گر پڑے وہ سب کے سب حواس باختہ ہو گئے۔ کچھ دیر کے بعد جب ہارون کو غش سے افاقہ ہوا اور اُس کے حواس ٹھکانے ہوئے تو اُس نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام سے عرض کیا۔ آپ کو میرے حق کی قسم آپ اس تصویر کو حکم دیں کہ وہ اُس شخص کو واپس کر دے۔
آپ نے فرمایا، اگر موسیٰؑ کے عصا نے ساحروں کی ان رسیوں کو جو سانپ کی شکل میں تھیں نگل کر پھر اُگل دیا ہوتا تو یہ تصویر بھی تیرے اُس نگلے ہوئے آدمی کو واپس اُگل دیتی۔
غرض یہ واقعہ آپ کی حفاظت کے لیے زیادہ موثر رہا۔ (امالی شیخ صدوقؒ ص۱۴۸)

• مناقب جلد ۳ ص۴۱۷ میں بھی علی بن یقطین سے یہی روایت ہے۔

(۲۱) ـــــ علی بن جعفر سے روایت ہے کہ حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفرؑ کی ایک کنیز نے جو آپ کو وضو کرایا کرتی تھی اور آپ کی بھی خدمتگار تھی۔ اُس کا بیان ہے کہ میں مقام قدید میں وضو کرا رہی تھی۔ آپ منبر پر تھے اور میں پانی ڈال رہی تھی اور پانی پرنالے سے بہہ رہا تھا کہ ناگاہ سونے کے دو گوشوارے جن میں سچے موتی پڑے ہوئے تھے اور ایسے خوبصورت موتی میری نظر سے کبھی نہیں گذرے تھے ظاہر ہوئے۔ آپ نے سر اٹھایا اور فرمایا، تو نے کچھ دیکھا؟ میں نے کہا، جی ہاں! آپ نے فرمایا، اس کو مٹی میں دبا دے اور کسی کو اس کی اطلاع نہ دینا۔ وہ کنیز کہتی ہے کہ میں نے ایسا ہی کیا اور کسی کو اس کی خبر نہ دی یہاں تک کہ آپ کا انتقال بھی ہو گیا۔
(قرب الاسناد ص۱۵۴)

(۲۲) ـــــ استجابتِ دعاء

عثمان بن عیسیٰ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوالحسن اوّل موسیٰ بن جعفرؑ علیہ السلام سے عرض کیا کہ حسن بن محمدؒ کا ایک سوتیلا بھائی ہے اس کے یہاں جب کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے مر جاتا ہے۔ آپ اس کے لیے دعاء فرمائیں۔ آپ نے فرمایا، جا تیری حاجت اللہ نے پوری کی۔ اس کے بعد اس کے یہاں دو لڑکے پیدا ہوئے۔
(قرب الاسناد ص۱۴۰)

(۲۳) ـــــ چادر کی بات

علی بن جعفر بن ناجیہ کا بیان ہے کہ اُس نے ایک نیلے رنگ کی طرازی چادر سو درہم میں خریدی اور اسے اپنے ساتھ حضرت ابوالحسنؑ اول کے لیے لے گیا، مگر کسی کو اس کی خبر نہ تھی۔ اس کا بیان ہے کہ میں عبدالرحمٰن بن حجاج کے ساتھ گیا تھا جو کہ اس وقت ابوالحسن اوّل علیہ السلام کا کارندہ تھا۔ اس نے سارا سامان جو اپنے ساتھ لایا تھا امامؑ کی خدمت میں بھیج دیا۔ امامؑ نے اُس کو رقعہ لکھا کہ میرے لیے ایک نیلے رنگ کی طرازی چادر تلاش کرو۔ لوگوں نے بہت تلاش کیا مگر مدینہ میں کسی کے پاس نہیں ملی۔ تو میں نے عبدالرحمٰن بن حجاج سے کہا کہ میرے پاس موجود ہے اور ان ہی جناب کے لیے لایا تھا۔
غرض لوگوں نے وہ چادر آپ کی خدمت میں بھیج دی اور کہلایا کہ یہ ہمیں علی بن جعفر کے ذریعہ ہاتھ آئی۔ آئندہ سال میں نے پھر ایک ویسی ہی چادر خریدی اور اپنے ساتھ لے گیا، مگر کسی کو اس کی خبر نہ تھی۔ جب ہم مدینہ پہونچے تو آپ نے آدمی بھیجا کہ میرے لیے ویسی ہی چادر اُسی شخص کے ذریعہ سے تلاش کرو۔ لوگوں نے مجھ سے پوچھا تو میں نے کہا ہاں میرے پاس ہے لوگوں نے وہ چادر مجھ سے لیکر امام کی خدمت میں پیش کی۔

(قرب الاسناد ص۱۹۱)

(۲۴) ـــــ عبدالرحمٰن بن حجاج سے روایت ہے کہ میں نے ربیع کے غلام غالب سے چھ ہزار درہم قرض لیے جس سے ہم نے سامانِ تجارت مکمل کیا اور اس نے اس کے علاوہ کچھ اور بھی دیا کہ اسے لیجا کر حضرت ابوالحسن علیہ السلام کی خدمت میں میری طرف سے نذر کر دینا۔ اور یہ بھی کہا کہ جب اس چھ ہزار درہم سے اپنی ضرورت پوری کر لو تو یہ بھی آنجناب ہی کو میری طرف سے نذر کر دینا۔ غرض جب میں مدینہ پہونچا تو جو کچھ میں آنجناب کے لیے تحفہ لے گیا تھا وہ اور جو کچھ غالب نے دیا تھا وہ سب آنجناب کی خدمت میں بھیج دیا۔ تو آپ نے آدمی بھیجا کہ وہ چھ ہزار درہم کہاں ہیں؟ میں نے عرض کیا یہ میں نے غالب سے قرض لیا تھا اور اس نے کہا تھا کہ جب تم اس سے اپنی ضرورت پوری کر لو تو، آپ کی خدمت میں نذر کروں۔ لہٰذا اب جب میں اپنا سامانِ تجارت فروخت کروں گا تو حاضر کروں گا۔ آپ نے پھر آدمی بھیجا کہ جلدی کرو مجھے اس کی ضرورت ہے۔ تو میں نے وہ چھ ہزار درہم آپ کی خدمت میں بھیج دیے۔

(قرب الاسناد ص۱۹۲)

(۲۵) ایک پیش گوئی

عثمان بن عیسیٰ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوالحسن (امام موسیٰ بن جعفرؑ) علیہ السلام کو ایک حوض (تالاب) میں اُترتے ہوئے دیکھا جو مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع ہے۔ وہ ازار پہنے ہوئے تھے۔ وہ اپنے منہ میں پانی لیکر اسے بھینچتے اور کلّی کرتے تو زرد زرد پانی نکلتا۔ میں نے اپنے دل میں کہا، یہ دیکھیے، یہ اپنے زمانہ کی بہترین مخلوق ہیں اور تالاب میں اُترے ہوئے ہیں۔ پھر جب میں مدینہ پہونچا، تو اُن کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے دریافت فرمایا، تم نے یہاں کس جگہ قیام کیا ہے؟ میں نے کہا، میں نے اور میرے دوست نے فلاں شخص کے گھر قیام کیا ہے: آپ نے فرمایا، جلدی جاؤ، اپنے لباس وغیرہ کو تبدیل کرلو اور فوراً وہاں سے نکل جاؤ۔ ہم سب فوراً ہی بھاگے، اپنے کپڑے وغیرہ لیے اور وہاں سے نکل گئے۔ اور جونہی اس گھر سے نکلے وہ گھر دھڑام سے گر پڑا۔

(قرب الاسناد ص ۱۹۴)

• موسیٰ بن بکر سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن اوّل نے مجھے ایک رقعہ دیا۔ اس میں کچھ ہدایات تھیں اور فرمایا تھا کہ ان ہدایات پر عمل کرنا۔ مگر میں نے وہ رقعہ اپنے مصلّے کے نیچے رکھ دیا اور بھول گیا۔ اب میں ایک روز جب آنجناب کی طرف سے ہو کر گذرا، تو دیکھا کہ وہ رقعہ آپ کے دستِ مبارک میں ہے۔ آپ نے اپنے اس رقعہ کے متعلق دریافت فرمایا، تو میں نے عرض کیا، وہ تو میرے گھر میں ہے: آپ نے فرمایا اے موسیٰ! جب تم کو کسی کام کا حکم دیا جائے تو اس پر عمل کرو، ورنہ میں تم سے ناراض ہو جاؤں گا (اور دیکھو وہ رقعہ یہ ہے) اس وقت میں سمجھا کہ وہ رقعہ جِنّ کے کسی بچے نے آپ تک پہونچا دیا۔ (ورنہ اور کسے معلوم تھا کہ کہاں ہے)

(۲۶) تخلیے میں بھی ورع کی تاکید

مرازم کا بیان ہے کہ میں مدینہ گیا اور جس سرائے میں قیام کیا اس میں دیکھا کہ ایک کنیز ہے وہ مجھے پسند آئی، میں نے چاہا کہ اس سے متعہ کرلوں۔ مگر اُس نے انکار کیا۔ عشاء کے بعد میں پھر اُس کے پاس پہونچا دروازے پر دستک دی تو اسی کنیز نے دروازہ کھولا۔ پھر وہ مجھے جلدی سے اندر لے گئی الغرض جب صبح ہوئی اور میں حضرت ابوالحسن علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا

تو آپ نے فرمایا۔ اے مرازم! میرا شیعہ وہ نہیں ہے جس کا دل تخلیہ میں ورع سے کام نہ لے۔

(بصائر الدرجات جلد ۵ باب ۱۲ ص ۲۷)

(۲۷) ابوجعفر کی موت کی پیش گوئی

علی بن حمزہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوالحسن موسیٰ علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا: آپ نے فرمایا کہ نہیں، خدا کی قسم ابوجعفر بیت اللہ کو اب تا ابد نہ دیکھ سکے گا۔ پھر جب میں کوفے گیا تو اپنے اصحاب سے آپ کا یہ قول بیان کیا۔ تھوڑے ہی دنوں بعد ابوجعفر بیت اللہ کے قصد سے نکلا اور کوفے پہنچا تو میرے اصحاب نے مجھ سے کہا کہ وہ تو بیت اللہ کے لیے جا رہا ہے: میں نے کہا نہیں خدا کی قسم وہ بیت اللہ کو تا ابد نہ دیکھ سکے گا۔ پھر وہ کوفے سے بستان پہونچا تو میرے اصحاب میرے پاس آئے اور بولے! کیا اب بھی کچھ باقی رہ گیا ہے: میں نے کہا، دیکھتے رہو، وہ تو بخدا بیت اللہ کو کبھی بھی نہ دیکھے گا۔ اب وہ بستان سے نکل کر بئر میمون پہونچا تو میں حضرت ابوالحسن کی خدمت میں حاضر ہوا، دیکھا کہ وہ محرابِ عبادت میں ہیں اور ایک طویل سجدہ فرما رہے ہیں۔ پھر آپ نے سر سجدے سے اُٹھایا اور مجھ سے فرمایا، جاؤ باہر نکل کر دیکھو کہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں۔ میں باہر نکلا تو دیکھا کہ لوگ ابوجعفر کی موت پر گریہ کر رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر میں اندر واپس ہوا اور آپ کو اس کی اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا، اللہ اکبر، اس کے لیے یہ ممکن نہ تھا کہ وہ تا ابد بیت اللہ کو دیکھے۔

(قرب الاسناد ص ۱۹۵)

•

• دلائلِ حمیری میں بھی ابن ابی حمزہ سے ایسی ہی روایت ہے (کشف الغمہ جلد ۲ ص ۸)

•

• عثمان بن عیسیٰ نے ابراہیم بن عبدالحمید سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوالحسن علیہ السلام نے میرے پاس خط لکھا۔ اس کا بیان ہے کہ میں اس وقت مدینہ میں تھا جب یہ خط پہونچا۔ اس خط میں تحریر تھا کہ اپنا مکان جلد ہی بدل دو۔ یہ پڑھ کر اسے بڑا دکھ ہوا کیونکہ اُس کا گھر مسجد اور بازار کے درمیان واقع تھا اس لیے اُس نے اپنا مکان نہیں بدلا۔ آپ کا قاصد دوبارہ آیا کہ اپنا مکان بدل ڈالو۔ مگر اس کے باوجود وہ اسی مکان میں رہتا رہا۔ تیسری مرتبہ پھر آپ نے اپنا قاصد بھیجا کہ اپنا مکان بدل ڈالو تو ابراہیم بن عبدالحمید اٹھا اُس نے مکان تلاش کیا۔ عثمان بن عیسیٰ کہتا ہے کہ میں اس دن مسجد ہی میں تھا

لیکن ابراہیم وہاں (ظہر و عصر کی نماز میں) نہیں آیا اور جب وہ عشاء کی نماز میں آیا، تو میں نے نہ آنے کی وجہ دریافت کی، تو اُس نے کہا کہ کیا تم کو نہیں معلوم کہ آج ہم پر گذری؟ میں نے کہا، نہیں۔ اُس نے کہا کہ میں نے وضو کے لیے پانی کنویں سے نکالا تو ڈول میں پانی کے ساتھ ایک مرا ہوا مرغ آگیا۔ اور اس سے قبل اسی کنویں کے پانی سے ہم نے روٹی کے لیے آٹا بھی گوندھ لیا تھا، اس لیے روٹی وغیرہ پھینکنی پڑی اور اپنے کپڑے دھونے پڑے اس لیے مسجد نہ آسکا۔ پھر میں اپنا سامان اپنے مکان سے کرائے کے مکان میں منتقل کر رہا تھا، اب اس وقت اس مکان میں ایک کنیز ہے جسے واپسی پر میں اپنے ساتھ کرائے کے مکان میں لیجاؤں گا۔ میں نے کہا اللہ تمھیں یہ نیا مکان مبارک کرے یہ کہہ کر ہم دونوں جدا ہوگئے۔ صبح کے وقت جب ہم مسجد میں پہونچے تو ابراہیم نے آکر کہا۔ تمھیں معلوم ہے کہ آج رات کیا حادثہ ہوا؟ میں نے کہا، نہیں: اُس نے کہا، خدا کی قسم میرے ذاتی مکان کی نیچے وال اور اوپر والی دونوں منزلیں گر گئیں۔

(قرب الاسناد ص ۱۹۵)

- عثمان بن عیسیٰ کا بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن علیہ السلام مدینہ تشریف لا رہے تھے۔ آپ نے فرمایا، اے ابراہیم! میں نے عرض کیا، لبیک: آپ نے فرمایا کہاں جا رہے ہو؟ میں نے عرض کیا، مقام قبا: پوچھا کس کام کے لیے؟ میں نے عرض کیا، میں ہر سال وہاں کی کھجوریں خریدتا ہوں۔ امسال بھی ارادہ ہے کہ وہاں کوئی انصاری آگیا تو اُس سے کھجوروں کے باغ کے پھل خرید لوں گا: آپ نے فرمایا، کیا تمھیں ٹڈیوں کی طرف سے اطمینان ہے؟ اس کے بعد آپ تو مدینہ تشریف لے گئے اور میں قبا کی طرف روانہ ہوا، اور آپ کا یہ ارشاد میں نے ابوالعز سے بیان کیا۔ تو اس نے کہا، نہیں خدا کی قسم اس سال ہم کھجور کا ایک درخت بھی نہ خریدیں گے اس بات کو ابھی پانچ دن بھی نہ گذرے تھے کہ ٹڈیوں کا دل آیا اور جو کچھ بھی کھجوروں پر پھل لگے تھے ایک بھی نہ چھوڑا۔

(قرب الاسناد ص ۱۹۶)

- دلائل حمیری میں بھی عثمان سے اس طرح کی روایت ہے۔ (کشف الغمہ جلد ۳ ص ۵)
- عثمان بن عیسیٰ کا بیان ہے کہ ایک شخص نے اپنے لڑکے کو ایک کنیز ہبہ کی اور اس سے کئی اولادیں پیدا ہوئیں۔ اس کے بعد اس کنیز نے اُس شخص سے کہا، تمہارا باپ بھی ہبہ کرنے سے پہلے مجھ سے مباشرت کر چکا تھا۔ اب اس مسئلے کو حضرت ابوالحسن علیہ السلام سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا، وہ جھوٹی ہے درحقیقت وہ بدخلقی کی وجہ سے اُس مرد سے اپنا پیچھا چھڑانا چاہتی ہے۔ پھر یہ بات اُس کنیز سے پوچھی گئی تو اُس نے کہا، بخدا، وہ سچ فرماتے ہیں میں اس کی بدخلقی کی وجہ سے اس سے بھاگ رہی تھی۔ (قرب الاسناد ص ۱۹۶)

(۲۸) امام کی شناخت

ابوبصیر سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت ابوالحسن ماضی کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ میں آپ پر قربان، امام کی پہچان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا۔ اس کی چند نشانیاں ہیں۔ سب سے پہلے تو یہ کہ امام کے لیے اُن کے پدر بزرگوار (جو خود بھی امام ہوں) کی طرف سے کوئی نص ہو اور انھوں نے لوگوں کو بتا دیا ہو کہ میرے بعد یہ امام ہیں۔ اُن کو بطور علم کے نصب کر دیا ہو تاکہ وہ لوگوں پر حجت قرار پائیں جس طرح رسول اللہؐ نے حضرت علیؑ کو عہدۂ امامت پر نصب کیا اور لوگوں کو پہنچوا دیا کہ میرے بعد یہ امام برحق ہوں گے۔ اور یہی ائمہ طاہرینؑ کا بھی طریقہ رہا ہے وہ بھی اپنے بعد کے لیے لوگوں کو پہنچوا دیتے تھے (اور اپنی اولاد میں سے) کسی کو عہدۂ امامت پر نصب فرما کر لوگوں کو بتلا دیا کرتے تھے کہ میرے بعد یہ امام ہیں۔

دوسری شناخت یہ ہے کہ امام سے جو پوچھو اس کا جواب دے گا۔ اور اگر بالفرض نہ بھی پوچھو تو جو دل میں ہے اس کا جواب دے گا۔ اور بتائے گا کہ کل کیا ہونے والا ہے۔

تیسری شناخت یہ ہے کہ وہ ہر زبان میں گفتگو کر سکتا ہو۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا اے ابومحمد! میں ابھی تمھارے اٹھنے سے پہلے ایک علامت ظاہر کیے دیتا ہوں تاکہ تمھارا دل مطمئن ہو جائے۔

راوی کا بیان ہے کہ خدا کی قسم ابھی تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ ایک مرد خراسانی حاضر خدمت ہوا اور اس نے عربی زبان میں گفتگو شروع کی مگر آپ نے اس کا جواب فارسی میں دیا۔ اس نے کہا، میں نے تو عربی میں گفتگو اس لیے کی ہے کہ آپ فارسی اچھی طرح نہ بول سکیں گے آپ نے فرمایا۔ سبحان اللہ، اگر میں تم سے اچھی فارسی نہ بول سکوں تو پھر مجھے تم پر فضیلت و فوقیت نہ رہے گی۔

اس کے بعد فرمایا اے ابومحمد! امام وہ ہے جو ہر انسان ہر طائر، ہر جانور اور ہر ذی روح کی بات سمجھنے میں دقت بھی محسوس نہ کرے اگر کسی میں یہ بات نہیں تو وہ امام نہیں۔

(قرب الاسناد ص ۱۹۶)

- مناقب میں ابوبصیر سے اسی کے مثل روایت ہے (مناقب جلد ۳ ص ۴۱۶)
- اعلام الوریٰ میں بھی اپنے اسناد کے ساتھ ابوبصیر سے یہی روایت ہے۔ (اعلام الوریٰ ص ۲۹۳، کتاب الارشاد ص ۳۱۳)

(۲۹) حمّاد بن عیسیٰ کیلئے امامؑ کی دعا

حمّاد بن عیسیٰ سے روایت ہے کہ میں
ایک دن بصرہ میں حضرت امام ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا، مولا، میں آپ پر قربان، آپ دعا فرمائیں کہ اللہ مجھے گھر، زوجہ، اولاد، خادم اور ہر سال حج کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

راوی کا بیان ہے کہ آپ نے اپنے ہاتھوں کو بلند فرمایا اور دعا فرمائی کہ:
"اے اللہ! تو محمدؐ و آلِ محمدؐ پر اپنی رحمتیں نازل فرما اور حمّاد بن عیسیٰ کو گھر، زوجہ، اولاد، خادم اور پچاس سال تک حج کی توفیق عطا فرما۔"

حمّاد کا بیان ہے کہ جب آپ نے پچاس سال کی شرط لگادی تو میں سمجھ گیا کہ میں پچاس حج سے زیادہ نہ کرسکوں گا۔ حماد کا بیان ہے۔ اس وقت تک میں اڑتالیس حج کرچکا ہوں۔ دیکھو یہ میرا گھر ہے جو اللہ نے مجھے دیا ہے اور یہ میری زوجہ ہے جو پردے کے پیچھے میری باتیں سن رہی ہے۔ اور یہ میرا لڑکا ہے۔ اور یہ میرا خادم ہے۔ اللہ نے مجھے یہ سب کچھ دیا ہے

پھر اس گفتگو کے بعد حمّاد نے دو حج اور کرلیے اور پچاس حج پورے ہوگئے۔ ابوالعباس نوفلی کا بیان ہے کہ اس کے بعد جب حمّاد اکیاونویں حج کیلئے گھر سے چلا اور مقامِ احرام پر پہونچا اور دریا میں غسل کے لیے اترا ہی تھا کہ سیلاب کی زد میں آکر غرق ہوگیا اس کی قبر وہیں مقامِ سیال میں ہے۔ (قرب الاسناد صـ۱۲۷)

- حمید ویہ کے عبیدی نے بھی اسی کے مثل روایت کی ہے۔

(رجال کشی صـ۲۰۳)

- اُمیہ بن علی قیسی کا بیان ہے کہ میں اور حمّاد بن عیسیٰ مدینہ میں حضرت ابوجعفرؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ آپ سے رخصت ہولیں۔ تو آپ نے فرمایا، آج سفر کے لیے نہ نکلو کل تک ٹھہرو۔ راوی کا بیان ہے کہ جب ہم آپ کی خدمت سے رخصت ہوئے تو حمّاد نے اصرار کیا کہ میں تو آج ہی جاؤں گا کیونکہ میرا سامان جاچکا ہے۔ مگر میں نے توقف کیا۔

راوی کا بیان ہے کہ حمّاد نہیں مانا اور سفر کے لیے چل دیا، اور اسی شب میں وادی کے اندر سیلاب آگیا وہ اسی سیلاب میں ڈوب کر ہلاک ہوگیا۔ اور اس کی قبر سیال کے اندر ہے۔

(۳۰) امامؑ نے سانپ سے گفتگو کی

ابراہیم بن وہب کا بیان ہے کہ میں
حضرت ابوالحسن علیہ السلام کی ملاقات کی غرض سے مقامِ عریض پر جانے کے لیے نکلا، چلتے چلتے قصرِ بنی سراۃ تک جا پہونچا اور جب وادی میں اترا تو ایک آواز سنی، لیکن بولنے والا نظر نہیں آیا۔ وہ کہہ رہا تھا کہ اے ابوجعفر تمھارا ساتھی قصر کے پیچھے سدّ کے پاس ہے اُس سے میرا سلام کہنا۔ میں جب اُدھر ملتفت ہوا تو کوئی بھی نظر نہیں آیا۔ اس کے بعد پھر یہی آواز آئی اور تیسری مرتبہ پھر یہی آواز سنکر تو میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ مگر اس کے باوجود میں وادی میں اُتر گیا اور اس راستے پر چلا جو قصر کے عقب سے جاتا تھا۔ قصر میں سے نہیں گذرا۔ پھر سدّ پر کیکر کی جھاڑیوں کی طرف آیا اس کے بعد تالاب پر پہونچا جس کے قریب تقریباً پچاس سانپ دیکھے جو اپنا اپنا سر اُٹھائے ہوئے تھے۔ ان کی باتیں سننے کی کوشش کی تو یہ محسوس ہوا گویا دو آدمی آپس میں باتیں کررہے ہیں۔ پھر میں اپنے جوتے زور زور سے پٹکتے ہوئے چلتا رہا تاکہ وہ میرے قدموں کی اِس آواز کو سن لیں۔ اتنے میں حضرت ابوالحسن علیہ السلام کے کھنکھارنے کی آواز سنی۔ جواباً میں بھی کھنکھارنے لگا۔ اس کے بعد آگے بڑھا تو دیکھا کہ ایک سانپ ایک درخت کے تنے سے لٹکا ہوا ہے۔ حضرت ابوالحسن علیہ السلام نے آواز دی، ڈرو نہیں، یہ ضرر نہیں پہونچائے گا۔

پھر دیکھا کہ وہ سانپ زمین پر گرا اور حضرت ابوالحسن علیہ السلام کے کاندھے پر چڑھا اور اپنا سر آپ کے کان تک لے گیا اور دیر تک سیٹی جیسی آواز میں آپ سے گفتگو کرتا رہا۔ حضرت ابوالحسن علیہ السلام نے اس کے جواب میں فرمایا، ہاں ہاں میں نے تمھارا فیصلہ کردیا، اور میرے کہنے کے خلاف وہی قدم اٹھا سکتا ہے جو ظالم ہوگا۔ اور جو دنیا میں ظلم کرے گا وہ آخرت میں عذابِ جہنم میں مبتلا ہوگا اور اسے سخت سزا ملے گی۔ پھر میں بھی اس کو سزا دوں گا، اور اگر اس کے پاس کوئی مال ہے تو اُس کو ضبط کرلوں گا یہاں تک کہ وہ توبہ کرے۔

میں نے عرض کیا، میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ کیا یہ سب بھی آپ کے اطاعت گذار ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں۔ اُس ذات کی قسم، جس نے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نبوت و کرامت فرمائی اور حضرت علی علیہ السلام کو وصایت اور ولایت سے سرفراز فرمایا، یہ سب تم سے زیادہ ہمارے مطیع ہیں۔ گروہ بشر اور جو ہماری

اطاعت نہیں کرتے وہ محض تھوڑے سے ہیں۔

(بصائر الدرجات جلد ۲ باب ۸ ص ۲۸)

(۳۱) سدِ ذوالقرنین

اسود بن رزین قاضی سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت ابوالحسن اول کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے مجھے دیکھا نہ تھا فرمایا، کیا تم اہلِ سد سے ہو؟ میں نے کہا، میں اہلِ باب سے ہوں۔ پھر فرمایا کیا تم اہلِ سد سے ہو؟ میں نے عرض کیا، میں اہلِ باب سے ہوں۔ پھر فرمایا، کیا تم اہلِ سد سے ہو؟ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا، یہ وہ سد ہے جس کی تعمیر ذوالقرنین نے کی تھی۔

(قصص الانبیاء)

(۳۲) علمِ مَافِی الضمیر

خالد جوان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت ابوالحسن علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ اُس وقت مقام رمیلہ میں اپنے گھر کے صحن میں تھے۔ جب میں نے آپ کو دیکھا تو اپنے دل میں کہا۔ میرے آقا! میرے ماں باپ آپ پر قربان، آپ مظلوم ہیں، آپ کے حقوق غصب کیے گئے ہیں، آپ حضرات مضطر ہیں۔ اس کے بعد قریب پہونچا، پیشانی کو بوسہ دیا اور سامنے باادب بیٹھ گیا۔ آپ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے ابن خالد! ہم اس امر کو خوب جانتے ہیں، تم اپنے دل میں کوئی خیال نہ کرو: میں نے عرض کیا، میں آپ پر قربان! خدا کی قسم میں نے تو اس کے متعلق کوئی اور ارادہ نہیں کیا تھا: آپ نے فرمایا، ہم اس امر کو دوسروں سے زیادہ جانتے ہیں۔ اور اگر چاہیں تو ابھی ہم تک پلٹ کر آ جائے لیکن اس قوم کو بھی ایک مدت کے لیے مہلت دی ہوئی ہے۔ اس مدت کا ختم ہونا ضروری ہے: میں نے عرض کیا، بہتر ہے۔ آئندہ اس طرح کی کوئی بات اپنے دل میں کبھی بھی نہ لاؤں گا: آپ نے فرمایا، ہاں پھر کبھی ایسا خیال دل میں نہ لانا۔ (بصائر الدرجات جلد ۳، باب ۵ ص ۳۴)

- کتاب الخرائج والجرائح میں بھی ایسی ہی روایت ہے
- علی بن حکم نے اپنے کسی صحابی سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوالحسن ماضی علیہ السلام بخار میں مبتلا تھے۔ میں اعادت کو گیا تو دیکھا کہ آپ کا رُخ دیوار کی طرف ہے اور اپنے اہلِ خاندان میں سے کسی کے متعلق کچھ کہہ رہے ہیں۔

میں نے اپنے دل میں کہا، یہ اپنے زمانے میں مخلوقات میں سب سے بہتر ہیں۔ ہمیں تو نیکی کی تنبیہ کرتے ہیں اور خود اپنے خاندان کے ایک شخص کے لیے ایسا کہہ رہے ہیں۔

راوی کا بیان ہے کہ میرے دل میں یہ خیال آتے ہی آپ نے اپنا رُخ دیوار کی طرف سے موڑ کر میری جانب کیا اور فرمایا، سنو! نیکی کی بات تو یہ ہے کہ جب میں نے اُس شخص کے متعلق یہ کہدیا، تو اب کوئی اس کی بات کو سچ نہ سمجھے گا۔ اور اگر میں اس کے متعلق یہ نہ کہتا تو وہ میری طرف منسوب کر کے طرح طرح کی باتیں کہتا اور لوگ اس کو سچ سمجھتے۔

(بصائر الدرجات جلد ۵ باب ۱ ص ۶۴)

- علی بن یقطین کا بیان ہے کہ ابھی میں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے خط لکھ کر یہ مسئلہ دریافت کروں کہ کیا کوئی شخص حالتِ جنابت میں نورہ استعمال کر سکتا ہے؟ کہ بغیر میرے دریافت کیے ہوئے، آپ کا خط آیا جس میں تحریر تھا کہ سنو! حالتِ جنابت میں نورہ لگا کر غسل کرنے میں اور زیادہ پاکیزگی آتی ہے لیکن خضاب لگائے ہوئے مرد ہوں یا عورتیں، مباشرت نہیں کی جا سکتی۔

(بصائر الدرجات جلد ۵ باب ۱۲ ص ۶۸)

- کتاب الخرائج والجرائح میں بھی اسی کے مثل روایت ہے۔
- ہشام بن سالم کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت ابوعبداللہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے صاحبزادے عبداللہ کے پاس گیا، اُن سے چند سوالات کیے مگر اُن میں کوئی بات نہیں پائی اور میرے دل میں ایسے ایسے خیالات آئے کہ جس کا علم اللہ ہی کو ہے۔ اور مجھے یہ خوف ہوا کہ شاید امام جعفر صادق علیہ السلام کا کوئی جانشین نہ ہو۔ (اور سلسلۂ امامت منقطع ہو جائے) یہ سوچ کر میں قبرِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آیا اور سر بالیں بیٹھ گیا اور اللہ سے دعا مانگنے لگا اور فریاد کرنے لگا، پھر میں نے غور کیا اور کہا۔ میں زندیق ہو جاؤں پھر سوچا اور کہا کہ نہیں اُن کے خیالات تو بالکل ہی باطل ہیں۔ کہا، اچھا اسے چھوڑ کر خوارج کا ہمنیال بن جاؤں اور امر بالمعروف، نہی من المنکر شروع کر دوں اور اپنی تلوار اُٹھا کر سب کو مارنے لگوں۔ بالآخر خود بھی مر جاؤں۔ اس پر بھی غور کیا تو اس نتیجے پر پہونچا کہ یہ بھی غلط ہے۔ پھر کہا اچھا مرجئہ بنا جاتا ہوں، مگر پھر اس پر بھی غور کیا اور اُن کے اقوال و خیالات بھی بالکل واہیات اور خرافات ہی پائے۔ ابھی میں اسی غور و فکر میں تھا، اور چلا جا رہا تھا کہ حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کا ایک غلام میرے پاس سے گذرا اور مجھ سے کہنے لگا۔ کیا تم حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے بھی ملنا پسند کرو گے؟ میں نے کہا، ہاں ہاں، کیوں نہیں۔ یہ جواب سن کر وہ چلا گیا اور

تھوڑی ہی دیر میں واپس آکر کہنے لگا، چلو ملاقات کرلو۔ میں وہاں پہونچا جیسے ہی حضرت ابوالحسن علیہ السلام کی نظر مجھ پر پڑی تو بغیر میرے کچھ کہے ہوئے آپ نے خود ہی فرمایا۔

اے ہشام! تم نہ زندیق بنو، نہ خوارج کی طرف جاؤ، نہ مرجئہ سے رجوع کرو اور نہ قدریہ سے واسطہ رکھو، بلکہ ہماری طرف آؤ: میں نے کہا، ہاں، آپ ہیں ہمارے امام اس کے بعد میں نے آپ سے چند مسائل دریافت کیے، آپ نے اُن سب کے جوابات اطمینان بخش دیے۔

(بصائر الدرجات جلد ۵ باب ۳ ص ۲۸)

(۴۴) ـــــ درخت کا اطاعتِ امام کرنا

ابراہیم بن اسحٰق نے محمد بن فلاں رافعی سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میرا ایک چچا زاد بھائی تھا جس کا نام حسن بن عبداللہ تھا۔ جو بڑا زاہد اور اپنے زمانے کا سب سے زیادہ عبادت گذار شخص تھا۔ بادشاہ تک اس سے آکر ملاقات کرتے اور بسا اوقات وہ بادشاہ کو بھی سخت سست سنا دیا کرتا تھا انھیں نصیحت کرتا اور نیکی کا حکم دیتا اور بادشاہ یہ سب کچھ برداشت کرلیا کرتا محض اس لیے کہ وہ ایک بندۂ صالح تھا۔ غرض یہ سلسلہ عرصے تک چلتا رہا، یہانتک کہ ایک دن حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام مسجد میں تشریف لائے۔ آپ نے انھیں دیکھا تو اُن کے قریب گئے اور فرمایا، اے ابو علی! میں تمھیں اس حال میں دیکھ کر بہت خوش اور مسرور ہوں لیکن تمھارے اندر اگر کمی ہے تو صرف یہ کہ تم میں معرفت نہیں ہے۔ جاؤ معرفت حاصل کرو۔ انھوں نے کہا، میں آپ پر قربان، کیسی معرفت؟ فرمایا، علمِ فقہ و علمِ حدیث حاصل کرو۔ پوچھا، کس سے حاصل کروں؟ فرمایا، انس ابن مالک سے اور فقہائے اہلِ مدینہ سے پھر ان احادیث کو میرے سامنے آکر پیش کرو۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر وہ چلے گئے اور ان لوگوں سے گفتگو کی اور اس کے بعد حضرت ابوالحسن علیہ السلام کے پاس آئے اور ان لوگوں سے سُنی ہوئی احادیث کو آپ سے بیان کیا۔ آپ نے ایک ایک کر کے سب کو ساقط کر دیا۔ پھر فرمایا، جاؤ مزید معرفت و علم حاصل کرو اور حسن بن عبداللہ تو ایسے شخص تھے جنھیں دین میں بڑا انہماک تھا ان کی نگاہ مسلسل حضرت ابوالحسن علیہ السلام پر تھی کہ ان سے ملنے کا کوئی موقع ملے۔ ایک دن حضرت ابوالحسن علیہ السلام اپنی زمینوں پر جا رہے تھے۔ انھوں نے دیکھا تو آپ کے پیچھے ہو لیے اور آگے بڑھ کر راہ میں ملاقات کی اور عرض کیا، میں آپ پر

قربان، میں اللہ کے سامنے آپ پر دعویٰ کروں گا، ورنہ آپ میری ہدایت فرمائیں اور اصل معرفت سے آگاہ فرمائیں۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر آپ نے اُن کو امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے متعلق بتایا کہ درحقیقت یہی بعد رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن کے اصل جانشین ہیں اور یہ بھی بتایا کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے کس کس طرح اُنؑ کو محرومِ خلافت کیا۔ حسن بن عبداللہ نے آپ کے تمام دلائل تسلیم کر لیے اور دریافت کیا کہ حضرت علی علیہ السلام کے بعد کون اُن کا جانشین ہوا؟ فرمایا حسن و حسین علیہما السلام اور ان کے بعد (تمام ائمۂ ھدیٰ کے) نام بتائے ہوئے اپنے تک پہونچے تو خاموش ہوگئے۔

حسن بن عبداللہ نے دریافت کیا، میں آپ پر قربان، آجکل امام کون ہے؟ فرمایا، اگر میں بتا دوں تو کیا تم قبول کر لوگے؟ انھوں نے کہا، جی ہاں، میں آپ پر قربان تسلیم کروں گا: آپ نے ارشاد فرمایا، تو سنو! آجکل میں امام ہوں: اُس نے کہا، میں آپ پر قربان آپ کی امامت کی کوئی دلیل؟ آپ نے فرمایا، اچھا اِس درخت کے پاس جاؤ۔ یہ کہہ کر آپ نے ایک بیر کے درخت (بیری) کی طرف اشارہ کیا اور جا کر کہو کہ حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام تمھیں حکم دیتے ہیں کہ اُن کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ: حسن بن عبداللہ کا بیان ہے کہ میں نے اُس درخت سے جا کر کہا تو دیکھا کہ خدا کی قسم زمین شگافتہ ہونی شروع ہوئی اور وہ درخت آپ کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ پھر آپ نے اشارہ کیا تو وہ واپس جا کر اپنی جگہ پر کھڑا ہو گیا۔ یہ دیکھ کر انھوں نے آپ کی امامت کا اقرار کر لیا۔ پھر خاموشی کو اپنا وطیرہ بنا لیا، اور اس کے بعد کسی نے اُن کو بولتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اور اُس واقعہ سے قبل وہ اچھے اچھے خواب دیکھا کرتے تھے مگر اب وہ سلسلہ منقطع ہو گیا۔ پھر ایک شب کو انھوں نے حضرت امام جعفر صادقؑ کو خواب میں دیکھا تو آپ سے خواب میں نہ دیکھنے کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا کہ غم نہ کرو، جب کوئی مومن راسخ الایمان ہو جاتا ہے تو پھر خواب میں دیکھنا موقوف ہو جاتا ہے۔

(الخرائج والجرائح ـ ص ۱۳۵ ـ بصائر الدرجات جلد ۵ باب ۱۲ ص ۲۹)

- ابن قولویہ نے کلینی سے انھوں نے علی بن ابراہیم سے انھوں نے اپنے باپ سے انھوں نے رافعی سے اسی طرح کی روایت کی ہے۔ (الارشاد ص ۳۱۲)
- کلینی نے بھی اسی طرح کی روایت کی ہے۔ (اعلام الوریٰ ص ۱۹۲)

(۳۴) علمِ منایا (موت کا علم)

جعفر بن محمد بن یونس نے عبدالرحمٰن بن حجاج سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوالحسن علیہ السلام نے شہاب بن عبدربہ سے کچھ قرض لیا اور ایک تحریر لکھدی۔ اس نے وہ تحریر عبدالرحمٰن بن حجاج کے حوالے کردی اور کہا کہ اگر میرا کوئی حادثہ ہوجائے تو اس تحریر کو پھاڑکر پھینک دینا۔ عبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ جب میں مکّہ سے نکلنے لگا تو حضرت ابوالحسن علیہ السلام سے ملاقات ہوگئی۔ آپ نے منٰی میں میرے پاس آدمی بھیجا اور کہلایا کہ اے عبدالرحمٰن اب وہ تحریر پھاڑ کر پھینک دو۔ میں نے وہ تحریر پھاڑ دی اور جب کوفہ پہونچا تو شہاب کے متعلق دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ مرچکا ہے اور اسے مرے ہوئے اتنا کم وقت ہوا ہے کہ وہاں سے خط پہونچنے کا کوئی امکان ہی نہ تھا (بصائرالدرجات جلد ۶ ص ۶۲)

• — حدیث ۵۶ ، ۶۱ پر یہی روایت اسحٰق و مغیرہ سے تفصیل کے ساتھ موجود ہے

• — عثمان بن عیسیٰ سے روایت ہے کہ نجیح کا بیان ہے کہ مجھ سے حضرت ابوالحسنؑ نے فرمایا کہ تمھارے اور تمھارے شریکِ کار کے درمیان جو سنہ [illegible]ھ کا حساب کتاب ہے اس سے فارغ ہو جاؤ، میرا خط تمھارے پاس پہونچے گا۔ اور میری امانتیں جو کچھ تمہارے پاس ہیں وہ مجھے بھیجدو اور اب میرے لیے کسی کی دی ہوئی کوئی چیز قبول نہ کرنا۔ یہ کہہ کر آپ مدینہ تشریف لے گئے اور خالد مکّہ میں رہ گیا اور پھر پندرہ دن کے بعد وہ مرگیا۔

(بصائرالدرجات جلد ۶ باب ۱ ص ۶۳)

• — عثمان بن عیسیٰ نے حارث بن مغیرہ نفری سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں حضرت ابوالحسن علیہ السلام کی خدمت میں موت کے سال مکّہ میں حاضر ہوا اور وہ موت کا سال سنہ [illegible]ھ تھا۔ آپ نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ یہاں تمھارے اصحاب میں مریض کون کون ہے؟ میں نے عرض کیا، عثمان بن عیسیٰ کو سب سے زیادہ تکلیف ہے۔ آپ نے فرمایا، اُس سے جاکر کہو یہاں سے چلا جائے۔ پھر فرمایا، اور کون کون بیمار ہے؟ میں نے آٹھ آدمیوں کو شمار کرا دیا۔ آپ نے ان میں سے چار کے لیے فرمایا کہ ان سے کہو، یہاں سے چلے جائیں اور چار کے متعلق کچھ نہیں کہا۔ جن کے متعلق کچھ نہیں کہا تھا ان کو ہم لوگوں نے دوسرے دن شام تک دفن کر دیا۔ عثمان کا بیان ہے کہ میں مکّہ سے نکل آیا تو صبح تک اچھا ہو گیا۔ (بصائرالدرجات جلد ۶ باب ۱ ص ۶۳)

(۳۵) احیائے موتٰی (مُردے کو زندہ کرنا)

علی بن مغیرہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عبدالصالح امام موسٰی بن جعفر علیہ السلام مقام منٰی میں ایک عورت کی طرف سے گزرے تو دیکھا کہ وہ بیچاری رو رہی ہے اور اس کے اِرد گرد اس کے سارے بچے بھی رو رہے ہیں اور اس کی گائے سامنے مری ہوئی پڑی ہے۔ آپ اس عورت کے قریب گئے اور پوچھا، اے کنیزِ خدا کیوں رو رہی ہے؟ اس نے جواب دیا اے بندۂ خدا یہ میرے بچے یتیم ہیں میرے پاس یہی ایک گائے تھی اور اسی سے میرا اور میرے بچوں کا گذارہ ہوتا تھا۔ اب یہ مرگئی اور ہمارے پاس اپنا ذریعۂ معاش بھی کوئی نہیں رہ گیا ہے: آپ نے ارشاد فرمایا، اے کنیزِ خدا! کیا تو چاہتی ہے کہ میں اسے زندہ کردوں؟ اُس نے کہا، اے بندۂ خدا! میرے لیے اس سے بہتر اور کیا ہے کہ یہ زندہ ہوجائے۔ اس کے بعد آپ ایک طرف تشریف لے گئے۔ دو رکعت نماز پڑھی اور دونوں ہاتھ دعا کے لیے بلند کیے لبہائے مبارک کو کچھ حرکت دی۔ پھر اُٹھے اور آگے بڑھ کر اس گائے کو لکڑی چبھو کر اٹھایا اپنے پاؤں سے ٹھوکر لگائی۔ وہ سیدھی زمین پر کھڑی ہو گئی۔ جب اس عورت نے دیکھا کہ میری گائے مرگئی تھی اب کھڑی ہوگئی تو چلا اٹھی، اے لوگو! ربِ کعبہ کی قسم یہ تو عیسیٰ ابن مریم ہیں۔

راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد آپ لوگوں کی بھیڑ میں مل جل گئے تاکہ آپ کو کوئی پہچان نہ سکے۔ اللہ اُن پر اور اُن کے آبائے طاہرین پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔

(بصائرالدرجات جلد ۶ باب ۴ ص ۶۹)

• علی بن حکم نے بھی عبداللہ بن مغیرہ سے ایسی ہی روایت کی ہے۔ (الکافی جلد ۱ ص ۴۸۴)

(۳۶) امام کو مختلف زبانوں کا علم ہوتا ہے

حمّاد بن فرا نے معتب سے روایت کی ہے۔ انھوں نے بتایا کہ حضرت ابوالحسن علیہ السلام کی کوئی اولاد نظر نہیں آتی تھی۔ تو ایک دن آپ کے دونوں بھائی اسحاق اور محمد آپ کے پاس آئے اور اس وقت حضرت ابوالحسن کسی ایسی زبان میں گفتگو فرما رہے تھے جو عربی نہیں تھی۔ اتنے میں ایک سقلابی غلام آیا۔ آپ نے اس سے اسی کی زبان میں گفتگو فرمائی۔ اس کے بعد اُٹھے اور اپنے فرزند علیؑ

کو لیکر آئے اور بھائیوں سے فرمایا، یہ میرا فرزند علیؑ ہے۔ بھائیوں نے انھیں گلے لگایا اور یکے بعد دیگرے اُن کے بوسے لیے۔ پھر اُن سے ان ہی زبان میں گفتگو کی اور انھیں گود میں اُٹھا کر لے گئے۔ اور پھر آپ ابراہیم کو لیکر آئے اور فرمایا، یہ بھی میرا فرزند ہے۔ اُن سے بھی کچھ گفتگو کی اور انھیں بھی اُٹھا کر اندر لے گئے۔ اسی طرح مسلسل ایک بچے کے بعد دوسرے بچے کو لاتے رہے یہانتک کہ پانچ بچوں کو لائے اور اُن سے باتیں کیں اور سب بچے مختلف شمائل کے تھے اور مختلف زبانیں بولتے تھے۔ (مثلاً فارسی، عربی، حبشی۔ رومی۔ سندھی وغیرہ)

(بصائر الدرجات جلد ، باب ۱۱ صـ ۹۵)

(۳۷) علمِ منطق الطّیر (پرندوں کی زبان جاننے کا علم)

علی ابن ابی حمزہ کا
بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن علیہ السلام کے غلاموں میں سے ایک غلام آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا، میری خواہش ہے کہ آج آپ میرے یہاں کھانا کھائیں۔ یہ سن کر آپ اُٹھے اور اُس کے ساتھ گئے اور اُس کے گھر میں تشریف لے گئے اور ایک تخت پر تشریف فرما ہوئے۔ اُس تخت کے نیچے ایک کبوتروں کا جوڑا آپس میں خوش وخرّم تھے اور دل خوش کرنے والی باتوں میں مصروف تھے۔ ادھر وہ غلام جب اپنے گھر میں سے کھانا لیکر واپس ہوا تو دیکھا کہ حضرت ابوالحسن علیہ السلام تبسّم فرما رہے ہیں۔ اُس نے آپ تبسّم کی وجہ معلوم کی: آپ نے ارشاد فرمایا۔ تخت کے نیچے کبوتروں کا جوڑا آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ نر اپنی مادہ سے کہہ رہا تھا کہ میری پیاری! اس ذات کے سوا جو اس وقت تخت پر تشریف فرما ہے میرے نزدیک روئے زمین پر اور کوئی تجھ سے زیادہ پیارا نہیں ہے۔
راوی کا بیان ہے کہ میں نے پوچھا میں آپ کے صدقے ؛ کیا آپ طائروں کی زبان بھی جانتے ہیں ؟ آپ نے فرمایا، ہاں ہمیں طائروں کی زبان بھی سکھا دی گئی ہے۔ اس کے علاوہ بھی ہم کو ہر شے ملی ہے۔ (بصائر الدرجات جلد، باب ۱۴ صـ ۱۰)

(۳۸) بہائم کی زبان کا علم

احمد بن ہارون موفق سے روایت ہے (اور ہارون بن موفق آپ کا غلام تھا) اس کا بیان ہے کہ میں حضرت ابوالحسن کی خدمت میں سلام کے لیے حاضر ہوا، تو آپ نے فرمایا۔ اپنی سواری لے لو۔ ذرا آج ہم اپنی املاک پر

جانا چاہتے ہیں: یہ سن کر میں فوراً اپنے دو ستونوں والے خیمے (چھولداری) پر پہونچا جو پانی کی ایک نالی کے قریب نصب تھا، وہاں ہریالی تھی اور فرحت بخش مقام تھا۔ وہاں پہونچ کر میں نے آپ کے لیے ایک چھولداری نصب کردی اور وہیں انتظار میں بیٹھ گیا، یہاں تک کہ آپ اپنے گھوڑے پر تشریف لائے۔ میں نے آپ کے قدموں کا بوسہ لیا اور رکاب تھامی۔ آپ گھوڑے سے اُترے۔ پھر میں نے چاہا کہ لگام پکڑ لوں مگر آپ نے انکار کیا اور خود ہی لگام کو گھوڑے کے سر سے نکال لیا اور چھولداری کی طناب میں لٹکا دیا۔ اور بیٹھ گئے۔ اس وقت میرے گھر آنے کا سبب دریافت کیا۔ میں نے سبب بتایا۔ یہ مغرب کا وقت تھا۔ اتنے میں گھوڑا ہنہنانے لگا آپ ہنسے اور فارسی زبان میں کچھ فرمایا اور ایال پکڑ کر فرمایا آگے بڑھ جاؤ۔ گھوڑے نے سر اُٹھایا نے عنان چھوڑ دی۔ وہ نالیوں اور زراعتوں کو عبور کرتا ہوا خالی میدان میں پہونچا۔ پیشاب کیا اور واپس آگیا۔ آپ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا۔ اللہ نے جو کچھ حضرت داؤد اور آلِ داؤد کو عطا فرمایا تھا اس سے زیادہ اُس نے محمدؐ و آلِ محمدؐ کو عطا فرمایا ہے۔ (بصائر الدرجات جلد، باب ۱۵ صـ ۱۰۱)

(۳۹) درندوں سے کلام کرنا

بطائنی کا بیان ہے کہ ایک دن حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام مدینہ سے باہر اپنی زراعت پر تشریف لے گئے میں بھی آپ کے ہمراہ تھا۔ آپ اپنے گھوڑے پر سوار تھے اور میں اپنے گدھے پر۔ ابھی ہم راستہ ہی میں تھے کہ ناگاہ ایک شیر سامنے آگیا۔ میں خوف زدہ ہو کر ٹھٹک گیا اور حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام بلاخوف وخطر آگے بڑھے۔ میں نے دیکھا کہ وہ شیر ہمہ بھرتا ہوا آپ سے اظہارِ اطاعت کر رہا تھا۔ آپ کھڑے ہوگئے اور اس کے ہمہ کو بغور سننے لگے۔ شیر آپ کے گھوڑے کی ران پر اپنا ہاتھ رکھے ہوئے تھا۔ یہ دیکھ کر میں اور بھی خوفزدہ ہوا۔ تھوڑی دیر کے بعد شیر راستہ چھوڑ کر ایک طرف کو ہوگیا۔ اور حضرت ابوالحسن علیہ السلام قبلہ رُو ہو کر دعا فرمانے لگے آپ کے لبہائے مبارک حرکت میں تھے مگر میں نہیں سمجھ سکا کہ آپ کیا فرما رہے ہیں۔ پھر آپ نے شیر کو اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ واپس جاؤ۔ شیر کچھ دیر تک اپنی زبان کچھ کہتا رہا اور آپ آمین آمین کہتے رہے۔ پھر حضرت ابوالحسن علیہ السلام آگے بڑھے میں آپ کے پیچھے پیچھے چلتا رہا۔ جب اس مقام سے ذرا دور پہونچے تو میں نے عرض کیا۔ میں آپ پر قربان اس شیر کا کیا معاملہ ہے۔ خدا کی قسم میں تو بہت ہی خوفزدہ ہو رہا تھا کہ کہیں آپ کو گزند نہ پہونچائے مگر

آپ سے تو اُس کا سلوک ہی عجیب تھا۔

آپ نے فرمایا کہ وہ اِس لیے آیا تھا کہ اُس کی شیرنی کو دردِ زہ عارض تھا۔ ولادت میں مشکل درپیش تھی۔ مجھ سے گذارش کر رہا تھا کہ آپ اللہ سے دُعا فرمائیں کہ مشکل آسان ہو: میں نے اُس کے لیے دُعا و آمین کہی۔ اور مجھے بذریعہ الہام معلوم ہو گیا کہ اُس کی شیرنی کے ایک نر بچہ پیدا ہو گیا ہے۔ میں نے اُس کو یہ خوشخبری سنا دی: اُس نے کہا "اب آپ جہاں تشریف لے جا رہے تھے تشریف لے جائیں، اللہ تعالیٰ آپ پر آپ کی ذریت پر اور آپ کے شیعوں پر کسی درندے کو مسلط نہ فرمائے" میں نے کہا آمین۔ (الخرائج والجرائح ص۲۳۴ ۔ مناقب جلد ۳ ص۴۱۶ ۔ الارشاد ص۳۱۵)

(۴۰) اللہ پر بھروسہ کرو وہی کافی ہے

احمد بن عمر حلال کا بیان ہے کہ

میں نے سنا کہ اخرس حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کو بُرا بھلا کہتا ہے تو میں نے ایک چھری خریدی اور دل میں کہا کہ خدا کی قسم! میں اس کو قتل کر دوں گا ذرا یہ مسجد سے نکلے تو یہی یہ سوچ کر میں اُٹھا اور جا کر اس کے آنے کا انتظار کرنے لگا کہ اچانک حضرت ابوالحسن علیہ السلام کا ایک رقعہ میرے پاس پہونچا جس میں تحریر تھا کہ تجھے میرے حق کی قسم اخرس سے اپنا ہاتھ روک لے۔ بس اللہ ہی ہمارے لیے کافی ہے۔ چنانچہ چند ہی دنوں میں اخرس مر گیا۔

(الخرائج والجرائح ص۲۳۵)

(۴۱) ایک پیش گوئی

اسماعیل بن عیسیٰ سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ ہم حضرت ابوالحسن علیہ السلام کے ساتھ ایک مرتبہ عمرہ میں تھے اور ہمارا قیام ایک امیر کے قصر میں تھا اُس نے کوچ کا حکم دیا تو ہم نے محملیں باندھنی شروع کر دیں اور اس میں کچھ اہل و عیال بھی سوار ہو گئے اور حضرت ابوالحسن علیہ السلام اُس وقت ایک مکان میں تھے آپ برآمد ہوئے اور دروازے پر کھڑے ہو کر آواز دی۔ کہ تم لوگ اپنی اپنی محملوں سے اتر جاؤ دیر نہ لگاؤ کیونکہ ابھی ابھی ایک سیاہ آندھی آنے والی ہے جو اونٹوں کو بھی اُڑا دیگی: چنانچہ آپ کے ارشاد کے مطابق تھوڑی ہی دیر میں ایک سیاہ آندھی آئی اور میں گواہ ہوں کہ میں نے اپنے اونٹوں کو دیکھا جن پر ہودج تھے اور ہم اور ہمارے بھائی اُن پر سوار تھے کہ وہ اونٹ

چلتے چلتے کھڑا ہو گیا اور مع ہودج کے ایک طرف گر پڑا۔

(الخرائج والجرائح)

• کشف الغمہ میں بھی بحوالہ دلائلِ حمیری اسماعیل سے یہی روایت ہے (کشف الغمہ جلد ۳ ص۱۸)

(۴۲) علم الاسرار

ابن یقطین سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں ہارون الرشید کے پاس کھڑا ہوا تھا کہ اتنے میں شاہِ روم کی طرف سے تحفے اور ہدیے آئے اور اُن میں سیاہ ریشمی جُبّے تھے جو سونے کے تاروں سے بنے ہوئے تھے اور اس قدر عمدہ تھے کہ میں کبھی دیکھے بھی نہ تھے۔ ہارون الرشید نے مجھے اُن جُبّوں میں سے ایک جُبّہ مجھے بخش دیا۔ اور میں نے اُس جُبّے کو حضرت امام ابوابراہیم (ابوالحسنؑ) علیہ السلام کی خدمت میں بھیج دیا۔ اس واقعے کو تقریباً نو ماہ کا عرصہ گذر گیا۔ ایک دن میں ہارون الرشید کے پاس سے کھانا کھا کر گھر واپس ہوا، تو میرا وہ خادم جو کپڑے وغیرہ رکھتا تھا آکر کھڑا ہو گیا، اُس کے ہاتھ میں ایک رومال اور ایک خط تھا جس پر تازہ مہر لگی ہوئی تھی اُس نے کہا، ابھی ابھی ایک شخص آیا تھا اور وہ کہہ گیا ہے کہ جیسے ہی تمھارا مالک گھر آئے یہ خط اور یہ سامان فوراً اُس کو دے دینا۔

میں نے خط لیکر کھولا تو وہ حضرت ابوابراہیم علیہ السلام کا تھا اور اس میں تحریر تھا کہ "اے علی بن یقطین اس وقت تمھیں اِس جُبّے کی ضرورت ہے اِس لیے تمھارے پاس بھیج رہا ہوں۔ اب میں نے رومال کو کھول کر دیکھا تو اُس میں وہی جُبّہ تھا جو میں نے آنجناب کی خدمت میں کیا تھا۔ میں نے اُس کو بحفاظت رکھ لیا۔ تھوڑی ہی دیر گذری تھی کہ ہارون رشید کا خادم پہونچا اور بغیر اجازت اندر آ گیا اور بولا کہ چلو تم کو امیر المومنین نے طلب کیا ہے۔ میں نے کہا کہ ابھی تو میں آرہا ہوں۔ بات کیا ہے؟ کیوں بلایا ہے؟

اُس نے کہا، ہمیں نہیں معلوم۔ میں نے اپنی سواری لی اور ہارون کے پاس پہونچا تو دیکھا کہ ہارون کے سامنے عمر بن بزیع کھڑا ہوا ہے۔ ہارون نے مجھ سے دریافت کیا کہ تم نے وہ جُبّہ کیا کیا؟ جو میں نے تم کو دیا تھا: میں نے کہا، امیر المومنین نے تو مجھے بہت سے جُبّے وغیرہ عطا فرمائے ہیں۔ اس وقت آپ کس جُبّے کے متعلق دریافت فرما رہے ہیں؟ ہارون نے کہا، وہ کالا ریشمی رومی جُبّہ، جو سونے کے تاروں والا تھا۔ میں نے کہا، یا امیر المومنین! میں اس کو اور کیا کروں گا، اسے تو اکثر و بیشتر میں پہنتا ہوں، نماز پڑھتا

ہوں اور ابھی ابھی تو میں اُس جُبّے کو پہننے کے لیے منگوایا تھا۔ ہارون نے عمر بن بزیع کی طرف دیکھا، اُس نے کہا کہ اگر ایسا ہے تو ان سے کہیے کہ ابھی ابھی حاضر کریں۔ میں نے فوراً ایک خادم کو بھیجا اور وہ جا کر جُبّہ لے آیا۔ جب ہارون الرشید نے وہ جُبّہ دیکھا تو بولا، اے عمر! اب خبردار، علی بن یقطین کے خلاف میرے سامنے کبھی ایک لفظ منھ سے نہ نکالنا۔

علی بن یقطین کا بیان ہے کہ پھر ہارون الرشید نے وہ جُبّہ اور اُس کے ساتھ پچاس ہزار درہم دیے۔ میں اُس کو لیکر اپنے گھر آیا۔ علی بن یقطین کہتا ہے کہ وہ چغلخور خود میرا چچازاد بھائی تھا۔ اللہ نے اُس کا منھ کالا کیا اور اس کا جھوٹ ثابت ہو گیا۔ خدا کا شکر ہے۔

(الخرائج والجرائح صـ۲۰۳)

- عیون المعجزات میں بصائر الدرجات سے منقول علی بن یقطین کی یہ روایت موجود ہے۔ (عیون المعجزات صـ۸۹)

(۴۳) ــــ اِنہدامِ مکان کی پیشگی اطلاع

عیسیٰ مدائنی کا بیان ہے کہ ایک سال میں مکۂ مکرمہ گیا، وہاں کچھ دنوں قیام کیا، پھر دل نے کہا کہ جس طرح مکۂ مکرمہ میں قیام کیا اسی طرح مدینۂ منورہ میں بھی قیام کرنا چاہیے اس میں زیادہ ثواب ملے گا۔ لہٰذا میں مدینۂ منورہ پہونچا اور مسجد کے ایک طرف حضرت ابوذر کے مکان کے پہلو میں اُترا۔ پھر اپنے مولا و آقا حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی خدمت میں برابر جانے آنے لگا۔ اسی اثنا میں مدینۂ منورہ میں سخت بارش شروع ہو گئی میں حضرت ابوالحسن علیہ السلام کی خدمت میں ایک دن سلام کے لیے پہونچا۔ بارش ہو ہی رہی تھی جیسے ہی میں آپ کی خدمت میں پہونچا، سلام بجا لایا، آپ نے بغیر میرے کچھ کہے ہوئے ارشاد فرمایا وعلیك السّلام اے عیسیٰ! فوراً واپس جاؤ تمھارا مکان منہدم ہو گیا ہے اور تمھارا سامان اس میں دب گیا ہے۔ میں فوراً پلٹا تو جا کر دیکھا کہ واقعتاً میرا مکان گر چکا ہے۔ پھر میں نے مزدور لیے اُنھوں نے میرا سامان نکال دیا۔ صرف ایک لوٹا تھا جو نہیں نکل سکا۔

دوسرے دن جب میں مولا کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام کیا تو آپ نے دریافت فرمایا، تمھاری کوئی چیز گم تو نہیں ہوئی کہ میں اس کے لیے اللہ سے دعا کروں؟ میں نے عرض کیا نہیں سب چیزیں مل گئیں۔ سوائے ایک لوٹے کے جس سے میں وضو کرتا تھا۔ آپ نے ذرا گردن جھکائی، اس کے بعد سر اٹھایا اور فرمایا میرا خیال ہے کہ تم وہ لوٹا

طہارت خانے میں بھول گئے تھے۔ مالکِ مکان کی کنیز سے دریافت کرو لوٹا اسی کے پاس ہے۔ جب میں نے واپس جا کر مالکِ مکان کی کنیز سے لوٹے کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ آپ اپنا لوٹا طہارت خانے میں بھول گئے تھے لوٹا میرے پاس ہے اور پھر اس نے وہ لوٹا واپس کر دیا۔ (الخرائج والجرائح)

- کشف الغمہ میں بحوالہ دلائلِ حمیری عیسیٰ بن مدائنی سے یہی روایت منقول ہے۔ (کشف الغمہ جلد ۳ صـ۴۵)

(۴۴) ــــ جندب کے برادر کی موت کی اطلاع

علی بن ابی حمزہ سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ اتنے میں اہلِ رَے کا ایک شخص آیا جس کا نام جندب تھا اُس نے آکر آپ کو سلام کیا اور بیٹھ گیا، اور حضرت ابوالحسن علیہ السلام نے اُس کی خیر و عافیت دریافت فرمائی، پھر اُس سے فرمایا، اے جندب تمھارے بھائی کا کیا ہوا، وہ بھی بخیریت ہے؟ اُس نے کہا کہ میرے بھائی نے آپ کو سلام کہا تھا وہ اب بخیریت ہے۔ لیکن فوراً ہی آپ نے فرمایا، اے جندب! اللہ تعالیٰ تم کو تمھارے بھائی کے غم میں صبر کرامت فرمائے: اُس نے کہا (آپ یہ کیا فرما رہے ہیں) ابھی تو صرف تیرہ دن ہوئے کہ کوفہ سے اس کا خیریت نامہ آیا ہے۔

آپ نے فرمایا، خدا کی قسم وہ اس خط کے لکھنے کے دو دن بعد انتقال کر گیا۔ اور کچھ مال اس نے اپنی عورت کو دیا ہے اور کہدیا ہے کہ اس مال کو رکھو جب میرا بھائی آئے تو اس کو دے دینا۔ اور اس عورت نے وہ مال جس مکان میں وہ رہتا تھا، دفن کر دیا ہے۔ لہٰذا جب تم اس کے پاس جاؤ تو اُس سے نرمی سے گفتگو کرنا، بلکہ اُس کو اپنے نکاح میں لے لینے کے لیے کہنا تو وہ مال تجھے دیدے گی۔

علی بن ابی حمزہ کا بیان ہے کہ جندب ایک بڑا خوبصورت آدمی تھا۔ کچھ دنوں کے بعد جب میری اُس سے ملاقات ہوئی تو میں نے اُس سے حضرت ابوالحسن علیہ السلام کے ارشاد کے متعلق دریافت کیا، تو اُس نے کہا، خدا کی قسم میرے مولا نے بالکل ہی سچ فرمایا تھا۔ اس میں نہ تو کچھ کم تھا اور نہ زیادہ، نہ میرے بھائی کے خط اور وصیت کے متعلق اور نہ مال کے بارے میں جو کچھ آپ نے ارشاد فرمایا وہ سب درست تھا۔ (الخرائج والجرائح)

- عیون المعجزات میں علی بن ابی حمزہ سے یہی روایت ہے۔ (عیون المعجزات صـ۸۷)

- کتاب النجوم میں دلائلِ حمیری کے حوالہ سے یہی روایت منقول ہے۔

(فرج الہموم ص ۲۳۰)

- کشف الغمۃ میں دلائلِ حمیری کے حوالہ سے یہی روایت منقول ہے۔

(کشف الغمہ جلد ۳ ص ۴۶)

(۴۵) علمِ منایا (نیتوں کا علم)

ابن ابی حمزہ سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ
حضرت ابوالحسن علیہ السلام کا ایک عقیدت مند میرا دوست تھا، اُس کا بیان ہے کہ ایک دن میں اپنے گھر سے نکلا تو ایک نہایت حسین و جمیل عورت نظر آئی اور اس کے ساتھ ایک دوسری عورت بھی تھی۔ میں اُس کے پیچھے ہولیا اور موقع پاکر پوچھا۔ کیا تم مجھ سے متعہ کے لیے راضی ہو؟ یہ سن کر وہ میری طرف متوجہ ہوئی اور بولی، اگر تمھارے پاس کوئی ہماری جنس ہے تو ہمیں نامنظور ہے ورنہ آؤ ہمارے ساتھ۔ میں نے کہا، میرے پاس کوئی زوجہ نہیں ہے۔ یہ سن کر وہ میرے ہی ساتھ چل دی اور میرے مکان میں داخل ہوئی۔ اور ابھی اُس نے اپنے پاؤں کا ایک ہی موزہ اتارا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ میں باہر نکلا تو دیکھا کہ موفق ہے میں نے پوچھا، کیا بات ہے؟ اُس نے کہا، حضرت ابوالحسن علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ وہ عورت جو تمھارے ساتھ اس وقت گھر میں ہے اسے باہر نکال دو اور اسے ہاتھ بھی نہ لگانا۔
یہ سن کر میں اندر گیا اور اس عورت سے کہا، محترمہ اپنے موزے پہنو اور باہر جاؤ۔ اُس نے اپنا موزہ پہنا اور باہر نکل گئی۔ موفق نے مجھ سے کہا کہ اندر سے دروازہ بند کرلو۔ میں نے دروازہ بند کرلیا۔ پھر خدا کی قسم ابھی اس عورت کو گئے ہوئے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی میں دروازہ پر کان لگائے ہوئے کھڑا تھا کہ ایک فتنہ پرداز شخص آکر اُس عورت سے ملا اور بولا، تو اتنی جلد باہر کیوں نکل آئی؟ کیا میں نے تجھ سے نہیں کہا تھا کہ ہرگز باہر نہ نکلنا۔ اس عورت نے جواب دیا۔ کیا بتاؤں، اس ساحر و جادوگر کا قاصد آگیا اور اُس نے حکم دیا کہ اس عورت کو نکالدو، اس لیے اس نے نکال دیا۔
راوی کہتا ہے کہ عشار کے وقت میں حضرت ابوالحسن علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا، وہ عورت بنی اُمیہ کے ایک لعنتی گھرانے کی تھی، اس کے پاس پھر نہ جانا۔ لوگوں نے اسے بھیجا تھا اور چاہا تھا کہ اُسے تمھارے مکان سے برآمد کریں۔ خدا کا شکر ہے کہ اُس نے اُس عورت کو باہر نکالدیا۔

(الخرائج والجرائح)

- علی بن حمزہ کا بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن علیہ السلام نے ایک کام کے لیے مجھے بھیجا۔ جب میں واپس آیا تو دیکھا کہ معتب (آپ کا ملازم) دروازے پر ہے۔ میں نے اُس سے کہا، جاؤ آقا کو میرے آنے کی خبر کردو۔ معتب اندر گیا۔ اتنے میں ایک عورت میری طرف سے ہوکر گذری، میں نے اپنے جی میں کہا، اگر معتب کو میں نے اپنے آنے کی اطلاع دینے کے لیے نہ بھیجا ہوتا تو میں اس عورت کے پیچھے لگتا اور اسے متعہ پر راضی کرتا۔
الغرض معتب باہر نکلا اور کہا، اندر چلو، میں اندر گیا تو دیکھا کہ حضرت ابوالحسن علیہ السلام اپنے مصلّے پر ہیں اور اس کے نیچے ایک چھوٹا سا تکیہ ہے۔ آپ نے اس کے نیچے ہاتھ بڑھایا اور ایک رقم کی تھیلی نکالی اور مجھے دی اور کہا اس عورت سے جاکر ملو وہ ایک چارہ فروش کی دوکان پر ہے اور کہہ رہی ہے کہ اے بندۂ خدا، تو نے مجھے روک رکھا ہے۔ میں نے کہا کیا وہ میرے متعلق کہتی ہے؟ آپ نے فرمایا، ہاں۔ میں فوراً وہاں گیا اور اس سے متعہ کیا۔

(الخرائج والجرائح)

(۴۶) سرقے کی تلافی

بکار قمی کا بیان ہے کہ میں نے چالیس حج کیے۔
جب آخری حج کرنے لگا تو اخراجات کے لیے رقم ختم ہوگئی۔ میں مکہ آیا، وہاں قیام کیا میرا ارادہ تھا کہ جب سب لوگ مدینہ سے نکل جائیں تو مدینہ جاؤں، قبرِ رسولؐ کی زیارت کروں اور اپنے مولا حضرت ابوالحسن موسیٰ علیہ السلام کی زیارت کروں اور ممکن ہے کوئی کام وغیرہ مل جائے تو اُس سے رقم کما کر راہِ کوفہ کے اخراجات پورے کروں۔
الغرض میں مدینہ گیا۔ روضۂ رسولؐ پر پہونچکر سلام بجالایا، پھر مصلیٰ (ایک مقام کا نام ہے) کی طرف آیا جہاں مزدور، مزدوری کے لیے اکٹھے ہوتے ہیں۔ میں بھی اُن ہی میں جاکر کھڑا ہوگیا اس اُمید پر کہ اللہ کوئی مزدوری دلادے تو کام بنے۔
ابھی میں وہاں پر کھڑا ہی ہوا تھا کہ ایک شخص آیا اور سارے مزدور اُس کے گرد جمع ہوگئے۔ میں بھی اُن ہی کے ساتھ جاکر کھڑا ہوگیا۔ وہ شخص اُن میں سے چند مزدوروں کو لیکر چلا تو میں اس کے پیچھے پیچھے ہولیا اور کہا، اے اللہ کے بندے! میں ایک مسافر ہوں اگر مناسب ہو تو مجھے بھی ساتھ لے چلو اور جو چاہو مزدوری کرالینا۔ اُس شخص نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تم کوفے کے رہنے والے ہو؟ میں نے کہا، جی ہاں: اُس نے کہا اچھا تم بھی چلو۔ چنانچہ میں مزدوروں کے ہمراہ چلدیا۔ وہاں ایک بہت بڑا مکان تھا جو جدید طرز پر

تعمیر ہو رہا تھا۔ اس میں میں نے کام شروع کر دیا اور چند دنوں کام کیا۔ وہاں ہمیں مزدوری صرف ہفتہ میں ایک دن ملتی تھی۔ میں نے دیکھا کہ وہاں پر عمال خود کام نہیں کرتے تھے تو میں نے ٹھیکیدار (وکیل) سے کہا کہ آپ مجھے ان مزدوروں پر عامل بنا دیں، میں ان سے کام بھی لوں گا اور خود بھی کام کروں گا۔ اُس نے کہا، اچھا میں نے تم کو عامل بنا دیا۔ تم کام بھی لو اور خود بھی کام کرو۔

راوی کا بیان ہے کہ ایک دن میں سیڑھی پر کھڑا ہوا تھا کہ دیکھا، حضرت ابوالحسن علیہ السلام تشریف لا رہے ہیں آپ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا، اے بکار! تم نیچے اترو۔ میں نیچے اترا تو آپ مجھے ایک طرف لے گئے اور دریافت فرمایا، تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ میں نے عرض کیا، میں آپ پر قربان، میرا سارا سفر خرچ ختم ہو چکا تھا۔ اس لیے میں نے یہاں مزدوری شروع کر دی۔

الغرض جب دوسرا دن آیا اور مزدوری تقسیم ہونے لگی تو حضرت ابوالحسن علیہ السلام خود تشریف لائے اور دروازے پر بیٹھ گئے۔ آپ کا وکیل ایک ایک مزدور کو بلاتا اور مزدوری دلاتا اور جب میں قریب جانے کی کوشش کرتا تو آپ ہاتھ سے ٹھہرنے کا اشارہ فرما دیتے۔ بالآخر جب سب کو مزدوری دے چکے تو مجھ سے فرمایا ادھر آؤ میں قریب گیا تو آپ نے رقم کی ایک تھیلی دی جس میں پندرہ دینار تھے اور فرمایا، لو یہ تمھارا کوفے تک کا سفر خرچ ہے۔

پھر فرمایا، کل ہی چلے جاؤ۔ میں نے عرض کیا بہت اچھا، میں آپ پر قربان، میں آپ کی بات (حکم) کو رد نہ کروں گا، اور اس کے بعد آپ تشریف لے گئے اور اپنے ایک آدمی کو بھیجا اُس نے آکر کہا کہ حضرت ابوالحسن علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جانے سے قبل میرے پاس آنا۔ دوسرے دن میں آپ کی خدمت میں گیا، آپ نے فرمایا ابھی نکل جاؤ تاکہ مقام فد پر پہونچ جاؤ۔ کچھ لوگ کوفے جا رہے ہیں اُن کا اور تمھارا ساتھ ہو جائے گا اور یہ خط لو، اسے علی ابن حمزہ کو دے دینا۔

راوی کا بیان ہے کہ میں وہاں سے چلا اور خدا کی قسم مجھے راستے میں کوئی نہ ملا یہاں تک کہ مقام فد پر پہونچ گیا۔ وہاں دیکھا کہ کچھ لوگ کوفے جانے کی تیاری کر رہے ہیں اور کل روانہ ہوں گے۔ میں نے ایک اونٹ خریدا اور اُن کے ہمراہ کوفے چلا۔ رات کے وقت کوفے میں داخل ہوا۔ دل میں کہا کہ اس وقت اپنے گھر چلتا ہوں آج رات آرام سے سو جاؤں کل مولا کا خط علی ابن ابی حمزہ کو پہونچا دوں گا۔ یہ سوچ کر میں اپنے گھر آیا تو لوگوں

نے بتایا کہ میرے آنے سے چند دن پہلے میری دوکان میں چور گھسے تھے۔

جب صبح ہو گئی تو میں نے نماز صبح پڑھی اور بیٹھا ہوا یہ سوچ رہا تھا کہ میری دکان سے کیا کیا چوری ہو گیا ہوگا کہ اتنے میں دروازے پر دستک ہوئی۔ میں باہر نکلا تو دیکھا کہ علی بن ابی حمزہ ہیں۔ میں نے اُن سے معانقہ کیا۔ بعد سلام اُنھوں نے مجھ سے کہا، اے بکار! آقا کا خط مجھے دو۔ میں نے کہا، ہاں ہاں میں تو خود ہی لیکر آنے والا تھا۔ اُنھوں نے کہا، اچھا لاؤ اب تو میں خود ہی آگیا ہوں۔ مجھے معلوم ہوا تھا کہ تم کل رات ہی یہاں پہونچے ہو چنانچہ میں نے خط نکال کر انھیں دیا۔ اُنھوں نے خط لیا، اُس کو بوسہ دیا، آنکھوں سے لگایا اور آبدیدہ ہو گئے۔ میں کہا آپ کیوں گریہ کر رہے ہیں: اُنھوں نے کہا، آقا کی ملاقات کا شوق۔ اس کے بعد خط کھول کر پڑھا۔ پھر سر اُٹھایا اور بولے، اے بکار! تمھارے یہاں چوری ہو گئی۔؟ میں نے کہا جی ہاں؛ جو کچھ تھا سب چور لے گئے۔

اُنھوں نے کہا، لو اللہ نے تمھارا نقصان پورا کر دیا۔ میرے مولا نے اس خط میں مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمھارا نقصان پورا کر دوں اور اس کے لیے چالیس دینار مجھے دیئے ہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے اپنی دوکان پھر سجائی اور نقصان کا اندازہ کیا معلوم ہوا کہ چالیس دینار کا مال چوری ہوا تھا۔ (الخرائج والجرائح ص ۲۰۱)

(۴۷) قید میں امام سے دو عالموں کی ملاقات

اسحاق ابن عمار کا بیان ہے، کہ جب ہارون الرشید نے حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام کو قید خانہ میں بند کیا۔ تو ابوحنیفہ کے دو شاگرد، ابو یوسف اور محمد بن حسن آپ کے پاس ملاقات کے لیے گئے۔ اور اُنھوں آپس میں کہا کہ ہماری بھی علمی حیثیت ان سے کم نہیں ہے۔ یا اُن کے برابر ہوگی یا اُن سے کچھ کم و بیش ہوگی۔ یہ کہہ کر وہ دونوں آپ کے سامنے بیٹھ گئے۔ اتنے میں سندی بن شاہک کا مقرر کردہ ایک محافظ حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ میری ڈیوٹی کا وقت ختم ہو گیا ہے میں جا رہا ہوں اگر آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو فرمائیں جب میں دوبارہ ڈیوٹی پر آؤں گا تو لیتا آؤں گا؟

آپ نے فرمایا، نہیں مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ جب وہ محافظ چلا گیا، تو آپ نے فرمایا، کس قدر تعجب ہے کہ یہ شخص مجھ سے میری ضرورت کی چیز کو پوچھتا ہے اور کہتا ہے کہ جب دوبارہ آؤں گا تو لیتا آؤں گا حالانکہ آج رات ہی اس کا انتقال ہو جائے گا۔ یہ سن کر

ابو یوسف اور محمد بن حسن دونوں وہاں سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور ایک دوسرے سے بولے۔ ہم تو ان کے پاس اس لیے آئے تھے کہ ان سے کچھ فرائض اور سُنن پر گفتگو کریں گے مگر انھوں نے تو ایسی بات کہی جیسے کہ ان کے پاس علم غیب ہے۔

پھر ان دونوں نے اس محافظ کے ساتھ ایک آدمی مقرر کر دیا اور کہا کہ اس کے ساتھ رہنا اور دیکھنا کہ آج شب اس محافظ پر کیا گذرتی ہے اور کل آکر ہمیں بتانا کہ کیا ہوا وہ شخص اس محافظ کے گھر تک اس کے پیچھے پیچھے گیا اور اس کے مکان سے متصل ایک مسجد میں شب بھر قیام کیا۔ جب صبح ہوئی تو اس کے مکان سے رونے پیٹنے کی آوازیں بلند ہوئیں اور اہل محلہ جمع ہونے لگے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ محافظ بغیر کسی علالت کے اچانک انتقال کر گیا ہے۔ یہ سُن کر وہ شخص ابو یوسف اور محمد بن حسن کے پاس آیا اور انھیں محافظ کی موت کی اطلاع دی۔

چنانچہ اس تصدیق کے بعد یہ دونوں پھر حضرت ابوالحسن علیہ السلام کے پاس آئے اور عرض کیا کہ اب ہمیں یقین آیا کہ آپ مسائل حلال وحرام سے بھی بخوبی واقف ہوں گے لیکن آپ یہ تو فرمائیں کہ اُس محافظ کی موت کا علم آپ کو کیسے ہوا کہ وہ اسی شب کو انتقال کر جائے گا؟ آپ نے ارشاد فرمایا، یہ علم مجھے بھی اسی دروازے سے ملا ہے جہاں سے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لے کر حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو عطا فرمایا تھا۔ جب آپ نے یہ فرمایا تو وہ دونوں حیران رہ گئے اور ان سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔

(الخرائج والجرائح ص ۲۰۲)

(۴۸) ابو بصیر کی موت کا علم

اسحاق بن عمار کا بیان ہے کہ ابو بصیر حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے ساتھ مکۂ مکرمہ سے مدینۂ منورہ کے لیے روانہ ہوئے تو حضرت ابوالحسن علیہ السلام نے مقام زبالہ پر منزل فرمائی، اور علی بن ابی حمزہ کو طلب کیا۔ وہ ابو بصیر کے شاگرد تھے۔ آپ نے ابو بصیر کی موجودگی میں ہی علی بن حمزہ کو چند ہدایات دیں اور فرمایا کہ جب ہم کوفہ پہونچیں تو تمھیں فلاں فلاں کام انجام دینا ہے۔

یہ سُن کر ابو بصیر کو غصہ آیا اور وہ آپ کے پاس سے اُٹھ کر چلے گئے اور بولے خدا کی قسم اس سے زیادہ تعجب کی اور کوئی بات نہیں کہ میں اُن کی صحبت میں

آج تک رہا مگر انھوں نے مجھے اپنے کاموں کے قابل ہی نہ سمجھا اور میرے ہوتے ہوئے میرے بچوں سے کام کے لیے کہا۔

دوسرے دن مقامِ زبالہ میں ابو بصیر کو بخار آیا، تو انھوں نے علی بن ابی حمزہ کو بلایا اور کہا کہ میرے دل میں مولا کی طرف سے جو بدگمانی پیدا ہوئی تھی اس کے متعلق، میں اللہ سے معافی چاہتا ہوں۔ واقعتاً انھیں علم تھا کہ میں یہیں مرنے والا ہوں کوفے نہیں پہونچ سکوں گا۔ اس کے بعد انھوں نے چند وصیتیں کیں اور وہیں (مقامِ زبالہ ہی میں) انتقال کیا۔

(الخرائج والجرائح)

(۴۹) خود اپنی ہی موت کی اطلاع

روایت میں ہے کہ علی بن موید کے پاس حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی تحریر آئی کہ تم نے مجھ سے ایسے امور کے بارے میں دریافت کیا ہے جن کے لیے تقیہ ضروری تھا، مگر اب جبکہ ظالم و جابر سلاطین کا دَور گذر چکا اور وہ لوگ دنیا اور اہلِ دنیا کو چھوڑ کر اس سلطانِ عظیم کی بارگاہ میں اپنی سرکشیوں کے جواب کے لیے پہونچ چکے ہیں تو اب میں نے مناسب سمجھا کہ تیرے سوالات کا جواب دوں تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارے ضعیف الاعتقاد شیعہ اپنی لاعلمی اور عدمِ واقفیت کی بنا پر گمراہ ہو جائیں۔ لہٰذا، تم اللہ سے ڈرنا اور نا اہلوں سے ان مسائل کو چھپانا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں جو باتیں تم کو بتا رہا ہوں ان کا افشار و اظہار اوصیار کے لیے ابتلا و مصیبت کا سبب بن جائے اور مجھے اُمید ہے کہ انشاء اللہ، تم ایسا نہ کرو۔ بہرحال سب سے پہلی بات جس کے لیے لازم ہے کہ اسے پوشیدہ رکھو وہ یہ ہے کہ میں اپنی موت کی خبر تم کو دے رہا ہوں کہ ان چند راتوں میں ہی میں رحلت کر جاؤں گا۔ یہ بات حتمی ہے۔ اس امر پہ نہ مجھے کوئی شک ہے نہ کوئی دُکھ ہے، نہ کوئی ندامت ہے۔

اس کے بعد آپ نے دیگر مسائل کے متعلق تفصیل لکھی۔ راوی کا بیان ہے کہ اُن ہی چند دنوں میں آپ نے رحلت فرمائی۔

(الخرائج والجرائح)

(۵۰) صالح بن واقد کی رہائی

صالح بن واقد طبری کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا اے صالح سنو!

تم کو وہ ظالم یعنی ہارون الرشید بلائے گا اور میرے متعلق پوچھے گا تو کہدینا کہ میں ان کو نہیں جانتا اور اگر تم اس کی قید میں چلے گئے تو میں تمھیں حکمِ خدا سے نکال لوں گا۔ صالح کا بیان ہے کہ ایسا ہی ہوا۔ مجھے ہارون الرشید نے طبرستان سے بلایا اور پوچھا کہ تم نے موسیٰؑ بن جعفرؑ کو کیسا پایا؟ مجھے خبر ملی ہے کہ وہ تمھارے پاس تھے؟ میں نے کہا، میں تو انھیں جانتا بھی نہیں، کون موسیٰ بن جعفرؑ؟ یا امیر المومنین! آپ ہی اُن کو اور اُن کے جائے قیام کو بہتر جانتے ہیں۔

ہارون نے کہا لے جاؤ اور اس کو قید میں ڈال دو۔

صالح کا بیان ہے کہ ایک شب سارے قیدی سو رہے تھے اور میں بیٹھا ہوا تھا کہ میں نے دیکھا کہ حضرت ابوالحسن علیہ السلام قیدخانے میں تشریف لائے ہیں اور فرما رہے ہیں اے صالح! میں نے کہا لبیک، فرمایا تم یہاں پہونچ گئے؟ میں نے کہا جی ہاں، یا مولا! فرمایا اچھا، اٹھو اور یہاں سے نکلو، اور میرے پیچھے پیچھے آجاؤ۔ میں اُٹھا اور آپ کے پیچھے پیچھے قیدخانے سے نکل آیا۔ جب ہم راستے پر چلنے لگے تو آپ نے مجھ سے فرمایا، اے صالح دیکھو! قوت و اقتدار درحقیقت اللہ ہی کی طرف سے عطا کردہ ہمارے ہی پاس ہے: میں نے عرض کیا، مگر میں اس ظالم سے چھپ کر کہاں جا سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا تمھارے لیے تمھارا وطن ہی مناسب ہے۔ وہیں پلٹ جاؤ۔ اب وہ تم کو کبھی نہیں پا سکتا۔

صالح کا بیان ہے کہ میں اپنے وطن طبرستان واپس چلا آیا۔ اور خدا کی قسم اس کے بعد اس نے میرے بارے میں کسی سے پوچھا تک نہیں اور نہ اُسے یہ یاد رہا کہ اُس نے مجھے قید کیا ہے یا نہیں۔

(الخرائج والجرائح)

(۵۱) گلزارِ آتش

مفضّل بن عمر سے روایت ہے کہ جب حضرت امام جعفر صادقؑ علیہ السلام نے وفات فرمائی تو امامت کے لیے آپ کی وصیّت اپنے فرزند حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام کے لیے تھی۔ مگر اُن کے بھائی عبداللہ بن امام جعفر صادقؑ نے امامت کا دعویٰ کردیا۔ وہ اس وقت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی اولاد میں سب سے بڑے تھے اور افطح کے نام سے مشہور تھے۔ تو حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے حکم دیا کہ بہت سی لکڑیاں جمع کرو اور اپنے بھائی عبداللہ کو بلوایا اور امامیہ فرقے کے معززین

اور ذی وقار اشخاص کو بھی مدعو کیا۔ ان سب حضرات کی موجودگی میں لکڑیوں میں آگ لگائی گئی۔ جب تمام لکڑیاں جل کر انگاروں کی شکل ہوگئیں تو حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اپنے مقام سے اُٹھے اور اُن انگاروں کے درمیان جاکر تشریف فرما ہوئے اور کچھ دیر تک وہیں بیٹھ کر باتیں کرتے رہے پھر اُٹھے اور اپنے لباس سے راکھ کو جھاڑتے ہوئے سامعین اور مدعوین حضرات کے ساتھ آکر تشریف فرما ہوگئے۔ اس کے بعد اپنے بھائی سے فرمایا کہ اے برادر اگر آپ کا گمان ہے کہ آپ امام ہیں تو آپ بھی آگ کے ان شعلوں اور انگاروں میں بیٹھ کر اپنی صداقت کا مظاہرہ کریں۔

لوگوں کا بیان ہے کہ یہ سن کر عبداللہ کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ وہاں سے اُٹھے اور اپنی ردا سنبھالتے ہوئے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے مکان سے چلے گئے۔

(الخرائج والجرائح)

(نوٹ)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے سب سے بڑے صاحبزادے اسماعیل تھے۔ حیاتِ پدری ہی میں ان کا انتقال ہوگیا تھا۔ تو عبداللہ ابن جعفرؑ اپنے بھائیوں میں سب سے بڑے قرار پائے۔ مگر باپ کی نگاہ میں اُن کی کوئی منزلت نہ تھی اس لیے کہ اُن کا عقیدہ باپ کے خلاف تھا۔ اور اس کا میل جول حشویہ سے تھا یہ مذہب مرجئہ کی طرف مائل تھے۔ اور سن و سال میں سب سے بڑے ہونے کی وجہ سے اُنھوں نے اپنے پدر بزرگوار کی رحلت کے بعد دعوائے امامت کردیا۔ اور دلیل یہ تھی کہ وہ اپنے باپ کی اولاد میں سب سے بڑے ہیں۔ اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے چند اصحاب اُن کی اتباع کرنے لگے، مگر چند دنوں کے بعد اُنھوں نے بھی اُنکا اتباع ترک کردیا۔

ابنِ حزم نے اپنی کتاب "الجمہرۃ" میں تحریر کیا ہے کہ زرارہ جب مدینہ گئے تو اُنھوں نے عبداللہ بن جعفرؑ سے چند مسائلِ فقہ پوچھے اور اُنھوں نے اُن کو بالکل ہی نابلد اور کورا پایا تو پھر اُن کی امامت کو تسلیم کرنا چھوڑ دیا، اور کوفے واپس آئے تو اُن کے اصحاب نے امام کے متعلق دریافت کیا۔ قرآن مجید سامنے رکھا ہوا تھا، زرارہ نے اشارے سے کہا۔ اب ہمارا یہ امام ہے اس کے علاوہ کوئی دوسرا امام ہی نہیں ہے تو شیعوں کا وہ گروہ جو افطحیہ کہا جاتا ہے وہ کٹ گیا۔ ہاں تھوڑے سے باقی رہ گئے ان میں عمار ساباطی، مصدق من صدقہ بھی ہیں جو فطحیہ کے نام سے مشہور ہوئے۔ اس لیے کہ وہ اپنے امام عبداللہ افطح کی طرف منسوب ہیں اور اُن کو افطح اس لیے کہا جاتا تھا کہ ان سر چوڑا یا دونوں

پاؤں چوڑے تھے۔ اور بعض یہ کہتے ہیں کہ چونکہ اُن کے داعی اور سردار کا نام عبداللہ بن افطح تھا اس لیے افطحیہ کہتے ہیں۔

نسابوں نے عبداللہ بن امام جعفر صادقؑ کی اولاد کا کوئی تذکرہ نہیں کیا۔ مگر کہا جاتا ہے کہ اُن کے ایک لڑکا تھا جس کا نام حمزہ تھا۔ اور جب عبداللہ مرے تو ان کے صرف ایک لڑکی تھی۔

ابن حزم نے اپنی کتاب الجمہرہ صفحہ ۵۹ میں تحریر کیا ہے کہ بنی عبید والیانِ مصر ابتدا میں وہ خود کو ان ہی عبداللہ بن جعفرؑ بن محمدؑ کی طرف منسوب کرتے تھے۔ مگر جب ان پر اچھی طرح ثابت ہو گیا کہ اس عبداللہ کے کوئی اولادِ نرینہ ہی نہ تھی، صرف ایک لڑکی تھی تو ان لوگوں نے خود کو اُن کی طرف منسوب کرنا چھوڑ دیا اور پھر اسماعیل بن جعفرؑ کی طرف منسوب کرنے لگے۔

عبداللہ بن افطح کا انتقال حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے انتقال کے ستّر دن کے بعد ہوا اور یہ اللہ کا مومنین پر بڑا کرم ہوا کہ اُن کی مدتِ حیات طویل نہیں ہوئی، ورنہ معلوم نہیں کتنے لوگ محض اس دھوکے میں کہ وہ سب سے بڑی اولاد ہیں اُن کی امامت کے قائل ہو کر گمراہ ہو جاتے۔ (ملل النحل جلد ۲ صفحہ ۶۔ الفرق بین الفرق صفحہ ۴۹ فرق الشیعہ صفحہ ۶۵)

(۵۲) ——— علمِ منایا وبلایا

اسحاق بن منصور کے باپ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ جب حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کو اپنے ایک شیعہ کو اس کی موت کی خبر دے رہے تھے تو میں نے اپنے دل میں کہا، اچھا ان کو یہاں تک معلوم ہے کہ ان کا کون سا شیعہ کب مرے گا۔ میرے دل میں یہ خیال آتے ہی وہ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا جو کچھ کرنا ہو کر ڈالو تمھاری زندگی بھی ختم ہو چاہتی ہے اور اب اس میں دو سال سے بھی کم رہ گئے ہیں اور اسی طرح تمھارا بھائی بھی۔ وہ تمھارے ایک ماہ کے بعد مرے گا اور تمھارے خاندان کا شیرازہ منتشر ہو جائے گا۔ دشمن طعنہ زنی کریں گے اور وہ لوگ اپنے بھائیوں کے رحم و کرم پر رہیں گے۔ بتاؤ کینا یہ تمھارے دل میں تھا؟ میں نے کہا "استغفراللہ۔ پھر منصور کو دو سال بھی پورے نہیں ہوئے کہ وہ مر گیا۔ اس کے بعد ایک ماہ گذرا تھا کہ اس کا بھائی بھی مر گیا۔ پھر اس کے خاندان کے بہت سے لوگ مر گئے اور جو باقی رہ گئے وہ افلاس اور

تنگدستی میں مبتلا ہو گئے اور واقعی اس کے خاندان کا شیرازہ بکھر کر رہ گیا اور نوبت یہاں تک پہونچی کہ صدقات پر بسر اوقات کرنے لگے۔

(بصائر الدرجات جلد ۶ باب ۳ صفحہ ۷۔ الخرائج والجرائح صفحہ ۱۲)

• اسحاق بن عمار سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کو جو ایک شخص کو اُس کی موت کی اطلاع دے رہے تھے میرے دل میں کچھ خیال پیدا ہوا۔ آپ نے میری طرف غصّہ کی نظر سے دیکھا اور فرمایا اسحاق رُشید ہجری تو اُمّتی تھے مگر اُن کے پاس علمِ منایا و بلایا تھا، اور امام تو ایک اُمّتی بدرجہا صاحبِ علم و فضل ہوتا ہے پھر فرمایا اے اسحاق جو کچھ کرنا ہو جلد کر لو موت قریب ہے اس کے بعد اسحاق تھوڑے ہی دن زندہ رہا اور مر گیا، اور اس کے پسماندگان مفلس ہو گئے۔

(الکافی جلد ۱ صفحہ ۴۸۴)

(۵۳) ——— تمام زبانوں کا علم

واضح نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ میرے پدرِ بزرگوار حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے حسین بن العلا سے فرمایا جاؤ میرے لیے ایک نوبیہ کنیز خرید لاؤ۔ حسین نے کہا خدا کی قسم میں ایک بہت اچھی نوبیہ کنیز کو جانتا ہوں۔ وہ ایسی ہے کہ نوبہ میں اس کی شکل و نظیر نہیں ہے البتہ اگر اس میں ایک خرابی نہ ہوتی تو وہ آپ کے لیے بہتر تھی۔ دریافت فرمایا وہ کیا خرابی ہے؟ کہا کہ نہ تو وہ آپ کی زبان جانتی ہے اور نہ آپ اُس کی زبان سے واقف ہیں۔

یہ سُن کر آپ مسکرائے اور فرمایا جاؤ وہی خرید لاؤ۔

راوی کا بیان ہے کہ جب میں اس کو خرید کر آپ کے پاس لایا تو آپ نے اُس سے اُس ہی کی زبان میں اس طرح گفتگو شروع کی۔ آپ نے پوچھا:

تمھارا نام کیا ہے؟ اُس نے کہا، مونسہ: آپ نے فرمایا، ہاں واقعاً تم مونسہ ہو مگر تمھارا نام تو اس کے علاوہ ایک اور بھی تھا، یعنی حبیبہ تھا۔ اُس نے کہا سچ فرمایا آپ نے۔ پھر آپ نے مجھ سے فرمایا اے ابن ابی العلا! اس کے بطن سے میرا ایک ایسا فرزند پیدا ہوگا کہ جس سے زیادہ سخی میری اولاد میں کوئی نہ ہوگا، نہ اس سے زیادہ کوئی شجاع ہوگا، نہ اُس سے زیادہ کوئی عبادت گذار ہوگا۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا، آپ اُس کا نام کیا رکھیں گے؟ تاکہ میں اُس نام سے اُسے پہچان لوں؟ فرمایا، اُس کا نام ابراہیم ہوگا۔

علی بن حمزہ کا بیان ہے کہ میں حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے ساتھ منیٰ میں تھا کہ آپ کا فرستادہ پہونچا اور آپ نے اس سے کہلایا کہ تم مجھ سے منزلِ ثعلبیہ میں ملنا۔ میں ثعلبیہ میں آپ سے ملا۔ آپ کے ساتھ آپ کے اہل و عیال اور آپ کا خادم عمران بھی تھا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا، بتاؤ کیا یہیں قیام کرو گے یا مکہ مکرمہ چلنا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا ان دونوں صورتوں میں جو آپ پسند فرمائیں وہی مجھے بھی پسند ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مکہ تمھارے لیے بہتر ہے۔ پھر آپ نے مجھے اپنے گھر مکہ میں بھیجدیا میں وہاں آیا تو آپ مغرب کی نماز سے فارغ ہو چکے تھے۔ سامنے پہونچا تو فرمایا، اخلع نعليك إنَّكَ بِالْوَادِي المقدس۔ (اپنی جوتیاں اتار دو تم وادیٔ مقدس میں ہو)
میں اپنی جوتیاں اُتار کر آپ کے ساتھ بیٹھ گیا۔ پھر ایک خوان آیا جس میں کھجوروں کا حلوا تھا ہم دونوں نے ملکر کھایا۔ پھر خوان اُٹھا لیا گیا۔ اب آپس میں باتیں کرنے لگے اور مجھے نیند کا ایک جھونکا آیا۔ حضرت نے فرمایا، اب تم سو جاؤ اور میں نمازِ شب کے لیے کھڑا ہو رہا ہوں۔ میں سو گیا تا اینکہ آپ نمازِ شب سے فارغ ہو کر میرے پاس تشریف لائے، مجھے بیدار کیا اور فرمایا اُٹھو وضو کرو اور مختصر نمازِ شب پڑھلو۔ میں نے نمازِ شب پڑھی اس کے بعد نمازِ فجر ادا کی۔ تو آپ نے مجھ سے فرمایا، اے علی! میری اُم ولد کنیز کو دردِ زہ عارض تھا میں اس کو منزلِ ثعلبیہ لے گیا تاکہ لوگ اس کے کراہنے کو نہ سن سکیں، وہاں اُس کے ایک لڑکا پیدا ہوا اور یہ وہی لڑکا ہے جس کا ذکر میں تم سے کر چکا ہوں کہ وہ بڑا کریم، سخی اور شجاع ہوگا۔ راوی کا بیان ہے کہ وہ بڑا ہوا تو میں اس سے ملا اور جو صفات امامؑ نے بیان فرمائی تھیں وہ تمام صفات سے موصوف تھا۔

(الخرائج والجرائح ص۲۰۱)

(۵۴) ═══ امام کا علم بحرِ بیکراں ہوتا ہے

ابن ابی حمزہ کا بیان ہے کہ میں حضرت ابوالحسن موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ اتنے میں تیس غلام جو آپ کے لیے حبشہ سے خریدے گئے تھے آپ کے سامنے لائے گئے۔ ان میں سے ایک غلام نے اپنی زبان میں کچھ کہا اور حضرت ابوالحسن علیہ السلام نے اُسی کی زبان میں جواب بھی دیا۔ آپ کا جواب سن کر سب کو بڑا تعجب ہوا۔ اس لیے کہ ان کا گمان یہ تھا کہ آپ اُن کی زبان نہ سمجھ سکیں گے۔ اس کے بعد حضرت ابوالحسن علیہ السلام نے اُس غلام سے فرمایا، میں تمھیں کچھ رقم دیتا ہوں تم اس کو آپس میں تقسیم کر لینا۔ پھر وہ سارے غلام آپ کی بارگاہ سے یہ کہتے ہوئے نکلے کہ یہ حضرت تو ہماری

زبان ہم سے زیادہ فصیح بولتے ہیں، یہ بھی ہم پر اللہ کی بہت بڑی عنایت ہے۔
ابن ابی حمزہ کا بیان ہے کہ وہ سارے غلام چلے گئے تو میں نے عرض کیا۔
فرزندِ رسولؐ! میں نے دیکھا کہ آپ ان حبشی غلاموں سے ان ہی کی زبان میں گفتگو فرما رہے تھے؟ آپ نے فرمایا ہاں؛ میں نے عرض کیا اور آپ نے سارے غلاموں کے علاوہ اِس غلام کو کوئی خصوصیت بخشی ہے؟ آپ نے فرمایا، ہاں میں نے اس غلام کو حکم دیا ہے کہ وہ دوسرے غلاموں کو نیکی کی ہدایت کرتا رہے اور ان میں سے ہر ایک کو ہر ماہ تیس درہم دیتا رہے۔ یہ اس لیے ہے کہ اس کی گفتگو سے پتہ چلتا ہے کہ وہ صاحبِ علم اور شاہی خاندان سے ہے اس لیے میں نے اس کو ان لوگوں کا سردار مقرر کر دیا ہے تاکہ وہ ان سب کی ضروریات کا بھی خیال رکھے گا۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ تمھیں اس بات پر تعجب نہ ہونا چاہیے کیونکہ یہ تو ہمارے اوصاف کی ایک ادنیٰ سی جھلک ہے جیسے سمندر میں ایک قطرہ۔ اس کے علاوہ وہ اوصاف جن کے بارے میں تمھیں علم نہیں ہے وہ تم سب سے پوشیدہ اور عجیب سے عجیب تر ہیں۔ اور سنو! ہم ائمہ کا علم لامتناہی ہوتا ہے جیسے بحرِ بیکراں۔ سمندر میں جو عجائبات اللہ نے پوشیدہ فرمائے ہیں ایک امام میں سمندر سے کہیں زیادہ عجائبات اللہ نے پوشیدہ فرما دیے ہیں۔

(الخرائج والجرائح ص۲۱۰)

(۵۵) ═══ امام ہر ذی روح کی زبان کا عالم ہوتا ہے

حضرت علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام کے غلام بدر کا بیان ہے کہ اسحاق بن عمار حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک مردِ خراسانی وارد ہوا۔ اُس نے آپ سے کسی ایسی زبان میں گفتگو جو میں نے کبھی نہیں سنی تھی معلوم ہوتا تھا کہ وہ چڑیوں کی زبان ہے۔ اسحاق کا بیان ہے کہ آپ نے اُس کو اُس ہی کی زبان میں جواب دیا۔ جب اس مردِ خراسانی کو اس کے سوالات کا جواب مل گیا، تو وہ اُٹھ کر چلا گیا۔ اس کے بعد میں نے عرض کیا، یہ زبان تو میں نے کبھی سُنی ہی نہ تھی۔ آپ نے فرمایا یہ اہلِ چین میں سے ایک قوم کی زبان ہے۔ پھر آپ نے فرمایا، کیا تم کو اس پر تعجب ہے کہ میں نے اُس سے اُس کی زبان میں گفتگو کیسے کی؟ میں نے عرض کیا جی ہاں، تعجب کا مقام تو ہے آپ نے فرمایا، اچھا، اس سے زیادہ تعجب کی بات میں تمھیں بتاتا ہوں۔
سنو! امام چڑیوں کی زبان نیز جملہ مخلوقات کی زبان سے بخوبی واقف ہوتا ہے بلکہ ہر زبان کا عالم ہوتا ہے اور امام سے کوئی شے پوشیدہ نہیں ہے۔ (الخرائج والجرائح ص۲۱۰)

(۵۶) احیائے موتیٰ

علی بن حمزہ کا بیان ہے کہ ایک دن حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑا اور مدینہ سے نکل کر ایک صحرا کی طرف لے گئے راستے میں ایک مغربی ملک کا باشندہ ملا وہ بیٹھا ہوا رو رہا تھا اور اُس کے سامنے ایک مرا ہوا گدھا پڑا ہوا تھا نیز اس کا سامان بھی وہیں پڑا ہوا تھا: آپ نے اُس سے پوچھا، کیا بات ہے ؟ اُس نے جواب دیا، میں اپنے رفقاء کے ساتھ حج کے لیے جا رہا تھا۔ میرا گدھا مرگیا، میں یہیں رہ گیا اور میرے رفقاء چلے گئے۔ میں پریشان ہوں کہ میرے پاس اب اور کوئی سواری بھی نہیں جس پر یہ سامان لاد کر لے جاؤں۔ حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے فرمایا، مگر شاید یہ مرا نہیں ہے۔ اُس نے کہا، آپ کم از کم اتنا تو رحم کریں کہ میرا مذاق نہ اُڑائیں۔ آپ نے فرمایا، میرے پاس ایک بہت اچھا تعویذ ہے؛ اُس نے کہا، کیا میرے لیے یہ پریشانی کافی نہیں کہ آپ اور مجھ سے مذاق بھی کریں۔

یہ سُن کر حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام اُس مُردہ گدھے کی طرف بڑھے اور آہستہ آہستہ کچھ کہا جس کو میں نے نہیں سنا اور برابر میں ایک لکڑی پڑی ہوئی تھی آپ نے اُسے اٹھا کر ایک مرتبہ گدھے کو ماری اور زور سے ڈانٹا، تو وہ گدھا صحیح و سلامت اٹھ کھڑا ہوا۔ آپ نے اس مردِ مغربی سے کہا، دیکھا تو نے کیا میں تجھ سے مذاق کر رہا تھا ؟ اچھا اب جاؤ اور اپنے ساتھیوں سے جا کر مل جاؤ۔ یہ کہہ کر اسے وہیں چھوڑ کر آپ آگے بڑھ گئے

علی بن ابی حمزہ کا بیان ہے کہ ایک دن میں چاہِ زمزم کے پاس کھڑا تھا کہ وہ مردِ مغربی وہاں آ پہونچا جب اُس نے مجھے دیکھا تو میرے پاس آیا میرے ہاتھ چومے، وہ بہت خوش اور مسرور تھا، میں نے پوچھا تمھارے گدھے کا کیا حال ہے ؟ اُس نے کہا، وہ بالکل ٹھیک اور تندرست ہے۔ اور میری سمجھ میں نہیں آتا کہ جس شخص کو اللہ نے اُس وقت وہاں بھیجا تھا، اُس نے میرے مرے ہوئے گدھے کو زندہ کیسے کر دیا ؟ میں نے کہا، چلو تمھارا کام تو ہوگیا، اب جس کو تم سمجھ نہ سکو اس کو پوچھنے کی کیا ضرورت ہے ؟ (الخرائج والجرائح ص۲۱)

(۵۷) دُعا کی ضرورت

خالد بن نجیح کا بیان ہے کہ میں نے حضرت موسیٰ بن جعفرؑ

سے عرض کیا کہ کوفے سے میرے کچھ دوست آئے ہیں اُن کا بیان ہے کہ مفضل سخت بیمار ہیں، آپ اُن کے لیے دعا فرمائیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا، اُن کو راحت مل گئی۔ اب دعا کی ضرورت نہیں۔ یہ واقعہ مفضل کی موت کے تین دن بعد کا ہے۔ (الخرائج والجرائح)

(۵۸) مرگِ پدر کی اطلاع

بیان بن نافع تفلیسی سے روایت ہے۔

وہ کہتا ہے کہ میں نے حج کے موقع پر اپنے باپ کو حرم میں چھوڑا۔ اور حضرت موسیٰ بن جعفرؑ کی ملاقات کے لیے گیا۔ جب آپ کے قریب پہونچا اور چاہا کہ آپ کو سلام کروں، آپ میری طرف خود ہی متوجہ ہوئے اور فرمایا، اے ابن نافع تیرا حج ٹھیک ہوگیا۔ اب اللہ تجھے تیرے باپ کی موت پر صبر کا اجر عطا فرمائے۔ وہ ابھی ابھی مرگیا۔ واپس جاؤ اور اس کی تجہیز و تکفین کا انتظام کرو۔ یہ سُن کر تو مجھے بڑی حیرت ہوئی کہ ابھی ابھی تو میں اُن کو صحیح و سلامت چھوڑ کر آیا ہوں، وہ کچھ بیمار بھی نہ تھے مر کیسے جائیں گے ؟ آپ نے فرمایا تجھ کو میری بات کا یقین نہیں؟ یہ سُن کر میں واپس ہوا تو دیکھا کہ کنیزیں اپنا منھ پیٹ رہی ہیں۔ میں نے پوچھا، کیا بات ہے؟ انھوں نے کہا، آپ کے والد کا انتقال ہوگیا۔

ابن نافع کا بیان ہے کہ اس کے بعد میں، پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ دریافت کروں کہ یہ پوشیدہ بات آپ نے کیسے بتا دی۔ چنانچہ جب میں نے آپ سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا، میں ہمیشہ پوشیدہ تمام باتیں تم کو بتا سکتا ہوں۔ پھر فرمایا، اے ابن نافع! اگر تمھارا دل چاہتا ہے کہ فلاں فلاں باتوں کے متعلق مجھ سے سوال کرو، تو مجھ سے پوچھو، اس لیے کہ کلمۃ اللہ الباقیہ ہوں، میں جنب اللہ ہوں، میں اللہ کی حجت بالغہ ہوں۔ (مناقب ابن شہر آشوب)

(۵۹) قید سے باعجاز رہائی

ابو خالد زبالی اور ابو یعقوب زبالی کا بیان ہے کہ جب حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کو خلیفہ مہدی کا لشکر قید کر کے لیجانے لگا تو ہم دونوں نے مقام احفر پر آپ کا استقبال کیا۔ جب آپ وہاں سے آگے بڑھنے لگے تو ہم نے ان کو رخصت کیا اور رونے لگے۔ آپ نے فرمایا کیوں روتے ہو؟ میں نے عرض کیا، آپ کو یہ لوگ لیے جا رہے ہیں۔ معلوم نہیں آپ کے ساتھ کیا سلوک کریں گے ؟

آپ نے فرمایا، نہیں، میرے اس سفر میں اس کی طرف سے مجھے کوئی خطرہ نہیں۔ میں حجاز واپس ہوں گا اور واپسی میں فلاں تاریخ کو اس مقام سے گذروں گا۔ اُس دن فلاں وقت تم میرا انتظار کرنا۔ تمھاری مجھ سے ملاقات ہوجائے گی۔ میں نے عرض کیا، اس سے بڑھ کر اور کیا خوش خبری ہوسکتی ہے۔ مجھے تو آپ کے متعلق خوف معلوم ہورہا تھا۔ آپ نے فرمایا خوف کی ضرورت نہیں۔

الغرض میں اُس وقت اُس مقام پر آپ کی آمد کا منتظر رہا کہ ناگاہ دھندلی سی کوئی شے آتی ہوئی نظر آئی اور پیچھے سے مجھے کسی نے آواز دی، میں آگے بڑھا تو دیکھا کہ حضرت ابوالحسن علیہ السلام اپنی سواری پر سوار تھے۔ آپ نے مجھ سے فرمایا۔ اے ابوخالد! میں کہا لبیک، فرزندِ رسولؐ، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے آپ کو ان ظالموں کے پنجے سے رہائی دلادی۔ آپ نے فرمایا، نہیں مجھے پلٹ کر پھر انھیں لوگوں کے پاس جاؤں گا۔ میں ان لوگوں کے پنجے سے خود کو نہیں چھڑاؤں گا۔ (مناقب ابن شہر آشوب جلد ۲۔ ص ۴۰۶)

(اعلام الوریٰ ص ۲۹۵، الخرائج والجرائح)

(۶۰) گہوارے میں گفتگو

یعقوب سراج کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ حضرت امام ابوالحسن موسیٰ بن جعفرؑ علیہ السلام کے گہوارے کے سرہانے کھڑے ہوئے ہیں۔ آپ نے آہستہ آہستہ دیر تک اُن سے گفتگو کی۔ پھر مجھ سے فرمایا۔ اپنے اس امامؑ کے قریب آؤ۔ میں قریب گیا اور سلام کیا۔ انھوں نے بزبانِ فصیح جوابِ سلام دیا۔ پھر فرمایا، جاؤ کل تم نے جو اپنی لڑکی کا نام رکھا ہے اسے بدل دو۔ یہ نام اللہ کو ناپسند ہے۔ اور واقعاً، میرے یہاں ایک لڑکی کی ولادت ہوئی تھی جس کا نام میں نے فلاں رکھا تھا۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا، ان کے حکم پر عمل کرو، ہدایت پاؤ گے۔ تو میں نے اُس لڑکی کا نام تبدیل کردیا۔ (مناقب ابن شہر آشوب جلد ۲ ص ۴۰۷)

(۶۱) ملفوف مسائل کے جوابات

ابوعلی بن راشد وغیرہ نے ایک طویل روایت میں بیان کیا ہے کہ شیعوں کا ایک گروہ نیشاپور میں جمع ہوا اور اس نے محمد بن علی

نیشاپوری کو اپنا فرستادہ منتخب کیا اور اسے تیس ہزار دینار اور پچاس ہزار درہم اور کپڑے کا ایک تھان دیا، اور شطیطہ (ایک عورت کا نام ہے) نے ایک درہم اور اپنے ہاتھ کے کتے ہوئے سوت کا موٹا چھوٹا سا ازار جو زیادہ سے زیادہ چار درہم کا ہوگا دیا اور کہا اللہ کو حق سے کوئی شرم نہیں۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے اس کے درہم کو احتیاط سے رکھ لیا۔ اس کے بعد وہ کاغذوں کی ایک گڈی لائے جس میں ستر ورق تھے۔ ہر ورق پر ایک مسئلہ تحریر تھا اور اس کے نیچے جواب کے لیے سادی جگہ چھوڑ دی گئی تھی۔ ہر ورق کو لپیٹ کر فیتوں سے باندھ دیا گیا تھا۔ ان پر تین مہریں لگادی گئیں اور ان لوگوں نے اپنے فرستادہ (پیغام رساں) سے کہا کہ یہ مسائل رات کے وقت امام علیہ السلام کو دینا اور صبح کو واپس لے لینا۔ اور دیکھنا اگر پوری گڈی کی مہریں درست ہیں ٹوٹی نہیں ہیں تو ان میں سے پانچ اوراق کی مہریں توڑ کر دیکھنا کہ واقعاً جواب بھی دیا ہے یا یوں ہی بلاجواب دیے واپس کر دیا ہے اگر بغیر مہر توڑے ہوئے ان تمام مسائل کے جوابات دیدیے ہیں تو وہ ہمارے حقیقی امامؑ ہیں اور ہمارے مال کے جائز اور صحیح حقدار ہیں، اس لیے مال ان کی خدمت میں پیش کردینا ورنہ ہمارے اموال واپس لے آنا۔

الغرض وہ فرستادہ سب سے پہلے افطح عبداللہ ابن جعفرؑ کے پاس گیا۔ اُن کی آزمائش کی اور پھر جب اُن کے پاس سے واپس ہوا تو یہ کہتا ہوا کہ پروردگارا! ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت فرما۔ اُس فرستادے کا بیان ہے کہ ابھی میں کھڑا ہی ہوا تھا کہ میرے پاس ایک غلام آیا اور اُس نے کہا، جس کے پاس تمھارے جانے کا ارادہ ہے وہ تم کو بلاتے ہیں۔ اور یہ کہہ کر وہ مجھے حضرت موسیٰ بن جعفرؑ علیہ السلام کی خدمت میں لایا۔ آپ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا، اے ابوجعفر! کیوں مایوس ہوا اور دینِ یہود و نصاریٰ کا رُخ کیوں کرتے ہو، میرے پاس آؤ میں اللہ کی حجت، اللہ کا ولی ہوں۔ کیا ابوحمزہ نے میرے جد کی مسجد کے دروازے پر میرا تعارف نہیں کرادیا تھا۔ دیکھ لو ان کاغذوں کی گڈی میں جتنے بھی مسائل درج ہیں میں نے ان کے جوابات کل شام ہی تحریر کردیے تھے۔ (ابھی وہ گڈی تو تمھارے ہی پاس ہے میں نے تو ہاتھ بھی نہیں لگایا تاہم جوابات مکمل ہیں۔ اور شطیطہ کا وہ ایک درہم بھی لاؤ جو دو ملتی بھائیوں کے سامان میں ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ آپ کی یہ بات سن کر تو میرے ہوش و حواس ہی اُڑ گئے۔ اور آپ کے حکم کے مطابق میں نے وہ سب کچھ آپ کے سامنے لاکر رکھ دیا۔ آپ نے شطیطہ کا بھیجا

ـ درہم اور اِزار لے لیا، پھر میری طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا "اللہ کو حق سے کوئی
ہیں"۔ پھر فرمایا "اے ابوجعفر شطیطہ سے میرا سلام کہنا اور رقم کی یہ تھیلی اُس کو دے دینا
ین چالیس درہم ہیں۔ پھر فرمایا کہ میں اپنے کفن میں سے ایک کپڑا اس کو دیتا ہوں جو قریہ
ی روئی کا بنا ہوا ہے اور یہ قریہ حضرت فاطمہؑ زہرا سلام اللہ علیہا کا ہے اور اس کا سوت
بہن اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی دختر حضرت حلیمہ کے ہاتھوں کا کاتا ہوا ہے
رمایا کہ اس سے کہدینا کہ ابوجعفر کے پہونچنے اور ان دراہم اور کفن کے لیے میرا بھیجا ہوا
را پہونچنے کے بعد تم اُنیس دن زندہ رہوگی۔ اس میں سے سولہ درہم تو اپنے اوپر خرچ کرنا
بیس درہم اپنی طرف سے صدقہ وغیرہ دینا۔ اور یہ بھی کہدینا کہ میں خود تیری نمازِ جنازہ
ھانے آؤں گا۔ اور سنو اے ابوجعفر! جب تم اس وقت مجھ کو دیکھو تو کسی سے نہ کہنا پوشیدہ
ا ہی تمھارے لیے بہتر ہے۔ پھر فرمایا، اور یہ سب رقم جو اور لوگوں نے بھیجی ہے وہ اُن کے
ں کو واپس دے دینا اور اب تم اُن مہروں کو توڑ کر دیکھو کہ میں نے ان مسائل کے جوابات
رے یہاں آنے سے پہلے ہی اس پر لکھ دیے ہیں یا نہیں؟ میں نے دیکھا تو مہریں
ں ہی تھیں ایک بھی مہر ٹوٹی ہوئی نہ تھی۔

پھر میں نے اس مسائل کی گڈی کے درمیان سے ایک ورق نکالا اور اسے
ما تو اس میں یہ تحریر تھا۔ "کیا فرماتے ہیں عالم علیہ السلام اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے
ی کہ (اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو) میں اپنے تمام قدیم غلاموں کو آزاد کر دوں گا اور اس کے
، غلاموں کی ایک جماعت کثیر ہے۔ (یہ بتائیں کہ ان میں سے کون سے غلام آزاد ہوں گے)؟
اس کے نیچے حضرت امام موسیٰ کاظم بن جعفر علیہ السلام کے دستِ مبارک
، تحریر شدہ یہ جواب تھا۔

"وہ تمام غلام آزاد ہوں گے جو اس کی ملکیت میں چھ ماہ سے زیادہ کے ہیں
اور اس کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے"۔

وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتَّىٰ عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ
(سورۂ یٰسٓ آیت ۳۹)

نیز اس پر حدیث سے بھی دلیل ہے کہ من لیس له ستة اشهر...
اب میں نے دوسرے ورق کی مہر توڑی تو اس میں یہ مسئلہ درج تھا۔
"کیا فرماتے ہیں عالم علیہ السلام اس مسئلے میں کہ ایک شخص نے قسم کھائی کہ
خدا کی قسم میں کثیر مال تصدق کروں گا۔ اب وہ کتنا مال تصدق کرے۔؟"

اس کا جواب بھی حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے قلم سے اس مسئلے
کے نیچے یہ مندرج تھا۔

"اگر وہ شخص بکریوں کا مالک ہے تو چوراسی بکریاں تصدق کرے، اگر اونٹوں کا
مالک ہے تو چوراسی اونٹ تصدق کرے، اگر درہموں کا مالک ہے تو چوراسی درہم تصدق
کرے، اور اس کی دلیل، اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے"۔

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ (سورۂ توبہ آیت ۲۵)

اور اس آیت کے نزول سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غزوات کئے
گئے تو وہ چوراسی ہیں۔

اب میں نے تیسرے مسئلے کی مہر توڑی تو اس میں یہ مسئلہ تحریر تھا۔
"کیا فرماتے ہیں عالم علیہ السلام اس مسئلے میں کہ ایک شخص نے ایک میت کی
قبر کھودی، میت کا سر کاٹا اور اُس کا کفن لے گیا؟"

اِس مسئلے کا جواب بھی حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے قلم
سے اسی کے نیچے تحریر تھا۔ کہ:

"کفن کی چوری پر اُس کے ہاتھ کاٹے جائیں اور میت کا سر کاٹنے پر وہ سو دینار ادا
کرے گا، اس لیے کہ میت کو قبر میں قبل نفخِ روح ہم ویسا ہی جانتے ہیں جیسے ماں کے شکم
میں بچہ۔ اور ہم نے صرف کسی کا نطفہ ضائع کرنے کا تاوان بیس دینار رکھا ہے"۔

پھر اسی طرح دیگر مسائل کے جوابات بھی مرقوم تھے۔

بہر حال جب وہ فرستادہ خراسان واپس آیا، تو دیکھا کہ جن لوگوں کی رقمیں
آپ نے واپس فرمائی ہیں وہ فطحیہ مذہب اختیار کر چکے ہیں مگر شطیطہ مذہب حق پر قائم ہے
اُس نے شطیطہ کو امامؑ کا سلام پہونچایا اور وہ رقم کی تھیلی اور کپڑا جو امامؑ نے بھیجا تھا اس
کو دے دیا اور امام علیہ السلام نے جتنے دن بتائے تھے وہ زندہ رہی جب شطیطہ نے انتقال
کیا تو امام علیہ السلام اپنی سواری پر تشریف لائے۔ جب تجہیز و تکفین سے فارغ ہوئے تو اپنے
اونٹ پر سوار ہو کر صحرا کی طرف نکل گئے اور یہ کہہ گئے کہ اپنے اصحاب کو بتا دینا اور میرا سلام
کہدینا اور اُن سے یہ بھی کہدینا کہ میں یا جو بھی میرا قائم امام ہوگا وہ تمہارے جنازوں میں ضرور
شریک ہوگا، خواہ تم کسی بھی ملک میں رہو گے۔ لہٰذا اپنے متعلق اللہ سے ڈرتے رہو اور تقویٰ
اختیار کیے رہو۔

(مناقب ابن شہر آشوب جلد ۳ ص ۴۰۹)

(۶۲) ـــــ مرگ بوجہ صاعقہ اور غرقِ آب

علی بن حمزہ کا بیان ہے کہ ہم
ایک سال مکہ میں تھے اور یہ وہ سال تھا جس میں ایک بہت بڑی بجلی گری جس سے کثیر تعداد میں لوگ ہلاک ہوئے۔ میں حضرت ابوالحسن علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو میرے بغیر دریافت کیے ہوئے آپ نے خود ہی ارشاد فرمایا' اے علی! پانی میں ڈوب کر مرنے والوں اور صاعقہ (بجلی) سے مرنے والوں کے لیے چاہیے کہ تین دن تک انتظار کیا جائے۔ یہاں تک اس میں سے بو آنے لگے' جو اس کی موت کی دلیل ہے' تو دفن کیا جائے۔ میں نے عرض کیا' میں آپ پر قربان' گویا آپ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ بہت سے لوگ اس طرح زندہ ہی دفن کر دیے جاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا' ہاں' اے علی! بہت سے لوگ زندہ ہی دفن ہو گئے۔ اور اپنی قبروں ہی میں جا کر مرے۔

(۶۳) ـــــ علمِ منایا (نیتوں کا علم)

علی ابن ابی حمزہ کا بیان ہے کہ
مجھے حضرت ابوالحسن علیہ السلام ایک شخص کے پاس بھیجا جس کے سامنے طبق تھا جو فلس فلس سے فروخت کر رہا تھا۔ اور آپ نے فرمایا کہ اسے اٹھارہ درہم دے دو اور اس سے یہ کہدو کہ حضرت ابوالحسن علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ تم ان درہموں کو اپنے خرچ میں لاؤ' یہ تمہاری موت تک کے لیے کافی ہے۔ جب میں نے وہ درہم اس کو دیے تو وہ رونے لگا۔ میں نے پوچھا رونے کا کیا سبب ہے؟ اس نے کہا' کیسے نہ روؤں' مجھے میری موت کی خبر سنا دی گئی ہے میں نے کہا۔ مگر جس حال میں تم اس وقت ہو اس سے وہ بہتر ہے جو اللہ کے پاس تمہارے لیے فراہم ہے۔ یہ سن کر وہ خاموش ہو گیا اور بولا' اے بندۂ خدا تم کون ہو؟ میں نے کہا میں علی ابن ابی حمزہ ہوں: اس نے کہا' خدا کی قسم میرے مولا و آقا نے یہی فرمایا تھا کہ میں علی ابن ابی حمزہ کی معرفت پیغام بھیجوں گا۔

علی بن ابی حمزہ کا بیان ہے کہ میں تقریباً بیس دن ٹھہرا رہا پھر اس کے پاس گیا تو معلوم ہوا کہ وہ بیمار ہے۔ میں نے اس سے کہا' جو وصیت کرنا چاہتے ہو کر لو میں اس کو اپنے مال سے پورا کروں گا: اس نے کہا' اچھا جب میں مر جاؤں تو کسی مردِ دیندار سے میری لڑکی کا نکاح کر دینا۔ پھر میرے گھر کو فروخت کر کے اس کی قیمت میرے

مولا و آقا کی خدمت میں نذر کر دینا۔ اور میرے غسل و کفن اور نمازِ جنازہ میں شریک رہنا۔

راوی کا بیان ہے کہ اس کی موت کے بعد جب ہم اس کے دفن سے فارغ ہوئے تو اس کی لڑکی کا عقد ایک مردِ مومن سے کر دیا۔ اور اس کا گھر فروخت کر کے اس کی قیمت حضرت ابوالحسن علیہ السلام کی خدمت میں لایا۔ آپ نے اس رقم سے زکوٰۃ نکالی اور اس کے لیے دعائے مغفرت کی۔ پھر وہ ساری رقم مجھے واپس کی اور کہا لے جاؤ یہ رقم اس کی لڑکی کو دیدو۔

(مناقب ابن شہر آشوب جلد ۳ ص ۴۱۱)

• ـــــ علی بن ابی حمزہ کا بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن علیہ السلام نے ایک مرتبہ مجھے بنی حنیفہ کے ایک شخص کے پاس بھیجا اور فرمایا' وہ تم کو مسجد کے دائیں جانب ملے گا۔ بہر حال میں نے آپ کا خط اس شخص کو پہونچایا۔ اس نے خط پڑھا اور کہا۔ فلاں تاریخ کو آنا تو میں تمہیں اس خط کا جواب دوں گا۔ حسب وعدہ میں اس تاریخ کو پہونچا تو اس نے خط کا جواب دیا۔ ایک ماہ بعد میں پھر اس شخص کے پاس گیا تو معلوم ہوا کہ وہ مر چکا ہے۔ جب میں مکہ مکرمہ واپس ہونے لگا تو اس کا جواب میں نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا آپ نے اس کے لیے دعائے مغفرت فرمائی اور فرمایا' اے علی! تم اس کے جنازے میں کیوں نہیں شریک ہوئے؟ میں نے عرض کیا۔ یہ واقعتاً مجھ سے فروگذاشت ہوئی۔

(مناقب ابن شہر آشوب جلد ۳ ص ۴۱۲)

• ـــــ شعیب عقرقوفی کا بیان ہے کہ میں نے اپنے غلام مبارک کو حضرت ابوالحسن علیہ السلام کے پاس روانہ کیا اور اسکے ہمراہ دو سو دینار اور ایک خط بھی بھیجا تو میرے غلام مبارک کا بیان ہے کہ جب میں نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام کے متعلق جا کر دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ مکہ مکرمہ تشریف لے گئے ہیں۔ تو میں نے دل میں کہا کہ میں مدینہ سے مکہ کا سفر رات ہی کو طے کروں گا' کہ ناگاہ ایک آواز آئی' اے مبارک' اے شعیب عقرقوفی کے غلام! میں نے پوچھا اے بندۂ خدا تم کون ہو؟ اس نے کہا' میں معتب ہوں' حضرت ابوالحسن علیہ السلام کا حکم ہے کہ خط مجھے دے دو اور جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ لے کر مقامِ منیٰ میں مجھ سے ملو۔ یہ سن کر میں اپنی محمل سے اترا اور اس کو خط دے دیا اور سیدھا منیٰ روانہ ہوا۔ وہاں پہونچ کر سارے دینار آپ کے سامنے رکھ دیے۔ آپ نے اس میں سے کچھ دینار تو اپنی طرف کھینچ لیے اور کچھ دینار ہٹا دیے اور فرمایا' اے مبارک ان دیناروں کو لیجاؤ اور شعیب کو واپس کر دو۔ اس سے کہنا کہ ابوالحسن علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ یہ رقم تم نے جہاں سے اٹھائی ہے وہیں واپس رکھدو۔ اس لیے کہ اس کے مالک کو اس کی

ضرورت ہے۔ بہر حال میں آپ کی خدمت سے رخصت ہو کر اپنے مالک شعیب عقرقوفی کے پاس آیا اور کہا کہ ان دیناروں کا کیا قصہ ہے؟ انھوں نے کہا کہ میں نے فاطمہ سے پچاس دینار مانگے تھے تاکہ دو سو پورے کر دوں مگر اس نے انکار کر دیا اور کہا میرا ارادہ ہے کہ میں فلاں شخص کی وہ بنجر زمین خریدوں گی مگر میں نے اس کے انکار کی کوئی پروا نہیں کی اور اس کی آنکھ بچا کر وہ رقم اٹھالی۔ اس کے بعد شعیب نے ترازو منگائی اور ان دیناروں کو تولا تو وہ واقعاً پچاس ہی دینار تھے۔ (مناقب ابن شہر آشوب جلد ۳ صفحہ ۴۱۲)

● ــــ ابو خالد زبالی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ قحط سالی کے سال حضرت ابوالحسن علیہ السلام ہماری آبادی میں اُترے، سخت سردی پڑ رہی تھی۔ آپ نے فرمایا اے ابو خالد! آگ روشن کرنے کے لیے کہیں سے لکڑیاں مہیا کرو۔ میں نے عرض کیا بخدا میرے علم میں تو اس طرف کہیں بھی لکڑیاں نہیں دستیاب ہو سکتیں۔ آپ نے فرمایا ہرگز ایسا نہ کہو۔ اے خالد ان دو پہاڑوں کے درمیانی راستہ کو دیکھو وہاں جاؤ۔ تم دیکھو گے کہ ایک اعرابی کے پاس لکڑیوں کے دو گٹھے ہیں انھیں خرید لاؤ؛ میں اپنے گدھے پر سوار ہو کر اس گھاٹی میں پہونچا تو دیکھا کہ واقعاً ایک اعرابی کے پاس دو گٹھے لکڑیوں کے موجود ہیں۔ میں نے وہ خریدے اور لے کر واپس آیا، لکڑیاں روشن کیں اور جب تک آپ کا قیام رہا برابر لکڑیاں روشن کرتا رہا اور جو کچھ میرے پاس کھانے پینے کی اشیاء تھیں میں نے آپ کے سامنے پیش کیں۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا 'اے ابو خالد تم ان غلاموں کے موزوں اور جوتوں کو دیکھ کر مرمت کرا دینا ہم فلاں فلاں مہینہ میں یہاں آئیں گے۔

ابو خالد کا بیان ہے کہ میں نے آپ کی آمد کی تاریخ لکھ لی اور اس دن اپنے گدھے پر سوار ہو کر راستے کے ڈھلان پر کھڑا ہو گیا۔ ناگاہ دیکھا کہ ایک سوار چلا آ رہا ہے۔ میں اس کی طرف بڑھا تو اس سوار نے آواز دی 'اے ابو خالد! میں نے کہا، لبیک، میں آپ پر قربان۔ فرمایا، میں نے جو وعدہ کیا تھا وہ پورا کر دیا۔

اس کے بعد فرمایا 'اے ابو خالد! تم نے دونوں قبّوں کا کیا کیا جن میں ہم اُترے تھے؟ میں نے عرض کیا، میں آپ پر قربان، میں نے ان دونوں قبّوں کو تیار کر رکھا ہے پھر میں آپ کے ساتھ چلا اور آپ انھیں دونوں قبّوں میں اترے جن میں پہلے اتر چکے تھے پھر دریافت فرمایا کہ غلاموں کے موزوں اور جوتوں کا کیا کیا؟ میں نے عرض کیا، میں نے ان سب کی مرمت کر دی ہے اور انھیں لیکر وہاں آیا۔ آپ نے فرمایا 'اے ابو خالد! کیا مجھ سے تمھاری کوئی ضرورت وابستہ ہے؟ میں نے کہا، میں آپ پر قربان، میں بتانا چاہتا ہوں کہ پہلے

میں کیا تھا۔ سنیے، پہلے میں زیدی العقیدہ (زیدیہ) تھا مگر جب آپ تشریف لائے اور لکڑیاں طلب فرمائیں، پھر آپ نے اپنے آنے کی تاریخ مقرر فرمائی تو مجھے علم ہو گیا کہ بیشک آپ ہی امام ہیں اور آپ کی اطاعت اللہ نے ہم سب پر فرض کی ہے: آپ نے فرمایا 'اے ابو خالد! جو شخص اپنے امام کی معرفت کے بغیر مر جائے تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہے اور اسلام میں رہ کر جو اس نے کیا ہے اس کا حساب کیا جائے گا۔

(مناقب ابن شہر آشوب جلد ۳ صفحہ ۴۱۳)

(۶۴) ایک اعجاز

کتاب امثال الصالحین میں شقیق بلخی سے روایت ہے کہ مقام فید میں، میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے اپنے برتن میں ریت بھر لی اور پینے لگا۔ مجھے بڑا تعجب ہوا اور کہا، مجھے بھی پلائیں۔ اس نے مجھے بھی پلایا، تو معلوم ہوا کہ وہ ستو اور شکر کا شربت ہے اور یہ بزرگ حضرت ابوالحسن علیہ السلام ہیں۔ اس معجزے کو لوگوں نے نظم بھی کیا ہے۔ (مناقب ابن شہر آشوب جلد ۳ صفحہ ۴۱۹)

نوٹ :۔ شقیق بلخی اپنے زمانے کے زہاد میں سے تھے اُن کا حال احوال حافظ ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء جلد ۸ صفحہ ۵۸ - ۵۹ اور ابن حجر مکی نے "لسان المیزان" جلد ۳ صفحہ ۱۵۱ میں تحریر کیا ہے۔

(۶۵) تحریر کی قدر

علی بن ابی حمزہ کا بیان ہے کہ میں مسجد کوفہ میں معتکف تھا کہ میرے پاس ابو جعفر حضرت ابوالحسن علیہ السلام کا ایک مہر شدہ خط لیکر پہونچا۔ میں نے اسے پڑھا تو یہ لکھا تھا۔

"اس مہر شدہ خط کے اندر ایک چھوٹا سا پرچہ رکھا ہوا ہے تم اس کو پڑھ کر اپنے پاس محفوظ رکھنا اور جب میں مانگوں تو دینا۔ علی بن ابی حمزہ نے وہ پرچہ لے لیا اور اُسے اپنے کپڑے کے تھیلے میں رکھ لیا۔ پھر اس تھیلے کو ایک صندوق میں رکھ کر مقفل کر دیا اور وہ صندوق کتابوں کی دراز میں رکھ کر دراز کو بھی مقفل کر دیا اور پھر گھر کو بھی مقفل کر دیا۔ اور ان تمام قفلوں کی کنجیاں اپنے پاس جیب میں رکھیں رات کو سوتے وقت یہ کنجیاں اپنے سرہانے رکھتا اور اس گھر میں سوائے اس کے اور کوئی نہ جاتا۔ جب حج کا

موسم آیا تو وہ تمام ضروریات کی چیزیں جو خط میں تحریر تھیں لیکر مکہ گیا اور حضرت ابوالحسن علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو حضرت نے ارشاد فرمایا، اے علی! وہ پرچہ کیا ہوا جو میں نے بھیجا تھا کہ اس کو محفوظ رکھنا! میں نے پورا واقعہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا، اچھا اگر تم اس کو دیکھو تو پہچان لوگے؟ میں نے کہا، جی ہاں کیوں نہیں۔

راوی کا بیان ہے کہ آپ نے اپنا مصلےٰ، جس پر آپ تشریف فرما تھے اُٹھایا اور وہ خط نکال کر میرے سامنے رکھ دیا اور فرمایا، اس کو حفاظت سے رکھو۔ اگر تم یہ جان لو کہ اس میں کیا لکھا ہے تو کلیجہ پھٹنے لگے۔

راوی کا بیان ہے کہ میں وہ پرچہ لیکر کوفہ آیا اور اس کو اپنے بغلی جیب میں رکھ لیا اور وہ تاحیات اُس کی جیب ہی میں رہا۔ جب علی بن ابی حمزہ کا انتقال ہوگیا تو ان کے بیٹے محمد اور حسن کا بیان ہے کہ وہ پرچہ غائب ہوگیا جس کے گم ہونے کا ہمیں بیحد غم ہے۔ مگر ہم سمجھ گئے کہ وہ پرچہ پھر حضرت ابوالحسن علیہ السلام کے پاس پہونچ گیا۔

(مناقب ابن شہر آشوب جلد ۲ صفحہ ۴۲۱)

(۶۶) شقیقِ بلخی کی روایت

شقیق بلخی سے روایت ہے کہ میں

سنہ ۱۴۹ھ میں حج کے لیے روانہ ہوا۔ اور قادسیہ میں منزل کی اور ابھی ہم، لوگوں کی کثرت اور ان کی زیب و زینت کو دیکھ رہے تھے کہ اتفاقیہ میری نگاہ ایک نوجوان پر جاکر ٹھہر گئی۔ انتہائی گورا چٹا رنگ اور لاغر جسم۔ لباس کے اوپر ایک صوف کی ردا، شملہ دار عمامہ، پاؤں میں نعلین سب سے الگ تنہا بیٹھا ہوا۔ میں نے اپنے دل میں کہا، معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی صوفی نوجوان ہے جو اپنی طریقت کا رُعب ڈالنا چاہتا ہے۔ خدا کی قسم میں اس کے پاس پہونچ کر اس کی سرزنش کروں گا۔ یہ سوچ کر اُس کے قریب گیا۔

جب اُس نے مجھے اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا، تو بولا اے شقیق! "اِجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ" (سورۃ الحجرات آیت ۱۲)

(ترجمہ آیت) اکثر و بیشتر گمان (بد) سے پرہیز کرنا چاہیے اس لیے کہ بعض بدگمانی گناہ ہے۔

یہ کہہ کر وہ اپنے مقام سے اُٹھا اور چلا گیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا، یہ تو ایک غیر معمولی اور عظیم بات ہے کہ جو کچھ میرے دل میں تھا اُس نے ظاہر کر دیا، پھر یہ کہ اس نے میرا نام کیسے جانا؟ یہ تو کوئی

مردِ صالح ہے، میں اُس کے پاس جاکر معذرت چاہوں گا۔ چنانچہ میں نے تیزی سے اُس کا تعاقب کیا تاہم میں اُس تک نہ پہونچ سکا اور وہ میری نظروں سے دیکھتے ہی دیکھتے غائب ہوگیا۔

جب ہم یہاں سے چل کر مقامِ واقصہ پر اُترے تو دیکھا کہ وہی نوجوان نماز پڑھ رہا ہے اور اُس کا جسم کانپ رہا ہے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ میں نے پہچان لیا کہ یہ وہی ہیں اور پھر جلدی سے معذرت کے لیے اُن کی طرف بڑھا۔ جب میں اُن کے پاس پہونچا وہ نماز سے فارغ ہوکر بیٹھ گئے اور مجھے اپنی آتا ہوا دیکھ کر بولے:

"اے شقیق!" اِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی" (سورۂ طٰہٰ آیت ۸۲)

(ترجمہ آیت) "جو شخص توبہ کرے گا اور ایمان لائے گا اور اعمال صالح بجا لائے گا پھر وہ ثابت قدم (بھی) رہے گا تو ہم اس کو ضرور بخشنے والے ہیں۔"

یہ کہہ کر وہ مجھے چھوڑ کر روانہ ہوگئے اور میں دیکھتا ہی رہ گیا۔ اور سوچنے لگا کہ یہ شخص تو کوئی ابدال ہی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ وہ میرے دل کی باتوں سے بالکل باخبر ہے۔

اب جب ہم منزلِ زبالہ پر پہونچے تو دیکھا کہ وہ نوجوان ایک کنویں پر کھڑا ہے اور اُس کے ہاتھ میں چمڑے کا ایک ڈولچہ ہے۔ اُس نے چاہا کہ ڈولچے سے پانی نکالے کہ اُس کا وہ ڈولچہ کنویں میں گر گیا۔ میں دیکھ رہا تھا کہ اُس نے آسمان کی طرف نظر اُٹھائی اور کہا۔

(شعر کا ترجمہ) "تو میرا پالنے والا ہے جب میں پیاسا ہوتا ہوں تو، تو ہی پانی دیتا ہے اور جب بھوکا ہوتا ہوں تو، تو ہی کھانا دیتا ہے۔"

"اے اللہ! اے میرے مالک! میرے پاس اس ڈولچے کے علاوہ کچھ اور نہیں ہے میرا ڈولچہ مجھے واپس کر دے۔"

شقیق کا بیان ہے کہ خدا کی قسم میں نے دیکھا کہ آنِ واحد میں کنویں کا پانی اُبل کر اوپر آ گیا، اور اُس نوجوان نے ہاتھ بڑھا کر اپنا وہ ڈولچہ لے لیا، اور اس میں پانی بھر کر وضو کیا اور چار رکعت نماز پڑھی۔ پھر ریت کے ایک ٹیلے کی طرف رُخ کیا اور وہاں سے مٹھی مٹھی ریت اُٹھا کر اپنے ڈولچے میں کئی بار ڈالی، اُسے ہلا کر پینا شروع کر دیا۔ یہ دیکھ کر میں آگے بڑھا، سلام کیا اُس نے جواب سلام دیا۔ میں نے عرض کیا، اللہ نے جو نعمت آپ کو عطا فرمائی ہے اُس میں سے کچھ مجھے بھی عنایت فرما دیجیے۔

اُس نوجوان نے کہا، اے شقیق! ہم پر تو اللہ کی نعمتوں کی بارش ظاہراً و باطناً ہمیشہ ہوتی رہتی ہے۔ بس تم اپنے پروردگار سے حسنِ ظن رکھا کرو۔ یہ کہہ کر وہ ڈولچہ میری طرف بڑھا دیا۔

میں نے اس میں سے پیا تو وہ ستو اور شکر کا شربت تھا، اتنا لذیذ اور خوشبودار ستو کا شربت میں نے کبھی پیا ہی نہ تھا۔ میں نے خوب سیر ہو کر پیا، اتنا پیا کہ کئی دن تک نہ مجھے کھانے کی خواہش ہوئی نہ پینے کی۔

جب ہم مکۂ مکرمہ میں وارد ہوئے تو ایک شب دیکھا کہ وہ نوجوان نصف شب کے وقت پانی کے قبّے کے پہلو میں کھڑا ہوا بہت خضوع و خشوع سے نماز پڑھ رہا ہے اور زار و قطار رو رہا ہے اور رات بھر اسی میں مشغول رہا۔ جب صبح ہوئی تو اپنے مصلّے پر بیٹھ کر تسبیح پڑھی، صبح کی نماز پڑھی، پھر خانۂ کعبہ کا طواف سات بار کیا اور حرم سے باہر نکلا، میں بھی اس کے پیچھے ہو لیا تو دیکھا کہ اس کے پاس سواری بھی ہے اور نوکر چاکر بھی۔ جیسا کہ میں تمام راستے میں سوچ رہا تھا کہ اس کے پاس تو کچھ بھی نہ ہوگا ویسا نہ تھا۔ لوگ اُس کے گرد چکر لگا رہے ہیں اور اسے سلام کر رہے ہیں۔ تو میں نے اُس کے بعض مقرّبین سے پوچھا کہ یہ نوجوان کون ہے؟ اُس نے بتایا کہ یہ حضرت موسیٰؑ بن جعفر علیہ السّلام بن محمد باقرؑ بن علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ (علیہم السّلام) ہیں۔ میں نے کہا، واقعاً ایسے ایسے عجائبات ان ہی جیسے سیّد و سردار سے ظہور میں آ سکتے ہیں۔

شقیق کی اس روایت کو بعض متقدّمین نے نظم بھی کر دیا ہے۔

(کشف الغمہ جلد ۳ صفحہ ۴، مطالب السئول صفحہ ۸۳، فصول المہمہ صفحہ ۲۱۹، مناقب ابن شہر آشوب دمجلا، اثارۃ العزم ابن جوزی، صفۃ الصفوۃ ابن جوزی جلد ۲ صفحہ ۱۰۴، معالم العترۃ النبویۃ حافظ عبدالعزیز، جامع الکرامات الاولیا ء جلد ۲ صفحہ ۲۲۹، جوہرۃ الکلام قرغولی، الاخبار الاول اسحاقی، مفتاح النجا بدخشی، نورالابصار شبلنجی،

(۶۷) معجزہ روضۂ اقدس

صاحبِ کشف الغمہ نے ان ہی سے روایت کی ہے کہ بعض صدورِ عراق سے یہ عظیم واقعہ سنا گیا ہے جو حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السّلام کے شرف و منقبت و علوئے مرتبت اور عنداللہ تقرّب و منزلت کی واضح دلیل ہے اور یہ واقعہ آپ کی وفات کے بعد رونما ہوا۔ اور اس میں کوئی شک بھی نہیں کہ زندگی میں جو کرامت ظاہر ہوتی ہے اس سے زیادہ اہم وہ کرامت ہے جو بعد وفات ظاہر ہو۔

واقعہ یہ ہے کہ خلفائے بغداد میں سے کسی خلیفہ کا کوئی وزیرِ اعظم تھا جو بڑی شان و شوکت اور سطوت و جبروت رکھتا تھا جب اس کا انتقال ہوا تو اُس کی عظمت کے پیشِ نظر

خلیفہ نے یہ چاہا کہ اسے حضرت امام موسیٰ کاظم بن جعفر علیہ السّلام کی ضریح کے پہلو میں دفن کیا جائے۔ روضۂ حضرت امام موسیٰ کاظم بن جعفر علیہ السّلام کا ایک مہتمم تھا جو بڑا مردِ صالح تھا جو روضہ کی دیکھ بھال اور خدمت بہت اچھی طرح کیا کرتا تھا

اُس مہتمم کا بیان ہے کہ اس وزیرِ اعظم کے دفن کے بعد وہ (مہتمم) روضہ پر ہی شب کو سو گیا۔ تو اُس نے خواب میں دیکھا کہ اس وزیرِ اعظم کی قبر شگافتہ ہوئی اور اُس میں سے آگ کے شعلے بلند ہوئے جس کا دھواں اور بدبو ہر طرف پھیل گئی۔ اُس نے یہ بھی دیکھا کہ حضرت امام موسیٰ کاظم بن جعفر علیہ السّلام ایک طرف کھڑے ہوئے اُس خدام و مہتمم کا نام بآوازِ بلند لیکر فرما رہے ہیں کہ اے فلاں تو اس خلیفہ سے (اس خلیفہ کا نام لیکر) کہدے کہ تو نے اس ظالم کو میرے پہلو میں دفن کر کے مجھے سخت اذیت دی ہے اور اس کے ساتھ ہی اُس کو بہت سخت و سُست کہا۔

یہ خواب دیکھ کر وہ مہتمم و خدام بیدار ہوا اور مارے خوف کے کانپنے لگا اُس نے خلیفہ کو ایک عرضی لکھی جس میں اپنا تمام خواب بھی تحریر کیا۔ شب کے وقت خلیفہ اس روضۂ مطہر پر آیا، خدام کو بلایا اور اُس کے ساتھ روضۂ اقدس میں داخل ہوا اور اُس وزیر کی قبر کو کھودنے کا حکم دیا۔ قبر کھودی گئی تو دیکھا کہ اس کی قبر میں لاش کے بجائے جلی ہوئی سیاہ رنگ کی ہڈیوں کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ چنانچہ وہ ہڈیاں وہاں سے نکال کر دوسری جگہ منتقل کر دی گئیں۔

(کشف الغمہ جلد ۳ صفحہ ۸)

(۶۸) دشمنانِ اہلبیتؑ پر عذاب کا آنکھوں دیکھا حال

داؤد رقی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السّلام سے عرض کیا کہ دشمنانِ اہلبیتؑ کا مرنے کے بعد کیا حال ہوتا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا، سُننا چاہتے ہو یا دیکھنا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا، دیکھنا چاہتا ہوں: آپ نے حضرت ابوابراہیم موسیٰ بن جعفر علیہ السّلام سے فرمایا، ذرا میرا عصا لے آؤ۔ وہ جا کر عصا لے آئے، تو فرمایا اے موسیٰؑ! اس عصا کو زمین پر مارو اور انھیں دشمنانِ اہلبیتؑ کا حال دکھاؤ۔ انھوں نے عصا کو زمین پر مارا، تو زمین شق ہو گئی اور ایک سیاہ سمندر نظر آیا اور سیاہ سمندر پر عصا مارا تو سمندر پھٹ گیا اور ایک سیاہ چٹان نمودار ہوئی، پھر اُس چٹان پر عصا مارا تو ایک دروازہ نمودار ہوا۔ اس دروازے میں دیکھا تو بے شمار لوگ نظر آئے جن کے چہرے سیاہ اور آنکھیں نیلی تھیں ان میں سے

ہر ایک اس چٹان کے کنارے سے بندھا ہوا تھا اور وہ لوگ چیخ چیخ کر کہہ رہے تھے
یا محمدؐ! اور جہنم کے شعلے اُن کے چہروں پر مارے جاتے، وہ چیختے اور یا محمدؐ! کہتے تھے
تو جواب میں کہا جاتا تھا۔ "جھوٹ بولتے ہو" نہ محمدؐ تمھارے ہیں اور نہ تم محمدؐ کے ہو۔
راوی کا بیان ہے کہ میں نے دریافت کیا کہ میں آپ پر قربان، یہ کون لوگ
ہیں؟ آپ نے فرمایا، یہ لوگ جبت و طاغوت اور نجس اور لعین ابن لعین ہیں اور آپ
ایک ایک کو بتاتے جارہے تھے یہاں تک کہ اصحابِ سقیفہ، اصحابِ فتنہ، بنی ازرق،
بنی اوزاع اور بنی اُمیہ وغیرہ کی نشاندہی بھی کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ ان پر ہر صبح و شام
تجدید عذاب کرتا رہے۔

پھر آپ نے چٹان کو حکم دیا انہیں وقتِ معلوم تک کے لیے ڈھانپ کر رکھو
(عیون المعجزات ص ۸۲)

(۶۹) علی بن یقطین اور ابراہیم جمّال کا واقعہ

(عیون المعجزات ص ۹۰) میں
تحریر ہے کہ ایک مرتبہ ابراہیم جمّال رضی اللہ عنہ نے ابوالحسن علی بن یقطین سے (جو وزیر تھے
خلیفۂ وقت ہارون الرشید کے) ملاقات کی اجازت چاہی۔ اس نے ملاقات کی اجازت نہ دی
اسی سال علی بن یقطین حج کو گئے اور مدینہ پہونچ کر حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السّلام سے
ملاقات کی اجازت چاہی۔ آپ نے اجازت نہ دی۔ پھر دوسرے دن دوبارہ گیا لیکن پھر
بھی اجازت نہیں ملی۔ علی بن یقطین نے کہلایا کہ مولا و آقا! میری کیا خطا ہے؟
فرمایا میں تم سے اس لیے ملنا نہیں چاہتا کہ تم اپنے برادرِ ایمانی ابراہیم جمّال
سے نہیں ملے۔ علی بن یقطین نے کہا، مولا و آقا! مگر اس وقت میں ابراہیم جمّال سے معافی
کس طرح چاہوں جبکہ وہ کوفہ میں ہے۔ آپ نے فرمایا، رات ہوجائے تو بقیع کی طرف تنہا جاؤ
کسی کو خبر نہ ہو وہاں تم کو ایک گھوڑا مع زین کے ملے گا وہ تم کو بہت جلد اُس کے پاس پہونچا
دے گا۔

راوی کا بیان ہے کہ علی بن یقطین شب کے وقت بقیع پہونچے، گھوڑے پر
سوار ہوئے اور تھوڑی ہی دیر میں کوفہ جا پہونچے اور ابراہیم جمّال کے دروازے پر پہونچ کر
دستک دی اور کہا کہ میں علی بن یقطین ہوں۔ اندر سے ابراہیم جمّال نے جواب دیا، میرے دروازے
پر علی بن یقطین کیا کرنے آیا ہے؟ علی بن یقطین نے کہا، جناب میرا ایک بہت بڑا کام ہے۔ خدا کے

لیے ملنے کی اجازت دیجیے۔ ابراہیم جمّال نے اجازت دی، یہ اندر گئے اور کہا، جب تک تم مجھے
معاف نہ کروگے میرے مولا و آقا مجھ سے ملاقات کے لیے تیار نہیں۔ ابراہیم جمّال نے کہا
جاؤ اللہ تم کو معاف کرے گا۔ علی بن یقطین نے کہا، خدا کے لیے تم میرے منھ پر اپنا پیر ملو۔
انھوں نے انکار کردیا لیکن علی بن یقطین کے بیحد اصرار کرنے پر ابراہیم جمّال نے اُن کے
منھ پر اپنے پاؤں کا نشان بنادیا اور کافی تک ابراہیم جمّال نے اپنا پاؤں علی بن یقطین کے
منھ پر بار بار مارا اور علی بن یقطین یہی کہتے رہے کہ پروردگار! تو گواہ رہنا کہ ابراہیم جمّال نے
مجھے معاف کردیا ہے۔ اس کے بعد وہ کوفے سے اُسی گھوڑے پر واپس ہوئے اور اسی شب
میں حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السّلام کے درِ دولت پر پہونچے۔ آپ نے اجازت دی، تو
یہ اندر داخل ہوئے اس طرح آپ نے اُس سے (علی بن یقطین سے) ملاقات قبول فرمائی۔

(۷۰) ایک نصرانی کا قبولِ اسلام

یعقوب بن جعفر بن ابراہیم سے روایت
ہے کہ میں حضرت ابوالحسن موسیٰ علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک مرد نصرانی مقامِ
عریض پر آپ کے پاس آیا اور بولا: میں ایک بہت دور دراز شہر سے سفر کی مشقتیں برداشت
کرتا ہوا یہاں پہونچا ہوں اور تیس سال سے اللہ سے دعا کر رہا تھا کہ وہ میری ہدایت فرمائے
دینِ حق کی جانب اور اپنے بندوں میں سب سے بہتر بندے کی طرف اور علماء میں سب سے
بڑے عالم کی طرف۔ تو خواب میں ایک شخص آیا اور اُس نے دمشق کے بالائی حصے میں ایک
شخص کی نشاندہی کی۔ میں روانہ ہوا اور اس کے پاس پہونچا، اُس سے گفتگو کی۔ اُس نے کہا میں
میں اپنے اہلِ دین میں بڑا عالم ضرور ہوں مگر ایک اور شخص ہیں جو مجھ سے بھی بڑے عالم دین ہیں۔
میں نے کہا، آپ بتائیں کہ وہ کون ہیں؟ اس کام کے لیے میں سب کچھ برداشت کروں گا۔ میں
نے پوری انجیل پڑھی، مزامیرِ داؤدؑ پڑھے، توریت کے اسفارِ اربعہ پڑھے۔ پھر میں نے بظاہر
قرآن کو بھی پڑھا اور اس کا بالاستیعاب مطالعہ کیا ہے۔
اُس عالم نے کہا، اگر تمھارا مقصد نصرانیت کے علم سے ہے تو میں عرب و عجم میں
سب سے بڑا نصرانی عالم ہوں اور اگر تمھارا مقصد دینِ یہود سے ہے تو وہ باطی شمر اجیل
سامری ہے وہ دینِ یہود کا سب سے بڑا عالم ہے اور اگر تمھارا مقصد یہ ہے کہ علم اسلام، علم
توریت، علم انجیل و زبور اور کتابِ ہود اور تمام انبیاء پر جو صحیفے نازل ہوئے ہیں خواہ وہ کسی
دور میں نازل ہوئے ہوں یا آسمان سے جو خبر نازل ہوا ہو خواہ اسے کوئی جانتا ہو یا نہ جانتا ہو،

جس میں ہر شے کی وضاحت ہے۔ عالمین کے لیے شفا ہے، فرحت حاصل کرنے والوں کے لیے فرحت ہے۔ اللہ جس کا بھلا کرنا چاہتا ہے اُس کے لیے بھلائی ہے اور حق کی محبت ہے اُن سب کا سب سے بڑا جاننے والا کون ہے تو میں اُس کی نشاندہی کرتا ہوں اگر جانا ہے تو اُس کے پاس جاؤ، اگر سواری نہ ہو تو پا پیادہ جاؤ۔ اگر پاؤں جواب دیدیں تو گھٹنوں کے بل جاؤ، اگر گھٹنے بھی جواب دیدیں تو گھسٹتے ہوئے جاؤ، اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو سر کے بل جاؤ۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے کہا، نہیں اتنی قدرت تو مجھ میں ہے کہ میں اپنی جسمانی طاقت اور مال صرف کرکے اُس کے پاس جاؤں گا۔ اُس نے کہا، اگر ایسا ہے تو تم فوراً یثرب چلے جاؤ۔ میں کہا یثرب کون سا مقام ہے میں نہیں جانتا؟ اُس نے کہا، اچھا، اگر یثرب نہیں جانتے تو مدینۃ النبیؐ چلے جاؤ، وہی یثرب ہے جہاں وہ نبیؐ مبعوث ہوئے تھے اور اس وقت اُس نبیؐ عربی و ہاشمی کے وصی موجود ہیں۔ جب وہاں پہونچنا تو بنی غنم بن مالک بن نجار کا محلّہ پوچھ لینا جو مسجدِ نبوی کے بالکل قریب ہے۔ وہ لوگ بیچارے نصرانیوں کے طرز اور حلیہ میں رہتے ہیں اور وہاں کا والی اُن پر تشدّد کرتا ہے اور خلیفہ تو اس سے بھی زیادہ تشدّد کرتا ہے۔ پھر وہاں بنی عمر بن مبذول کو دریافت کرنا، وہ لوگ بقیع زبیر میں رہتے ہیں۔ وہاں پہونچ کر حضرت موسیٰ بن جعفرؑ علیہ السلام کے متعلق معلوم کرنا کہ اُن کا مکان کہاں ہے؟ وہ گھر پر ہیں یا سفر میں ہیں؟ اگر سفر میں ہیں تو تم وہاں پہونچ کر اُن سے ملاقات کرو۔ اِس لیے کہ وہ کہیں قریب ہی گئے ہوں گے۔ اُن کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنا کہ دمشق کی بلند وادیوں کے رہنے والے مطران نے مجھے آپ کی نشاندہی کی ہے اور آپ کو بہت بہت سلام کہا ہے کہ میں اکثر اپنے پروردگار سے دعا کرتا رہتا ہوں کہ وہ مجھے آپ کے ہاتھوں پر اسلام لانے کی توفیق عطا فرمائے۔

یہ سارا قصہ اُس نے کھڑے کھڑے اور اپنے عصا پر ٹیک لگائے ہوئے بیان کیا۔ اس کے بعد بولا۔ اب اگر آپ اجازت دیں تو آپ کے قدم چوم کر بیٹھ جاؤں۔ آپ نے فرمایا بیٹھنے کی اجازت ہے، پاؤں چومنے کی نہیں۔ وہ بیٹھ گیا، پھر اپنی کلاہ اُتاری اور کہا، میں آپ پر قربان اگر حکم ہو تو کچھ کہوں؟ آپ نے فرمایا، ہاں، اِسی لیے تو تم یہاں آئے ہو۔

نصرانی نے کہا، آپ میرے سردار کے سلام کا جواب تو دیں۔ کیا آپ جواب سلام بھی نہ دیں گے؟ حضرتِ ابوالحسن علیہ السلام نے فرمایا، اگر اللہ نے اُس کی ہدایت فرما دی ہے تو اُس پر، ورنہ سلام اُس وقت جب وہ ہمارے دین میں داخل ہو جائے۔

نصرانی نے کہا۔ خدا آپ کا بھلا کرے، میں آپ سے ایک سوال دریافت کرنا چاہتا ہوں، کیا اجازت ہے؟ آپ نے فرمایا، ہاں پوچھو کیا پوچھنا چاہتے ہو؟

اُس نے کہا، یہ بتائیں کہ وہ کتاب جو محمد (صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) پر نازل ہوئی اور اُن کی زبان سے سُنی گئی اُس میں ایک جگہ ہے:

"حٰمٓ ۚ وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ ۙ إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ ۚ إِنَّا كُنَّا مُنذِرِينَ ۝ فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ ۝

(سورۂ دخان آیت ۱ تا ۴)

اس آیت کی تفسیر کیا ہے؟

آپ نے فرمایا، حٰمٓ سے مراد محمد صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ذاتِ گرامی ہے اور یہ ہود پیغمبر پر نازل کی ہوئی کتاب میں موجود ہے۔ اور یہاں اس کے حروف کو کم کرکے پیش کیا گیا ہے۔

کتابِ مبین سے مراد امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ علیہ السلام ہیں۔

لیلۃ مبارکۃ سے مراد حضرت فاطمۃ الزہرا علیہا السّلام ہیں۔ اور

فیھا یفرق کل امرٍ حکیم سے مراد یہ ہے کہ اس سے خیرِ کثیر حاصل ہوگا، یعنی ایک مردِ حکیم کے بعد دوسرا مردِ حکیم پھر تیسرا مردِ حکیم۔

اُس نصرانی نے کہا، یہ بتائیں وہ پہلا مردِ حکیم اور آخری مردِ حکیم کون ہے اور یہ سب کے سب مردِ حکیم کون لوگ ہیں؟

آپ نے فرمایا، کہ صفات تو سب ہی کے ایک دوسرے سے متشابہ ہیں۔ وہ حکیم اسی نسل سے ہوگا اور اس کے صفات تم پر نازل شدہ کتابوں میں بھی موجود ہیں۔ اگر تم لوگوں نے اس میں تحریف، تغیّر یا اس سے انکار نہ کیا ہو جیسا کہ اس سے قبل تم لوگ کرتے رہے ہو۔

اُس نصرانی نے کہا، آپ جو کچھ بتائیں گے میں اس کو چھپاؤں گا نہیں اور نہ آپ کی تکذیب کروں گا۔ آپ کو خوب معلوم ہے جو میں کہہ رہا ہوں کہ اس میں کیا جھوٹ ہے خدا کی قسم اللہ نے اپنے فضل سے آپ کو اس کا علم دیا ہے اور وہ نعمتیں اس نے آپ ہی لوگوں پر تقسیم کر دی ہیں جو کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہیں اور نہ پردہ ڈالنے والے ان پر پردہ ڈال سکتے ہیں اور نہ کوئی جھٹلانے والا اس کو جھٹلا سکتا ہے۔ میں اس معاملہ میں آپ سے سچ کہتا ہوں۔ جو بات کہی ہے وہی بات سچ ہے۔

حضرت ابوابراہیم علیہ السلام نے فرمایا، اچھا، ابھی میں تمھیں ایک بات اور بتاتا ہوں جسے کتابیں پڑھے ہوئے بہت کم لوگ جانتے ہیں۔ اچھا، بتاؤ مادرِ مریمؑ کا کیا نام تھا؟ یہ بتاؤ کس دن مریمؑ کے اندر نفخِ روحِ عیسیٰؑ ہوا؟ وہ دن کون سی ساعت تھی؟ کس دن عیسیٰؑ کو

مریمؑ نے جنم دیا ؟ اور وہ دن کی کون سی ساعت تھی ؟

نصرانی نے کہا مجھے تو نہیں معلوم۔

حضرت ابوابراہیم موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے فرمایا۔ اب مجھ سے سنو !

مادرِ مریمؑ کا نام مرثا اور عربی میں ان کا نام وہیبہ ہے۔ جس دن مریمؑ کو حمل رہا وہ جمعہ کا دن اور زوال کا وقت تھا۔ اور یہی وہ دن ہے کہ جس میں روح الامین اترے تھے مسلمانوں کے نزدیک اس سے زیادہ خوشی کا کوئی اور دن نہیں ہے۔ اللہ نے اس دن کو تمام دنوں پر فضیلت دی ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اس ہی دن کو بزرگی عطا فرمائی ہے اور حکم دیا ہے کہ اس کو عید اور خوشی کا دن قرار دو، تو یہ جمعہ کا دن ہے اور جس دن عیسیٰؑ کی ولادت ہوئی وہ منگل کا دن تھا، دن کی ساڑھے چار گھڑی گذر چکی تھی۔

کیا تم جانتے ہو کہ حضرت مریمؑ نے حضرت عیسیٰؑ کو کس نہر کے کنارے ولادت بخشی ؟ اُس نے کہا، نہیں ؛ آپ نے فرمایا، وہ نہرِ فرات ہے اور اسی نہر کے کنارے نخل اور انگور ہے اور کھجور و انگور کے لیے نہرِ فرات کے پانی کا کوئی اور مقابلہ نہیں کر سکتا۔

اور وہ دن کہ جس میں اُن کی زبان خاموش رہی اور مریمؑ نے نہ بولنے کا روزہ رکھا اور قیدوس نے اپنی اولاد اور متبعین کو آواز دی اور اُنھوں نے بڑھ کر ان کی مدد کی اور آلِ عمران کو نکال لائے تاکہ وہ مریمؑ کو دیکھیں اور ان لوگوں نے دیکھ کر جو کچھ کہا اس کا قصہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری کتابوں میں بھی بیان کر دیا ہے اور ہماری کتاب میں بھی ہے۔ کیا تم اس کو سمجھے ؟

اُس نے کہا، جی ہاں، میں آج ہی اسے پڑھ کر آ رہا ہوں۔

آپ نے فرمایا، پھر اگر ایسا ہے تو تم یہاں اپنی جگہ سے اُٹھنے بھی نہ پاؤ گے کہ اللہ تمھاری ہدایت فرما دے گا۔

نصرانی نے کہا، اچھا، یہ بتائیں کہ سریانی اور عربی زبان میں میری ماں کا نام کیا تھا ؟ آپ نے فرمایا تیری ماں کا نام سریانی میں عنقالیہ تھا، اور تیری دادی کا نام عنقورہ اور تیری ماں کا نام عربی میں ہدیبہ تھا، تیرے باپ کا نام عبدالمسیح تھا اور عربی میں عبداللہ اور کسی کا تو کوئی عبد ہی نہیں۔ اُس نے کہا، آپ سچ فرماتے ہیں۔ اچھا یہ بتائیں کہ میرے دادا کا کیا نام تھا ؟ فرمایا، تیرے دادا کا نام جبرئیل تھا اور میں یہاں اس نشست میں اُس کا نام عبدالرحمٰن رکھتا ہوں۔

اُس نے پوچھا کیا وہ مسلمان نہیں تھے ؟

آپ نے فرمایا، ہاں ہاں وہ شہید ہوئے تھے۔ اہلِ شام کے کچھ لوگوں نے

اُن کے گھر میں گھس کر قتل کر دیا تھا۔

اُس نے پوچھا، اچھا اب آپ میرا نام بتائیے کہ کنیت سے پہلے کیا تھا؟

فرمایا، تمھارا نام عبدالصلیب تھا۔

اُس نے کہا، اب آپ میرا کیا نام رکھتے ہیں ؟

فرمایا، میں تیرا نام عبداللہ رکھتا ہوں۔

اُس نے کہا، میں خدائے عظیم پر ایمان لایا اور گواہی دیتا ہوں کہ اس اللہ کے سوا کوئی اللہ نہیں ہے وہ اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں وہ فرد و صمد ہے۔ وہ ویسا نہیں ہے جیسا نصاریٰ کہتے ہیں یا جیسا کہ یہود کہتے ہیں، یا جیسا کہ طرح طرح کے مشرکین کہتے ہیں۔ اور اس امر کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے بندے اور اُس کے رسول ہیں۔ وہ ہر اسود و احمر پر مبعوث ہوئے۔ جس نے اُن کو دیکھنا چاہا اُس نے دیکھا، جس نے اُن سے ہدایت چاہی اُس نے ہدایت پائی۔ اور اہلِ باطل تو اندھے تھے اور اپنے دعووں میں گمراہ تھے۔ اور اس امر کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ ان کے ولی اور نائب نے جو بات بھی کہی وہ پُر از حکمت ہی کہی اور اُن کے قبل جس قدر انبیاء آئے اُنھوں نے پوری پوری حکمت کی باتیں کہیں۔ اور لوگوں کو اللہ کی اطاعت کا حکم دیا۔ اور باطل و اہلِ باطل سے اور رجس و اہلِ رجس سے جدا ہو گئے اور گمراہی کے راستہ کو چھوڑا۔ بالآخر اللہ نے اُن کی مدد کی تاکہ وہ لوگ اطاعتِ الٰہی میں مشغول رہیں اور معصیت سے انھیں دور رکھا۔ یہی لوگ اللہ کے ولی تھے دینِ خدا کے ناصر و مددگار تھے۔ لوگوں کو نیکی پر آمادہ کرتے تھے اور اس کا حکم دیتے تھے۔ نیز میں ان کے ہر صغیر و کبیر پر ایمان لایا، جن کا میں نے ذکر کیا ہے اُن پر بھی اور جن کا ذکر نہیں کیا ہے اُن پر بھی اور عالمین کے پروردگار، خدائے تبارک و تعالیٰ پر بھی ایمان لایا۔

یہ کہہ کر اُس نے اپنی زنار توڑ کر پھینک دی اور صلیب بھی توڑ ڈالی جو اُس کی گردن میں سونے کی پڑی ہوئی تھی۔ اس کے بعد کہا، آپ حکم فرمائیں کہ یہ چیزیں میں اپنی طرف سے کس کو تصدق کر دوں ؟

آپ نے فرمایا، یہاں تمھارا ایک بھائی ہے وہ بھی پہلے تمھارے دین پر تھا اور تمھاری ہی قوم سے تھا قبیلۂ بنی ثعلبہ سے اُس کا تعلق تھا۔ جیسے تم اسلام لائے ہو وہ بھی اسی طرح مسلمان ہوا۔ یہ سلوک اُس کے ساتھ کرو اور اُس کے پڑوسی بن کر رہو مگر میں یہ وعدہ نہیں کرتا کہ اسلام میں تم دونوں کو تمھارا کوئی حق دلا سکوں گا۔

اُس نے کہا، اللہ آپ کا بھلا کرے۔ خدا کی قسم میں محتاج نہیں ہوں۔

تین سو گھوڑے اور ایک ہزار اونٹ اپنے وطن میں چھوڑ کر آیا ہوں۔ میرے حق سے زیادہ تو آپ کا حقِ خمس میرے مال میں ہے۔

آپ نے فرمایا، تم اللہ اور اُس کے رسول کے ماننے والے ہو تمہارا نسب اپنے حال پر باقی رہے گا اسلام لانے کی وجہ سے بدلے گا نہیں۔

بہر حال، وہ پکا مسلمان ہوگیا اور بنی فہر کی ایک عورت سے اس کی شادی ہوگئی۔ اور حضرت ابوالحسن علیہ السلام نے حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے صدقات کی رقم میں سے اس کو پچاس دینار دیے اور ایک خادم دیا اور اس کے رہنے کے لیے مکان بنوا دیا اور جبتک حضرت ابوابراہیم علیہ السلام مدینہ میں رہے یہ بھی رہا اور آپ کے مدینہ چھوڑنے کے اٹھائیس دن کے بعد یہ بھی مرگیا۔ (الکافی جلد ۱ ص ۴۷۸)

(۷۱) ایک راہب کا قبولِ اسلام

یعقوب بن جعفر کا بیان ہے کہ میں حضرت ابوابراہیم موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی خدمت میں موجود تھا کہ مردِ راہب نجران یمن کا رہنے والا تھا آپ کے پاس آیا اور اس کے ساتھ ایک راہبہ بھی تھی۔ ان دونوں نے فضل بن سوار کے ذریعہ آپ سے حاضرِ خدمت ہونے کی اجازت چاہی۔

آپ نے فرمایا، ان دونوں کو اُمِ خیر کے کنویں پر کل میرے پاس لانا۔ راوی کا بیان ہے کہ دوسرے دن ہم وہاں پہونچے تو دیکھا کہ بہت سے لوگ پہلے ہی سے آئے ہوئے تھے۔

آپ نے حکم دیا چٹائیاں بچھادی جائیں۔ پھر آپ بھی تشریف فرما ہوگئے اور دیگر حضرات بھی بیٹھ گئے۔ اس کے بعد راہبہ نے سوالات شروع کیے اور بہت سے مسائل پوچھے۔ آپ نے ہر مسئلے کا جواب دیا۔ اور اس کے بعد آپ نے بھی اس سے چند سوالات کیے۔ مگر اس کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ بالآخر وہ اسلام لے آئی۔

اس کے بعد راہب نے سوالات کیے اور حضرت ابوابراہیم علیہ السلام نے اُس کے ہر سوال کا جواب دیا۔ پھر راہب نے کہا، سنیے۔ میں اپنے دین میں بہت مستحکم تھا اور قوم نصاریٰ میں کوئی ایسا نہ تھا جو میرے مبلغِ علم کو پہونچتا۔ ایک مرتبہ میں نے سُنا کہ ہند میں کوئی شخص ہے کہ جب چاہتا ہے بیت المقدس ایک دن و رات میں جاتا ہے اور حج کرکے واپس اپنے ملک ہند میں چلا آتا ہے۔ لوگوں سے پوچھا کہ وہ ہند میں کس مقام پر رہتا ہے؟

بتایا گیا کہ وہ مقام سندان میں رہتا ہے۔ میں نے دریافت کیا کہ اُس کے پاس کیا ہے؟ اُس نے کہا کہ اُس کے پاس اُس اسمِ اعظم کا علم ہے جو حضرت سلیمان کے وزیر حضرت آصف کے پاس تھا اور جس کے ذریعہ سے انھوں نے چشم زدن میں تخت بلقیس کو شہرِ سبا سے حاضر کیا تھا، جس کا تذکرہ تمھاری الہامی کتاب میں موجود ہے۔

حضرت ابوابراہیم علیہ السلام نے پوچھا اللہ کے ایسے کتنے نام ہیں کہ اگر اس کے ذریعہ دعا کی جائے تو رد نہ ہو؟

راہب نے کہا، ایسے تو اللہ کے بہت سے نام ہیں مگر ایسے حتمی نام صرف سات ہیں جن کے ذریعہ سے سائل کی دعا رد نہیں ہوتی۔

حضرت ابوالحسن علیہ السلام نے فرمایا ان میں سے جو نام تم کو یاد ہوں بتاؤ؟

اُس نے کہا، نہیں، اُس ذات کی قسم جس نے موسیٰ پر توریت نازل فرمائی، جس نے عیسیٰ کو عالمین کے لیے باعثِ عبرت اور اہلِ عقل کے لیے سببِ شکر بنایا، جس نے محمدؐ کو سراپا رحمت و برکت اور علیؑ کو عبرت و بصیرت اور ان کی نسل کو اور محمدؐ کی نسل کو اوصیا قرار دیا۔ مجھے نہیں معلوم کہ وہ اسمائے الٰہی کیا ہیں۔ اگر معلوم ہوتا تو میں اس سلسلے میں آپ سے کلام ہی کیوں کرتا۔ اور آپ سے پوچھنے کے لیے یہاں کیوں آتا؟

حضرت ابوابراہیم علیہ السلام نے فرمایا، اچھا تم اس مردِ ہندی کا پورا واقعہ تو بیان کرو۔

راہب نے کہا، میں نے یہ سنا ضرور ہے کہ اُس کے پاس کچھ اسماء ہیں لیکن یہ معلوم نہ ہوسکا کہ وہ کیا ہیں۔ ان کے بواطن و ظواہر کیا ہیں۔ وہ کیسے ہیں اور وہ شخص دعا کیسے کرتا ہے؟ اس لیے میں اُس سفر پر نکلا، سندان ہند پہونچا اور اُس شخص کے بارے میں دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ اہلِ دَیر سے ہے جو ایک پہاڑ کے دامن میں رہتا ہے اور سال میں صرف دو مرتبہ اپنے دَیر سے نکلتا ہے۔ اہلِ ہند کا خیال ہے کہ اللہ نے اس کے لیے اس کے دَیر ہی میں ایک چشمہ جاری کر دیا ہے اور یہ بھی خیال ہے کہ بغیر کسی کے بوئے اور جوتے ہوئے اُسکی کھیتی ہو جاتی ہے۔ یہ سن کر میں اُس کے دَیر کے دروازے پر پہونچا وہاں تین دن قیام کیا اور خاموش پڑا رہا، نہ دروازہ کھٹکھٹایا اور نہ دروازہ کھلوانے کی کوئی اور تدبیر کی۔

چوتھے دن اللہ نے خود دروازہ کھلوا دیا؛ ایک گائے آئی جس پر لکڑیاں لدی ہوئی تھیں۔ اُس کے تھن زمین پر گھسٹ رہے تھے معلوم ہوتا تھا کہ اب اس کے تھنوں سے

دودھ نکلا۔ میں نے دروازے کو ذرا دھکا دیا تو وہ فوراً کھل گیا، گائے آگے آگے اور میں اُس کے پیچھے پیچھے اندر داخل ہوگیا اور دیکھا کہ وہ شخص آسمان کی طرف نظر اُٹھاتا ہے اور روتا ہے، زمین کی طرف نظر کرتا ہے اور روتا ہے، پہاڑوں کو دیکھتا ہے اور روتا ہے میں نے بڑھ کر کہا، سبحان اللہ! آپ جیسا تو اس زمانے میں ملنا مشکل ہے: اُس نے جواب دیا میں تو کچھ نہیں ہوں صرف اس شخص کی کرامات میں سے ایک کرامت ہوں جس کو تم اپنے پیچھے چھوڑ آئے ہو: میں نے کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ کے پاس اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے کوئی اسمِ اعظم ہے کہ جس کے ذریعے سے آپ روزانہ بیت المقدس جاتے اور پھر اپنے گھر واپس آجاتے ہیں: اُس نے کہا، تمھیں معلوم ہے کہ بیت المقدس کون سی جگہ ہے اور کہاں ہے؟ میں نے کہا، میں تو صرف اس بیت المقدس کو جانتا ہوں جو ملکِ شام میں ہے اس کے علاوہ تو میں کسی بیت المقدس کو نہیں جانتا: اُس نے کہا، نہیں وہ بیت المقدس نہیں ہے بلکہ بیت المقدس تو بیتِ آلِ محمدؐ ہے: میں نے کہا، لیکن میں نے تو آجتک یہی سُنا ہے کہ بیت المقدس وہ ہے: اُس نے کہا، وہاں تو انبیاءؑ کی عبادت کی محرابیں ہیں اور اسی لیے اس کو حظیرۃ المحاریب کہا جاتا تھا مگر جب حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانۂ فترۃ (خالی زمانہ) آیا اور اہلِ شرک کے ہاتھوں مصیبتیں توڑی گئیں اور شیاطین کے دور میں مظالم ڈھائے گئے۔ تو اسی سلسلے سے ان لوگوں نے بہت سے نام بھی تبدیل کر دیے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے جس سے یہ باطنِ آلِ محمدؐ مراد ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے۔

اِنْ هِيَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ ۭ (سورۂ النجم آیت ۲۳)

راہب کہتا ہے کہ میں نے کہا، میں بہت دور دراز ملک سے آپ کے پاس سمندروں اور دریاؤں کو پار کرتا، سختیاں جھیلتا، مصائب برداشت کرتا ہوا آیا ہوں کیا میری حاجت پوری نہ ہوگی، اور میری صبح و شام مایوسی کی نذر ہو جائے گی؟

اُنھوں نے جواب دیا، میرا خیال ہے کہ جس وقت تمھاری ماں نے تم کو اپنے رحم میں قرار دیا تو اُس وقت اُس کے پاس کوئی مکرّم فرشتہ موجود تھا، اور جس وقت تمھارے باپ نے اپنے صلب سے تم کو تمھاری ماں کے رحم میں منتقل کیا تو اُس وقت وہ غسل کیے ہوئے پاک تھا اور تمھاری ماں زمانۂ طہر میں تھی اور میرا گمان ہے کہ وہ سفرِ رابع کا درس لیے ہوئے تھا اس لیے اُس کا خاتمہ خیر پر ہوا۔ اچھا جس ملک سے تم آئے ہو وہیں پلٹ جاؤ وہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ میں جس کو طیبہ بھی کہتے ہیں اور ایامِ جاہلیت میں جس کا

نام یثرب بھی تھا، وہاں پہونچ کر مقامِ بقیع میں دارِ مروان معلوم کرو اور تین روز قیام کرو وہاں دروازے پر ایک حبشی بوڑھا رہتا ہے جو چٹائیاں بناتا ہے اس سے بہت تلطف اور نرمی سے بات کرنا اور کہنا کہ مجھے آپ کے پاس اُس شخص نے بھیجا ہے جو آپ کے یہاں آکر قیام کیا کرتا ہے اور گھر کے اُس گوشے میں قیام کرتا ہے جس میں چار لکڑیاں رکھی ہوئی ہیں۔ پھر اُس سے فلاں ابن فلاں کے متعلق پوچھنا کہ اُن کی بارگاہ کہاں ہے اور وہ ادھر سے کب گذرتے ہیں۔ وہ تم کو اُن کے بارے میں سب کچھ تفصیل سے بتا دے گا۔

راہب کا بیان ہے کہ میں نے پوچھا کہ جب میں اُن سے ملوں تو کیا کروں؟ اُس نے کہا کہ تم اُن سے گذشتہ اور آئندہ کی جو باتیں چاہو پوچھ لینا۔

حضرت ابوابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ جن سے تم ملے تھے اُس نے تو تم کو سب کچھ بتا دیا، اب اور باقی کیا رہ گیا۔؟

راہب نے کہا، میں آپ پر قربان، اُس شخص کا نام کیا ہے جس سے میری ملاقات ہوئی تھی۔؟

آپ نے فرمایا کہ اُس کا نام متمّم بن فیروز ہے، فارس کا رہنے والا ہے۔ وہ خدائے وحدہٗ لاشریک پر ایمان لایا اور خلوص و یقین کے ساتھ اس کی عبادت کی، مگر جب اُس کی قوم نے مخالفت کی تو وہ بھاگ نکلا اور اللہ تعالیٰ نے اسے حکمت عطا کی۔ راہِ راست کی ہدایت و توفیق عطا فرمائی، اُسے صاحبانِ تقویٰ میں سے قرار دیا اور اس کے اور اپنے مخلص بندوں کے درمیان تعارف کرا دیا۔ اب وہ ہر سال حج کے لیے مکّہ مکرّمہ جاتا ہے اور ہر مہینے عمرہ بجا لاتا ہے اور اللہ کے فضل و کرم اور مدد سے ہند سے مکّہ مکرّمہ جاتا ہے اور اسی طرح اللہ شکر گذار بندوں کو جزا دیتا ہے۔

پھر اُس راہب نے آپ سے بہت سے مسائل دریافت کیے۔ آپ نے ہر ایک کا تسلّی بخش جواب دیا، اُس نے چند ایسی اشیاء کے متعلق بھی سوال کیا جن کا اُس کو قطعاً علم نہ تھا، آپ نے اُن سب کی نشاندہی فرمائی۔ اس کے بعد راہب نے دریافت کیا کہ وہ آٹھ حروف بتائیں جن میں چار تو زمین میں ظاہر ہوئے اور چار ہوا میں معلق رہ گئے، یہ بتائیے کہ وہ چار جو ہوا میں معلق رہ گئے وہ پھر کس پر نازل ہوئے اور ان حروف کی تفسیر کون کرے گا؟

آپ نے فرمایا، وہ ہمارے قائم آلِ محمدؐ ہوں گے جن پر وہ چار حروف نازل ہوں گے اور وہی ان کی تفسیر بھی کریں گے اور ان پر وہ چیز نازل ہوگی کہ جو نہ کسی صدیق پر نازل

ہوئی نہ کسی رسول پر اور نہ کسی ہادیٔ دین پر۔

پھر راہب نے کہا وہ چار حروف جو زمین میں ہیں یہ بتائیں کہ اُن میں سے دو کون کون سے ہیں؟

آپ نے فرمایا، دو ہی کیوں میں چاروں حروف ہی بتاتا ہوں۔ سنو! پہلا حرف کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لَا شَرِیْکَ لَہٗ جو ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔ دوسرے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اخلاص کے ساتھ، تیسرے، ہم اہلبیتؑ ہیں" اور چوتھے ہمارے شیعہ ہیں جو ہم سے ہیں اور ہم لوگ رسول اللہ سے ہیں اور رسول اللہ، اللہؐ سے ہیں: پھر راہب نے کہا،

"میں گواہی دیتا ہوں کہ اُس اللہ کے سوا کوئی اللہ نہیں ہے اور یہ کہ محمدؐ، اللہ کے رسول ہیں اور وہ جو کچھ اللہ کی جانب سے لائے تھے وہ حق ہے اور آپ حضرات اللہ کی مخلوقات میں اللہ کے منتخب بندے ہیں۔ اور آپ لوگوں کے شیعہ پاک ہیں اور اُن ہی کے لیے انجام کار اللہ ہے اور حمد اُس کی جو تمام عالمین کا رب ہے۔"

اس کے بعد حضرت ابو ابراہیمؑ نے خز کا جُبّہ، ایک موٹی قمیص، ایک ریشمی چادر، موزہ، ٹوپی منگا کر اسے دیا۔ پھر ظہر کی نماز پڑھائی اور اس سے کہا کہ اپنا ختنہ کرا لے۔ اُس نے کہا، سابقی میں میرا ختنہ ہو چکا ہے۔ (کافی جلد ۱ صـ۴۸۱)

(۶۴) معجزہ طیّ الارض

برسی نے اپنی کتاب مشارق الانوار صـ۱۱۵ پر صفوان بن مہران سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میرے آقا حضرت ابوعبداللہ (امام جعفر صادقؑ) علیہ السلام نے ایک دن مجھے حکم دیا کہ میرا ناقہ گھر کے دروازے پر لاؤ۔ میں لیکر آیا۔ اتنے میں حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام جن کا سن چھ برس کا تھا اندر سے تیزی کے ساتھ برآمد ہوئے اور اونٹ کی پشت پر بیٹھ گئے اور اسے چلایا اور نگاہوں سے آنِ واحد میں غائب ہو گئے۔ میں نے کہا، اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ اب میں اپنے آقا کو کیا جواب دوں گا۔ (جب وہ برآمد ہو کر سواری کے لیے ناقہ چاہیں گے)۔

راوی کا بیان ہے کہ جب دن کی ایک ساعت گذر گئی تو وہ ناقہ اس طرح آسمان سے اُترا جس طرح شہاب ٹوٹ کر تیزی سے زمین کی طرف چلتا ہے۔ اور وہ ناقہ

پسینہ پسینہ ہو رہا تھا۔ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اُس سے اُترے اور گھر میں داخل ہوئے تو اندر سے ایک خادم نکلا اور اُس نے کہا، اب تم ناقہ واپس اُس کی جگہ پر لے جاؤ اور پھر آقا کے پاس آؤ۔

میں نے حکم کی تعمیل کی، پھر حاضرِ خدمتِ آقا ہوا۔ آپ نے فرمایا۔

اے صفوان! میں نے تمھیں ناقہ لانے کا حکم اسی لیے دیا تھا تاکہ اُس پر تمھارے مولا و آقا ابوالحسن موسیٰ بن جعفرؑ علیہ السلام سوار ہوں۔ اور تم اپنے دل میں یہ یہ باتیں کہنے لگے۔

اے صفوان! تمھیں معلوم ہے کہ وہ اُس پر سوار ہو کر اس وقت کہاں پہونچے تھے، جہاں تک ذوالقرنین پہونچے تھے وہیں تک پہونچے اور پھر اُس سے بھی آگے بڑھ گئے تھے اور وہاں ہر مومن و مومنہ کو میرا سلام پہونچایا تھا۔

بحار الانوار
باب ۵
عبادت، سیرت،
مکارمِ اخلاق اور وفورِ علم

(۱) —— زُہد و عبادت میں سادگی

ابراہیم بن عبدالحمید کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت ابوالحسن اوّل کے اس گھر میں گیا جس میں وہ نماز پڑھا کرتے تھے تو دیکھا کہ اس میں ایک چٹائی۔ ایک لٹکی ہوئی تلوار اور ایک قرآن مجید کے سوا کچھ نہیں ہے۔

(قرب الاسناد صفہ ۱۷۴)

(۲) —— پاپیادہ عمرہ

علی ابن امام جعفر صادق علیہ السلام کا بیان ہے کہ میں اپنے بھائی حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے ساتھ چار مرتبہ عمرہ کے لئے گیا جس میں آپ پاپیادہ مع اپنے اہل و عیال تشریف لے گئے پہلی مرتبہ چھبیس (۲۶) دن پاپیادہ چلے دوسری مرتبہ پچیس (۲۵) دن تیسری مرتبہ چوبیس دن اور چوتھی مرتبہ اکیس دن۔

(قرب الاسناد صفہ ۱۶۵)

(۳) —— وفورِ علم

علی بن حمزہ کی یہ روایت باب نمبر ۲ روایت نمبر ۹۲ پر نقل کی جا چکی ہے۔

(قرب الاسناد صفہ ۱۹۴)

علی بن حمزہ سے یہی روایت ———— الخرائج والجرائح صفہ ۲۱۱ پر بھی مذکور ہے۔

(۴) —— فقراء کی خبرگیری و کثرتِ عبادت

کتاب اعلام الوریٰ اور کتاب الارشاد میں مذکور ہے کہ حضرت ابوالحسن موسیٰ علیہ السلام اپنے زمانہ میں سب سے زیادہ عبادت گذار سب سے بڑے فقیہ، سب سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ کریم النفس تھے۔ روایات میں ہے کہ آپ نمازِ شب پڑھتے تو اُسے نمازِ صبح سے ملا دیتے اور نمازِ صبح سے فارغ ہوتے تو طلوعِ آفتاب تک تعقیبات میں مصروف رہتے اور اس کے بعد سجدہ میں سر رکھتے تو قریب قریب زوالِ آفتاب تک سجدہ سے سر نہ اُٹھاتے اور حمدِ باری کرتے رہتے اور بہت دُعائیں پڑھتے۔ اس کے بعد فرماتے۔ پروردگار مجھے موت کے وقت راحت ہو تکلیف نہ ہو اور حساب کے وقت عفو و درگذر ہو۔ اور یہ بار بار کہتے۔ آپ کی دعاؤں میں سے ایک دُعا یہ بھی ہے

کہ پروردگار تیرے بندے نے بڑی گناہ کی ہے تو تیری طرف سے عفو بھی خوب اچھی اور بڑی ہونی چاہیئے۔ آپ خوفِ خدا سے اس قدر روتے کہ ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو جاتی نیز اپنے اہل و عیال اور اپنے اقربا کے ساتھ سب سے زیادہ حسنِ سلوک بھی فرمایا کرتے شب کے وقت مدینہ میں فقراء کو تلاش کرتے اور ٹوکروں میں بھر کر انگور، آٹا، کھجوریں اور نقدیات ان کو پہونچاتے اور انہیں معلوم نہ ہوتا کہ یہ کون لے آیا ہے۔ (الارشاد صفہ ۲۱۶)

(۵) —— حُسنِ سلوک

محمد بن عبداللہ بکری کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں مدینہ گیا تاکہ کسی سے کچھ قرض لوں مگر ناکام رہا۔ تو دل میں کہا کاش میں حضرت ابوالحسن علیہ السلام کے پاس گیا ہوتا اور اُن سے اپنی تکلیف بیان کرتا۔ یہ خیال آتے ہی میں آپ کی خدمت میں گیا آپ اپنی زراعت پر تھے۔ مجھ کو دیکھ کر آپ نکلے آپ کے ساتھ آپ کا غلام تھا جس کے پاس ایک چھاج تھا جس میں خشک گوشت تھا جو ٹکڑے ٹکڑے کیا ہوا تھا آپ کے ساتھ کوئی اور نہ تھا آپ نے اُسے کھایا اور میں نے بھی آپ کے ساتھ کھایا آپ نے میری حاجت دریافت کی میں نے سارا قصہ بیان کیا۔ آپ اندر تشریف لے گئے اور تھوڑی دیر میں باہر آئے غلام سے کہا یہاں سے جاؤ۔ اس کے بعد آپ نے میری طرف ہاتھ بڑھایا اور تھیلی دی جس میں تین سو دینار تھے پھر آپ اُٹھ کر چلے گئے اور میں بھی اپنی سواری پر سوار ہو کر واپس ہوا۔

(الارشاد صفہ ۲۱۷)

(۶) —— بدی کا بدلہ نیکی سے دینے کی ہدایت

حسن بن محمد نے اپنے جد سے اور انہوں نے اپنے متعدد اصحاب و مشائخ سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت عمر ابن خطاب کی اولاد میں سے ایک شخص مدینہ میں رہتا تھا اور حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کو بیحد اذیت پہونچایا کرتا۔ جب آپ کو دیکھتا تو گالیاں دیتا اور حضرت علی علیہ السلام کو بُرا بھلا کہتا آپ کے اصحاب میں سے ایک شخص نے ایک دن کہا آپ ہمیں اجازت دیں تو میں اس فاجر کو قتل کر دوں۔ آپ نے اس کو انتہائی سختی سے منع کیا اور ڈانٹ دیا۔ اس کے بعد آپ نے اس فاروقی کے متعلق معلوم کیا تو پتہ چلا کہ وہ مدینہ کے قرب و جوار میں کہیں زراعت کرتا ہے۔ آپ نے اپنی سواری لی اور اس کے پاس گئے دیکھا کہ وہ اپنے

کھیت میں ہے آپ مع اپنی سواری کے کھیت میں داخل ہوگئے ادھر سے وہ فاروقی چلایا ارے میری زراعت کو روند کر برباد نہ کرو مگر آپ اُسے روندتے ہی ہوئے اُس کے پاس پہونچے اور سواری سے اتر کر اُس کے پاس بیٹھ گئے اس کو خوش کرنے اور ہنسانے کی کوشش کی پھر پوچھا میری وجہ سے تمہاری کھیتی کا کتنا نقصان ہوا ہوگا؟ اُس نے کہا ایک سو دینار کا آپ نے پوچھا یہ بتاؤ تمہیں اس کھیت سے کتنی پیدا ہونے کی اُمید ہے؟ اس نے کہا کوئی عالم الغیب تو نہیں ہوں۔ آپ نے فرمایا یہ درست ہے مگر میں تو یہ پوچھتا ہوں کہ تمہیں اس میں سے اُمید کتنی پیدا ہونے کی ہے۔ اُس نے کہا مجھے اُمید ہے کہ اس سے دو سو دینار آئیں گے۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر حضرت ابوالحسن علیہ السلام نے ایک تھیلی نکالی جس میں تین سو دینار تھے۔ اور فرمایا یہ لو اور پھر ابھی تمہاری زراعت بھی اپنے حال پر ہے اور جتنے کی تمہیں اُمید ہے اُتنے کی پیداوار ہوگی۔ اس اخلاق کو دیکھ کر وہ فاروقی اٹھا۔ پیشانی کو بوسہ دیا اور درخواست کی کہ میری اب تک کی زیادتیوں کو معاف کیجئے۔ یہ سن کر حضرت ابوالحسن علیہ السلام مسکرائے اور واپس ہوئے۔

راوی کا بیان ہے کہ شام کے وقت جب آپ مسجد میں گئے تو دیکھا کہ وہ فاروقی بیٹھا ہوا ہے۔ آپ کو دیکھ کر اس فاروقی کی زبان سے نکلا: وَاللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ۔ (ترجمہ:۔ خدا ہی خوب جانتا ہے کہ وہ اپنا پیغام کن لوگوں کے حوالے کرے) یہ سن کر اس کے احباب جھپٹ کر اُس کے پاس پہونچے اور بولے یہ تم نے اپنا فیصلہ کیسے بدل دیا۔ اب تک تو تم اس کے علاوہ کچھ اور کہا کرتے تھے؟ اس نے کہا جو کچھ میں نے اس وقت کہا وہ تم لوگوں نے تو سن لیا۔ اس کے بعد وہ حضرت ابوالحسن علیہ السلام کو دعائیں دینے لگا اور اس کے احباب اس سے اس کی تبدیلی رائے پر بحث کرنے لگے اُدھر جب حضرت ابوالحسن علیہ السلام مسجد سے واپس ہو کر اپنے گھر پہونچے تو اپنے ان ہمنشینوں سے کہا جو آپ سے اس کے قتل کی اجازت طلب کر رہے تھے یہ بتاؤ بہتر کیا رہا۔ وہ جو تم لوگوں کا ارادہ تھا یا وہ جو میں نے ارادہ کیا؟ میں نے اس کی حالت کی اس درجہ اصلاح کر دی جو تم نے دیکھا اور مجھے اُس کے شر سے نجات بھی ملی۔ اور اہل علم کی ایک جماعت کا یہ بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن علیہ السلام جب بھی کسی کو دیتے تو دو سو یا تین سو دینار، اس سے کم نہیں۔ چنانچہ حضرت ابوالحسن علیہ السلام کی تھیلیاں ضرب المثل بن گئی تھیں۔ (ارشاد شیخ مفید صفحہ ۳۱۷، تاریخ خطیب جلد ۱۳ صفحہ ۲۸، زہر الآداب جلد ۱ صفحہ ۱۳۲)

(۷) السلام علیک یا ابتاہ

لوگوں کا بیان ہے کہ جب ہارون رشید مدینہ میں

داخل ہوا اور روضہ رسولؐ پر زیارت کو گیا تو قبر رسولؐ کے پاس پہونچا اور لوگوں کو سنانے کے لئے فخریہ طرز پر یہ کہنے لگا۔ اے اللہ کے رسولؐ آپ پر میرا سلام اے میرے ابن عم آپ پر میرا سلام ہو۔ یہ سن کر حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام آگے بڑھے اور قبر رسولؐ کے پاس پہونچ کر بولے اے اللہ کے رسول آپ پر میرا سلام ہو اے میرے اَبِ مکرم (باپ) آپ پر میرا سلام ہو۔ یہ سن کر ہارون رشید کا چہرہ متغیر ہوگیا اور غیظ کے آثار نمودار ہوگئے۔

(الاحتجاج صفحہ ۲۱۴)

(۸) قرأت انجیل مثل قرأت حضرت مسیحؑ

ہشام بن حکم سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے ابرہہ نصرانی سے کہا تم کو اپنی کتاب انجیل کا کتنا علم ہے؟ اس نے کہا میں اُس کا پورا علم رکھتا ہوں بلکہ اس کی تفسیر و تاویل بھی جانتا ہوں۔ حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے اس کے سامنے انجیل کی قرأت شروع کر دی ابرہہ نے آپ کی قرأت سن کر کہا واقعاً حضرت مسیح کی بھی یہی قرأت تھی اور مسیح کے علاوہ یہ قرأت کوئی نہیں کرتا اور مجھے اس قرأت کی پچاس سال سے تلاش تھی۔ اس کے بعد وہ آپ کے ہاتھ پر اسلام لایا۔

(۹) اصحاب احقاف کی نشاندہی

ایک مرتبہ خلیفہ مہدی حج کے لئے روانہ ہوا جب مقام فتق العبادی پر پہونچا تو لوگ پیاس سے بے چین ہوگئے۔ اس نے حکم دیا کہ کنواں کھودا جائے۔ جب لوگ پانی کے قریب پہونچے تو کنویں سے ایسی ہوا نکلی کہ ڈول اندر گر گیا اور لوگ کام سے معطل ہوگئے۔ کام کرنے والے باہر نکل آئے کہ جان سے ہاتھ دھونا نہ پڑے۔ علی بن یقطین نے دو آدمیوں کو رقم کثیر دیں کہ اس کنویں کو مزید کھودیں وہ اندر اُترے تھوڑی دیر اندر رہے اور دہشت زدہ ہو کر باہر نکل آئے۔ ان کے چہرے کا رنگ اُڑا ہوا تھا ان دونوں سے پوچھا کہ واقعہ کیا ہوا؟ تو ان دونوں نے کہا اس میں تو ہمیں بہت سے کھنڈر اور ساز و سامان نظر آئے نیز اس میں بہت سے مرد اور عورتیں دیکھیں جب ہم اُن کی چیز کو ہاتھ لگاتے وہ پاش پاش اور ذرہ ذرہ ہو جاتیں۔ خلیفہ مہدی نے اُس کے متعلق لوگوں سے پوچھا مگر کوئی کچھ نہ بتا سکا۔ حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے فرمایا

یہ اصحابِ احقاف ہیں۔ اللہ نے ان پر عذاب نازل کیا اور ان کی پوری آبادی اور پورے
اموال سب مسخ ہو کر رہ گئے۔ (مناقب ابن شہر آشوب جلد ۳ صفحہ ۴۲۶، الخرائج الجرائح صفحہ ۲۵۳)

(۱۰) جنّت کے متعلق ایک راہب کے چند سوالات

حضرت موسیٰ
بن جعفر علیہ السلام ظالموں کے ظلم سے بچنے کے لئے بھیس بدل کر شام کے قریوں میں سے
کسی قریہ میں پہونچے وہاں ایک غار میں پناہ لی مگر اس غار میں ایک راہب رہتا تھا جو سال میں
صرف ایک بار وعظ کہتا تھا۔ جب راہب نے آپ کو دیکھا تو اس پر بڑی ہیبت طاری
ہوئی اور بولا۔ کیا آپ مرد مسافر ہیں؟۔ آپ نے کہا ہاں۔ پوچھا ہم میں سے ہیں یا ہمارے مخالفین
میں سے؟ فرمایا میں تم میں سے نہیں ہوں۔ پوچھا تو کیا آپ اُمّتِ مرحومہ میں سے ہیں؟ فرمایا
ہاں۔ پوچھا اس اُمّت کے علماء میں سے ہیں یا جہلا میں سے؟ فرمایا میں اس اُمّت کے
جہلا میں سے نہیں ہوں۔ پوچھا یہ بتائیے کہ:
درختِ طوبیٰ کی جڑ جنّت کے اندر حضرت عیسیٰؑ کے گھر میں ہے اور آپ لوگوں کے
نزدیک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں ہے تو اس کی شاخیں جنّت کے سارے
گھروں میں کیسے پہونچیں گی؟
آپ نے فرمایا (یہ سمجھنا کیا مشکل ہے) آفتاب آسمان میں ہے اور روشنی ہر گھر اور ہر مقام
پر پہونچ جاتی ہے۔
اس نے سوال کیا جنّت کا کھانا خواہ کوئی کتنا ہی کھائے اس میں ذرہ برابر کمی نہیں آتی
یہ کیسے؟
آپ نے فرمایا۔ اس کی مثال دنیا میں موجود ہے چراغ کو دیکھو اس سے روشنی حاصل
کی جاتی ہے مگر چراغ میں کوئی کمی نہیں آتی۔
اُس نے سوال کیا جنّت میں ظلِ ممدود (پھیلا ہوا سایہ) ہوگا۔ اسکا کیا مطلب ہے؟
آپ نے فرمایا یہ قبلِ طلوعِ آفتاب کا وقت وہ سب کا سب ظلِ ممدود ہے۔ اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے۔ " اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّکَ کَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ " (سورہ فرقان ۴۵)
اُس نے سوال کیا جنّت میں جو بھی کھایا پیا جائے اس سے بول و براز (پائخانہ پیشاب)
نہیں ہوگا۔ یہ کیسے؟
آپ نے فرمایا بالکل ایسے ہی جیسے بچہ شکمِ مادر میں غذا کھاتا ہے مگر اس سے بول و براز

نہیں ہوتا۔
اُس نے سوال کیا جنّت کے بہت سے خدام ہوں گے جو بغیر حکم دیئے ہوئے تعمیل
کریں گے یہ کیسے؟
آپ نے فرمایا دیکھو جب انسان کو کسی چیز کی ضرورت ہوتی ہے تو اعضا خود سمجھ جاتے
ہیں فوراً بغیر حکم لئے وہ کام انجام دیدیتے ہیں۔
اُس نے سوال کیا اچھا یہ بتائیے کہ جنّت کی کنجیاں سونے کی ہیں یا چاندی کی؟
آپ نے فرمایا جنّت کی کنجیاں بندے کی زبان پر لا الٰہ الا اللہ کا جاری ہونا ہے۔
اُس نے کہا آپ نے سچ فرمایا پھر وہ اور اس کی پوری جماعت اسلام لائی۔
(کتاب المناقب جلد ۳ صفحہ ۴۲۷)

(۱۱) مسئلہ جبر کے متعلق حضرت ابوحنیفہ کو جواب

حضرت ابوحنیفہ کا بیان ہے کہ
میں نے حضرت ابوالحسن موسیٰ علیہ السلام کو ان کی صغر سنی میں دیکھا وہ اپنے پدر بزرگوار کی دہلیز
پر بیٹھے ہوئے تھے میں نے ان سے پوچھا کہ اگر آپ لوگوں کی آبادی میں کوئی مسافر آجائے
تو وہ قضائے حاجت (پیشاب پائخانہ) کہاں کرے؟ یہ سن کر انھوں نے میری طرف نظر اٹھائی
اور بولے۔ دیوار کے پیچھے چھپے۔ پڑوس کی نگاہ سے بچے۔ دریاؤں کے کنارے سے اور
درختوں کے نیچے پھلوں کے گرنے کی جگہ سے۔ گھروں کے صحن سے۔ راستوں اور گذرگاہوں
سے مسجدوں سے احتیاط برتے۔ قبلہ کی طرف نہ پیچھا کرے نہ آگا۔ پھر اس کے بعد اُس کی مرضی
جہاں چاہے قضائے حاجت کرے۔
حضرت ابوحنیفہ کا بیان ہے کہ جب میں نے ان کی صغر سنی کے باوجود یہ جواب سُنا تو
میری آنکھیں کھل گئیں اور دل نے ان کی عظمت محسوس کی میں نے پوچھا میں آپ پر قربان
یہ بتائیں کہ معصیت (گناہ) کس کی طرف سے ہوتا ہے۔ یہ سن کر پھر آپ نے نظر میری طرف
اُٹھائی اور فرمایا بیٹھ جائیں میں بتاتا ہوں میں بیٹھ گیا تو آپ نے فرمایا سنو یہ امر تین حال سے خالی
نہیں گناہ یا بندہ کرتا ہے یا اللہ کرتا ہے یا دونوں مل کر کرتے ہیں۔ اگر اللہ گناہ کرتا ہے تو اس
کے عدل و انصاف سے بہت بعید ہے کہ گناہ وہ خود کرے اور اس کی سزا بندے کو دے
جس نے کچھ کیا ہی نہیں۔ اور اگر گناہ اللہ اور بندہ دونوں نے مل کر کیا ہے تو وہ شریک قوی
ہے۔ اور شریک قوی کا یہ فرض ہے کہ اپنے شریک ضعیف کے ساتھ انصاف کرے عدل سے

کام لے یہ نہ ہو کہ تنہا بیچارہ بندہ اس گناہ کی سزا بھگتے۔ اور گناہ صرف بندہ کا کام ہے تو پھر ٹھیک ہے کہ اس سے کہا جائے کہ یہ کرو اور یہ نہ کرو۔ اسی کے نیک کام پر ثواب اور بُرے کام پر عذاب ہو۔ وہ نیک کام کرے جنّت کا مستحق ہو اور بُرے کام کرے جہنّم کا مستوجب ہو یہ سُن کر میں نے کہا واقعاً ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ (آل عمران ۳۴)

(کتاب المناقب جلد ۳ صفحہ ۴۲۹، امالی سیّد مرتضیٰ جلد ۱ صفحہ ۱۵۱)

(۱۲) آلِ محمّدؑ کا سلسلۂ اسناد احمد بن حنبل کی نظر میں

خطیب نے

تاریخ بغداد میں، سمعانی نے اپنے رسالہ قوامیہ میں، ابو صالح احمد موذن نے اربعین میں، ابو عبداللہ بن بطہ نے اپنی کتاب الابانتہ میں اور ثعلبی نے اپنی کتاب الکشف والبیان میں بھی حضرت ابوحنیفہ کی مذکورہ بالا روایت نقل کی ہے نیز احمد بن حنبل باوجودیکہ اہلبیت علیہم السّلام سے منحرف تھے مگر جب کوئی روایت حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السّلام سے نقل کرتے ہیں تو اس طرح کہ مجھ سے بیان کیا ابوجعفر بن محمّد نے اور پھر اس سلسلہ کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک پہونچاتے ہیں اس کے بعد لکھتے ہیں کہ یہ سلسلہ اسناد وہ ہے کہ اگر اس کو کسی مجنون پر بھی پڑھ کر دم کر دیا جائے تو وہ اچھا ہو جائے۔

(۱۳) امام لہو ولعب میں مصروف نہیں ہوتا

صفوان صحال کا بیان ہے کہ ایک

مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے دریافت کیا کہ امام ہونے کی نشانی کیا ہے آپ نے فرمایا امام کی نشانی یہ ہے کہ وہ لہو ولعب میں مصروف نہ ہوگا۔ ابھی یہ بات ہو ہی رہی تھی کہ حضرت موسیٰ بن جعفر جو اس وقت صغیر السن تھے سامنے سے آگئے اُن کے پاس ایک مکّی نسل کا بکری کا بچّہ تھا آپ اس بکری سے کہہ رہے تھے "اپنے پروردگار کو سجدہ کر"، یہ دیکھ کر حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے ان کو گود میں اٹھا لیا۔ سینے سے لگایا اور فرمایا میرے ماں باپ تم پر قربان تم وہ ہو جو لہو ولعب میں مصروف نہیں ہوتے یہی روایت غیبۃ النعمانی صفحہ ۱۷۹ پر ذرا اضافہ کے ساتھ مذکور ہے۔

(۱۴) قیدخانہ میں عبادت

احمد بن عبداللہ نے اپنے باپ سے روایت

کی ہے کہ ایک مرتبہ میں فضل بن ربیع کے پاس گیا وہ چھت پر بیٹھا ہوا تھا مجھ سے کہا اس گھر کی چھت پر ذرا آکر دیکھو اور بتاؤ تمہیں کیا نظر آرہا ہے۔ میں نے جاکر دیکھا تو کہا کچھ تو نہیں ہے ایک کپڑا پڑا ہوا ہے۔ اس نے کہا ذرا غور سے دیکھو۔ میں نے غور سے دیکھا تو کہا کوئی شخص سجدہ میں ہے۔ اس نے کہا پہچانتے ہو یہ کون ہے؟ یہ حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السّلام ہیں میں نے شب و روز ہر وقت ان پر نظر رکھی ہے اور ہمیشہ ان کو اسی حالت میں دیکھا۔ یہ نمازِ فجر سے لے کر طلوعِ آفتاب تک تعقیبات پڑھتے ہیں پھر سجدہ میں جاتے ہیں تو ان کا یہ ایک سجدہ اتنا طویل ہوتا ہے کہ زوال کا وقت آجاتا ہے۔ ان کے لئے ایک آدمی مقرر کر دیا گیا ہے جو ان کو اوقاتِ نماز بتایا کرتا ہے اور جب وہ انہیں نماز کا وقت بتاتا ہے تو آپ تیزی سے اٹھتے ہیں اور بغیر تجدید وضو اپنے سابقہ وضو کے ساتھ نمازِ فریضہ ادا کرتے ہیں یہی ان کا ہمیشہ کا معمول ہے اور جب نمازِ عشا سے فارغ ہوتے ہیں تو افطار فرماتے ہیں اور اس کے بعد تجدید وضو فرماتے ہیں اور پھر سجدہ فرماتے ہیں اور رات بھر نمازیں پڑھتے ہیں یہاں تک کہ صبح طالع ہو جاتی ہے اور بعض نگرانوں نے یہ بتایا ہے کہ میں نے ان کو اکثر یہ دُعا کرتے ہوئے سُنا ہے کہ پروردگار تجھے معلوم ہے میں دُعا کیا کرتا تھا کہ تو مجھے اپنی عبادت کے لئے فراغت کا وقت عطا کر تو نے اب فراغت کا وقت عطا کر دیا تیرا لاکھ لاکھ شکر۔

آپ سجدہ میں یہ کہا کرتے۔ پروردگار تیرے بندہ کی گناہیں بدترین ہیں مگر تیری طرف سے عفو اور درگذر بھی تو بہترین ہے۔ آپ کی دُعاؤں میں یہ فقرہ بھی ہے پروردگار میں تجھ سے موت کے وقت آسانی اور راحت کا اور حساب کے وقت عفو و درگذر کا طالب ہوں۔

(۱۵) جشنِ نوروز کی شرعی حیثیت

تاریخوں میں ہے کہ ایک مرتبہ

خلیفہ منصور نے حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السّلام سے کہا کہ آپ یوم نوروز لوگوں سے تہنیت لیں اور نذرانے قبول کریں آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنے جدِّ امجد رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی روایات میں بہت تلاش کیا مگر اس عیدِ نوروز کے متعلق مجھے کوئی روایت نہیں ملی یہ اہلِ فارس کی رسم ہے جسے اسلام نے مٹا دیا ہے اور جس چیز کو اسلام نے مٹایا ہے اس کو میں از سرِ نو زندہ کروں معاذاللہ۔

منصور نے کہا کہ میں تو اس کو فوجی حکمتِ عملی سمجھ کر انجام دیتا ہوں۔ خدا کا واسطہ آپ تہنیت کے لئے بیٹھیں۔ مجبوراً آپ کو بیٹھنا پڑا۔ تمام ملوک، امراء اور سردارانِ لشکر حاضر ہو

کر تہنیت دیتے اور اپنے ہدیئے پیش کرتے رہے اور منصور کا خادم آپ کے پیچھے کھڑا ہوا ان ہدیوں کو شمار کرتا رہا۔ الغرض سب کے آخر میں ایک مردِ پیر آیا اور عرض کیا اے بنت رسولؐ کے فرزند میں ایک مفلس انسان ہوں میرے پاس ہدیہ پیش کرنے کے لئے کوئی مال و دولت نہیں ہے بس یہ تین شعر ہدیتہً پیش کرتا ہوں جو میرے جد نے آپ کے جد حسین ابن علی کی مدح میں کہے ہیں اس کے بعد اس نے وہ تین شعر پڑھے۔ آپ نے فرمایا تمہارا ہدیہ قبول اللہ تعالیٰ تمہاری روزی میں برکت دے بیٹھو۔ اس کے بعد آپ نے منصور کے خادم سے جو پیچھے کھڑا ہوا تھا اس سے فرمایا امیر المومنین کے پاس جاؤ اور انہیں بتاؤ کہ ہدیہ میں یہ مال آئے ہیں پوچھو اس کا کیا کیا جائے؟ خادم جا کر واپس آیا اور بولا امیر المومنین فرماتے ہیں کہ یہ سارا مال میں آپ کو ہدیہ کرتا ہوں آپ اس کا جو چاہیں کریں یہ سُن کر آپ نے اس مردِ پیر سے کہا۔ لو یہ سارا مال اُٹھا لے جاؤ میں یہ سب تمہیں ہدیہ کرتا ہوں۔

(۱۶) موزونیتِ طبع

حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کا بیان ہے کہ ایک دن میں مدرسے سے آیا، میری تختی میرے ساتھ تھی۔ پدرِ بزرگوار نے مجھے اپنے سامنے بٹھا لیا اور فرمایا لکھو: تنحَ عن القبیح ولا تردہ "برائیوں سے بچو! اس کی طرف کبھی رُخ نہ کرو"

پھر فرمایا اس کا دوسرا مصرع تو لکھو! میں نے فوراً لکھا:-

"ومن اولیتہ حسناً فزدہ" "اور جو نیکی کرچکے ہو اس میں اضافہ کرو"

آپ نے تیسرا مصرع فرمایا: "ستلقی من عدوک کل کید"

"تمہارا دشمن تم سے ہر طرح کے کید و مکر سے کام لے گا۔"

میں نے فوراً چوتھا مصرع یہ کہدیا: "اذا کان العدو فلا تکدہ"

"اگر وہ کید و مکر سے کام لے تو لیا کرے تم اس کے ساتھ کید و مکر نہ کرو۔"

حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ پھر میرے پدرِ بزرگوار نے ارشاد فرمایا سچ ہے: ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ نسل میں ایک کا اثر دوسرے میں آتا ہی ہے یعنی باپ کا اثر بیٹے میں ضرور آتا ہے۔

موسیٰ بن مکرم کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوالحسن موسیٰ علیہ السلام سے جو سُنا اور پھر اس میں سے جو یاد رہ گیا اس میں سے ایک شعر یہ بھی ہے۔ جسے آپ پڑھا کرتے۔

فان یک یا امیمُ علیَّ دینٌ فعمران ابن موسیٰ یستدین

(الکافی جلد ۵ صہ ۹۴)

(۱۷) اپنے ایک دوست دار کے لئے سفارش

محمد بن سالم کا بیان ہے کہ جب حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کو ہارون رشید کے پاس لے جایا گیا۔ تو آپ کے پاس ہشام بن ابراہیم عباسی آیا اور عرض کیا مولا آپ فضل بن یونس کو ایک پرچہ لکھدیں کہ وہ میرا کام کر دے۔ راوی کا بیان ہے کہ بجائے پرچہ لکھنے کے آپ نے اپنی سواری لی اور خود اس کے پاس تشریف لے گئے۔ حاجب نے فوراً جا کر فضل بن یونس کو اطلاع دی کہ مولا ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام دروازے پر ہیں۔ فضل نے کہا اگر یہ تیری بات سچ ہے تو میں نے تجھے آزاد کیا اور تیرے لئے فلاں فلاں چیزیں بھی ہیں۔ یہ کہہ کر فضل برہنہ پا دوڑتا ہوا باہر آیا اور آپ کے قدموں پر گر پڑا اور اس کے بوسے لئے۔ پھر درخواست کی کہ اندر تشریف لائیں آپ اندر گئے اور فرمایا ہشام بن ابراہیم کا کام کر دو اس نے کہا بہتر کام کر دوں گا۔ اس کے بعد اس نے کہا مولا و آقا کھانا بالکل تیار ہے آپ کا بڑا کرم ہو گا اگر آپ ہمارے ساتھ غذا تناول فرمالیں۔ آپ نے فرمایا اچھا لاؤ۔ دسترخوان لایا گیا اس پر کھانا ٹھنڈا تھا آپ نے اس میں اپنا ہاتھ چلایا اور فرمایا ٹھنڈے کھانے میں خوب ہاتھ چلتا ہے۔ اس کے بعد گرم کھانا آیا تو آپ نے فرمایا اس میں تو ہاتھ جلتا ہے ہاتھ نہیں چلایا جاتا۔

(۱۸) اہل مدینہ کی تین دن تک دعوت

علی بن حکم نے ہمارے بعض اصحاب سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوالحسن موسیٰ علیہ السلام نے اپنے کسی فرزند کی ولادت پر دعوت کی تو تین دن تک سارے اہل مدینہ کو مسجدوں اور گلیوں میں فالودہ کے پیالے پلائے اس پر بعض لوگوں نے انگشت نمائی کی اس کی اطلاع آپ کو ہوئی تو فرمایا اللہ تعالیٰ نے انبیاء میں سے جس کو بھی کوئی شے دی ہے ویسی اور اس سے بہتر جو اُن کو نہیں ملی آلِ محمدؐ کو عطا کی ہے چنانچہ حضرت سلیمان کے لئے کہا۔

هٰذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ أَوْ أَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ (سورہ صٓ آیت ۳۹)

اور محمد صلی اللہ علیہ وآل وسلم کے لئے ارشاد ہوا

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا

(سورہ حشر آیت ۷)

(۱۹) شب کو سوتے وقت شکر کا استعمال

موسیٰ بن بکر کا بیان ہے کہ
حضرت ابوالحسن علیہ السلام اکثر شب کو سوتے وقت تھوڑی سی شکر تناول فرمایا کرتے تھے
(الکافی جلد ۶ صفہ ۳۳۲)

(۲۰) آپ کی کنیزوں کے لباس

یونس بن یعقوب کا بیان ہے کہ مجھ
سے ایک باوثوق شخص نے بتایا کہ اس نے دیکھا کہ حضرت ابوالحسن موسیٰ علیہ السلام کی
کنیزیں پُر نقش ونگار لباس پہنے ہوئے تھیں۔ (الکافی جلد ۶ صفہ ۴۵۳)

(۲۱) حمام سے پہلے تیل کی مالش

حسین بن موسیٰ کا بیان ہے
کہ جب میرے والد حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام حمام کا ارادہ کیا کرتے تھے تو حکم دیا
کرتے تھے کہ اس میں تین مرتبہ آگ روشن کی جائے اور اس میں اُس وقت تک کسی کا
داخل ہونا ممکن نہ تھا جب تک کہ جبشی لوگ اس میں نمدہ وغیرہ نہ بچھا دیں۔ اور آپ جب اس
میں داخل ہوتے تو کبھی بیٹھ کر اور کبھی کھڑے ہو کر۔ ایک دن آپ حمام سے باہر نکلے تو آلِ زبیر
میں سے ایک شخص سے ملاقات ہوئی جس کا نام کُنید تھا۔ آپ کے ہاتھ پر حناء کا اثر تھا اس
نے پوچھا آپ کے ہاتھ پر یہ رنگ کس چیز کا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ حناء کا اثر ہے پھر آپ
نے فرمایا اے کنید مجھ سے میرے پدر بزرگوار نے بیان فرمایا اور وہ اعلم اہل زمانہ تھے کہ ان سے
اُن کے والد نے اور اُن سے اُن کے جد نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے ارشاد کیا کہ جو شخص حمام جائے اور تیل کی مالش کرے اور پیچھے سر سے پاؤں تک
حناء لگائے تو وہ جنون، جذام، برص، عضو کو کھا جانے والی بیماری سے محفوظ رہے گا۔
(الکافی جلد ۶ صفہ ۵۰۹)

(۲۲) ہاتھی دانت کے کنگھے سے وبا دُور ہوتی ہے

حسین بن حسن بن عاصم
نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت ابی ابراہیم علیہ السلام کی خدمت
میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ کے ہاتھ میں ہاتھی دانت کا کنگھا ہے اور آپ اُس سے کنگھی
کر رہے ہیں میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان ہمارے یہاں عراق میں تو لوگوں کا خیال
ہے کہ ہاتھی دانت کی کنگھی کا استعمال جائز نہیں آپ نے فرمایا یہ کیوں؟ میرے والد کے
پاس تو اس کی ایک یا دو کنگھیاں تھیں پھر آپ نے فرمایا تم لوگ ہاتھی دانت کے کنگھے سے
کنگھی کیا کرو اس سے وبا دُور ہوتی ہے۔ (الکافی جلد ۶ صفہ ۴۸۸)

موسیٰ بن بکر کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوالحسن موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ ہاتھی
دانت کی کنگھی سے کنگھا کر رہے تھے جو میں نے آپ کے لئے خریدی تھی۔
(الکافی جلد ۶ صفہ ۴۸۹)

(۲۳) اندازِ قرأت قرآن

منقری نے حفص سے روایت کی ہے اس
کا بیان ہے کہ حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کو جس قدر اپنی جان کا خوف تھا اتنا خوف
اپنی جان کا کسی کو نہ تھا اور ان سے کسی کو خوف نہ تھا۔ آپ قرآن کی قرأت حزنیہ لہجے میں
فرماتے اور معلوم ہوتا کہ کسی انسان سے مخاطب ہو کر کچھ فرما رہے ہیں۔ (الکافی جلد ۲ صفہ ۶۰۶)

(۲۴) حمام

مزارم کا بیان ہے کہ میں حضرت امام ابوالحسن موسیٰ علیہ السلام
کے ساتھ حمام میں داخل ہوا اور جب کپڑے اتار کر نکلے تو آپ نے حکم دیا کہ انگیٹھی روشن
کرو تاکہ پانی گرم ہو۔ آپ کے لئے انگیٹھی روشن کر دی گئی پھر فرمایا مزارم کے لئے بھی روشن
کرو۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا کہ اگر کوئی شخص اس میں سے کچھ حصہ لینا چاہے تو
لے سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ (الکافی جلد ۶ صفہ ۵۱۸)

(۲۵) کھجور کی گٹھلیاں اور بخور

حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام

کے غلام احمد بن ابی خلف کا بیان ہے آپ نے اس کو اس کے باپ کو اس کی ماں کو اور اس کے بھائی کو خرید کر آزاد کر دیا تھا اور احمد کو اپنا منشی اور اپنے مالیات کا ناظم بنا دیا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ جب حضرت ابوالحسن موسیٰ علیہ السلام کی مستورات خود کو باستی تھیں تو عیجانی کھجوروں کی گٹھلیاں چھلکے وغیرہ صاف کیئے ہوئے لیتی تھیں۔ باسنے سے پہلے انھیں آگ پر ڈالتی تھیں جب اس سے ذرا دھواں نکلنے لگتا تو گٹھلیاں نکال کر پھینک دیتی تھیں اور پھر خود کو باستی تھیں ان کا قول تھا کہ یہ باسنے کے لئے بہت اچھی چیز ہے اور دوسری عورتوں کو بھی اس کی ترغیب دیتی تھیں۔

(الکافی جلد ۲ صفحہ ۶۷۲)

(۲۶) خونِ حیض و خونِ بکارت میں فرق کیسے معلوم ہو

خلف بن حماد کوفی سے
روایت ہے اس کا بیان ہے کہ ہمارے بعض اصحاب نے ایک ایسی لڑکی سے عقد کیا جس کو ابھی ماہواری ایام شروع نہیں ہوئے تھے اور اس سے ہمبستری کی تو ایسا خون جاری ہوا کہ تقریباً دس دن تک اس کا سلسلہ منقطع ہی نہیں ہوا۔ دایاؤں کو دکھایا گیا اور ان عورتوں کو بھی دکھایا گیا جن کے متعلق یہ خیال ہوا کہ وہ اس سلسلہ میں سوجھ بوجھ رکھتی ہیں مگر سب کی رائے میں اختلاف تھا کوئی کہتی کہ یہ خون حیض ہے کوئی کہتی کہ نہیں یہ خون بکارت ہے۔

اب اس کے متعلق لوگوں نے اپنے فقہا مثلاً حضرت ابوحنیفہ سے پوچھا ان لوگوں نے کہا یہ فیصلہ مشکل ہے اور نماز فریضہ واجب ہے یہ اس کو چھوڑ نہیں سکتی اس لئے اس کو چاہیئے کہ وضو کر کے نماز پڑھے اور شوہر سے اجتناب کرے جب تک کہ ایام طہر نہ آجائیں۔ اگر یہ خونِ حیض ہے تو بھی نماز اس کے لئے مضر نہیں اور اگر خونِ بکارت ہے تو سمجھ لو کہ اس نے اپنی نماز فرض ادا کر لی۔

اور اسی سال میں حج پر گیا جب مقام منیٰ پر پہونچا تو میں نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام کے پاس آدمی بھیجا اور کہلایا کہ میں آپ پر قربان ایک مشکل مسئلہ آپھنسا ہے اگر آپ کی اجازت ہو تو حاضرِ خدمت ہو کر وہ مسئلہ دریافت کروں؟ آپ نے جواب میں کہلایا کہ جب لوگوں کی بھیڑ کم ہو جائے اور راستہ میں لوگوں کی آمد و رفت منقطع ہو جائے تو اس وقت چاہو آجاؤ۔

خلف کا بیان ہے کہ میں نے رات کا وقت مناسب سمجھا اور دیکھ لیا کہ لوگوں کی آمد و رفت کم ہو گئی ہے تو آپ کے خیمہ پر گیا جب خیمے کے قریب پہونچا تو دیکھا کہ ایک حبشی

غلام راستہ پر بیٹھا ہوا ہے اس نے پوچھا کون؟ میں نے کہا میں ایک حاجی ہوں۔ پوچھا کیا نام؟ میں نے کہا خلف بن حماد۔ اس نے کہا جاؤ اجازت کی ضرورت نہیں آقا نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں یہاں بیٹھا رہوں جب تم آؤ تو تمہیں اجازت دے دوں میں نے خیمہ کے اندر داخل ہو کر آپ کو سلام کیا آپ اُس وقت فرش پر تنہا بیٹھے ہوئے تھے اور خیمہ کے اندر کوئی نہ تھا۔ جب سامنے گیا تو ہم دونوں نے ایک دوسرے کی مزاج پُرسی کی۔

میں نے عرض کیا کہ آپ کے موالیوں میں سے ایک شخص نے ایک ایسی لڑکی سے عقد کیا ہے جس کو ابھی حیض نہیں آیا تھا جب اس سے ہمبستری کی تو خونِ جاری ہو گیا اور تقریباً دس دن تک خون مسلسل جاری رہا اور منقطع نہیں ہوا دایاؤں میں اختلاف رہا کوئی کہتی کہ یہ خونِ حیض ہے اور کوئی کہتی یہ خونِ بکارت ہے یہ بتائیں کہ وہ لڑکی کیا کرے؟ آپ نے فرمایا اللہ سے ڈرو اگر خون حیض ہے تو نماز نہ پڑھے۔ جب تک پاکی کا زمانہ نہ آجائے اور شوہر سے اجتناب کرے اور اگر خون بکارت ہے تو چاہیے کہ وضو کرے اور نماز پڑھے اور اس کا شوہر اگر چاہے تو ہمبستری کر سکتا ہے۔ میں نے کہا مگر یہ کیسے معلوم ہو کہ یہ خون کیسا ہے تاکہ اس کے مطابق عمل کیا جائے۔؟

راوی کا بیان ہے پھر آپ داہنے اور بائیں خیمے کے اندر دیکھا اس خوف سے کہ اور کوئی نہ سُن لے پھر میری طرف سینہ بڑھایا اور فرمایا اے خلف یہ اللہ کا راز ہے۔ اس کو مشتہر نہ کرنا اور ان لوگوں کو یہ اصولِ دین نہ بتانا بلکہ جس طرح اللہ نے ان کو گمراہی میں چھوڑا ہوا ہے تم بھی چھوڑ دو۔ پھر بائیں ہاتھ کی انگلیوں سے اشارہ کر کے فرمایا کہ اس طرح اس کے اندر رُوئی داخل کرواور تھوڑی دیر کے لئے چھوڑ دو پھر نکال کر دیکھو اگر خون ہلالی اور طوق کی شکل میں رُوئی پر لگا ہے تو سمجھ لو کہ یہ خونِ بکارت ہے اور اگر اُس سے پوری رُوئی برابر بھیگ گئی تو سمجھ لو یہ خونِ حیض ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ یہ سُن کر میں مارے خوشی کے رونے لگا آپ نے پوچھا روتے کیوں ہو؟ عرض کیا میں آپ پر قربان آپ کے سوا واقعاً اس مسئلہ کو حل کرنے والا کون ہے یہ سُن کر آپ نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیئے اور فرمایا خدا کی قسم میں نے تم سے وہی بتایا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا تھا اور انھوں نے جبریلؑ سے سُنا اور وہ اللہ کی طرف سے یہ پہچان لائے تھے۔ (الکافی جلد ۲ صفحہ ۹۲)

(۲۷) ترکِ نافلہ

ابن اسباط نے بعض اصحاب سے نقل کیا ہے

کہ حضرت ابوالحسن موسیٰ علیہ السلام جب کبھی غمگین ہوا کرتے تو نافلہ ترک فرمایا کرتے تھے۔
(الکافی جلد ۳ صفحہ ۴۵۴)

(۲۸) کتبِ انبیاء کا علم

ہشام بن حکم ابریہ کے واقعہ میں بیان کرتا ہے کہ جب بریہ اس کے ساتھ حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں آیا تو حضرت ابوالحسن موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی ہشام نے بریہ کا سارا واقعہ آپ سے بیان کیا اور جب بیان کر چکا تو حضرت ابوالحسن علیہ السلام نے فرمایا اے بریہ تم کو اپنی کتاب کا کیسا علم ہے؟ اس نے کہا میں اپنی کتاب کا پورا عالم ہوں آپ نے فرمایا تم کو اپنی کتاب کی تفسیر و تاویل پر کتنا وثوق ہے؟ اس نے جواب دیا مجھے اپنے علم پر وثوق نہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر حضرت ابوالحسن علیہ السلام نے اس کے سامنے انجیل کی تلاوت شروع کی۔ آپ کی تلاوت کو سن کر بریہ نے کہا ارے آپ ہی یا آپ جیسے کو تو میں پچاس سال سے تلاش کر رہا تھا اس کے بعد وہ ایمان لایا اور پکا مومن ہو گیا اور وہ عورت بھی ایمان لائی جو اس کے ساتھ تھی۔

اس کے بعد ہشام بریہ اور وہ عورت تینوں حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہشام نے وہ ساری گفتگو بیان کی جو حضرت ابوالحسن موسیٰ علیہ السلام اور بریہ کے درمیان ہوئی تھی تو حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے یہ آیت پڑھی ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝

(سورۂ آل عمران ۳۴)

پھر بریہ نے عرض کیا کہ آپ لوگوں کے پاس توریت انجیل اور دیگر کتب انبیاء کہاں سے آگئیں؟ آپ نے فرمایا یہ ساری کتابیں ہمیں انبیاء کرام سے وراثت میں ملی ہیں۔ ہم بھی اسی طرح قرأت کرتے ہیں جیسی کہ انبیاء کرتے تھے اور وہی کہتے ہیں جو انبیاء کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ اپنی زمین پر اپنی حجت کسی ایسے کو نہیں بناتا کہ جس سے کوئی بات پوچھی جائے اور وہ کہے کہ میں نہیں جانتا۔
(الکافی جلد ۱ صفحہ ۲۲۷)

(۲۹) عفو و درگذر

معتب کا بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن موسیٰ علیہ السلام

اپنے باغ میں تھے اور درختوں سے پھل اتارے جا رہے تھے۔ اسی اثنا میں میں نے دیکھا کہ ایک غلام نے کھجوروں کی ایک گٹھری اٹھا کر باغ کی چہار دیواری کے باہر پھینک دی۔ تو میں فوراً گیا اور وہ گٹھری اٹھا کر آپ کے سامنے پیش کی اور کہا مولا آپ پر قربان یہ کھجوروں کی گٹھری مجھے باغ کے باہر ملی ہے۔ آپ نے آواز دی اے غلام، اس نے کہا لبیک فرمایا کیا تم بھوکے ہو؟ اس نے کہا نہیں فرمایا ننگے ہو؟ کہا نہیں فرمایا پھر تم نے یہ کیوں لی؟ اس نے کہا بس میرا جی چاہا تھا۔ آپ نے فرمایا اچھا جی چاہا تھا تو یہی اب تیری ہے لے جا۔ اور یہ کہہ کر وہ کھجوریں کی گٹھری اس کو دے دی۔
(الکافی جلد ۲ صفحہ ۱۰۸)

(۳۰) اپنی زمینوں پر کام

ابو حمزہ نے اپنے باپ سے روایت کی ہے اس کے باپ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ اپنی زمینوں پر کام کر رہے ہیں اور سر سے پاؤں تک پسینہ میں تر ہیں میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان اور آدمی کہاں ہیں؟ آپ نے فرمایا اے علی اپنی زمینوں پر کام خود اپنے ہاتھوں سے تو اُن لوگوں نے بھی کیا ہے جو مجھ سے بہتر تھے میں نے پوچھا وہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام بلکہ میرے آبائے کرام خود اپنے ہاتھوں سے کرتے تھے۔ یہ انبیاء و مرسلین و اوصیاء و صالحین کا کام ہے۔
(الکافی جلد ۵ صفحہ ۷۵)

(۳۱) سفینۂ نوح کی مثال

ابو بصیر سے روایت ہے کہ جس سال حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی وفات ہوئی اس سال میں حضرت ابوالحسن موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا میں آپ پر قربان کیا بات ہے کہ آپ نے ایک مینڈھا ذبح فرمایا اور ایک اونٹ نحر فرمایا؟ آپ نے فرمایا اے ابو محمد حضرت نوح علیہ السلام سفینہ میں تھے اور اس میں بہت سی چیزیں اللہ کی مرضی کے مطابق تھیں وہ سفینہ حکم الٰہی کا پابند تھا۔ انھوں نے خانہ کعبہ کا طواف کیا اور یہ طواف النساء تھا پھر حضرت نوح نے سفینہ کو بالکل آزاد چھوڑ دیا اور اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو وحی فرمائی کہ میں اپنے بندے نوح کا سفینہ تم میں سے کسی ایک پر رکھنا چاہتا ہوں یہ سن کر تمام پہاڑوں

نے فخر یہ سر اُونچا کیا مگر کوہ جودی نے تواضع اور انکساری سے کام لیا۔ یہ پہاڑ تمہارے ہی علاقہ میں ہے اور حضرت نوح کے سفینہ کا پیندا (سینہ) جاکر اس پہاڑ کی چوٹی سے ٹکرایا تو حضرت نوح نے سریانی زبان میں عرض کیا پروردگار اس سفینہ کو ٹوٹنے سے بچا۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے یہ سن کر خیال کیا کہ حضرت ابوالحسن علیہ السلام نے بات تو حضرت نوح کی کی ہے مگر یہ اس سے خود کو مراد لے رہے ہیں۔ (الکافی جلد ۲ صفہ ۴۱۸)

(۳۲) سجدۂ شکر

ہشام بن احمر سے روایت ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت ابوالحسن علیہ السلام کے ہمراہ مدینہ کے اطراف جا رہا تھا کہ یک بیک آپ نے اپنا پائے اقدس سواری سے نکالا۔ نیچے اترے اور سرزمین پر سجدے کے لئے رکھ دیا اور دیر تک سجدہ میں رہے۔ پھر سر اٹھایا اور اپنی سواری پر سوار ہو گئے۔ میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان آپ نے سجدہ کو بہت طول دیا؟ فرمایا اللہ نے مجھے ایک نعمت عطا کی تھی جو اس وقت مجھے یاد آگئی میں نے چاہا کہ فوراً اُسکا شکر ادا کروں۔ (الکافی جلد ۲ صفہ ۱۲۴)

(۳۳) ایمانِ مستعار

عیسیٰ شلقان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ اس طرف سے حضرت ابوالحسن علیہ السلام کا گذر ہوا آپ کے ساتھ کوئی جانور بھی تھا میں نے کہا صاحبزادے آپ اپنے پدر بزرگوار کو دیکھئے کہ وہ کیا کرتے ہیں؟ کبھی تو وہ ہمیں ایک کام کرنے کا حکم دیتے ہیں اور پھر کبھی اسی کام کے کرنے سے منع بھی فرما دیتے ہیں دیکھئے کہ انہوں نے ہمیں حکم دیا تھا کہ فلاں شخص سے دوستی رکھو پھر حکم دیا کہ اس پر لعنت بھیجو اور اس سے قطع تعلق کر لو؟ حضرت ابوالحسن علیہ السلام نے جو ابھی کمسن تھے فرمایا سنو اللہ تعالیٰ نے کچھ لوگوں کو ایمان کے لئے پیدا کیا ہے اور ان کے ایمان میں فرق نہیں آسکتا اور کچھ لوگوں کو کفر کے لئے پیدا کیا ان کے کفر میں کوئی فرق نہیں آسکتا۔ اور کچھ لوگوں کو بین بین پیدا کیا اللہ نے انہیں ایمان بطور عاریت دیا ہے اسی لئے ان کو معارین کہتے ہیں اللہ جب چاہے اُن سے ایمان چھین لے۔ فلاں شخص بھی انہیں لوگوں میں ہے جن کو ایمان بطور عاریت ملا تھا۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے اور حضرت ابوالحسن موسیٰ علیہ السلام کے درمیان گفتگو کی تفصیل بتائی تو آپ نے

فرمایا کیوں نہ ہو وہ بھی تو نبوت کا ایک چشمہ ہے۔ (الکافی جلد ۲ صفہ ۴۱۸)

(۳۴) اکل حرام سے اجتناب

عبدالحمید بن سعید سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوالحسن علیہ السلام نے اپنے ایک غلام کو انڈا خریدنے کے لئے بھیجا اُس نے ایک یا دو انڈے لیے اور اس کا جوا کھیلا پھر بعد میں لے کر آیا اور حضرت ابوالحسن علیہ السلام نے اُس کو نوش فرمایا تو آپ کے غلام نے کہا کہ اس میں سے ایک انڈا جوئے کا ہے یہ سن کر آپ نے طشت منگوایا اور پھر اس میں قے کر دی اور جو کچھ کھایا تھا نکال دیا۔ (الکافی جلد ۵ صفہ ۱۲۳)

(۳۵) ثمر فروشی کا وقت

معتب کا بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن علیہ السلام لوگوں کو تاکید فرمایا کرتے تھے کہ جب کھجوروں میں پھل آجائیں تو اُسے نکالیں اور فروخت کریں۔ اور مسلمان کے ساتھ خرید و فروخت کرتے رہیں۔ (الکافی جلد ۵ صفہ ۱۶۲)

(۳۶) آداب دسترخوان

جعفر عاصمی نے اپنے باپ سے اور انھوں نے اپنے جد سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حج کو گیا میرے ساتھ میرے اصحاب کا ایک گروہ بھی تھا۔ حج کے بعد ہم مدینہ آئے اور اترنے کے لئے کسی جگہ کی فکر میں تھے کہ دیکھا کہ حضرت ابوالحسن علیہ السلام اپنی سبز رنگ کی سواری پر سامنے سے آرہے ہیں اور آپ کے پیچھے کھانا چلا آرہا ہے بہر حال ہم ایک کھجوروں کے باغ میں اترے آپ بھی وہاں تشریف لائے اور سواری سے اترے۔ پھر طشت اور پانی آیا پہلے آپ نے اپنا ہاتھ دھویا اس کے بعد آپ کے دائیں جانب کی صف کے لوگوں کے یکے بعد دیگر آخر تک ہاتھ دھلوائے گئے پھر آپ کے بائیں جانب کی صف کے لوگوں کے یکے بعد دیگرے آخر تک ہاتھ دھلائے گئے۔ اس کے بعد کھانا آیا تو آپ نے نمک سے ابتدا کی اور فرمایا بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ؕ کھانا شروع کرو۔ پھر سرکہ آیا پھر گوشت کی ران بھنی ہوئی آئی آپ نے فرمایا بسم اللہ لوگ کھانا شروع کرو دیکھو یہ چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت پسند تھی اس کے بعد سرکہ اور

زیتون آیا آپ نے فرمایا بسم اللہ اسے بھی کھاؤ یہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو بہت مرغوب تھا۔ پھر سکباج (گوشت سرکا اور زعفران سے تیار کردہ) آیا فرمایا بسم اللہ یہ بھی تو کھاؤ یہ چیز حضرت امیر المومنین کو بہت پسند تھی۔ پھر بیگن گوشت کا بھنا ہوا سالن آیا فرمایا بسم اللہ اسے بھی کھاؤ یہ حضرت امام حسن علیہ السلام کی پسندیدہ غذا ہے۔ اس کے بعد کھٹے دودھ (یعنی دہی) میں روٹی چُور کی ہوئی آئی فرمایا بسم اللہ اس غذا کو حضرت امام حسین ابن علی علیہما السلام بہت پسند فرماتے تھے اس کے بعد مسالہ دار پنیر آیا آپ نے فرمایا بسم اللہ یہ غذا امام محمد باقر علیہ السلام کو بہت محبوب تھی اس کے بعد چھوٹے چھوٹے برتنوں میں تلے ہوئے انڈے آئے آپ نے فرمایا بسم اللہ یہ غذا میرے پدر بزرگوار امام جعفر صادق علیہ السلام کو بہت پسند تھی۔ اس کے بعد حلوا آیا آپ نے فرمایا لو بسم اللہ یہ چیز مجھے بہت پسند ہے۔ اس کے بعد دستر خوان اٹھا لیا گیا تو ہم میں سے ایک شخص اٹھا تاکہ دستر خوان کی گری پڑی غذاؤں کو چن لے۔ آپ نے فرمایا یہ کام چھتوں کے نیچے (مکانوں میں) کیا جاتا ہے ایسی جگہ باغ وغیرہ میں تو چڑیوں کے لئے اور جانوروں کے لئے چھوڑ دیا جاتا ہے۔

اس کے بعد خلال آیا آپ نے فرمایا خلال کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے تم اپنی زبان کو اپنے منہ کے اندر گردش دے لو اور جو غذا منہ کے گوشوں میں اِدھر اُدھر رہ گئی ہے اسے نگل لو پھر اس کے بعد دانتوں کے درمیان جو غذا کے ٹکڑے اٹکے ہوئے ہیں ان کو خلال سے نکال کر تھوک دو۔

آخر میں پھر پانی اور طشت آیا مگر اب کی مرتبہ ہاتھ دھلانے کی ابتدا آپ کے بائیں جانب سے کی گئی اور یکے بعد دیگرے آخر تک سب کے ہاتھ دھلائے گئے۔ اس کے بعد دائیں جانب کے لوگوں کے اوّل سے آخر تک ہاتھ دھلائے گئے۔ ان سب سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے فرمایا اے عاصم یہ بتاؤ کہ صلہ رحم اور حسنِ سلوک میں تم لوگوں کا کیا حال ہے؟ میں نے کہا ایک شخص جس قدر بہتر سے بہتر صلہ رحم اور حسنِ سلوک کر سکتا ہے ہم لوگ کرتے ہیں۔ فرمایا کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک تنگی معاش میں مبتلا شخص اپنے بھائی کے گھر پر جائے اور وہ گھر پر موجود نہ ہو اور یہ گھر والوں سے کہے کہ اچھا ان کے نقدیات رکھنے کی تھیلی اٹھا لاؤ گھر والے اٹھا لائیں اور یہ اُس میں سے تھیلی کی مہر توڑ کر اپنی ضرورت بھر رقم لے لے اور رقم والا اس کو برا محسوس نہ کرے؟ عاصم نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا پھر تو تم لوگ فقیر و تنگدست کے ساتھ حُسنِ سلوک کے کسی پسندیدہ درجہ پر نہیں ہو۔

(مکارم اخلاق صفحہ ۱۶۵۔ بصائر الدرجات)

(۳۷) امام کے دونوں ہاتھ دائیں ہوتے ہیں

حسین بن ابی عزندس کا بیان ہے کہ میں نے مقام منیٰ میں حضرت ابوالحسن موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ ازار پہنے ہوئے چادر اوڑھے ہوئے تھے آپ کے دائیں جانب سیاہ بورے کا گٹھا رکھا ہوا تھا اُس پر آپ تکیہ کئے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک حبشی غلام ایک طبق لے کر آیا جس میں رُطب رکھے ہوئے تھے آپ نے اپنے بائیں ہاتھ سے اٹھا کر کھانا شروع کر دیا۔ اور اسی طرح دائیں ہاتھ سے تکیہ لگائے بائیں ہاتھ سے کھاتے رہے۔ یہ بات میں نے اصحاب میں سے ایک صاحب سے بیان کی تو اُس نے پوچھا کیا تم نے واقعاً اُن کو بائیں ہاتھ سے کھاتے دیکھا ہے؟ میں نے کہا ہاں اس نے کہا خدا کی قسم میں نے سلیمان بن خالد کو بیان کرتے ہوئے سُنا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ امام کے دونوں ہاتھ دائیں ہوتے ہیں بایاں کوئی نہیں ہوتا۔ (قرب الاسناد صفحہ ۱۷۳)

(۳۸) غلاموں اور کنیزوں کی پاکدامنی پر نظر

حسین بن موسیٰ بن جعفر اپنی ماں سے روایت کرتے ہیں اُن کی ماں نے کہا کہ میں حضرت ابوالحسن موسیٰ علیہ السلام کی آمد کا انتظار کر رہی تھی اور وہ چھت پر سو رہے تھے کہ یک بیک وہ جلدی سے اُٹھے میں بھی آپ کے پیچھے دوڑی تو دیکھا کہ آپ کے دو غلام آپ کی دو کنیزوں سے باتیں کر رہے ہیں مگر ان کنیزوں اور غلاموں کے درمیان دیوار حائل تھی ایک دوسرے تک نہیں پہنچ سکتے تھے آپ نے اُن کی باتیں سنیں پھر میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا تم یہاں کب آئیں؟ میں نے کہا جب آپ نیند سے اُٹھے اور تیزی کے ساتھ ادھر آئے تو میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے آئی۔ آپ نے کہا تم نے ان سب کی باتیں نہیں سنیں؟ میں نے کہا ہاں سُنیں۔ اب جب صبح ہوئی تو آپ نے ان دونوں غلاموں کو ایک شہر میں اور ان دونوں کنیزوں کو دوسرے شہر میں فروخت کے لئے روانہ کر دیا اور انہیں وہاں فروخت کروا دیا۔ (قرب الاسناد صفحہ ۱۹۰)

بحار الانوار
باب ٦
خلفائے جور
سے
مناظرے
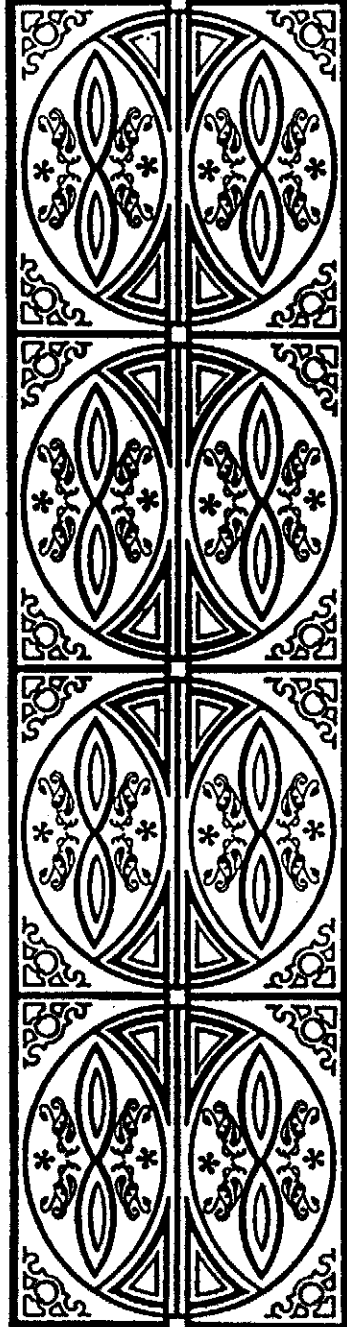
① ہارون کے دربار میں طلبی

محمد بن زبرقان دامغانی کا بیان ہے
کہ مجھ سے حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے بیان کیا کہ جب ہارون رشید نے میری گرفتاری کا حکم دیا اور میں گرفتار ہو کر اُس کے سامنے حاضر کیا گیا تو میں نے اس کو سلام کیا مگر اُس نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا وہ غصہ میں بھرا ہوا تھا اُس نے ایک طولانی خط میری طرف پھینک کر کہا لو اس کو پڑھو لو جب میں نے اس کو پڑھا تو اس میں ایسی باتیں لکھی ہوئی تھیں کہ اللہ جانتا ہے کہ میرا اس سے کوئی تعلق نہ تھا اس میں یہ تحریر تھا کہ اُن تمام غالی شیعوں کی جانب سے جو حضرت موسیٰ بن جعفرؑ کی امامت کے قائل ہیں حضرت موسیٰ بن جعفرؑ کے پاس تمام اطراف سے خراج آتا ہے اور اُسے یہ لوگ تقربِ الٰہی کا ذریعہ سمجھتے ہیں اُن کا خیال ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ اپنی زمین پر کرم نہیں کرتا اور انھیں وارثِ ارض نہیں بناتا اس وقت تک انہیں خراج دینا ان کا فریضہ ہے۔ ان لوگوں کا یہ بھی اعتقاد ہے کہ جو شخص اُن کی طرف عُشر (غلہ کی زکات) نہ بھیجے ان لوگوں کی امامت کا قائل نہ ہو۔ اُن سے اجازت لے کر حج نہ کرے۔ اُن سے حکم لے کر جہاد نہ کرے اور ان کو تمام مخلوقات سے افضل و برتر نہ سمجھے اور اُن کی اطاعت کو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے مانند نہ کرے وہ کافر ہے اُس کا مال اور اس کا خون مباح ہے۔

پھر اس خط میں چند طعن و تشنیع بھی تھیں مثلاً یہ کہ ان لوگوں نے متعہ بلا گواہ کے جائز قرار دیا ہے اور ایک درہم پر بھی عورت حلال ہو جاتی ہے۔ یہ لوگ اسلاف پر تبرا کرتے ہیں نمازیں اُن پر لعنت بھیجتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ جو شخص ان اسلاف پر تبرا نہ کیے اُس کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے اور جو نماز پڑھنے میں تاخیر سے کام لے اُس کی نماز نہ ہو گی اُس لئے کہ اللہ فرماتا ہے :-

اَضَاعُوا الصَّلٰوۃَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا (سورۂ مریم آیت ۵۹)

ان کا خیال ہے کہ جہنم میں ایک وادی ہے۔

بہر حال یہ ایک طویل خط تھا جس کو میں کھڑے کھڑے پڑھ رہا تھا اور ہارون رشید سر جھکائے خاموش تھا خط کے خاتمہ کے بعد ہارون نے سر اٹھایا اور بولا تم نے خط پڑھ لیا اب اس کے متعلق جو کچھ کہنا چاہتے ہو کہو۔

میں نے کہا یا امیر المومنین اس ذات کی قسم جس نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث

بہ نبوت کیا کہ کسی شخص نے بھی میرے پاس بہ طریقۂ خراج ایک درہم تک نہیں بھیجا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ہم آلِ ابی طالب ہدیہ قبول کر لیتے ہیں جیسے اللہ نے اپنے نبیؐ کے لئے حلال قرار دیا ہے چنانچہ آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی بکری کی ایک ران بھی ہدیہ کرے گا تو میں اُسے قبول کر لوں گا۔ نیز امیر المومنین کو علم ہے کہ ہم کس تنگی میں بسر کر رہے ہیں۔ ہمارے دشمنوں کی کثرت ہے۔ اسلاف نے ہمارے حقِ خمس کو جس کے متعلق قرآن کا صاف حکم ہے ہم سے روک دیا گیا جس کی وجہ سے ہم تنگدستی میں مبتلا ہو گئے۔ حالانکہ ہم لوگوں پر صدقہ حرام کیا تھا تو اس کے عوض میں حقِ خمس دیا گیا تھا مگر جب ہم خمس سے محروم کر دیے گئے تو مجبوراً ہدیہ قبول کرنے لگے اور یہ تمام باتیں خود امیر المومنین کے علم میں ہیں۔ یہ سب کہہ کر میں خاموش ہو گیا۔

پھر میں نے کہا اگر امیر المومنین اپنے ابن عم کو اجازت دیں تو وہ اپنے آباء کے سلسلے سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث پیش کرے۔ ہارون نے کہا اجازت ہے پیش کرو۔ میں نے کہا مجھ سے میرے پدر بزرگوار نے بیان کیا اور اُن سے میرے جد نے اور اُن سے ان کے پدر بزرگوار نے یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایک قرابتدار کا جسم دوسرے قرابتدار کے جسم سے مس ہوتا ہے تو خون جوش مارتا ہے اور دونوں تڑپ اٹھتے ہیں۔ لہذا اگر آپ مناسب سمجھیں تو اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دیں۔ یہ سن کر ہارون نے ہاتھ بڑھایا اور اشارہ کیا قریب آؤ۔ پھر مجھ سے ہاتھ ملایا پھر مجھے اپنی طرف کھینچا تھوڑی دیر بغل گیر رہا پھر چھوڑ دیا اور اس کی دونوں آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور بولا اے موسیٰ بیٹھ جاؤ میں نے محسوس کر لیا کہ واقعاً تمہارا کوئی قصور نہیں۔ تم نے سچ کہا تمہارے جد نے بھی سچ کہا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی سچ ارشاد فرمایا واقعاً میرا خون جوش مارنے لگا۔ میری رگ رگ پھڑک اٹھی اور میں جانتا ہوں کہ تم میرے گوشت اور میرے خون ہو اور جو حدیث تم نے بیان کی ہے وہ صحیح ہے اچھا میں چاہتا ہوں کہ ایک بات پوچھوں اگر تم نے اس کا صحیح جواب دے دیا تو سمجھوں گا کہ تم سچے ہو۔ میں تمہیں چھوڑ دوں گا اور تمہارے متعلق مجھ سے جو باتیں لوگوں نے کہی ہیں انہیں سچ نہ تصور کروں گا۔ میں نے کہا پوچھئے مجھے جس قدر اسکا علم ہو گا میں جواب دوں گا۔

ہارون نے کہا کہ شیعہ تم لوگوں کو یا ابن رسول اللہ کہہ کر پکارتے ہیں تم اُن کو منع کیوں نہیں کرتے اس لئے کہ در حقیقت تم تو علیؑ کی اولاد ہو فاطمہؑ تو صرف ایک ظرف کی حیثیت رکھتی ہیں اولاد تو ہمیشہ باپ کی طرف منسوب ہوتی ہے ماں کی طرف منسوب نہیں ہوا کرتی ؟

میں نے کہا اگر امیر المومنین مجھے اس کے جواب سے معاف رکھیں تو بہت مناسب ہوگا۔ ہارون نے کہا نہیں معاف کرنے کی تو بات ہی نہیں جواب تو دینا ہی پڑے گا۔ میں نے کہا اچھا تو آپ امان دیتے اور وعدہ کرتے ہیں کہ مجھ پر شاہی عتاب نہ ہوگا؟ اُس نے کہا ہاں ہاں تمہیں امان ہے۔ تو میں نے ان آیات کی تلاوت کی:

أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

"وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحٰقَ وَيَعْقُوبَ كُلًّا هَدَيْنَا وَنُوحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسٰى وَهَارُونَ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيسٰى" (سورۃ الانعام آیت ۸۵-۸۴)

یا امیر المومنین یہ بتائیں کہ حضرت عیسیٰ کا باپ کون تھا۔ اُس نے کہا حضرت عیسیٰ کا تو کوئی باپ نہیں تھا وہ تو صرف حکم خدا اور روح القدس کے ذریعہ پیدا ہوئے تھے میں نے کہا پھر حضرت عیسیٰ انبیاء کی ذریت میں ماں مریم ہی کی طرف سے تو ملحق کیے گئے ہیں؟ پس ہم بھی انبیاء کی ذریت میں فاطمہؑ کی طرف سے ملحق ہوئے حضرت علی علیہ السلام کی طرف سے نہیں۔ یہ سن کر ہارون نے کہا بہت خوب بہت خوب اے موسیٰ اچھا اسی طرح کی کوئی اور دلیل بھی ہے تو پیش کرو؟

میں نے کہا ساری اُمت خواہ وہ نیکوکار ہو یا بدکار سب کا واقعہ نجرانی پر اجماع ہے کہ جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل نجران کو مباہلہ کے لئے دعوت دی تو آپ کی تنی ہوئی چادر کے نیچے سوائے نبیؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کے اور کوئی نہ تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ (آل عمران آیت ۶۱)

لہٰذا یہاں ابناءنا سے مراد حسنؑ و حسینؑ ہوئے نساءنا سے مراد فاطمہؑ زہرا ہوئیں اور انفسنا سے مراد حضرت علیؑ ہوئے۔ ہارون نے کہا بہت خوب۔

ہارون نے پھر کہا اچھا یہ تو بتاؤ تم یہ کیوں کہتے ہو کہ صلبی اولاد کے رہتے ہوئے چچا کا میراث میں کوئی حصہ نہیں؟ میں نے کہا یا امیر المومنین میں آپ سے گذارش کروں گا کہ اللہ اور اُس کے رسولؐ کا واسطہ آپ اس کے متعلق آیت کی تاویل و تفسیر سے مجھے معاف فرمائیں جبکہ وہ دیگر علماء کی نگاہوں سے بھی پوشیدہ ہے۔ اُس نے کہا نہیں تم نے مجھ سے وعدہ کیا ہے

کہ جو میں پوچھوں گا تم اس کا جواب دو گے لہٰذا میں معاف نہیں کروں گا تمہیں جواب دینا پڑے گا۔ میں نے کہا اچھا اگر ایسا ہے تو آپ پھر از سرِ نو وعدہ کریں کہ میرے لئے جان کی امان ہے ہارون نے کہا میں نے تمہیں امان دی۔ میں نے کہا اچھا تو پھر سنیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا وارث وہ ہرگز نہیں ہو سکتا جس نے ہجرت کی قدرت رکھتے ہوئے بھی ہجرت نہیں کی۔ اور آپ کے چچا عباس ایسے ہی تھے ہجرت کی قدرت رکھتے تھے مگر ہجرت نہیں کی بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اسیروں کے حلقے میں اسیر ہو کر آئے اور اپنے پاس فدیہ کی رقم ہونے سے انکار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے بذریعۂ ملک اپنے نبیؐ کو خبر دی کہ ان کا سونا فلاں مقام پر دفن ہے آپ نے اپنے چچا عباس سے کہا کہ مجھے جبریلؑ نے خبر دی ہے کہ آپ کا سونا فلاں مقام پر دفن ہے پھر حضرت علی کو حکم دیا اور اُس مقام کی نشاندہی کی حضرت علی گئے اور ام الفضل کے گھر سے وہ سونا کھود کر نکال لائے۔ حضرت عباس نے کہا میں گواہی دیتا ہوں تم رسولِ رب العالمین ہو۔ اور جب حضرت علیؑ نے اُن کا سونا سامنے لاکر رکھا تو بولے بھتیجے! تم نے مجھے بالکل ہی فقیر کر دیا۔ اُس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ آیت نازل ہوئی۔

إِنْ يَعْلَمِ اللهُ فِي قُلُوبِكُمْ خَيْرًا يُؤْتِكُمْ خَيْرًا مِمَّا أُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ پھر اللہ کا یہ قول کہ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا مَا لَكُمْ مِنْ وَلَايَتِهِمْ مِنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوا۔ پھر اُس کا یہ قول إِنِ اسْتَنْصَرُوكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ (سورہ انفال آیات ۷۰-۷۲)

میں نے دیکھا کہ اس واقعہ اور ان آیات کو سن کر ہارون پژمردہ ہوگیا۔

اس کے بعد اُس نے کہا یہ بتاؤ تم لوگ یہ کہاں سے کہتے ہو کہ جب مالِ خمس اس کے مستحق کو نہیں ملتا تو عورت کی جانب سے اس کے اندر فساد پیدا ہو جاتا ہے؟ میں نے کہا یا امیر المومنین میں یہ بھی بتانے کے لئے تیار ہوں مگر شرط یہ ہے کہ آپ اپنی زندگی بھر یہ بات کسی کو نہ بتائیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ عنقریب میرے درمیان اور میرے دشمنوں کے درمیان جدائی ڈالنے والا ہے یا امیر المومنین کے سوا سلاطین میں سے آج تک یہ سوال کسی نے نہیں کیا تھا ہارون نے کہا کیا تیم و عدی اور بنی اُمیہ نیز ہمارے آباؤ اجداد میں سے کسی نے یہ سوال نہیں کیا تھا؟ میں نے کہا ہاں نہ مجھ سے کبھی کسی نے یہ سوال کیا اور نہ کبھی حضرت ابو عبداللہ جعفر علیہ السلام سے یہ پوچھا گیا۔ ہارون نے کہا اچھا اگر یہیں تمہارے متعلق یا تمہارے اہلبیت میں سے کسی کے متعلق یہ معلوم ہوگیا تو میری امان تمہارے لئے واپس۔ میں نے کہا جی ہاں واپس۔

ہارون نے کہا اچھا میں چاہتا ہوں کہ جو کچھ تم نے حضرت ابو عبداللہ جعفر صادق علیہ السلام سے اصول و فروع اور اُس کی تفسیر سُنی ہے اُسے مختصر طور پر مجھے لکھ دو۔ میں نے کہا یا امیرالمومنین بہتر بہ سرو چشم۔ پھر کہا جب تم اس کو لکھ چکو تو اپنی ضروریات میرے سامنے پیش کرنا یہ کہہ کر وہ اُٹھ کھڑا ہوا اور ایک آدمی کو مقرر کر دیا جو میرا نگراں رہے اور روزانہ میرے لئے ایک دسترخوان میں کھانا بھیجتا رہا میں نے یہ لکھا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ دنیا میں دو طرح کے امور ہیں ایک وہ کہ جس میں کوئی اختلاف نہیں ساری اُمّت کا اُس پر اجماع ہے اور لوگ اس کے مان لینے پر مجبور ہیں پھر وہ احادیث ہیں کہ جس کی صحت پر تمام اُمت مجتمع ہے اور انہیں جب بھی کسی مسئلہ میں کوئی شبہ ہوتا ہے تو وہ ان احادیث مجتمع علیہ کو سامنے رکھ کر اپنے شبہ کو دُور کر لیتے ہیں۔ اور انہیں مجتمع علیہ احادیث سے تمام احکامات بھی مستنبط ہوتے ہیں۔

اور دوسرے وہ اُمور ہیں کہ جس میں شک کا احتمال ہے اور انکار کی گنجائش ہے۔ اور کہنے والے سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس پر دلیل قائم کرو۔ پس اگر کتاب خدا کی اُن آیات سے جن کی تاویل و تفسیر متفق علیہ ہے یا پیغمبر اکرم کی اُس سُنّت سے جن میں کسی کو کوئی اختلاف نہیں یا ایسے قیاس سے جسے عقل تسلیم کرتی ہے اگر کوئی شے ثابت ہو جائے تو پھر دینداروں کے لئے اُس کا رَد کرنا مشکل بلکہ ناممکن اور اُسے قبول کرنا واجب اُس کا اقرار لازم اُس پر ایمان ضروری ہے۔ اگر پیرو کارانِ مذہب کے نزدیک یہ چیز ثابت نہیں ہوتی۔ نہ کتاب خدا کی آیات کی متفق علیہ تاویل و تفسیر سے نہ اس سُنّتِ رسولؐ سے جو بلا اختلاف ہے نہ اس قیاس سے جو عقل کے لئے قابلِ تسلیم ہے تو پھر ایسی صورت میں عوام و خواص اُمّت کے لئے اس میں شک و انکار کی بے حد گنجائش ہے۔ اور اسی طرح یہ دونوں صورتیں مسائل توحید وغیرہ سے لے کر معمولی سی خراش کی دیت وغیرہ تک کے مسائل تک ملحوظ ہوتی ہیں یہی وہ معیار ہے جس پر دین کے تمام مسائل پرکھے جاتے ہیں۔ لہٰذا جو بات دلیل و برہان سے ثابت ہو جائے اسے اختیار کر لو اور جس میں دلیل و برہان کی کوئی روشنی نظر نہ آئے اُس کی نفی کر دو۔

"ولا قوۃ الا باللہ وحسبنا اللہ ونعم الوکیل"

یہ تحریر لکھ کر میں نے اپنے نگران کو مطلع کیا کہ میرا کام ہو گیا ہے اس نے جا کر امیرالمومنین کو اطلاع دی اور باہر آیا۔ پھر میں نے امیرالمومنین کے سامنے یہ تحریر پیش کی انھوں نے پڑھ کر کہا بہت خوب تحریر ہے جو مختصر بھی ہے اور جامع بھی ہے۔ اچھا اب اے موسیٰ اپنی حاجتیں پیش کرو۔ میں نے کہا۔ اے امیرالمومنین سب سے پہلی حاجت تو میری یہ ہے کہ

آپ اجازت دیں کہ میں اپنے اہل و عیال کی طرف واپس جاؤں اس لئے کہ ہم نے اُن کو اس حالت میں چھوڑا ہے کہ وہ زار و قطار رُو رہے تھے اور مایوس تھے کہ اب میں تا ابد اُن کے پاس واپس نہ پہونچوں گا۔ ہارون نے کہا اجازت ہے اور کوئی حاجت؟ میں نے کہا یا امیرالمومنین میرے اہل و عیال کثیر ہیں اللہ کے بعد ہماری نگاہیں امیرالمومنین کے رحم و کرم پر رہتی ہیں انھوں نے میرے لئے ایک لاکھ دینار دینے کا حکم صادر کیا اور سواری پر سوار کر کے مجھے بڑے عزت و احترام کے ساتھ اپنے اہل و عیال میں واپس کیا۔ (کتاب الاختصاص صفہ ۵۴)
(تحف العقول صفہ ۴۲۶)

(۲) مدینہ سے گرفتاری اور ہارون سے گفتگو

ابو احمد ہانی بن محمد بن محمود عبدی نے اپنے باپ سے اور اُنہوں نے اپنے اسناد کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے فرمایا کہ جب میں ہارون رشید کے دربار میں پیش کیا گیا تو میں نے اُسے سلام کیا اور اُس نے جواب سلام دیا پھر کہا اے موسیٰ بن جعفر اب کیا دو خلیفہ الگ الگ لوگوں سے خراج وصول کریں گے؟ میں نے کہا یا امیرالمومنین اللہ آپ کو محفوظ رکھے ہمارے خلاف ہمارے دشمنوں کی جھوٹ جھوٹ باتیں قبول کر کے اور ہماری اور اپنی گناہوں کی وجہ سے کہیں آپ موقفِ حساب پر ٹھہرائے نہ جائیں۔ آپ کو تو خود معلوم ہے کہ حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی وفات کے وقت ہی سے ہم پر لوگوں نے اتہام لگانا شروع کر دیا تھا اور جو جو الزامات لگائے گئے ان سب کا علم آپ کو ہے۔ آپ بھی رسولؐ کے اقرباء سے ہیں اگر مناسب سمجھیں تو اجازت دیں کہ میں رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ایک حدیث اپنے آباء کرام کے اسناد سے بیان کروں؟ اس نے کہا ہاں تمہیں اجازت ہے۔

میں نے کہا کہ مجھ سے میرے والد نے اپنے آباء کے سلسلہ سے میرے جدِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی یہ حدیث بیان کی ہے کہ جب ایک رشتہ دار کا جسم دوسرے رشتہ دار کے جسم سے مس ہوتا ہے تو خون جوش مارتا ہے اور رگ پھڑک اُٹھتی ہے لہٰذا میں آپ پر قربان ذرا اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دیجئے۔ ہارون نے کہا اچھا قریب آؤ۔ میں قریب گیا تو اُس نے میرا ہاتھ پکڑا اور اپنی طرف کھینچ لیا اور دیر تک بغل گیر رہا۔ پھر مجھے چھوڑا اور کہا کہ موسیٰ بیٹھ جاؤ۔ تم پر کوئی الزام نہیں میں نے دیکھا کہ اُس کی آنکھ میں آنسو بھرے ہوئے ہیں تو میری جان میں جان آئی۔ پھر اس نے کہا تم نے بھی سچ کہا اور تمہارے جد نے بھی سچ کہا تھا

میرا خون جوش کھانے لگا اور میری رگیں پھڑک اُٹھیں مجھ پر رقت طاری ہوگئی اور آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اچھا اب میں تم سے چند باتیں پوچھتا ہوں یہ باتیں میں نے اب تک کسی سے نہیں پوچھی ہیں۔ اگر تم نے ان باتوں کا صحیح جواب دے دیا تو میں تمہیں چھوڑ دوں گا اور پھر تمہارے خلاف میں کسی کی بات قبول نہیں کروں گا اور مجھے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ تم کبھی جھوٹ نہیں بولتے لہذا میرے دل میں جو جو باتیں ہیں اُن کا صحیح صحیح جواب دینا۔ میں نے کہا جتنا مجھے علم ہے اُس کے مطابق میں آپ کی باتوں کا صحیح صحیح جواب دوں گا بشرطیکہ آپ مجھ کو امان دیں؟ اس نے کہا ہاں تمہارے لئے میری طرف سے امان ہے بشرطیکہ تم سچ سچ بتاؤ گے اور اس میں تقیہ سے کام نہ لو گے جس کے لئے تم بنی فاطمہ مشہور ہو۔ میں نے کہا اچھا آپ جو چاہیں پوچھیں۔

اُس نے پوچھا۔ یہ بتاؤ کہ تم لوگ خود کو ہم سے افضل کیوں سمجھتے ہو حالانکہ ہم تم دونوں کا شجرہ نسب ایک ہے سب بنی عبدالمطلب ہیں ہم اور تم ایک ہی تو ہیں بس فرق یہ ہے کہ ہم عباس کی اولاد ہیں اور تم لوگ ابوطالب کی اولاد ہو۔ اور یہ دونوں ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا تھے رسولؐ سے دونوں کی قربت برابر کی ہے۔؟

میں نے کہا نہیں ہم آپ لوگوں کے مقابلہ میں رسولؐ سے زیادہ قریب ہیں۔

اُس نے کہا یہ کیسے ؟

میں نے جواب دیا یہ اس طرح کہ حضرت عبداللہ اور حضرت ابوطالب ایک باپ اور ایک ماں سے تھے۔ لیکن تمہارے جد عباس کی ماں اور عبداللہ و ابوطالب کی ماں ایک نہ تھیں

اُس نے کہا اچھا تم لوگوں کو اس بات کا کیوں دعویٰ ہے کہ تم لوگ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصلی وارث ہو۔ حالانکہ چچا کے رہتے ہوئے بھتیجا میراث سے محروم و محجوب ہو جایا کرتا ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی تو اُس سے پہلے ہی ابوطالب کا انتقال ہو چکا تھا۔ اور آپ کے چچا عباس زندہ تھے ؟

میں نے کہا اگر امیرالمومنین مناسب سمجھیں تو یہی سوال نہ پوچھیں اور اس کے سوا جو چاہیں پوچھ لیں۔

اُس نے کہا نہیں تمہیں اس کا جواب دینا ہوگا۔

میں نے کہا پھر آپ خفا تو نہ ہوں گے مجھے آپ نے امان دی ؟

اُس نے کہا ہاں امان دی اور تمہارے کچھ کہنے سے پہلے امان دی۔

میں نے کہا ہاں پھر اس کا جواب تو حضرت علی ابن ابی طالب کے قول میں موجود ہے

کہ اپنی صلبی اولاد خواہ وہ لڑکا ہو یا لڑکی کے رہتے ہوئے میراث میں سوائے ماں باپ یا زوج و زوجہ کے اور کسی کا کوئی سہم اور حصہ نہیں ہے۔ اور صلبی اولاد کے رہتے ہوئے چچا کا حصہ میراث میں نہ قرآن سے ثابت ہے اور نہ کسی اور طرح سے۔ بس صرف قبیلہ بنی تیم و بنی اُمیہ کہتے ہیں کہ چچا بھی باپ ہی ہوتا ہے مگر یہ اُن کی رائے ہے جو حقیقت کے بالکل خلاف ہے اور اس کے متعلق رسول کی کوئی حدیث بھی نہیں ہے۔

اور علمائے اسلام میں سے جو لوگ حضرت علی کے قول کے قائل ہیں ان کے فیصلے بنی اُمیہ وغیرہ کے قاضیوں کے فیصلے کے خلاف ہوتے ہیں چنانچہ یہ نوح بن دراج ہیں جو اس مسئلہ میں حضرت علی کے قول کو تسلیم کرتے ہیں اور اسی پر فیصلہ بھی کرتے ہیں چنانچہ امیرالمومنین نے اُن کو جب کوفہ اور بصرہ کا والی بنایا وہاں بھی انہوں نے اسی کے مطابق فیصلہ دیا اس کی اپیل امیرالمومنین تک آئی تو امیرالمومنین نے حکم دیا کہ نوح بن دراج کو ان کے خلاف فتویٰ دینے والے علماء و قضاۃ کو دربار میں حاضر کیا جائے اس کے خلاف فتویٰ دینے والوں میں سفیان ثوری، ابراہیم مدنی اور فضیل بن عیاض تھے یہ سب بلائے گئے۔ ان سب نے اس امر کی گواہی دی کہ درحقیقت اس مسئلہ میں حضرت علی کا قول یہی ہے تو امیرالمومنین نے اُن سے کہا پھر تم لوگ اس کے مطابق کیوں نہیں فیصلہ کرتے۔ ان لوگوں نے کہا کہ نوح بن دراج میں جرأت و ہمت ہے ہم میں وہ جرأت و ہمت نہیں ہم ڈرتے ہیں تو امیرالمومنین نے نوح بن دراج کے فیصلہ کو بحال کر دیا اس بنا پر کہ قدماء علماء اس امر کو تسلیم کر چکے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عَلِیٌّ اَقْضَاکُمْ "تم میں سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا علیؑ ہے" اور اسی طرح حضرت عمر بن الخطاب کا بھی یہ قول ہے کہ عَلِیٌّ اَقْضَانَا ہم میں سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے علیؑ ہیں۔ وہ سب سے بہتر قاضی ہیں۔ اور قاضی ایک ایسا لفظ ہے جو جامع ہے ان تمام تعریفوں کی جو آنحضرتؐ نے اپنے اصحاب کی تعریف میں کہی ہیں مثلاً قراۃ، فرائض و علم وغیرہ وغیرہ یہ سب مفہوم قضا میں آجاتے ہیں۔

ہارون نے کہا۔ موسیٰ بن جعفر اس سلسلہ میں کچھ اور بتاؤ۔

میں نے کہا۔ یا امیرالمومنین نجی نشستوں میں جو بات کہی جاتی ہے وہ ایک امانت ہوتی ہے اور خصوصاً آپ کی نجی نشست۔

اُس نے کہا نہیں نہیں کوئی مضائقہ نہیں تم جو کہنا چاہتے ہو کہو۔

میں نے کہا اچھا تو سُنئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وارث وہ نہیں ہو سکتا جس نے ہجرت نہ کی ہو اور اس کی ولایت ثابت ہی نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ ہجرت نہ کرے۔

اُس نے کہا تمہارے پاس اس کی کیا دلیل ہے ؟

میں نے کہا اللہ تعالیٰ کا یہ قول اس کی دلیل ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا ۔ (سورۃ الانفال آیت ۷۲)

آپ کو معلوم ہے کہ چچا عباس نے ہرگز ہجرت نہیں کی۔

ہارون نے کہا۔ اے موسیٰ یہ بتاؤ تم نے یہ بات ہمارے دشمنوں میں سے کسی کو یا فقہا میں سے کسی کو اس مسئلہ کے سلسلہ میں تو نہیں بتائی ؟

میں نے کہا نہیں خدا کی قسم نہیں اور مجھ سے سوائے امیر المومنین کے کسی اور نے پوچھا بھی تو نہیں تھا۔

ہارون نے کہا اچھا یہ بتاؤ کہ تم لوگوں نے ہر خاص و عام کو اس امر کی اجازت کیوں دے رکھی ہے وہ تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب کریں اور کہیں کہ اے فرزندِ رسولؐ۔ حالانکہ تم لوگ تو فرزندِ علیؑ ہو۔ انسان کا نسب تو باپ سے چلتا ہے فاطمہؑ کی حیثیت تو صرف ایک ظرف کی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو ماں کی طرف سے تمہارے نانا ہوتے ہیں ؟

میں نے کہا یا امیر المومنین ہمیں آپ ایک بات بتائیں۔ اگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالفرض آپ کی بیٹی سے شادی کا پیغام دیں تو کیا آپ اُس کو قبول فرمالیں گے ؟

اُس نے کہا سبحان اللہ کیوں نہیں منظور کریں گے بلکہ میں تو سارے عرب و عجم اور سارے قریش کے مقابلہ میں اس بات پر فخر کروں گا۔

میں نے کہا لیکن ہماری دختران سے نہ وہ شادی کا پیغام دیں گے اور نہ ہم اپنی دختر کا عقد اُن سے کریں گے۔

اُس نے پوچھا کیوں ؟

میں نے کہا اس لئے کہ ہم اُن کی اولاد ہیں اور آپ اُن کی اولاد نہیں ہیں۔

ہارون نے کہا اے موسیٰ تم نے بہت اچھی بات کہی۔

پھر ہارون نے کہا اچھا یہ بتاؤ کہ تم لوگ خود کو ذریتِ رسولؐ نسلِ رسولؐ کیوں کہتے ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تو کوئی اولادِ نرینہ نہ تھی اور نسل و ذریت تو اولادِ نرینہ سے چلتی ہے لڑکی سے تو نسل نہیں چلتی تم لوگ تو اُن کی لڑکی کی اولاد ہو ؟

میں نے کہا یا امیر المومنین آپ کو قرابتِ رسولؐ کا واسطہ اور اُس قبر کا واسطہ اور اُس قبر

میں جو آرام کر رہا ہے اُس کا واسطہ کہ اس مسئلہ کے جواب سے مجھے معاف رکھیں۔

اُس نے کہا نہیں تم بتاؤ۔ اے علی کی اولاد معلوم تو ہو کہ اس کے متعلق تمہارے پاس کیا دلیل ہے۔ اے موسیٰ تم تو اولادِ علی کے سردار ہو اور اُن کے امامِ زمانہ ہو یہ باتیں مجھ تک پہونچی ہیں میں اُس وقت تک تم کو نہ چھوڑوں گا جب تک تم میرے ایک ایک سوال کا جواب نہ دے لو۔ اور یہ بھی سن لو کہ تمہاری دلیل قرآن سے ہونی چاہیئے اس لئے کہ تم اولادِ علی کا دعویٰ ہے کہ قرآن کی کوئی چیز نہیں چھوٹی ہے اس کا کوئی الف یا کوئی واو ایسا نہیں کہ جس کی تاویل تمہیں نہ معلوم ہو۔ اور اپنے اس دعویٰ پر قرآن کی یہ آیت پیش کرتے ہو کہ،

مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ (سورۃ الانعام آیت ۳۸)

اور اسی لئے تم لوگ دیگر علماء کی رائے اور اُن کے قیاس کو خاطر میں نہیں لاتے۔

میں نے کہا اچھا اجازت ہے جواب دوں ؟

اُس نے کہا ہاں ہاں لاؤ کیا جواب ہے ؟

میں نے کہا اچھا سنیں، " اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ " وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى " (سورۃ الانعام آیت ۸۵-۸۶):

اے امیر المومنین یہ بتائیں کہ حضرت عیسیٰ کے باپ کون تھے ؟ جواب دیا کہ حضرت عیسیٰ کا کوئی باپ نہیں تھا۔ میں نے کہا پھر حضرت عیسیٰ کو انبیاء کی ذریت میں حضرت مریم ہی کی وجہ سے تو شمار کیا گیا ہے۔ بس اسی طرح ہم لوگ بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذریت میں اپنی ماں فاطمہ زہرا صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہا کی جانب سے ملحق ہوئے اور شمار ہوتے ہیں۔

یا امیر المومنین میں اس سلسلہ میں کچھ اور کہوں ؟ کہا ہاں کہو۔ میں نے کہا اب آپ قرآن کی یہ آیت سنیئے۔ فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ۔ (سورۃ آلِ عمران آیت ۶۱)

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد آنحضرتؐ نصاریٰ نجران سے مباہلہ کے لئے گئے تو سوائے حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام اور حضرت فاطمہؑ زہرا اور امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے اور کسی کو نہیں لے گئے لہذا اللہ تعالیٰ کے قول ابناءنا سے مراد حسنؑ و حسینؑ

نساءنا سے مراد فاطمہؑ زہرا اور انفسنا سے مراد علیؑ ابن ابی طالب قرار پائے۔

نیز علماء نے اس پر اجماع کیا ہے کہ یوم اُحد جبریلؑ نے حضرت علی کے جہاد کو دیکھ کر کہا اے محمدؐ یہ ہے مواسات جو علیؑ نے کر دکھائی۔ آپ نے فرمایا کیوں نہ مواسات کرتے وہ مجھ سے ہیں اور میں اُن سے ہوں۔ جبریل نے کہا اور میں آپ دونوں سے ہوں یا رسولؐ اللہ اس کے بعد جبریل نے کہا:

لاسیف اِلّا ذوالفقار لافتیٰ اِلّا علی

اور اس فقرہ میں فتیٰ کا لفظ وہ ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مدح میں استعمال کیا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

فَتًى يَذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهُ إِبْرَاهِيمُ (سورۃ الانبیاء آیت ۶۰)

تو ہم آپ کے بنی عم جبریل کے اس قول پر فخر کرتے ہیں کہ وہ ہم میں سے ہیں۔

اُس نے کہا موسیٰ تم نے بہت اچھی دلیلیں دیں۔ اچھا اپنی حاجت پیش کرو۔ میں نے کہا پہلی حاجت تو میری یہ ہے کہ آپ اپنے بنی عم (مجھے) کو اجازت دیں کہ روضہ رسولؐ پر دوبارہ واپس چلا جائے اور اپنے عیال سے جا کر ملے۔ اس نے کہا اچھا ہم اس پر غور کریں گے۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ اس نے آپ کو سندی بن شاہک کے حوالے کر دیا اور خیال ہے کہ آپ نے اسی کی قید میں انتقال فرمایا۔ (عیون اخبار الرضا جلد ا صفہ ۸۱)

• یہ روایت اس کتاب میں مرسلاً مرقوم ہے۔ (احتجاج صفہ ۲۱۱)

۴ ـــــ یہ دنیا

محمد بن سابق بن طلحہ انصاری سے روایت ہے کہ جس وقت حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کو ہارون رشید کے سامنے پیش کیا گیا تو اُس نے منجملہ اور تمام باتوں کے ایک بات یہ بھی کہی کہ بتاؤ یہ دار دنیا کیا ہے؟ فرمایا یہ دارالفاسقین ہے اس کے بعد آپ نے آیت مندرجہ ذیل کی تلاوت فرمائی۔ " سَأَصْرِفُ عَنْ آيَاتِيَ الَّذِينَ يَتَكَبَّرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَإِن يَرَوْا كُلَّ آيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوا بِهَا وَإِن يَرَوْا سَبِيلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا وَإِن يَرَوْا سَبِيلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا (سورۃ الاعراف آیت ۱۴۶)

ہارون نے کہا مگر یہ کس کا گھر ہے؟ آپ نے فرمایا یہ میرے شیعوں کے لئے دورِ فترۃ (خالی زمانہ) اور غیروں کے لئے دورِ فتنہ ہے۔ ہارون نے کہا پھر گھر کا مالک اپنے گھر

کو کیوں نہیں لیتا؟ فرمایا اس سے جب یہ گھر لیا گیا تھا تو اس وقت یہ گھر آباد تھا۔ تو اب وہ واپس بھی تو اسی وقت لے گا جب آباد ہو (کھنڈر تو نہیں لے گا) (تفسیر العیاشی جلد ۲ صفہ ۲۹)

• سفیان بن نزار سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ ایک دن میں مامون کے پس پشت کھڑا تھا اُس نے لوگوں سے کہا تمہیں معلوم ہے کہ مجھے تشیع کس نے سکھایا؟ لوگوں نے کہا نہیں خدا کی قسم ہمیں اس کا علم نہیں۔ اس نے کہا سنو میرے باپ رشید نے مجھے تشیع کی تعلیم دی۔ لوگوں نے کہا وہ کیسے؟ رشید تو اس خاندان کو تہہ تیغ کرتے تھے! اُس نے کہا ہاں مگر وہ صرف ملک کی خاطر تہہ تیغ کرتے تھے کیونکہ ملک و سلطنت عقیم اور بانجھ ہوتی ہے۔ سنو واقعہ یہ ہے کہ ایک سال میں ہارون رشید کے ساتھ حج کو گیا جب وہ حج کے بعد مدینہ آیا تو اس نے اپنے دربانوں اور حاجبوں کو جا کر ہدایت کی کہ باشندگان مکہ و مدینہ میں سے خواہ وہ مہاجرین و انصار کی اولادیں ہوں یا دیگر قبائل قریش کی جو بھی مجھ سے ملنے آئے وہ اپنا سلسلۂ نسب بیان کر کے اپنا تعارف کرائے۔ لہذا اس حکم کے بعد جو بھی آتا تھا وہ بتاتا تھا کہ میں فلاں ابن فلاں ابن فلاں ہوں میرے جد ہاشمی تھے یا قریشی تھے۔ یا مہاجر تھے یا انصار تھے۔ (جو ہوتے وہ بیان کرتا) اور وہ اس کے جد کی قدر و منزلت کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہر ایک کو سو دو سو درہم سے لے کر پانچ ہزار درہم تک دیا کرتا تھا۔ راوی کا بیان ہے کہ ایک دن میں پس پشت مامون حسب معمول کھڑا تھا کہ فضل بن ربیع حاضر ہوا اور کہا یا امیر المومنین دروازے پر ایک شخص آیا ہے اور وہ کہتا ہے کہ میں موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی ابن ابی طالب ہوں۔ یہ سن کر ہارون رشید ہم لوگوں کی طرف متوجہ ہوا ہم لوگوں میں امین و موتمن اور تمام سردارانِ لشکر بھی تھے اس نے کہا مودب ہو جاؤ پھر فضل بن ربیع سے کہا انہیں اندر آنے کی اجازت دو۔ اور دیکھنا وہ سواری سے باہر نہ اُتریں بلکہ اپنی سواری کے ساتھ ہی اندر فرش تک آئیں۔ ہم لوگ بالکل مودب کھڑے تھے کہ دیکھا کہ ایک شخص جس کا چہرہ زرد۔ سوکھی مشک کی طرح دبلا پتلا۔ پیشانی اور ناک سجدہ کرتے کرتے مجروح سامنے نظر آیا اور جب اس نے دور سے رشید کو دیکھا تو فوراً سواری سے اترا اور یہاں سے رشید چلایا نہیں آپ کو خدا کا واسطہ اپنی سواری پر سوار فرش پر آ جائیں۔ یہ سن کر حاجیوں نے روک دیا کہ نہیں آپ سواری سے نہ اتریں مع سواری کے فرش پر تشریف لے جائیں۔ اور ہم لوگ یہ ساری تعظیم و تکریم دیکھ رہے تھے۔ آپ اپنی سواری سے اترے تو رشید فوراً اپنی جگہ سے اٹھا۔ لب فرش تک استقبال کے لئے پہونچا آنکھوں اور رخساروں کا بوسہ لیا ہاتھ میں ہاتھ لیا صدر مجلس تک آیا آپ کو اپنے پہلو میں بٹھایا اور آپ کی طرف رُخ کر کے باتیں

کرنے لگا۔

اُس نے پوچھا اے ابوالحسن آپ کے متعلقین کتنے ہیں؟ فرمایا پانچ سو سے زیادہ۔ پوچھا کیا یہ سب آپ کی اولاد ہیں؟ فرمایا نہیں ان میں اکثر غلام و ملازم ہیں۔ اولاد تو تیس سے کچھ زیادہ ہے جن میں اتنے لڑکے ہیں اور اتنی لڑکیاں ہیں۔ اُس نے کہا تو آپ اپنی لڑکیوں کی شادی اُن کے چچازاد بھائیوں سے یا کوئی اور کفو دیکھ کر کیوں نہیں کر دیتے؟ آپ نے فرمایا تنگدستی مانع ہے۔ پوچھا کھیتی باڑی کا کیا حال ہے؟ فرمایا کبھی پیدا ہوتی ہے اور کبھی نہیں ہوتی۔ پوچھا آپ پر قرض وغیرہ تو نہیں ہے؟ فرمایا ہاں ہے۔ پوچھا کتنا ہے؟ فرمایا دس ہزار دینار۔

رشید نے کہا اے میرے ابن عم ہم آپ کو رقم دیں گے اُس سے آپ اپنے لڑکوں اور لڑکیوں کی شادی کریں اور اپنی کھیتی کو چمکائیں۔ آپ نے فرمایا ہاں اے میرے ابن عم یہ آپ کا حسن سلوک آپ کے خلوص نیت اور اقربا نوازی کی دلیل ہے جس پر میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں اور کیوں نہ ہو قرابت بھی کوئی دور کی نہیں نسب تو ہم سب کا ایک ہی ہے حضرت عباس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا اور آپ کے پدر بزرگوار کے بھائی تھے اور ادھر وہ حضرت علیؑ کے بھی چچا اور آپ کے باپ ابو طالبؑ کے بھائی تھے۔ اگر آپ ایسا کریں گے تو کوئی بعید از قیاس تو نہیں ہے آپ کا ہاتھ بھی کشادہ ہے طبیعت میں بھی جود و کرم ہے۔ اقبال بھی بلند ہے اُس نے کہا اے ابوالحسن میں ایسا ہی کروں گا۔

آپ نے فرمایا اے امیرالمومنین اللہ تعالیٰ نے والیانِ سلطنت پر فرض کیا ہے کہ وہ فقرائے اُمت کی گری ہوئی حالت کو سنبھالیں مقروض لوگوں کے قرض کو ادا کریں لوگوں کے بوجھ کو ہلکا کریں جن کے جسم پر لباس نہیں انہیں لباس پہنائیں۔ قیدیوں کے ساتھ احسان سے کام لیں اور آپ تو امیرالمومنین ہیں آپ پر تو زیادہ فرض ہے۔ رشید نے کہا اے ابوالحسن میں ایسا ہی کروں گا۔ اس کے بعد حضرت ابوالحسن علیہ السلام اُٹھ کھڑے ہوئے تو رشید بھی اُٹھ کھڑا ہوا اُن کے رخساروں کو بوسہ دیا۔ مامون کا بیان ہے کہ پھر میرا باپ میری طرف امین کی طرف اور موتمن کی طرف متوجہ ہوا اور کہا اے عبداللہ اے محمد اور اے ابراہیم یہ تمہارے سامنے تمہارے چچا اور تمہارے بزرگ کھڑے ہیں۔ جاؤ ان کی رکاب تھامو اور سواری پر سوار کرو ان کے لباس برابر کرو۔ اور ان کے ساتھ ساتھ جا کر ان کے گھر تک پہونچا آؤ۔ پھر حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے مجھ سے چپکے چپکے بات کی مجھے خلافت کی خوشخبری دی اور کہا دیکھو جب تم خلیفہ ہو تو میرے فرزند کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ الغرض ہم لوگ ان کو ان کے گھر تک چھوڑ کر آئے۔ اور میں اپنے باپ کی اولاد میں سب سے زیادہ جسارت

سے کام لیتا تھا۔

الغرض جب سب لوگ چلے گئے اور تخلیہ ہوا تو میں نے کہا اے امیرالمومنین یہ کون صاحب تھے جن کی آپ نے اس قدر تعظیم و تکریم کی اپنی مسند سے اُٹھے ان کا استقبال کیا انہیں صدر مجلس میں بٹھایا خود اُن کے سامنے بیٹھے۔ پھر ہم لوگوں کو حکم دیا کہ ان کے رکاب تھامو؟ انہوں نے کہا یہ لوگوں کے امام اور مخلوقات پر اللہ کی حجت ہیں اللہ کے بندوں پر اللہ کے حقیقی خلیفہ ہیں۔ میں نے کہا یا امیرالمومنین کیا یہ صفات آپ کے اندر نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا میں جماعت کا بظاہر امام ہوں مگر موسیٰ بن جعفر حقیقی امام ہیں۔ اور اے فرزند خدا کی قسم واقعاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانشینی کے وہ مجھ سے زیادہ بلکہ تمام لوگوں سے زیادہ حقدار ہیں۔ مگر سن لو کہ یہ حکومت وہ چیز ہے کہ کسی اور کا کیا سوال اگر اس کے معاملہ میں تم بھی مجھ سے نبرد آزما ہو تو میں تمہاری آنکھیں بھی نکال لوں اس لئے کہ حکومت بانجھ ہوتی ہے اس کے سامنے بیٹا بھی کچھ نہیں۔

الغرض جب میرے والد ہارون رشید مدینہ سے روانہ ہونے لگے اور مکہ جانے لگے تو حکم دیا کہ سیاہ تھیلی لاؤ جس میں فقط دو سو دینار تھے پھر فضل بن ربیع کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا یہ لے جا کر موسیٰ بن جعفر کو دے آؤ اور کہنا کہ امیرالمومنین نے کہا ہے کہ اس وقت میرا ہاتھ تنگ ہے آئندہ میں آپ کو اور بھیج دوں گا۔

یہ سن کر میں کھڑا ہوا اور کہا یا امیرالمومنین تمام مہاجرین و انصار اور سارے قریش اور بنی ہاشم کی اولاد کو بلکہ ان لوگوں کو بھی جن کے حسب و نسب سے بھی آپ واقف نہ تھے ان میں سے ہر ایک کو تو آپ نے پانچ ہزار دینار بلکہ اس سے بھی زیادہ دیئے اور حضرت موسیٰ بن جعفر کو صرف دو سو دینار؟ کیا یہی آپ نے اُن کی تعظیم و تکریم کی اور سے یہ تو جن جن کو آپ نے عطا کیا ہے ان میں سب سے کم رقم ہے؟ رشید نے کہا خاموش رہ تیری ماں مر جائے۔ اگر میں اُن کے مرتبہ اور مقام کے لائق انہیں رقم دے دوں تو مجھے خطرہ ہے کہ وہ اپنے شیعوں اور اپنے ماننے والوں کے ساتھ ایک لاکھ تلواریں لے کر کل مجھ پر حملہ آور نہ ہو جائیں۔ اُن کی اور ان کے اہلبیت کی فقیری اور تنگدستی میں میرے اور تیرے لئے امن و سلامتی ہے بجائے اس کے کہ ان کو کشادگی اور فارغ البالی دی جائے۔

قصہ مختصر یہ کہ جب مخارق مغنی (گویا) نے یہ دیکھا کہ حضرت موسیٰ بن جعفر کو صرف دو سو دینار دیے گئے تو اس کو بڑا غصہ آیا اُٹھ کر ہارون رشید کے پاس گیا اور بولا یا امیرالمومنین مدینہ کے لوگ مجھ سے بھی طلب گار ہیں کہ میں انہیں کچھ دوں۔ اور اگر میں انہیں بغیر کچھ دیئے

یہاں سے چلا گیا تو لوگوں کو کیا پتہ چلے گا کہ میری قدر و منزلت آپ کے نزدیک کیا ہے؟ رشید نے حکم دیا کہ مخارق مغنی کو دس ہزار دینار دیے جائیں۔ مخارق نے پھر کہا یا امیرالمومنین یہ تو آپ نے اہل مدینہ میں تقسیم کرنے کے لئے دیا ہے۔ مگر میرے اُوپر کچھ قرض ہے جو مجھے ادا کرنا ہے رشید نے حکم دیا کہ اس کو دس ہزار دینار مزید دے دو۔ مخارق نے کہا یا امیرالمومنین میری بہت سی لڑکیاں ہیں مجھے ان کی شادی کرنی ہے۔ رشید نے حکم دیا کہ اس کو دس ہزار دینار اور دے دو۔ مخارق نے کہا یا امیرالمومنین کچھ غلہ وغیرہ بھی تو چاہیئے کہ جس سے میرا میرے اہل و عیال کا میری لڑکیوں اور ان کے شوہروں کے کھانے پینے کا کام چلے۔ رشید نے حکم دیا کہ اچھا اسے ایک قطع اراضی دیدی جائے کہ جس کی سالانہ پیداوار دس ہزار دینار کی ہو اور حکم دیا کہ یہ سب اس کو ابھی ابھی دے دیا جائے۔

مخارق یہ سب لے کر اٹھا اور فوراً حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ جس وقت اُس ملعون نے صرف دو سو دینار آپ کو دینے کا حکم دیا میں وہاں موجود تھا۔ لہذا میں نے اُس سے چال چل کر تیس ہزار دینار لے لئے اور ایک قطعہ اراضی بھی جس کی پیداوار دس ہزار دینار سالانہ کی ہے۔ اور خدا کی قسم مجھے اس میں سے کسی ایک کی بھی ضرورت نہیں ہے وہ قطعہ اراضی بھی نذر ہے اور یہ تیس ہزار دینار بھی میں آپ کی خدمت میں لایا ہوں۔

آپ نے فرمایا اللہ تجھے تیرے مال میں برکت دے اور تجھے جزائے خیر دے۔ مگر میں اس میں سے ایک درہم بھی نہ لوں گا اور نہ وہ قطعہ اراضی لوں گا۔ جا میں نے تیری اس نیکی اور حسنِ سلوک کو قبول کیا۔ اس کو لے جا۔ اب اس سلسلہ میں میری طرف کبھی رجوع نہ کرنا۔

مخارق نے آپ کے دستِ مبارک کو بوسہ دیا اور رخصت ہو گیا۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۱ صفحہ ۸۸)

• مندرجہ بالا روایت کتاب الاحتجاج میں بھی موجود ہے (الاحتجاج صفحہ ۲۱۳)

(۴) مامون کا دعویٰ میں محبِ اہلبیت ہوں

ریان بن شبیب سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے مامون کو کہتے ہوئے سُنا ہے کہ میں نے اہلبیت نبی سے ہمیشہ محبت کی مگر محض ہارون رشید کا تقرب حاصل کرنے کے لئے یہ ظاہر کرتا رہا کہ مجھے

اہلبیت نبی سے بغض ہے چنانچہ جب رشید نے حج کا فریضہ ادا کیا تو میں اور محمد اور قاسم بھی اُس کے ساتھ تھے۔ جب وہ حج کے بعد مدینہ آیا تو لوگوں کو ملاقات کی اجازت دیتا رہا اور سب کے آخر میں اُس نے حضرت موسیٰ بن جعفر کو اجازت دی یہ اندر داخل ہوئے جب ہارون کی نظر آپ پر پڑی تو ذرا جھوما گردن اٹھائی اور دُور دور سے نظر ڈالتا رہا یہاں تک کہ آپ اس حجرہ میں پہونچے جہاں یہ بیٹھا تھا جب آپ اس کے قریب پہونچے تو اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھے ہی بیٹھے اُس نے آپ سے معانقہ کیا پھر آپ کی طرف متوجہ ہو کر بولا ابوالحسن تم کیسے ہو تمہارے اور تمہارے والد کے اہل و عیال کیسے ہیں؟ تم لوگ کیسے ہو؟ تم لوگوں کا کیا حال ہے؟ وہ مسلسل یہ سوالات کرتا رہا اور حضرت ابوالحسن علیہ السلام سب خیر ہے سب خیر ہے کہتے رہے۔ پھر جب آپ اُٹھے تو رشید نے بھی اٹھنا چاہا مگر حضرت ابوالحسن علیہ السلام نے اسے قسم دیدی وہ بیٹھ گیا اور بیٹھے ہی بیٹھے معانقہ کیا اور آپ کو رخصت کیا۔ مامون کا بیان ہے کہ میں اپنے باپ کی اولاد میں سے سب سے زیادہ جسارت کرنے والا تھا۔

جب حضرت ابوالحسن علیہ السلام چلے گئے تو میں نے اپنے باپ سے پوچھا یا امیرالمومنین جو برتاؤ آپ نے ان کے ساتھ کیا وہ برتاؤ تو آپ نے مہاجرین و انصار کی اولاد میں سے کسی کے ساتھ نہیں کیا آخر یہ ہیں کون صاحب؟ ہارون نے کہا اے فرزند یہ علوم انبیاء کے وارث ہیں یہ موسیٰ بن جعفر بن محمد ہیں۔ اگر تم علم صحیح چاہتے ہو تو وہ ان کے ہی پاس ہے۔ مامون کا بیان ہے کہ اسی وقت سے ان لوگوں کی محبت میرے دل میں بیٹھ گئی۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۱ صفحہ ۹۲)

(۵) خیزران کے نام تعزیتی خط

محمد بن عیسیٰ سے کسی نے بیان کیا کہ حضرت ابوالحسن موسیٰ علیہ السلام نے امیرالمومنین کی ماں خیزران کو خط لکھا جس میں اُس کے بیٹے موسیٰ کی موت پر تعزیت اور اس کے بیٹے ہارون کی مبارک باد دی تھی۔ وہ خط یہ ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ خط موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین کا امیرالمومنین کی ماں خیزران کے نام ہے۔
اما بعد — اللہ تم کو تندرست رکھے۔ تمہارے ذریعہ لوگوں کو فیض پہونچائے تم پر نظر کرم کرے تمہاری حفاظت کرے اور اپنی مہربانی سے دنیا و آخرت میں نعمت و عافیت تم پر تمام کرے اللہ تمہیں طویل عرصہ تک باقی رکھے یہ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ تمام امور خدا کے

عزّوجل کے دست قدرت میں ہیں اور چونکہ اس کو ان امور پر پوری قدرت و قوت ہے اس لئے وہ ان میں سے جسے چاہتا ہے نافذ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے مقدر رکھتا ہے جس امر کو اُس نے مقدم کیا ان کو کوئی موخر نہیں کرسکتا اور جس امر کو موخر کیا اس کو کوئی مقدم نہیں کرسکتا۔ اس نے بقا کو اپنے لئے مخصوص کیا اور مخلوقات کو فنا کے لئے پیدا کیا اور انہیں ایسی دنیا میں رکھا جو زوال پذیر ہے تھوڑے عرصہ تک باقی رہنے والی ہے پھر ان سب کی بازگشت ایسے مقام کو بنایا جس کو کبھی زوال نہیں جس کو کبھی فنا نہیں اُس نے موت کو ہر مخلوق کے لیے لازم قرار دے دیا ہے اور اس کے لیے ایک فطری قانون بنایا ہے۔ کہ اس کے عدل اس کی قوت اور اس کی قدرت کا تقاضا یہی ہے اس سے کسی کو مفر نہیں اس سے کوئی بچ نہیں سکتا اور پھر اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کو دار بقا (آخرت) میں جمع کردیگا وہی زمین و اہل زمین کا وارث اور مالکِ حقیقی ہے اور اُسی کی طرف تمام لوگ پلٹ کر جائیں گے

اللہ تم کو طول حیات عطا کرے وفات امیر المومنین موسیٰ کے متعلق قضا و قدرِ الٰہی کی اطلاع ملی۔ اُن پر اللہ کی رحمت ہو اللہ اُن کی مغفرت کرے اور ان سے راضی ہو۔ ہم سب اللہ کے لئے ہیں اور اسی کی طرف پلٹنے والے ہیں واقعًا ان کی موت ایک عظیم مصیبت اور ایک بہت بڑا حادثہ ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون مشیت الٰہی پر صبر کے سوا کوئی چارہ نہیں اس کے قضا و قدر کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ہی پڑے گا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون خاص کر ہم لوگوں کے لئے تو یہ مصیبت بہت شدید ہے۔ ہمارے دلوں میں غم کے شعلے بھڑک رہے ہیں ہمارے نفوس اس کی سختی کو محسوس کر رہے ہیں۔ ہم اللہ سے دُعا کرتے ہیں کہ وہ امیر المومنین کو اپنی رحمت سے نوازے اور اُن کو ان کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سلف صالحین کے جوار میں جگہ دے۔ وہ دنیا میں جو کچھ چھوڑ کر گئے ہیں آخرت میں اس سے بہتر عطا فرمائے۔

ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ تم کو اس مصیبت پر صبر کا بہترین ثواب عطا فرمائے اور تمہارے ذریعے اپنا چشمۂ فیض جاری رکھے۔ تمہاری عاقبت بخیر ہو۔ اور اللہ نے صابرین سے جو وعدہ فرمایا ہے اس کے مطابق تمہیں اس کا بہترین اَجر دے تمہیں اپنی رحمتوں اور مہربانیوں سے نوازے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تمہارے دل کے زخم کو مندمل کرے صبر و سکون عطا کرے اور اس کے بعد اب اللہ تمہیں کوئی جانی یا مالی نقصان نہ دکھائے۔

پھر میری دعا ہے کہ اس نئے امیر المومنین کی خلافت اللہ تمہیں مبارک کرے اور اُن کے ذریعہ اپنا فیض جاری رکھے انہیں صحیح و سلامت رکھے انہیں طول عمر کرامت فرمائے

اللہ تم کو طولِ حیات بخشے ہمارے اہلِ خاندان، تمہاری قوم تمہارے مخصوصین اور تمہارے ناموس میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہ تھا جس نے تمہاری مصیبت کو عظیم نہ سمجھا ہو۔ سب کو اس کا غم ہے سب تمہاری اس مصیبت میں صبر پر اللہ سے اَجر و ثواب کے طالب ہیں اور دُعا کرتے ہیں کہ امیر المومنین کو اللہ نے جو نعمت دی ہے اسے کمال و دوام بخشے اُس کو بقا نصیب ہو اس کو مکروہات زمانہ سے محفوظ رکھے۔ اُس اللہ کا شکر جس نے مجھے تمہارے فضل کی معرفت دی۔ تم کو نعمتوں سے نوازا اور ہمیں آزمائشوں پر شکر کی توفیق دی ہمیں تم سے عظیم توقعات ہیں خدا تمہارے ذریعہ اپنے فیض کو جاری رکھے۔ اور تمہیں اس کی بہترین جزا دے۔

تم کو اللہ سلامت رکھے اگر تمہاری نظر میں مناسب ہو تو اپنی کیفیتِ مزاج اور حادثہ وفات کی تفصیل سے مطلع کرو۔ تشویش لاحق ہے اور تمہارے متعلق جو اطلاعات موصول ہوئی ہیں اس سے باخبر ہوں۔ فقط

والسلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مرقومہ یوم پنجشنبہ ۷ ربیع الثانی ۱۷۰ھ

(قرب الاسناد صفحہ ۱۶۹)

(نوٹ) اس خط کے پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں کتنے شدید تقیہ کی ضرورت تھی اور امام کو ایک ایسے شخص کی موت پر یہ خط بطور تعزیت لکھنا پڑا جو یوم حساب کا قائل نہ تھا۔ اس سے تقیہ کے تمام ابواب کھل جاتے ہیں۔

(۶) ــــ زیارتِ قبر نبیؐ

علی بن حسان نے بعض اصحاب سے روایت کی ہے اُس کا بیان ہے کہ میں مدینہ میں حضرت ابوالحسن اول علیہ السلام خلیفہ ہارون رشید، عیسیٰ بن جعفر اور جعفر بن یحییٰ کے پاس حاضر ہوئے۔ یہ لوگ جب قبر رسولؐ کی زیارت کو گئے تو ہارون نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام سے کہا آپ آگے بڑھیں۔ آپ نے کہا نہیں تو ہارون آگے بڑھا قبر پر پہونچ کر سلام کیا اور ایک کنارے جاکر کھڑا ہو گیا۔ پھر عیسیٰ بن جعفر نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام سے کہا پہلے آپ جاکر سلام کریں۔ آپ نے کہا نہیں تو عیسیٰ آگے بڑھا اور سلام کرکے ہارون کے ساتھ جاکر کھڑا ہو گیا جب سلام سے سب فارغ ہو چکے تو اب حضرت ابوالحسن موسیٰ علیہ السلام آگے بڑھے اور کہا:

"اے میرے پدر بزرگوار میں اس اللہ سے التجا کرتا ہوں جس نے آپ کو رسالت کے لئے منتخب کیا آپ کو چُنا آپ کی ہدایت کی اور آپ کے ذریعہ سب کی ہدایت کی کہ وہ آپ پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔"

یہ سُن کر ہارون رشید نے عیسٰی سے کہا کہ جو کچھ انہوں نے کہا وہ تم نے سُنا؟ اُس نے کہا جی ہاں۔ ہارون نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ انہی کے پدر بزرگوار ہیں۔

(کامل الزیارات باب ۲ صفحہ ۱۸)

(۷) ــــ شاہی ملازمت چھوڑنے سے ممانعت

ابو علی بن طاہر کا بیان ہے

کہ علی بن یقطین نے میرے مولا ابو الحسن موسیٰ کاظم علیہ السلام سے بادشاہ وقت کی ملازمت چھوڑنے کی اجازت چاہی تو آپ نے اجازت نہیں دی اور فرمایا ایسا نہ کرو۔ ہم لوگوں کو تم سے اُنس ہے اور اس ملازمت کی وجہ سے تمہاری قوم کی عزت ہے اور ہو سکتا ہے کہ اللہ تمہارے ذریعے ٹوٹی ہوئی ہڈی کو جوڑ دے اور مخالفین کے بھڑکائے ہوئے شعلوں کا زور توڑ دے اور اللہ کے چاہنے والوں کو کوئی گزند نہ پہونچ سکے۔ اے علی تمہارے اس عمل کا کفارہ یہ ہے کہ تم اپنے بھائیوں کے ساتھ حُسنِ سلوک اور احسان کرو۔ اچھا تم مجھے ایک امر کی ضمانت دو میں تمہیں تین باتوں کی ضمانت دیتا ہوں۔ تم اس امر کی ضمانت دو جب بھی میرا کوئی دوست کسی ضرورت کے لئے تم سے ملے تو تم اُس سے عزت سے پیش آؤ گے اور اُس کی حاجت پوری کرو گے اور میں اس امر کی ضمانت لیتا ہوں کہ کسی قید خانہ کی چھت تم پر تا ابد سایہ نہ کرے گی اور کسی تلوار کی حدّت تم تک نہ پہونچے گی اور فقر و افلاس تمہارے گھر میں کبھی داخل نہ ہوگا۔ اے علی یاد رکھو کہ جب کوئی شخص کسی بندہ مومن کو خوش کرتا ہے تو اُس کے نتیجہ میں پہلے اللہ اُس سے خوش ہوتا ہے پھر اُس کا رسولؐ اس سے خوش ہوتا ہے پھر ہم لوگ اُس سے خوش ہوتے ہیں۔ (کتاب حقوق المومنین)

(۸) ــــ قاضی شریک کی فاطمہ زہراؑ سے عقیدت

ابن عبدویہ نے کتاب

عقد الفرید میں تحریر کیا ہے۔ ایک مرتبہ خلیفہ مہدی نے خواب میں دیکھا کہ قاضی شریک مجھ سے اپنا منہ پھیرے ہوئے ہے۔ جب خواب سے بیدار ہوا تو اس نے یہ خواب ربیع سے

بیان کیا۔ ربیع نے کہا اس کا مطلب یہ ہے وہ آپ کا مخالف ہے اور پکّا فاطمی ہے۔ مہدی نے کہا اچھا قاضی شریک کو میرے پاس بلاؤ۔ وہ بلایا گیا جب وہ آیا تو مہدی نے اس سے پوچھا مجھے خبر ملی ہے کہ تم فاطمی ہو؟ قاضی شریک نے جواب دیا خدا کی پناہ اگر آپ غیر فاطمی ہوں الا یہ کہ آپ نے یہاں فاطمہ سے مراد فاطمہ بنت کسریٰ کو لیا ہو۔ مہدی نے کہا نہیں یہاں میری مراد فاطمہ بنت محمدؐ سے ہے اس نے کہا اچھا تم اُن پر لعنت کرو۔ شریک نے کہا نہیں خدا کی پناہ ایسا ممکن نہیں۔ مہدی نے کہا پھر تم اس کے متعلق کیا کہتے ہو جو اُن پر لعنت کرے؟ شریک نے کہا ایسے شخص پر اللہ کی لعنت جو بنت رسول پر لعنت کرے۔ مہدی نے کہا پھر اس پر یعنی ربیع پر لعنت کرو۔ ربیع فوراً بولا نہیں یا امیر المومنین میں نے خدا کی قسم کبھی بنتِ رسولؐ پر لعنت نہیں کی۔

قاضی شریک نے ربیع سے کہا او بے حیا و بے غیرت تو مردوں کے مجمع میں سیدہ نساء العالمین اور بنت سید المرسلین کا ذکر چھیڑتا ہے تجھے شرم نہیں آتی۔ مہدی نے کہا پھر ہم نے جو خواب دیکھا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ قاضی شریک نے کہا آپ کا خواب کوئی حضرت یوسف کا خواب تو نہیں ہے۔ اور کسی کے خواب دیکھنے سے کسی پر نہ جرم ثابت ہوتا ہے اور نہ اس پر کسی کا خون حلال کیا جا سکتا ہے۔

نیز ایک شخص نے حضرت فاطمہؑ پر سب و شتم کیا تو وہ پکڑ کر فضل بن ربیع کے سامنے لایا گیا۔ فضل نے ابن غانم سے کہا بولو اس شخص کے متعلق تم کیا کہتے ہو۔ ابن غانم نے کہا اس پر حد جاری کرنا واجب ہے۔ فضل نے کہا۔ اگر تم نے اس پر صرف حد جاری کر کے قصہ ختم کر دیا تو پھر فاطمہؑ زہرا تو بس تمہاری ماں کے برابر ہی رہ گئیں۔ فضل نے حکم دیا کہ اس کو ایک ہزار کوڑے لگائے جائیں اور شاہراہ عام پر پھانسی پر لٹکایا جائے۔

(نفس المصدر جلد ۲ صفحہ ۱۱۵)

(۹) ــــ دین فروشی

کتاب مناقب میں ہے کہ جب محمد مہدی کی بیعت خلافت کی جا چکی تو اس نے نصف شب کے وقت حمید بن قحطبہ کو طلب کیا اور کہا۔ تمہارے باپ اور تمہارے بھائی کا خلوص اظہر من الشمس ہے مگر تمہارا حال نہیں معلوم کیا ہے۔ اس نے کہا میں بھی آپ پر اپنا مال اور اپنی جان نثار کرنے کے لئے تیار ہوں۔ مہدی نے کہا اتنا تو عام طور پر لوگ ایک دوسرے کے ساتھ کرتے ہی رہتے ہیں کوئی خاص بات نہیں

حمید بن قحطبہ نے کہا میں آپ پر اپنی جان اپنا مال اپنے اہل و عیال اور اپنی اولاد یہ سب قربان کرنے کو تیار ہوں۔ مہدی یہ سُن کر خاموش رہا کچھ نہ بولا۔ تو حمید بن قحطبہ نے کہا میں آپ پر اپنی جان اپنا مال اپنے اہل و عیال اپنی اولاد اور اپنا دین بھی آپ کے لئے قربان کرنے کے لئے تیار ہوں۔ مہدی نے کہا خدا تیرا بھلا کرے اچھا تو پھر ہمارا تمہارا معاہدہ اس نے کہا ہاں معاہدہ۔ جب وہ یہ معاہدہ کر چکا تو مہدی نے اُس کو حکم دیا کہ صبح ہوتے ہوتے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو یک بیک پہونچ کر قتل کر دو۔ یہ حکم دے کر مہدی سو گیا تو حضرت علی علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ آپ اس کی طرف اشارہ کر کے قرآن کی اس آیت کی تلاوت فرما رہے ہیں:

فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ ۔ (سورہ محمد آیت ۲۲)

یہ خواب دیکھ کر وہ مارے ڈر کے چونک پڑا اور بیدار ہوا۔ فوراً حمید کو منع کرا دیا کہ ہرگز ایسا نہ کرنا۔ پھر حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا اکرام اور ان کے ساتھ حُسنِ سلوک کرنے لگا۔
(المناقب جلد ۳ صفحہ ۴۱۷)

(۱۰) آپ کے قتل کی تدبیر اور لکڑی کے مجسمہ پر مشق

علی بن حمزہ کا بیان ہے کہ ہارون رشید اپنے خادموں سے برابر کہتا رہا کہ جب موسیٰ بن جعفر میرے پاس سے نکل کر جانے لگیں تو تم لوگ ان کو قتل کر دو۔ مگر جب وہ قتل کا ارادہ کرتے تو ان کے دلوں پر ایسا رُعب اور خوف غالب آتا کہ کچھ نہ کر پاتے جب اس بات کو عرصہ ہو گیا تو ہارون نے حکم دیا کہ لکڑی کا ایک مجسمہ بنایا جائے جس کا منہ موسیٰ بن جعفر کے منہ سے مشابہہ ہو اور جب اُس کے خادمین شراب پی کر نشہ میں چور ہوتے انہیں حکم دیتا کہ اس مجسمہ کو چھریوں سے ذبح کر دو۔ وہ سب یہ مشق مسلسل کرتے رہے جب دیکھ لیا کہ وہ اس کے مکمل عادی ہو گئے تو ان سب کو ایک مقام پر جمع کیا وہ سب نشہ کے عالم میں تھے پھر حضرت موسیٰ بن جعفر کو اُدھر سے گذارا جب خادموں نے دیکھا تو حسبِ معمول مجسمہ سمجھ کر آگے بڑھے۔ جب حضرت موسیٰ بن جعفر کو ان کے ارادے کا علم ہوا تو ترکی اور خزری زبان میں ان سے گفتگو کی ان سب نے اپنے اپنے ہاتھ سے چھریاں پھینک دیں۔ دوڑ کر قدموں پر گر پڑے قدم چومنے لگے۔ معذرت خواہ ہوئے اور آپ کے پیچھے پیچھے چل کر آپ کو آپ کی منزل تک پہونچا آئے۔ ہارون کے

ترجمان نے ان سب سے پوچھا کہ تم لوگوں نے یہ کیا کیا تو جواب دیا کہ یہ بزرگ تو ہر سال ہمارے وطن میں آتے رہتے ہیں۔ ہمارے آپس کے جھگڑوں کا فیصلہ کرتے ہیں آپس میں صلح کراتے ہیں۔ جب ہمارے وطن میں قحط سالی ہوتی ہے تو انہیں کے واسطہ سے طلب باراں کرتے ہیں۔ جب ہم پر کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے تو ان سے فریاد کرتے ہیں۔ پھر ہارون کا ان سب سے معاہدہ ہو گیا کہ وہ اب ایسا حکم ان کو نہیں دے گا۔ (مناقب جلد ۳ صفحہ ۴۱۸)

(۱۱) استجابتِ دُعا

لوگ واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ کسی خلیفہ کے پیٹ میں مروڑ (درد شکم) اٹھا اور اتنا سخت کہ بختیشوع نصرانی ایسا معالج بھی اس کے علاج سے عاجز آ گیا پھر اس نے تھوڑی برف لی اسے ایک دوا کے ساتھ پگھلایا جب اُس کا پانی بن گیا تو اس میں دوسری دوا ڈالی اور بولا کہ یہ تو طب کا نسخہ ہے مگر کوئی ایسا مستجاب الدعوات اور مقرب بارگاہ الٰہی بھی ہونا چاہیئے جو ان کے لئے دُعا کرے خلیفہ نے کہا موسیٰ بن جعفر کو بلاؤ جب وہ آئے تو راستہ ہی میں اس کے کراہنے کی آواز سُنی اور وہیں راستہ ہی میں دُعا فرمائی اور اُدھر خلیفہ کے پیٹ کا درد دور ہو گیا خلیفہ نے کہا آپ کو اپنے جدِ محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واسطہ یہ بتائیں کہ میرے لئے آپ نے کون سی دُعا پڑھی تھی؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے کہا تھا کہ:

"پروردگار جس طرح تو نے اس کو نافرمانی کی ذلّت دکھائی اسی طرح اب اس کو میری اطاعت کی عزت بھی دکھا دے"۔ پس فوراً اللہ نے تجھے شفا دے دی۔
(مناقب ابن شہر آشوب جلد ۳ صفحہ ۴۲۲)

(۱۲) دین سراسر حساب ہے

فضل بن ربیع اور اس کا ساتھی یہ دونوں بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہارون رشید نے حج کیا اور جب طواف کرنے لگا تو تمام لوگوں کو حکم دیا کہ اس وقت کوئی طواف نہ کرے تنہا میں طواف کروں گا۔ ادھر اس نے طواف شروع ہی کیا تھا کہ ایک مرد عرب نے آ کر اس کے ساتھ طواف شروع کر دیا۔ ہارون رشید کے حاجب (سپاہی) نے اُس سے بڑھ کر کہا اے شخص تو خلیفہ کے سامنے سے ہٹ جا اس مرد عرب نے جواب دیا (کیوں ہٹوں) اس جگہ اللہ نے تمام انسانوں کو برابر کا حق دیا ہے۔

چنانچہ قرآن کی آیت ہے : سَوَآءً الْعَاكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ (سورۃ الحج آیت ۲۵)
تو ہارون نے حاجب سے کہا اسے نہ روکو۔ پس ہارون جب چکر لگاتا وہ مرد عرب اس کے آگے آگے چکر لگاتا۔ پھر جب ہارون رشید حجر اسود کو بوسہ دینے کے لئے بڑھا تو اس سے پہلے وہ مرد عرب حجر اسود کو پہونچ کر بوسہ دینے لگا۔ اب جب ہارون مقام ابراہیم پر پہونچا تو وہ مرد عرب ہارون کے سامنے کھڑا ہو کر نماز پڑھنے لگا۔ جب ہارون نماز سے فارغ ہوا تو حکم دیا اس مرد عرب کو بلاؤ۔ حاجب نے جا کر کہا چلو تم کو امیر المومنین بلاتے ہیں۔ اس نے کہا مجھے تو کوئی ضرورت نہیں کہ میں اٹھ کر اس کے پاس جاؤں ہاں اگر اس کو ضرورت ہے تو وہ میرے پاس آئے۔ ہارون نے کہا یہ مرد عرب بات سچ کہتا ہے۔ اب یہ خود اٹھ کر اس کے پاس پہونچا اسے سلام کیا اور اس مرد نے جواب سلام دیا ہارون نے کہا اے مرد عرب بیٹھ جا۔ اس نے جواب دیا یہ جگہ وہ نہیں کہ جہاں مجھے بیٹھنے کے لئے تمہاری اجازت کی ضرورت ہو۔ یہ خانہ خدا ہے جسے اللہ نے اپنے سارے بندوں کے لئے وضع کیا ہے۔ اب اگر تمہارا بیٹھنے کو جی چاہتا ہے تو بیٹھ جاؤ اور اگر واپس ہونے کا جی چاہتا ہے تو واپس چلے جاؤ۔
یہ سن کر ہارون بیٹھ گیا اور بولا اے مرد عرب وائے ہو تجھ پر تجھ جیسا شخص بادشاہوں سے مزاحم ہوتا ہے؟ اس نے کہا ہاں (اگر بادشاہوں کے پاس مال و دولت ہے) تو میرے پاس علم ہے ہارون نے کہا (اچھا اگر علم ہے تو) میں تجھ سے چند سوالات کرتا ہوں اگر تو اس کا جواب نہ دے سکا تو تجھے سزا ملے گی۔ اس نے کہا یہ بتاؤ کہ تم یہ سوالات کس حیثیت سے کر رہے ہو ایک متعلم کی حیثیت سے کرو گے یا محض ہمیں پریشان کرنے کے لئے؟ اس نے کہا نہیں میں ایک متعلم کی حیثیت سے سوال کروں گا، اس مرد نے کہا اگر ایسا ہے تو پھر اس طرح بیٹھ جاؤ جیسے ایک متعلم کسی معلم کے سامنے بیٹھتا ہے۔ اور دریافت کر کیا دریافت کرتا ہے۔
ہارون نے کہا اچھا بتاؤ فرائض کیا ہیں؟
اس مرد عرب نے کہا۔ اللہ تیرا بھلا کرے فرض ایک[1] ہے، پانچ[5] ہیں، سترہ[17] ہیں، چونتیس[34] ہیں، چورانوے[94] ہیں اور سترہ[17] پر ایک سو ترپن[153] پھر بارہ[12] میں ایک چالیس[40] میں ایک دو سو[200] میں سے پانچ اور ساری عمر میں ایک اور ایک کے بدلے ایک۔
راوی کا بیان ہے کہ یہ سن کر ہارون رشید ہنسا اور بولا میں نے تو فرض پوچھا تھا اور تو گنتی گننے لگا۔ مرد عرب نے کہا کیا تم اتنا بھی نہیں جانتے کہ دین سراپا حساب کا نام ہے۔ اور اگر دین حساب کا نام نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ کبھی اپنے مخلوقات کا حساب نہ لیتا پھر اس نے اس

آیت کی قرأت کی : وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ (سورۃ الانبیاء آیت ۴۷)
ہارون نے کہا اچھا تم نے جو کہا اس کی وضاحت کرو ورنہ میں حکم دوں گا کہ تمہیں صفا و مروہ کے درمیان قتل کر دیا جائے۔ حاجب نے کہا یا امیر المومنین خدا کے لئے اور اس جگہ کے احترام میں اس کو بخش دیجئے یہ سن کر وہ مرد عرب ہنسا۔ ہارون نے پوچھا کیوں ہنسے۔ کہا تم دونوں کی عقلوں پر۔ کیونکہ پتہ نہیں تم دونوں میں سب سے زیادہ جاہل کون ہے۔ وہ زیادہ جاہل ہے کہ جو موت کا وقت آگیا ہے اور استدعا کرتا ہے کہ بخش دیا جائے یا وہ زیادہ جاہل ہے جو ابھی موت کا وقت نہیں آیا ہے اور وہ کہتا ہے کہ میں تیرے لئے قتل کا حکم دوں گا
ہارون نے کہا اچھا چھوڑو اس بحث کو اور جو کچھ تم نے کہا ہے اس کی وضاحت کرو۔
اس مرد عرب نے کہا اچھا سنو میرا قول ہے کہ فرض ایک ہے۔ تو وہ دین اسلام ہے۔ اور پانچ تو وہ پانچ وقت کی نماز ہے۔ اور سترہ تو وہ ان نمازوں کی سترہ رکعتیں ہیں اور چونتیس تو یہ ان کے اندر چونتیس سجدے ہیں اور چورانوے تو یہ ان نمازوں کے اندر چورانوے تکبیریں ہیں۔ اور ایک سو ترپن تو یہ اس کے اندر ایک سو ترپن تسبیحات ہیں۔ پھر میرا قول کہ بارہ میں سے ایک تو بارہ مہینوں میں سے ایک مہینہ ہے جس میں روزہ فرض ہے۔ اور میرا یہ قول کہ چالیس میں سے ایک تو جس کے پاس چالیس دینار ہیں تو اللہ نے اس پر فرض کیا ہے کہ ایک دینار زکوٰۃ میں دے۔ اور میرا قول کہ دو سو میں سے پانچ تو جس کے پاس دو سو درہم ہیں اس پر فرض ہے کہ پانچ درہم زکوٰۃ دے۔
پھر میرا یہ قول کہ عمر بھر میں ایک تو وہ حج ہے۔ اور ایک کے بدلے ایک تو جو شخص ناحق کسی کا خون بہائے فرض ہے کہ اس کے بدلے اس کا خون بہا دیا جائے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ " اَلنَّفْسَ بِالنَّفْسِ " (سورۃ المائدۃ آیت ۴۵)
ہارون رشید نے یہ تفصیل سن کر کہا اللہ تیرا بھلا کرے بہت اچھی وضاحت کی پھر حکم دیا کہ اس مرد عرب کو نقدیات کی ایک تھیلی عطا کی جائے۔
اس مرد عرب نے پوچھا۔ ہارون یہ بتاؤ کہ تم نے مجھے کس بنا پر ان نقدیات کی تھیلی کا مستحق قرار دیا؟ سوال پر؟ یا جواب پر؟ ہارون نے کہا جواب پر۔ اس نے کہا اگر ایسا ہے تو اب میں تم سے ایک سوال کرتا ہوں اگر تم نے صحیح جواب دیا تو پھر یہ تھیلی تم لے لو اور اپنی طرف سے اسی مقام پر خیرات میں تقسیم کر دو اور اگر تم جواب نہ دے سکے تو پھر تمہیں دوسری تھیلی اور دینی پڑے گی تاکہ میں اسے اپنے قوم و قبیلہ کے فقراء میں تقسیم کروں۔ ہارون نے

حکم دیا کہ ایک تھیلی اور لائی جائے۔ پھر اس مردِ عرب سے کہا پوچھو کیا پوچھتے ہو؟

اُس مردِ عرب نے پوچھا یہ بتاؤ گبریلا (ایک سیاہ کیڑا جو گوبر وغیرہ میں پیدا ہوتا ہے) اپنے بچہ کو دانا بھراتا ہے یا دودھ پلاتا ہے؟ یہ سوال سن کر ہارون کو غصہ آیا اور بولا اے مردِ عرب وائے ہو تجھ پر تجھ جیسے شخص سے یہ سوال کرتا ہے؟ مردِ عرب نے کہا راویوں نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ جس شخص کو کسی قوم کا سربراہ بنایا جاتا ہے اس کو اسی قوم کے مطابق عقل بھی دی جاتی ہے۔ اور تم اس اُمت کے سربراہ ہو تم پر واجب ہے کہ جو کچھ اور جیسا مسئلہ بھی تم سے پوچھا جائے اس کا جواب دو۔ بتاؤ میرے سوال کا جواب تمہارے پاس کیا ہے؟ ہارون نے کہا میرے پاس تو اس کا کوئی جواب نہیں اب تم ہی اس کی وضاحت کرو اور یہ دونوں تھیلیاں لے لو۔

اس مردِ عرب نے کہا سنو جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا کیا تو اس میں کچھ ایسے جاندار بھی پیدا کیے جو نہ لید کرتے ہیں اور نہ ان میں خون ہوتا ہے۔ وہ مٹی سے پیدا ہوتے ہیں اور مٹی ہی ان کی خوراک اسی مٹی میں ان کی زندگی ہے جب بچہ اپنی ماں سے جدا ہوتا ہے تو ماں نہ اپنے بچے کو غذا بھراتی ہے نہ دودھ پلاتی ہے بلکہ بچہ خود مٹی کھا کر زندگی بسر کرتا ہے۔

ہارون نے کہا خدا کی قسم ایسا سوال تو کبھی کسی سے نہ کیا گیا ہوگا۔ پھر اس مردِ عرب نے وہ دونوں تھیلیاں اٹھالیں اور لے کر روانہ ہوگیا کچھ لوگ اس مردِ عرب کے پیچھے ہو لیے اور اُس کا نام معلوم کیا تو معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ بن جعفر بن محمد علیہم السلام ہیں۔ لوگوں نے ہارون سے جا کر کہا ارے وہ تو حضرت موسیٰ بن جعفر تھے۔ اس نے کہا خدا کی قسم اس درخت کے پتہ کو بھی ایسا ہی ہونا چاہیئے۔

(مناقب جلد ۲ صفحہ ۴۲۷)

(۱۳) ـــــ نفیع انصاری کی گستاخی

ایوب ہاشمی سے روایت ہے اُس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص جس کا نام نفیع انصاری تھا ہارون رشید کی ڈیوڑھی پر پہونچا اس کے بعد حضرت موسیٰ بن جعفر بھی اپنے گدھے پر سوار وہاں پہونچے حاجب نے جب آپ کو دیکھا تو بڑے ادب واحترام سے پیش آیا اور فوراً اندر جا کر اجازت لایا۔ نفیع انصاری نے عبدالعزیز بن عمر سے پوچھا یہ بزرگ کون ہیں؟ اس نے کہا یہ آلِ ابوطالب کے ایک بزرگ ہیں یہ آلِ محمد کے سردار ہیں یہ حضرت موسیٰ بن جعفر ہیں۔ اُس نے کہا یہ قوم بھی کتنی بے وقوف ہے کہ ایک ایسے شخص کے ساتھ بڑا احترام سلوک کرتی ہے کہ جو ان کو تختِ سلطنت سے ہٹا دینے

کی قدرت رکھتا ہے۔ خیر ان کو نکلنے دو میں ابھی ان کی خبر لیتا ہوں۔

عبدالعزیز نے کہا۔ ہرگز ایسا نہ کرنا یہ لوگ اہلبیتِ رسول ہیں جب بھی کسی نے ان سے گستاخی اور بدکلامی کی انہوں نے جواب میں ایک ایسا نام دے دیا جو برسہا برس اس کے لیے عار و ذلت بن کر رہ گیا۔

راوی کا بیان ہے کہ جب حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام اندر سے برآمد ہوئے تو نفیع انصاری نے بڑھ کر آپ کے گدھے کی لجام پکڑی اور پوچھا۔ تم کون ہو؟ آپ نے فرمایا اگر تو میرا نسب پوچھتا ہے تو میں محمد حبیب اللہ ابن اسماعیل ذبیح اللہ ابن ابراہیم خلیل اللہ کا فرزند ہوں اور اگر میرا وطن پوچھتا ہے تو میں اس شہر کا رہنے والا ہوں کہ جس شہر کا اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر اور اگر تو مسلمان ہے تو تجھ پر بھی حج فرض کیا ہے۔ اور اگر قومی شرافت و مفاخرت پوچھتا ہے تو اتنا سن لے کہ ہماری قوم کے مشرک لوگ بھی تیری قوم کے مسلمان لوگوں کو اپنا کفو اور ہمسر نہیں سمجھتے تھے چنانچہ انہوں نے پکار کر کہہ دیا اے محمد ہمارے مقابلہ میں بھیجتا ہے تو قریش میں سے کسی کو بھیجو ان کو کیوں بھیجدیا ان سے تو لڑنا بھی ہمارے لئے باعث توہین ہے اور اگر تو میری منزلت و قدر کو پوچھتا ہے تو ہم وہ ہیں کہ اللہ نے نماز واجب میں ہم پر درود بھیجنے کا حکم دیا ہے تو بھی نماز میں کہتا ہی ہوگا کہ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ تو ہم لوگ وہی آلِ محمد ہیں اب میرے گدھے کی لجام کو چھوڑ۔

یہ سن کر اُس کا ہاتھ کانپنے لگا اور اس نے فوراً لجام چھوڑ دی اور اپنا منہ لٹکائے واپس آیا۔ عبدالعزیز نے کہا کہو میں نے تم سے نہیں کہا تھا کیا؟ (مناقب جلد ۲ صفحہ ۴۳۱)

(غرر و درر سید مرتضیٰ)

(امام سید مرتضیٰ جلد ۱ صفحہ ۲۷۵)

(اعلام الوریٰ طبرسی صفحہ ۲۹۷)

(۱۴) ـــــ حدودِ فدک

کتاب اخبار الخلفاء میں لکھا ہے کہ ہارون رشید حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے برابر کہا کرتا کہ آپ فدک لے لیں میں آپ کو واپس کرتا ہوں اور آپ انکار کر دیا کرتے۔ ایک مرتبہ جب اس کا اصرار بہت ہوا تو آپ نے فرمایا دیکھو اگر میں فدک واپس لوں گا بھی تو اس کے پورے حدود کے ساتھ لوں گا۔ اور اگر اس کے پورے حدودِ اربعہ بیان کر دوں تو تم ہرگز واپس نہ کرو گے۔ اُس نے کہا آپ کو اپنے جد کی قسم بتائیے تو سہی

کہ اس کے حدود کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا اچھا سنو اس کی پہلی سرحد عدن ہے یہ سن کر تو اس کے چہرے کا رنگ ہی بدل گیا اور کہا ارے! آپ نے فرمایا اور دوسری سرحد سمرقند ہے یہ سن کر اس کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ پھر فرمایا اور تیسری سرحد افریقہ ہے یہ سن کر تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ گیا اور بولا ارے وہاں تک۔ آپ نے فرمایا اور چوتھی سرحد سیف البحر تک جو جزر اور آرمینیہ سے ملا ہوا ہے۔ یہ سن کر ہارون رشید بولا پھر تو میرے لئے باقی کیا رہ گیا۔ میری تو ساری سلطنت ہی ختم ہو جائے گی۔ آپ نے فرمایا اسی لیے تو میں نے پہلے ہی تجھ سے کہہ دیا تھا کہ اگر میں اس کی سرحدیں بتا دوں تو تو ہرگز واپس نہ کرے گا۔

اور ابن اسباط کی روایت میں یہ ہے کہ آپ نے فرمایا پہلی سرحد عریش مصر ہے اور دوسری سرحد دومتہ الجندل ہے تیسری سرحد کوہ احد ہے اور چوتھی سرحد سیف البحر ہے ہارون نے کہا یہ سب ہے پھر تو ساری دنیا ہو گئی۔ آپ نے فرمایا ابو ہالہ کے مرنے کے بعد یہ سب یہودیوں کے قبضہ میں تھا ان سب نے بلا فوج کشی کئے یہ سب علاقہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیدیا اور رسول مقبول کے پاس اللہ کا حکم آیا کہ یہ سب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو دے دو۔ (مناقب ابن شہر آشوب جلد ۳ صفحہ ۴۳۵)

⑮ ہارون رشید کے تین سوال

کتاب نزھتہ الکرام وبستان العوام مولفہ محمد بن حسین بن حسن رازی جلد دوم میں مرقوم ہے۔ کہ ہارون رشید نے حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کو حاضر کئے جانے کا حکم دیا جب آپ اُس کے سامنے حاضر کئے گئے تو اس نے کہا اے بنی فاطمہ سب لوگ تمہیں علم نجوم کی طرف منسوب کرتے ہیں اور کہتے ہیں تم کو علم نجوم کی پوری واقفیت ہے اور فقہائے عامہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب میرے اصحاب میرا ذکر کریں تو اس کو سکون کے ساتھ سنو جب قضا و قدر کا تذکرہ کریں تو خاموش رہو اور نجوم کے متعلق گفتگو کریں تو بھی خاموش ہی رہو۔ اور امیر المومنین علیہ السلام تو ساری مخلوقات میں سب سے زیادہ علم نجوم سے واقف تھے اور ان کی اولاد اور ان کی ذریت جن کی امامت کے شیعہ قائل ہیں وہ بھی علم نجوم کے اچھے جاننے والے ہیں۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ یہ حدیث ضعیف اور اس کے اسناد مطعون ہیں اللہ تعالیٰ نے تو علم نجوم کی تعریف کی ہے اگر علم نجوم صحیح نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ

ہرگز اس کی مدح نہ کرتا۔ اور انبیاء کرام بھی اس کے عالم تھے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"وَكَذَٰلِكَ نُرِيٓ إِبۡرَٰهِيمَ مَلَكُوتَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِ وَلِيَكُونَ مِنَ ٱلۡمُوقِنِينَ" (سورۃ الانعام آیت ۷۵)

اور دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

"فَنَظَرَ نَظۡرَةٗ فِي ٱلنُّجُومِ فَقَالَ إِنِّي سَقِيمٞ" (سورہ صافات آیت ۸۸)

اگر آپ علم نجوم سے واقف نہ ہوتے تو اس پر نظر کیسے کرتے۔ اور یہ کیسے کہتے کہ میں سقیم (بیمار) ہوں۔ اور اس طرح حضرت ادریس علیہ السلام بھی اپنے زمانہ میں علم نجوم کے سب سے بڑے عالم تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے مواقع نجوم کی قسم کھائی ہے اور یہ کہا ہے کہ:

"إِنَّهُۥ لَقَسَمٞ لَّوۡ تَعۡلَمُونَ عَظِيمٌ" (سورۃ الواقعۃ آیت ۷۶)

پھر ایک جگہ یہ ارشاد ہے:

"وَٱلنَّٰزِعَٰتِ غَرۡقٗا . . . . . فَٱلۡمُدَبِّرَٰتِ أَمۡرٗا" (سورۃ النازعات آیت ۵)

اور اللہ تعالیٰ نے اس سے آسمان کے بارہ برج اور سات سیارے مراد لیے ہیں جو حکم خدا سے دن و رات میں ظاہر ہوا کرتے ہیں۔ اور علم قرآن کے بعد علم نجوم سے بہتر اور اشرف کوئی اور علم نہیں ہے۔ یہ انبیاء اور اوصیا اور وارثین علوم انبیاء کا علم ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"وَعَلَٰمَٰتٖۚ وَبِٱلنَّجۡمِ هُمۡ يَهۡتَدُونَ" (سورۃ النحل آیت ۱۶)

اور ہم لوگ اس علم سے واقف ہیں مگر اس کا تذکرہ کسی سے نہیں کرتے۔

ہارون رشید نے کہا اے موسیٰ بن جعفر تمہیں خدا کا واسطہ تم جاہلوں اور عوام کے سامنے اس علم کا اظہار نہ کیا کرو۔ تاکہ لوگ تم پر طعن و تشنیع نہ کریں۔ عوام سے اس کو چھپاؤ اس کو ڈھانپ کر رکھو اور جاؤ اپنے جد کے حرم (مدینہ) میں واپس چلے جاؤ۔

اس کے بعد ہارون نے کہا اب ایک سوال باقی رہ گیا ہے خدا کے لئے اس کا جواب اور دے دو۔ آپ نے فرمایا پوچھو وہ کیا سوال ہے؟ اس نے کہا تمہیں قبر رسول، منبر رسول اور قرابت رسول کا واسطہ یہ بتاؤ کہ تم مجھ سے پہلے وفات پاؤ گے یا میں تم سے پہلے مروں گا اس لئے کہ تم بذریعہ علم نجوم اس سے ضرور واقف ہو؟

حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے فرمایا مجھے جان کی امان دو تو میں تمہیں بتاؤں اس نے کہا تمہارے لئے امان ہے۔ آپ نے فرمایا تو سنو میں تم سے پہلے مروں گا نہ میں نے

جھوٹ کہا ہے نہ مجھے کوئی جھٹلا سکتا ہے۔ اور یہ بھی سن لو کہ میری وفات قریب ہے۔

ہارون نے کہا اب ایک سوال اور باقی رہ گیا ہے اور دیکھنا میرے پوچھنے کو برا نہ ماننا۔ آپ نے فرمایا پوچھو وہ کیا سوال ہے؟

اُس نے کہا یہ بتاؤ کیا تم لوگ یہ کہتے ہو کہ تمام مسلمان ہمارے غلام اور ہماری کنیزیں ہیں؟ اور یہ بھی کہتے ہو کہ اگر ہم لوگوں کا حق کوئی ہم تک نہ پہونچائے تو وہ مسلمان نہیں ہے؟

حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے فرمایا وہ لوگ جھوٹے ہیں جن کا یہ خیال ہے کہ ہم لوگ یہ کہتے ہیں۔ تم خود ہی سوچو کہ اگر ایسا ہوتا تو ہم لوگوں کے لئے ان کنیزوں اور غلاموں کی بیع و شراء کیسے صحیح ہوگی۔ اور تم دیکھتے ہو کہ ہم لوگ غلام و کنیز خریدتے بھی ہیں انہیں آزاد بھی کرتے ہیں۔ اُن کے ساتھ بیٹھتے ہیں ان کے ساتھ کھاتے پیتے ہیں ہم لوگ بندے خریدتے ہیں تو غلام کو کہتے ہیں اے بیٹے اور کنیز کو کہتے ہیں اے بیٹی۔ اور خوشنودی خدا کے لئے اپنے ساتھ بٹھاتے ہیں وہ ہمارے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے ہیں اگر یہ سب ہمارے غلام اور ہماری کنیزیں ہوتیں تو ان کی بیع و شراء ہمارے لئے کب صحیح ہوتی۔ اور پھر حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے وقت وفات ہم لوگوں کو یہ وصیت فرمائی تھی کہ تمہیں خدا کا واسطہ۔ ہمیشہ نماز کا خیال رکھنا۔ اور اپنے غلاموں اور کنیزوں کا خیال رکھنا۔ ان کا مطلب یہ تھا کہ نماز پڑھنا اور اپنے غلاموں اور کنیزوں پر مہربانی اور کرم کرنا۔ اور ہم لوگ اُن کو آزاد کر دیتے ہیں۔ اور یہ جو کچھ تم نے سنا ہے یہ محض غلط ہے کہنے والے نے غلط کہا ہے ہاں ہم لوگوں کا یہ دعویٰ ضرور ہے کہ ساری مخلوقات کی ولایت ہم لوگوں کے لئے ہے۔ یعنی دینی ولایت۔ دینی حکمرانی لیکن جاہل لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم لوگ دنیاوی حکمرانی کے دعویٰ دار ہیں اور ہمارے دعویٰ کو دنیاوی حکمرانی پر محمول کرتے ہیں اور ہم لوگوں کے دینی حکمرانی کی بنیاد حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا وہ قول ہے جو آپ نے یوم غدیر ارشاد فرمایا کہ "مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ" اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بھی اس سے دینی حکمرانی ہی مراد لی تھی۔ اور جو لوگ زکوٰۃ اور صدقہ کی رقمیں ہمارے پاس بھیجتے ہیں وہ ہم لوگوں پر اسی طرح حرام ہے جیسے مردار، خون اور سُور کا گوشت۔

اب رہ گیا مالِ غنیمت اور مالِ خمس تو وفاتِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد ہی ہم لوگوں کو اس سے محروم کر دیا گیا حالانکہ دنیاوی حکمرانی کی وجہ سے نہیں بلکہ دینی حکمرانی کی وجہ سے ہم لوگ اس مالِ خمس کے حق دار ہیں۔ اب اگر کوئی شخص ہم لوگوں کے پاس کوئی رقم بھیجتا ہے اور یہ نہیں کہتا کہ یہ صدقہ ہے تو ہم اسے قبول کر لیتے ہیں اس

لئے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص بکری کی ایک ران بھی ہمیں دے تو ہم اسے قبول کریں گے اور یہ رسول کی سنت ہے جو تا قیامت جاری رہے گی۔ اور جب بھی یہ لوگ ہمارے پاس زکواۃ کی رقم لاتے ہیں اور ہمیں معلوم ہو گیا ہے کہ یہ زکوٰۃ کی رقم ہے تو ہم لوگوں نے اُسے واپس کر دیا ہے ہاں اگر ہدیہ اور نذر لاتے ہیں تو اُسے قبول کیا ہے۔

پھر ہارون رشید نے آپ کو واپسی کی اجازت دے دی آپ واپس ہوئے اور مقام رقہ چلے گئے لیکن دشمنان دین نے آپ کے خلاف طرح طرح کی باتیں کرنا شروع کر دیں ہارون کو معلوم ہوا تو اُس نے آپ کو مقام رقہ سے واپس بلا کر زہر دے دیا اور آپ نے زہر سے وفات پائی۔ (فرج المہموم صفحہ ۱۷)

(۱۶) ـــــ قید سے رہائی کا سبب

محمد بن طلحہ نے فضل بن ربیع سے روایت کی ہے کہ اُس کے باپ نے بیان کیا کہ جب خلیفہ مہدی نے حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کو قید کر دیا تو ایک شب اس نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں اے محمد:

"فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ" (سورہ محمد آیت ۲۲)

ربیع کا بیان ہے کہ جب وہ خواب سے بیدار ہوا تو اُسی شب کو اس نے مجھے بلا بھیجا میں دہل گیا اور ڈر اگر مجبوراً گیا تو دیکھا کہ وہ وہی آیت بار بار پڑھ رہا ہے ویسے وہ بڑا خوش الحان بھی تھا۔ بہر حال مجھ سے کہا ابھی موسیٰ بن جعفر کو میرے پاس لاؤ میں اُن کو قید خانے سے نکال کر اس کے پاس لے گیا تو اُس نے فوراً بڑھ کر آپ کو گلے لگایا اور اپنے پہلو میں بٹھایا اور بولا اے ابوالحسن میں نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ وہ اس آیت کی تلاوت کر رہے تھے۔ تم مجھے اطمینان دلاؤ اور وعدہ کرو کہ تم میرے یا میری اولاد میں سے کسی کے خلاف خروج نہیں کرو گے آپ نے فرمایا واللہ میں ایسا نہ کروں گا اور میں اس کو اپنی شان کے خلاف سمجھتا ہوں۔ اس نے کہا سچ ہے اے ربیع ان کو تین ہزار دینار دے دو اور اپنے اہل و عیال کے پاس مدینہ جانے کا زادِ سفر مہیا کرو۔

ربیع کا بیان ہے کہ میں نے اسی وقت راتوں رات زادِ سفر فراہم کر دیا اور صبح ہوتے

ہوئے وہ مدینہ کے راستے میں تھے محض اس ڈر سے کہ کہیں پھر نہ کوئی رکاوٹ کھڑی ہو جائے حنابذی نے روایت کی ہے اور کہا ہے کہ اس نے آپ کو دس ہزار دینار دئے تھے۔

اور حافظ عبدالعزیز کا قول ہے کہ احمد بن اسماعیل نے بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے ہارون رشید کو قید خانے سے ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا۔

"سنو! میری مصیبتوں کے ساتھ تمہاری عیش و عشرت و حکومت کا بھی ایک ایک دن گذرتا رہے گا یہاں تک کہ ایک دن ایسا آئے گا جو ختم ہونے والا نہیں ہے تو اس دن اہل باطل نقصان اُٹھائیں گے۔" (کشف الغمہ جلد ۲ صفحہ ۳)

(۱۷) جھوٹا مدعی

حماد بن عثمان کا بیان ہے کہ میں موسیٰ بن عیسیٰ کے اُس گھر میں موجود تھا جو مقام سعی کے بالمقابل واقع تھا اور جہاں سے مقام سعی نظر آتا تھا ناگاہ اس نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام اپنے خچر پر سوار مروہ سے چلے آرہے ہیں۔ یہ دیکھ کر اس نے اپنے ایک مصاحب خاص ابن ہیاج سے کہا۔ جاؤ ان کے خچر کی لگام پکڑ لو اور دعویٰ کرو کہ یہ خچر ہمارا ہے۔ ابن ہیاج نے فوراً بڑھ کر آپ کے خچر کی لگام تھام لی اور کہا یہ خچر تو میرا ہے۔ یہ سن کر حضرت موسیٰ بن جعفر اپنے خچر سے اُترے اور اپنے غلام سے فرمایا زین اُتار لو یہ خچر اس کے حوالے کر دو ابن ہیاج نے کہا یہ زین بھی تو ہماری ہی ہے۔ آپ نے فرمایا یہ تو جھوٹ کہتا ہے ہمارے پاس اس کا ثبوت ہے کہ یہ زین محمد بن علی کی ہے۔ رہ گیا خچر تو (اس کے لئے ہم نہیں کہہ سکتے اس لیے کہ) اسے ہم نے ابھی ذرا پہلے خریدا ہے۔ اس لیے تو نے جو دعویٰ کیا ہے اس کا علم تجھے ہے۔ (کافی جلد ۸ صفحہ ۸۶)

(۱۸) حُرمتِ شراب کی دلیل قرآن سے

علی بن یقطین کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ خلیفہ مہدی نے حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا شراب کی حرمت قرآن کی کسی آیت سے ثابت ہے؟ لوگ تو اتنا جانتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے مگر اس کی حرمت کو نہیں جانتے۔ آپ نے فرمایا یا امیرالمومنین شراب کی حرمت کتاب خدا سے ثابت ہے۔ اس نے کہا قرآن کی کس آیت سے اس کی حرمت ثابت ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا قرآن میں اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے۔

"اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ" (سورۃ الاعراف آیت ۳۳)

اس آیت میں مَا ظَهَرَ مِنْهَا سے مراد بالاعلان زنا کا ارتکاب ہے روایات سے پتہ چلتا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں یہ فواحش اور بدکاریاں بالاعلان ہوا کرتی تھیں۔ اور "مَا بَطَنَ" سے مراد اپنے باپ کی منکوحات کو اپنی زوجیت میں لانا۔ اس لیے کہ قبل از بعثت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگ ایسا کرتے کہ صرف اپنی حقیقی ماں کو چھوڑ کر اپنے باپ کی دیگر منکوحات سے باپ کے مرنے کے بعد نکاح کر لیتے تھے۔ تو اس کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دے دیا۔ اور اس آیت میں "اِثْم" سے بعینہ شراب مراد ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ دوسرے مقام پر ارشاد فرماتا ہے:

"يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَا اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ" (سورۃ البقرۃ آیت ۲۱۹)

لہٰذا معلوم ہوا کہ کتاب خدا میں اثم سے یہی شراب اور جوا مراد ہے اور یہ دونوں گناہ کبیرہ ہیں جیسا کہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے بھی ان کو گناہ کبیرہ کہا ہے۔

یہ سن کر خلیفہ مہدی نے کہا اے علی بن یقطین دیکھو خدا کی قسم یہ ہے ہم ہاشمیوں کا فتویٰ میں نے کہا یا امیرالمومنین آپ نے سچ فرمایا اُس خدا کا شکر کہ جس نے اس علم کو آپ اہلبیت سے باہر نہیں جانے دیا۔ علی بن یقطین کا بیان ہے کہ یہ سن کر خلیفہ مہدی سے رہا نہ گیا اور فوراً مجھ سے بولا کہ اے رافضی تو سچ کہتا ہے۔ (الکافی جلد ۶ صفحہ ۴۱۶)

(۱۹) موسیٰ بن مہدی کی موت کی خبر

ابوالوضاح محمد بن عبداللہ نہشلی نے اپنے باپ سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کو فرماتے سُنا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر کرنا شکر اور اس کے ذکر کو ترک کرنا کفر ہے لہٰذا تم لوگ اپنے رب کی نعمتوں کو شکر سے مربوط رکھو۔ اور زکوٰۃ دے کر اپنے اموال کی حفاظت کرو۔ اور دُعا کے ذریعہ اپنے اُوپر آنے والی مصیبتوں کو دُور کرو۔ اس لیے کہ دُعا بہترین ڈھال ہے جو بلاؤں کو رد کر دیتی ہے۔

ابوالوضاح کا کہنا ہے کہ میرے باپ نے بیان کیا کہ جب حسین بن علی صاحب فخ (حسین بن علی بن حسن بن حسن بن حسن) قتل ہو گئے تو لوگ تو اِدھر اُدھر منتشر ہو گئے اور

صاحب فخ کا سر اور اُن کے ہمراہیوں میں سے بہت سے قیدی خلیفہ موسیٰ بن مہدی کے دربار میں پیش کیے گئے جب اُس نے ان سب کو دیکھا تو مارے خوشی کے فخریہ اشعار پڑھنے لگا۔ پھر حکم دیا کہ قیدیوں میں سے ایک کو سامنے لایا جائے۔ وہ جب سامنے آیا تو اُسے بُرا بھلا کہا اور حکم قتل دے دیا۔ پھر اولاد امیر المومنین علی ابن ابی طالب کے بہت سے لوگوں کے ساتھ اس نے ایسا ہی کیا اس کے بعد سارے طالبین کو سب شتم کرنے لگا۔ یہاں تک کہ حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کا ذکر آیا تو بولا۔ خدا کی قسم حسین (صاحب فخ) نے انہیں کے حکم پر خروج کیا تھا اس لیے کہ اس گھرانے (اہلبیت نبی) میں یہی صاحب وصیت اور سربراہ ہیں۔ اور اگر ہم نے ان کو باقی چھوڑا تو اللہ مجھے موت دے۔

یہ سن کر ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم قاضی جو موسیٰ بن مہدی کا بہت منہ لگا تھا۔ بولا اے امیر المومنین میں کچھ کہوں یا چپ رہوں؟ اُس نے کہا (کہو مگر میں تمہارے کہنے سے پہلے ہی یہ کہے دیتا ہوں کہ) اگر میں موسیٰ بن جعفر کو معاف کردوں تو اللہ مجھے موت دے (اور یہ تو چیز کیا ہیں) اگر خلیفہ مہدی نے منصور کے حوالے سے جعفر صادق کے متعلق مجھے یہ نہ بتایا ہوتا کہ وہ اپنے خاندان میں سب سے زیادہ صاحب فضل و صاحب علم اور دیندار تھے۔ نیز سفاح نے اگر ان کی تعریف و توصیف نہ کی ہوتی تو میں اُن کی قبر کھود کر اُن کی لاش کو نکلواتا اور اس لاش کو جلا کر بالکل راکھ کر دیتا۔

ابو یوسف نے کہا سنیے میری ساری عورتوں کو طلاق۔ میرے سارے غلام اور کنیزیں آزاد۔ میرا سارا مال صدقہ میں محسوب مجھے اپنی سواریوں پر سوار ہونا اور اُن پر سوار ہو کر حج بیت اللہ کے لیے جانا حرام اگر موسیٰ بن جعفر کا طریقہ خروج اور بغاوت ہو۔ میں جانتا ہوں کہ نہ ان کا یہ طریقہ ہے اور نہ ان کی اولاد میں سے کسی کا یہ طریقہ ہے اور نہ ان میں سے کسی کے نزدیک یہ کام مناسب ہے۔ پھر زیدیہ اور ان کے مذہب کا ذکر کیا اور کہا کہ ان زیدیوں میں سے جو باقی رہ گئے تھے انہوں نے حسین صاحب فخ کے ساتھ خروج کیا تھا اور امیر المومنین اُن پر فتحیاب ہو گئے۔ ابو یوسف اپنی باتوں سے اس کو نرم کرتا رہا یہاں تک کہ وہ نرم پڑ گیا اور غصہ ٹھنڈا ہو گیا۔

راوی کا بیان ہے کہ علی بن یقطین نے خط لکھ کر موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کو آگاہ کیا۔ جب خط پہونچا تو صبح کے وقت آپ نے اپنے تمام اہل خاندان اور اپنے ماننے والوں کو جمع کیا اور انہیں تمام حالات سے مطلع کیا اور پوچھا تم لوگوں کا کیا مشورہ ہے کیا کرنا چاہیئے؟ لوگوں نے کہا خدا آپ کا بھلا کرے ہم لوگوں کا مشورہ تو آپ کے لیے اور ہم سب کے لئے یہ

ہے کہ اس ظالم و جابر سے کہیں دور ہو جائیں۔ اور خود کو روپوش کر لیں کیونکہ اول تو اس کے شر، اس کی دشمنی اور اس کے ظلم سے یہ کوئی بعید نہیں اور دوسرے یہ کہ وہ آپ کو دھمکا بھی چکا ہے۔ لہذا آپ چلیں ہم آپ کے ساتھ ہیں۔

یہ سن کر حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے تبسم فرمایا پھر کعب ابن مالک کا ایک شعر پڑھا۔ اس کے بعد آپ اپنے اہل خاندان اور اپنے دوستداروں میں سے جو موجود تھے اُن کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا خیر اب تمہارا خوف دور ہو جانا چاہیئے۔ سنو اب سب سے پہلے خط جو عراق سے یہاں آئے گا اس میں موسیٰ بن مہدی کی موت کی خبر ہی ہو گی۔ لوگوں نے پوچھا اللہ آپ کا بھلا کرے وہ کیسے؟ آپ نے فرمایا قبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قسم وہ آج مر گیا اور خدا کی قسم "اِنَّہٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ اَنَّکُمْ تَنْطِقُوْنَ" (سورۃ الذاریات آیۃ ٢٣) اور اس کے متعلق میں تمہیں تفصیل بتاتا ہوں۔

میں اپنے اوراد و وظائف سے فراغت کے بعد ابھی اپنے مصلیٰ پر بیٹھا ہی تھا کہ آنکھوں میں نیند بھر گئی اور میں نے اپنے جد رسول اللہ کو خواب میں دیکھا تو آپ سے موسیٰ بن مہدی کی شکایت کی اور آپ کے اہلبیت پر جو گذری تھی اُسے بیان کیا اور یہ کہا کہ میں بھی اس سے خطرہ محسوس کر رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا اے موسیٰ بن جعفر مطمئن رہو تم پر موسیٰ بن مہدی کا بس نہیں چلے گا۔ اور یہ سب باتیں کرتے کرتے آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا لو ابھی اللہ نے تمہارے دشمن کو ہلاک کر دیا اللہ کا بہترین شکر ادا کرو۔

اس کے بعد حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے قبلہ کی طرف رُخ کیا اور اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیے اور دُعا کرنے لگے۔ ابو وضاح کا بیان ہے کہ میرے والد نے مجھ سے بتایا کہ حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے خواص اہلبیت و اصحاب کا ایک گروہ تھا جو آپ کی مجلس میں حاضر ہوتا تو اپنی آستینوں میں آبنوس کی ہلکی تختیاں اور سلائیاں رکھا کرتا اور حضرت ابوالحسن علیہ السلام کے دہن مبارک سے نکلا ہوا ہر لفظ اور ہر جملہ جو بھی سنتے اس کو لکھ لیا کرتے۔ آپ نے ہاتھ اٹھا کر جو دعا کی اسے بھی ہم لوگوں نے سنا آپ نے اپنی دُعا میں فرمایا۔ شکراً للہ جلت عظمتہ اس کے بعد پوری دُعا کا ذکر کیا۔

اس دُعا کے بعد حضرت ابوالحسن علیہ السلام ہم لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ میں نے اپنے پدر بزرگوار حضرت جعفر بن محمد علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مجھ سے میرے پدر بزرگوار نے اور اُن سے اُن کے جد امیر المومنین نے بیان کیا کہ میں نے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم لوگ اپنے رب کی نعمتوں کا اعتراف

اقرار کیا کرو۔ اپنی تمام گناہوں سے توبہ کیا کرو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے شکر گزار بندوں کو پسند کرتا ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد ہم لوگ اُٹھ کھڑے ہوئے اور سب منتشر ہو گئے اور پھر اس خط کے پڑھنے کے لیے جمع ہوئے جس میں موسیٰ بن مہدی کی موت اور ہارون رشید کی بیعت کی اطلاع تھی۔ (مہج الدعوات صفہ ۲۱۷)

(۲۶) خیر الامور اوسطھا

علی بن ابراہیم یا کسی دوسرے راوی سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ عبدالصمد بن علی بن عبداللہ بن عباس چند لوگوں کے ساتھ کہیں جانے کے لیے نکلا تو دیکھا کہ حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام اپنے بغلہ (خچر) پر سوار چلے آرہے ہیں۔ تو اُس نے اپنے ساتھیوں سے کہا ذرا یہیں ٹھہرو میں موسیٰ بن جعفر کو چھیڑ کر تم لوگوں کو ہنساتا ہوں۔ جب حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام اس کے قریب پہونچے تو اُس نے آپ کو مخاطب کر کے کہا۔ صاحب آپ نے یہ کیا سواری اختیار کی ہے کہ نہ سفر کے لیے مناسب ہے نہ حضر کے لیے۔ آپ نے فرمایا بات یہ ہے کہ اس کا قد گھوڑے سے ذرا چھوٹا ہے اور گدھے سے بڑا ہے۔ (اور تجھے معلوم ہے کہ) درمیانی چیز سب سے بہتر ہوتی ہے۔ یہ سن کر عبدالصمد لاجواب ہو گیا اور آگے کچھ نہ کہہ سکا۔ (الکافی جلد ۶ صفہ ۵۴)

(۲۷) درندوں کا کٹھرا

فضل بن ربیع کا بیان ہے کہ ایک دن صبح کے وقت ہارون رشید نے اپنے حاجب کو بلایا اور کہا کہ جاؤ علی بن موسیٰ رضا کو قیدخانہ سے نکال کر درندوں کے کٹھرے میں ڈال دو۔ میں نے ہر چند کوشش کی کہ نرم ہو جائے مگر اُس کا غصہ اور بڑھ گیا اور اس نے کہا کہ اگر تم نے اُن کو درندوں کے کٹھرے میں نہ ڈالا تو اُن کے عوض میں تم کو ڈال دوں گا۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر میں حضرت علیؑ بن موسیٰ رضا کے پاس گیا اور عرض کیا کہ امیرالمومنین کا یہ حکم ہے۔ آپ نے فرمایا جو تم کو حکم دیا گیا ہے اس کی تعمیل کرو میں اللہ سے مدد کا طالب ہوں۔ یہ کہہ کر آپ اس تعویذ کو لے کر آگے بڑھے اور میرے ساتھ چلے

یہاں تک کہ کٹھرے تک پہونچے میں نے بڑھ کر کٹھرے کا دروازہ کھولا اور اس میں آپ کو داخل کر دیا اس میں چالیس درندے تھے۔ مگر مجھے انتہائی غم اور قلق تھا کہ میرے ہاتھ سے ایسے بزرگ کا قتل ہو رہا ہے اس کے بعد میں اپنے گھر واپس آ گیا۔ (یہ واقعہ تو دن کا تھا)۔

اب جب آدھی رات گزری تو ہارون رشید کا خادم میرے پاس آیا اور کہا کہ امیرالمومنین تم کو بلا رہے ہیں میں فوراً پہونچا تو ہارون نے مجھ سے کہا کہ پرسوں شب مجھ سے کوئی خطا اور بڑا گناہ سرزد ہوا میں نے اس شب کو ایک ہولناک خواب دیکھا۔ اور یہ دیکھا کہ کچھ لوگ میرے پاس آئے جو ہر طرح اسلحوں سے آراستہ تھے اور ان کے درمیان ایک مرد تھا جس کا چہرہ چاند کی طرح نورانی تھا۔ یہ دیکھ کر میرے اوپر اس کی ہیبت طاری ہو گئی۔ کسی نے کہا یہ امیرالمومنین علی ابن ابی طالب صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ ہیں۔ یہ سن کر میں آگے بڑھا کہ اُن کے قدم کے بوسے لوں۔ اُنہوں نے منہ پھیر لیا اور فرمایا: " فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ (سورہ محمدؐ آیت ۲۲)

اور یہ فرما کر آپ نے رُخ موڑا اور ایک دروازے میں داخل ہو گئے۔ یہ خواب دیکھ کر میں بیدار ہوا تو مجھے بیحد خوف محسوس ہوا میں نے کہا یا امیرالمومنین آپ نے مجھے حکم دیا تھا کہ علی ابن موسیٰ رضا کو درندوں کے کٹھرے میں ڈال دو۔ ہارون نے کہا وائے ہو تجھ پر کیا تو نے اُن کو ڈال دیا؟ میں نے کہا جی ہاں قسم خدا کی۔ اُس نے کہا مگر اب جا کر دیکھو تو کہ ان کا کیا حال ہے۔ تو فوراً میں نے اپنے ہاتھ میں ایک شمع لی اور جا کر دیکھا وہ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے اور سارے درندے آپ کے اِردگرد ہیں۔ یہ دیکھ کر میں واپس ہوا اور ہارون کو اطلاع دی مگر اُس کو یقین نہ آیا اور جا کر خود دیکھا تو اُن کو اُسی حال میں پایا اور فوراً بولا۔ اے میرے ابن عم تم پر سلام ہو۔ مگر آپ نے کوئی جواب نہ دیا اور جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا وعلیک السلام اے میرے ابن عم۔ مجھے تو اُمید نہ تھی کہ تم یہاں مجھے سلام کرنے آؤ گے۔ ہارون نے کہا مجھے معاف کرو میں معذرت خواہ ہوں آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف و کرم سے مجھے بچایا میں اُس کا شکر ادا کرتا ہوں۔ پھر حکم دیا کہ علی ابن موسیٰ رضا کو باہر نکال لیا جائے۔ راوی کا بیان ہے کہ خدا کی قسم ایک درندے نے بھی اُن کا پیچھا نہیں کیا۔

آپ کٹھرے سے باہر نکل کر جب ہارون رشید کے پاس پہونچے تو اُس نے گلے لگایا اور انھیں اٹھا کر اپنے تخت پر بٹھایا۔ اور کہا اے ابن عم اگر تم یہاں ہم لوگوں کے پاس رہنا چاہو تو یہاں بھی تمہارے لیے بہت وسیع جگہ ہے اور میں نے تمہارے اور تمہارے اہل و عیال کے لیے مال اور لباس دئے جانے کا بھی حکم دیدیا ہے۔ آپ نے فرمایا مجھے نہ تیرے

مال کی ضرورت ہے اور نہ لباس کی ہاں قریش میں چند مستحق ہیں یہ سب ان پر تقسیم کردو اس کے بعد آپ نے چند آدمیوں کے نام بتائے۔ ہارون نے اُن لوگوں کو مال اور لباس دیے جانے کا حکم دے دیا۔

اس کے بعد اس نے کہا کچھ دور ان کو پہونچا کر آؤ۔ میں تھوڑے راستے آپ کے ساتھ گیا پھر عرض کیا میرے آقا اگر آپ مناسب سمجھیں تو یہ تعویذ مجھے عطا فرمادیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہم لوگوں کو اپنی تسبیح اور اپنا تعویذ ہرکس وناکس کو دینا منع ہے۔ مگر تم اتنی دور تک میرے ساتھ رہے میری خدمت کی۔ اس لیے لو اور وہ بولتے گئے میں ایک کاغذ پر لکھتا گیا پھر اسے اپنے رومال میں باندھ کر اپنی آستین میں چھپا لیا۔ پھر اس تعویذ کو لے کر جب بھی امیرالمومنین کے پاس گیا وہ مجھ سے ہنس کر بات کرتا اور میری ہر حاجت کو پورا کرتا اور جب بھی اس تعویذ کے ساتھ میں سفر کرتا ہر خوف اور دہشت سے محفوظ رہتا اور جب بھی کسی مشکل میں گرفتار ہوتا اس تعویذ کے واسطہ سے دُعا کرتا میری مشکل دور ہو جاتی اس کے بعد راوی نے اس تعویذ کا ذکر کیا ہے۔ (مہج الدعوات صفحہ ۲۴۸)

(نوٹ) سیّد مرتضیٰ علیہ الرحمۃ نے کہا ہے کہ بعض کتابوں میں یہ واقعہ حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے لیے مرقوم ہے۔ اس لیے کہ وہی ہارون رشید کی قید میں تھے لیکن یہاں ہم نے جیسا بعض کتابوں میں پایا اس کو بیان کردیا ہے۔

(۲۸) ہارون سے جرأتمندانہ گفتگو

محمد بن سابق بن طلحہ انصاری کا بیان ہے کہ جس وقت حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام ہارون رشید کے دربار میں پیش کیے گئے اور اس نے آپ سے جو باتیں کیں ان میں سے ایک بات یہ بھی تھی کہ اُس نے آپ سے پوچھا بتاؤ یہ دار دنیا کیا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ دار الفاسقین ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: سَاَصْرِفُ عَنْ اٰیٰتِیَ الَّذِیْنَ یَتَکَبَّرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَاِنْ یَّرَوْا کُلَّ اٰیَۃٍ لَّا یُؤْمِنُوْا بِھَا وَاِنْ یَّرَوْا سَبِیْلَ الرُّشْدِ لَا یَتَّخِذُوْہُ سَبِیْلًا وَاِنْ یَّرَوْا سَبِیْلَ الْغَیِّ یَتَّخِذُوْہُ سَبِیْلًا۔ (سورۃ الاعراف آیت ۱۴۶)

ہارون نے کہا مگر یہ گھر کس کا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ ہمارے شیعوں کے لیے فترت (خالی) ہے اور غیروں کے لیے فتنہ (آزمائش) کا گھر ہے۔ اُس نے کہا تو پھر گھر کے مالک کو کیا ہو

گیا وہ اُسے کیوں نہیں لے لیتا؟ آپ نے فرمایا گھر کے مالک سے جب یہ لیا گیا تھا تو یہ آباد تھا اب وہ اس کو اسی وقت تو لے گا جب آباد ہوگا۔ اُس نے کہا تمہارے شیعہ کہاں ہیں؟ آپ نے اس کے جواب میں یہ آیت پڑھی۔ لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ وَالْمُشْرِکِیْنَ مُنْفَکِّیْنَ حَتّٰی تَاْتِیَھُمُ الْبَیِّنَۃُ ۝

(سورۃ البینہ آیت ۱)

اُس نے کہا تو اس کا تو مطلب یہ ہوا کہ ہم لوگ کفار ہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں کفار تو نہیں مگر وہ ضرور ہو جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

"اَلَّذِیْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ کُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَھُمْ دَارَ الْبَوَارِ" (سورہ ابراہیم آیت ۲۸)

یہ سن کر ہارون رشید کو بہت زیادہ غصّہ آیا۔ مختصر یہ کہ حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے ہارون رشید سے ملاقات کے وقت اسی طرح کی گفتگو کی اور اس سے نہیں ڈرے اور یہ ان لوگوں کے قول کے خلاف ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ آپ ہارون رشید کے خوف سے بھاگے۔ (الاختصاص صفحہ ۲۶۲)

(۲۹) فدک کا مطالبہ

علی ابن اسبلط سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ جب حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام مہدی خلیفہ کے پاس تشریف لے گئے تو دیکھا کہ جن لوگوں کی جائیدادیں بظلم وجور ضبط کرلی گئی تھیں وہ اُسے واپس کر رہا ہے تو آپ نے فرمایا یا امیرالمومنین کیا بات ہے ہم لوگوں سے بھی بہ ظلم وجور چھینی ہوئی جائیداد ہے آپ اسے کیوں نہیں واپس کرتے؟ اُس نے کہا وہ کون سی جائیداد ہے اے ابوالحسن! آپ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بغیر جنگ اور بغیر فوج کشی کے فدک دلایا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

"وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ" (سورۃ الاسراء آیت ۲۶)

مگر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ طے نہ کر سکے کہ ذوالقربیٰ سے کون لوگ مراد لیے جائیں تو آپ نے جبریل امین سے رجوع کیا اور جبریل نے اللہ سے رجوع کیا تو اللہ نے اپنے رسولؐ پر وحی کی کہ فدک فاطمہؑ کو دے دو۔ پس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہؑ کو بلایا اور کہا اے فاطمہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فدک

تم کو دے دوں حضرت فاطمہؑ نے کہا اللہ کے رسولؐ مجھے اللہ کی طرف سے اور آپ کی طرف سے یہ پیشکش قبول ہے۔ اس کے بعد رسولؐ کی زندگی تک حضرت فاطمہؑ کے کارندے مسلسل فدک پر مقرر رہے۔ مگر جب حضرت ابوبکرؓ حاکم بنے تو انہوں نے حضرت فاطمہؑ کے کارندوں کو وہاں سے نکال دیا۔ حضرت فاطمہؑ حضرت ابوبکرؓ کے پاس گئیں اور کہا کہ فدک ہمارا ہے آپ نے کیوں لے لیا ہمیں واپس دو۔ انہوں نے کہا ثبوت کے لیے کسی کالے گورے کی شہادت تو لاؤ۔ آپ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام اور ام ایمن کو لے گئیں آن دونوں نے گواہی دی جب حضرت ابوبکر سے واگذاری کا ایک پروانہ لے کر باہر نکلیں تو راستہ میں حضرت عمرؓ سے ملاقات ہوگئی۔ پوچھا اے محمدؐ کی بیٹی یہ تمہارے پاس کیا ہے؟ کہا یہ فدک کی واگذاری کا پروانہ ہے جو حضرت ابوبکرؓ نے لکھ کر دیا ہے انہوں نے کہا لاؤ مجھے تو دکھاؤ حضرت فاطمہؑ نے دکھانے سے انکار کیا تو انہوں نے جھپٹ کر اُن کے ہاتھ سے چھین لیا اس کو دیکھا اور پھاڑ کر پھینک دیا۔ اور بولے یہ تمہارے باپ کو بغیر جنگ اور بغیر لشکر کشی کے ملا تھا تو اب جاؤ ہم لوگوں کی گردنوں پر پھاڑ توڑ نا (دیکھتا ہوں کیا بنا لیتی ہو)۔

خلیفہ مہدی نے کہا اچھا ابوالحسن فدک کے حدود تو بتاؤ۔ آپ نے فرمایا ایک حد تو اس کی کوہ احد ہے دوسری حد عریش مصر ہے۔ تیسری حد سیف البحر ہے اور چوتھی حد دومتہ الجندل ہے۔ خلیفہ مہدی نے کہا یہ سب کا سب ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں یا امیرالمومنین یہ سب حدود فدک میں ہے جو رسولؐ کو بغیر جنگ اور بغیر لشکر کشی کے ملا تھا۔ مہدی نے کہا یہ تو بہت ہے اچھا میں پھر دیکھوں گا۔ (الکافی جلد ۱ صفحہ ۵۴۲)

(۳۰) کافر کے صلب میں مومن کی مثال

حضرت ابوالحسن علیہ السلام نے فرمایا کہ علی بن یقطین کے متعلق حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی دعا کی وجہ سے میں ڈر رہا تھا تو حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا اے ابوالحسن جس طرف تمہارا خیال جا رہا ہے وہ بات نہیں ہے بلکہ کافر کے صلب میں مومن بالکل اسی طرح رہتا ہے جیسے خام اینٹ میں کوئی سنگریزہ۔ جب بارش ہوتی ہے تو ساری مٹی تو بہہ جاتی ہے مگر سنگریزہ پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔

(الکافی جلد ۲ صفحہ ۱۳)

(۳۱) سلطانِ جابر کی ملازمت

علی بن یقطین کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام سے دریافت کیا کہ آپ ان لوگوں کی عامل کی ملازمت کے لیے کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اگر یہ عمل (ملازمت) لازمی اور مجبوراً کرنا ہی پڑے تو شیعوں کے اموال سے خود کو بچاؤ۔ اس کے بعد علی بن یقطین کا دستور تھا کہ شیعوں سے بالاعلان تو خراج وصول کرتا مگر درپردہ پھر انہیں واپس کر دیتا۔ (الکافی جلد ۱ صفحہ ۵۴۳)

(۳۲) مالِ خمس

تلعکبری نے اپنے اسناد کے ساتھ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ ہارون رشید نے مجھ سے پوچھا کیا تم لوگ یہ کہتے ہو کہ مالِ خمس ہم لوگوں کا حق ہے؟ میں نے کہا جی ہاں۔ اس نے کہا مگر یہ تو بہت ہے۔ میں نے کہا مگر جس ذات نے ہم لوگوں کو خمس کا حق دیا اس کی نظر میں تو یہ بہت نہیں ہے۔ (کتاب الاستدراک)

بحار الانوار
باب
اہلِ خاندان
اور
اصحاب

(۱) ایمانِ مستقر اور مستودع

صفوان سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ
حضرت ابوالحسن علیہ السلام نے مجھ سے دریافت فرمایا (اور اس وقت آپ کے پاس بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے تھے) کیا یحییٰ بن قاسم مرگیا؟ میں نے کہا جی ہاں۔ اور زرعہ بھی مرگیا تو آپ نے فرمایا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ایمان کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ مُسْتَقَرٌّ وَّ مُسْتَوْدَعٌ تو مستقر وہ قوم ہے کہ جن کے دلوں میں ایمان داخل ہوا اور پھر اس میں مستقر ہوگیا۔ اور مستودع وہ قوم ہے کہ جن کے دلوں میں ایمان داخل کیا گیا اور پھر اس سے واپس لے لیا گیا۔
(قرب الاسناد ص ۱۶۸)

(۲) نور خدا کو بجھانے کی کوشش

احمد بن محمد کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ
حضرت ابوالحسن ثانی (حضرت امام رضا علیہ السلام) بنی زریق میں ٹھہرے اور مجھ سے فرمایا (آپ کی آواز بھی بلند تھی) اے احمد میں نے عرض کیا لبیک فرمایا جب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی تو لوگوں نے کوشش کی کہ نور خدا کو بجھا دیں مگر اللہ نے یہ طے کر لیا کہ میں اپنے نور کو امیر المومنین علیہ السلام کے ذریعہ تمام کروں گا اور جب حضرت ابوالحسن (موسیٰ) کی وفات ہوئی تو ابن ابی حمزہ اور اس کے اصحاب نے کوشش کی کہ نور خدا کو بجھا دیں مگر اللہ نے بھی طے کر لیا ہے کہ وہ اپنے نور کو پورا کر کے رہے گا۔
(تفسیر عیاشی جلد ۱ ص ۲۷۲)

(۳) حسین بن زید کی گفتگو

طریف بن ناصح کا بیان ہے کہ ایک
مرتبہ میں حسین بن زید کے ساتھ تھا اور اُن کے ساتھ اُن کے فرزند علی بھی تھے کہ اُدھر سے حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کا گذر ہوا۔ آپ نے حسین بن زید کو سلام کیا اور آگے بڑھ گئے۔ تو میں نے حسین بن زید سے کہا میں آپ پر قربان کیا موسیٰ بن جعفر کو قائم آلِ محمد کہا جاتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا اگر کوئی اُن کو قائم آلِ محمد کہتا ہے تو وہ ایسے ہی ہیں اور کیوں نہ کہا جائے اُن کے پاس حضرت علی ابن ابی طالب کے ہاتھ کی لکھی ہوئی کتاب ہے

جس کو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بطور املا بول کر لکھوایا تھا۔
تو اُن کے فرزند علی نے پوچھا۔ بابا۔ یہ چیز میرے جد زید بن علی کو کیوں نہیں ملی؟۔
اُنہوں نے جواب دیا بیٹے یہ بات ہے کہ علی ابن الحسین اور محمد بن علی سید الناس اور امام خلق تھے اور میرے بیٹے تمہارے جد ان کے متبع تھے۔ اُن سے اُنہوں نے ادب سیکھا اور اُنہی سے انہوں نے فقہ سیکھی۔ علی نے پھر پوچھا بابا یہ بتائیے کہ اگر موسیٰ کو کوئی حادثہ ہو جائے تو کیا وہ اپنے بھائیوں میں سے کسی کو اپنا وصی بنائیں گے؟ حسین بن زید نے کہا تمہیں خدا کی قسم وہ سوائے اپنے فرزند کے اور کسی کو اپنا وصی نہ بنائیں گے۔ بیٹے کیا تم یہ نہیں دیکھتے یہ تمام خلفاء سوائے اپنی اولاد کے اور کسی کو اپنا خلیفہ اور نائب نہیں بناتے
(قرب الاسناد ص ۱۶۸)

(۴) آپ کے چچا کا حال

عمر بن یزید کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت
ابوالحسن موسیٰ بن جعفر کے پاس تھا کہ محمد کا ذکر چھڑ گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے تو اپنے لیے یہ طے کر لیا ہے کہ میں اور وہ دونوں کبھی ایک چھت کے زیر سایہ جمع نہ ہوں گے۔ یہ سن کر میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ اور لوگوں کو تو اپنے اعزا کے ساتھ حسن سلوک اور صلہ رحم کا حکم دیتے ہیں اور خود اپنے چچا کے لیے یہ کہہ رہے ہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ میرے دل میں یہ آتے ہی انہوں نے میری طرف نظر اُٹھائی اور فرمایا یہ بھی اُن کے ساتھ حسن سلوک اور صلہ رحم ہی ہے وہ جب یہاں آتے ہیں اور مجھ سے ملتے ہیں تو باہر نکل کر میری طرف منسوب کر کے کیا کیا باتیں کرتے ہیں اور لوگ اس کو سچ سمجھنے لگتے ہیں۔ اور جب وہ میرے پاس نہ آئیں گے تو کچھ بھی کہا کریں لوگ سچ نہ سمجھیں گے۔
(بصائر الدرجات جلد ۵ باب ۲ ص ۶۴)

(۵) حسین بن علی مقتول فخ کا خروج

عبداللہ مفضل مولی عبداللہ بن جعفر
بن ابی طالب سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ جب حسین بن علی مقتول فخ نے خروج کیا اور مدینہ منورہ پر قابض ہو گئے تو انہوں نے حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کو اپنی بیعت کے لیے طلب کیا۔ آپ ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا اے ابن عم جس طرح تمہارے ابن عم نے اپنے عم حضرت ابوعبداللہ (امام جعفر صادق علیہ السلام) کو زحمت بیعت دی

تھی اس طرح تم مجھ کو زحمت نہ دو ورنہ حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام کی طرح میرے منہ سے بھی وہ بات نکلے گی جو میں کہنا نہیں چاہتا۔ تو حسین مقتول فخ نے کہا میں نے تو ایک بات آپ کے سامنے پیش کی ہے اگر آپ قبول کرتے ہیں تو ٹھیک اور نہیں قبول کرتے تو کوئی جبر و زبردستی نہیں ہے۔ اللہ ہمارا مددگار ہے اور یہ کہہ کر انہوں نے آپ کو رخصت کر دیا۔

مگر رخصت ہوتے وقت حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے انہیں بتایا کہ اے ابن عم تم بہتر سے بہتر جنگ کر کے دیکھو لو مگر یقین کر دکہ تم قتل کر دیے جاؤ گے۔ اس لیے کہ یہ فاسق قوم ہے منہ سے ایمان کا اظہار کرتے ہیں دل میں شرک چھپائے ہوئے ہیں "انا للہ وانا الیہ راجعون" بہرحال ہم اللہ سے امید رکھتے ہیں کہ تم لوگوں کو مصائب برداشت کرنے پر اجر و ثواب عطا کرے۔ پھر حسین بن علی مقتول فخ نے خروج کیا اور جو ان کا انجام ہوا وہ سب پر ظاہر ہے یعنی جیسا کہ حضرت امام موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا وہ سب کے سب قتل کر دیے گئے۔

نوٹ :۔ مقام فخ مکہ مکرمہ سے تقریباً ایک فرسخ کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اور حسین مقتول فخ کا پورا سلسلہ نسب یہ ہے۔ حسین بن علی بن حسن بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب علیہ السلام اور ان کی مادر گرامی زینب بنت عبداللہ بن حسن تھیں انہوں نے موسی ہادی بن محمد مہدی بن ابی جعفر منصور کے دور میں مدینہ کے اندر ذی قعدہ ۱۶۹ھ میں یعنی مہدی کے مکہ میں انتقال کے بعد اس کے بیٹے کے عہد خلافت میں خروج کیا تھا۔

خروج کا سبب ابوالفرج اصفہانی نے اپنی کتاب مقاتل الطالبین ص ۴۴۳ میں اپنے اسانید سے تحریر کیا ہے کہ حسین کے خروج کرنے کا سبب یہ ہوا کہ ہادی نے اسحاق بن عیسیٰ بن علی نامی شخص کو مدینہ کا والی بنایا اور اس نے حضرت عمر بن خطاب کی اولاد میں سے ایک عبدالعزیز نامی شخص کو مدینہ میں اپنا نائب بنا دیا۔ اس شخص نے اولاد ابوطالب پر ظلم کیے اذیتیں پہونچائیں اور روزانہ اپنے محل پر آکر حاضری دینے کی پابندی لگا دی۔ اتنے میں حاجیوں کا ابتدائی قافلہ آیا جس میں تقریباً ستر شیعہ تھے۔ انہوں نے آکر حسین بن علی (صاحب فخ) سے ملاقات کی یہ خبر جب عبدالعزیز عمری کو ملی تو اس نے حاضری کی پابندی اور سخت کر دی اس طرح یہ لوگ خروج پر مجبور ہو گئے۔ حسین بن علی (صاحب فخ) نے اولاد عبداللہ بن حسن میں سے یحییٰ و سلیمان و ادریس کو اور عبداللہ بن حسن افطس، ابراہیم اسماعیل طبا طبا، عمر بن الحسن بن علی بن حسن مثلث، عبداللہ بن اسحاق بن ابراہیم بن حسن مثنیٰ اور

عبداللہ بن امام جعفر صادق علیہ السلام کو جمع کیا پھر اپنے نوجوانوں میں سے چند جوانوں اور اپنے دوستداروں سے رابطہ قائم کیا اب ان لوگوں کے ساتھ اولاد علی میں سے چھبیس اور حاجیوں میں سے دس عدد اور اپنے دوستداروں میں سے کچھ لوگ مجتمع ہو گئے۔

جونہی موذن نے صبح کی اذان شروع کی یہ لوگ مسجد میں پہونچے اور آواز لگائی کوشش کوشش فوراً افطس گلدستہ اذان پر چڑھ گئے اور موذن کو حیَّ علیٰ خیرِ العمل ؁ کہنے پر مجبور کر دیا گیا۔ عبدالعزیز عمری نے جب یہ سُنا تو اس نے محسوس کیا کہ کوئی شورش برپا ہو گئی وہ ڈرا پیچھے بھی مڑ کر نہیں دیکھا بلکہ جدھر اس کا رخ تھا اُسی طرف گذرتا ہوا بھاگا اور بچ نکلا۔ حسین نے لوگوں کو نماز صبح پڑھائی اولادِ ابو طالب میں سے سوائے حسن بن جعفر بن حسن بن حسن اور حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے سب ہی ان کے ساتھ تھے۔

نمازِ صبح کے بعد منبر پر گئے خطبہ دیا اور اپنے خطبہ میں حمد و ثنائے الٰہی کے بعد کہا ایہا الناس میں فرزندِ رسول ہوں منبرِ رسول پر ہوں روضہ رسول پر ہوں اور تم کو سنتِ رسول پر عمل کی دعوت دیتا ہوں۔ ایہا الناس تم لوگ پتھر اور لکڑی تک کو تو رسول کی یادگار سمجھ کر تلاش کرتے اُسے مَس کرتے اور چومتے ہو مگر جو واقعاً رسول کے گوشت پوست اور پارہ جگر ہیں وہ تباہ ہو رہے ہیں اس کی تمہیں کوئی پرواہ نہیں۔

لوگوں کا بیان ہے کہ اسی اثناء میں حماد بربری جو مدینہ میں شاہی اسلحہ خانہ کا داروغہ تھا۔ اپنے ساتھیوں کو لے کر مسجد کے دروازے پر پہونچا۔ یحییٰ بن عبداللہ جن کے ہاتھ میں تلوار تھی فوراً اس کی طرف بڑھے۔ حماد ابھی سواری سے اترنا ہی چاہتا تھا کہ یحییٰ نے تیزی کی وہ کلاہ، مغفر اور خود سب ہی پہنے ہوئے تھا انہوں نے اس کے سر پر ایسی ضرب لگائی ان کی تلوار یہ سب کاٹتی ہوئی اس کی کھوپڑی تک کو اڑا لے گئی اور وہ سواری سے نیچے گر پڑا پھر اس کے ساتھیوں پر حملہ کیا وہ سب شکست کھا کر بھاگے۔

اُسی سال مبارک ترکی حج کے لیے چلا پہلے مدینہ آیا جب اسے حسین کے خروج کا پتہ چلا تو اس نے شب کے وقت اپنا آدمی ان کے پاس بھیجا اور کہلا یا کہ میں نہیں چاہتا کہ آپ مجھ سے جنگ کریں یا میں آپ سے جنگ کروں۔ آپ اتنا کریں کہ اپنے ساتھیوں میں سے چند آدمی خواہ وہ دس عدد ہی کیوں نہ ہوں رات کے وقت میرے لشکر کی طرف بھیجدیں میں شب خونی کا بہانہ کر کے شکست کھا لوں گا۔ حسین نے ایسا ہی کیا اپنے دس آدمی اُن کی فوج کی طرف بھیج دیئے۔ وہ صبح تک اس کے لشکر کے اطراف رہے اور مبارک کو للکارتے رہے۔ مبارک بھاگ کر مکہ چلا گیا۔

اور اُسی سال حج کے لیے عباس بن محمد، سلیمان بن ابی جعفر اور موسیٰ بن عیسیٰ بھی آئے تھے مبارک جاکر ان لوگوں سے ملا اور ان لوگوں سے بہانہ بنایا کہ مدینہ میں مجھ پر شب خون مارا گیا۔

اُدھر حسین بن علی بھی مکہ مکرمہ کے ارادے سے نکلے ان کے ساتھ ان کے خاندان کے لوگ جو ان کے متبع تھے علاوہ ازیں ان کے دوست دار اور اصحاب جو سب مل کر تقریباً تین سو آدمی تھے انہوں نے مدینہ میں اپنا ایک نائب مقرر کر دیا۔ اور ابھی یہ مقام فخ ہی پہونچے تھے کہ دشمنوں کی فوجوں سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ عباس نے حسین کو یہ پیشکش کی کہ تمہیں امان دوں گا۔ غلطی معاف کردوں گا اور انعام و اکرام بھی دوں گا ہتھیار ڈال دو۔ مگر حسین نے سختی سے انکار کر دیا۔ دشمنوں کی فوجوں کے سردار عباس اور سلیمان کے تینوں بیٹے موسیٰ و جعفر اور محمد نیز مبارک ترکی و حسن حاجب اور حسین بن یقطین تھے یوم ترویہ نماز صبح کے وقت طرفین مدِمقابل ہوئے۔ سب سے پہلے جنگ کی ابتدا موسیٰ نے کی تو وہ لوگ اس پر حملہ آور ہوئے اسی نے فریب دینے کے لیے ذرا اپنی شکست ظاہر کی اور یہ لوگ اس کو بھگائے ہوئے وادی میں اتر آئے تو ان کے پیچھے سے محمد بن سلیمان نے ان پر حملہ کر دیا اور ایک ہی مرتبہ میں ان کو بالکل پیس کر رکھ دیا حسین کے اکثر اصحاب قتل ہو گئے اب ہر طرف سے سرداران لشکر پکار کر کہنے لگے اے حسین تمہارے لیے امان ہے۔ اور وہ کہتے رہے کہ ہمیں تمہاری امان کی ضرورت نہیں اور اُن پر مسلسل حملہ کرتے رہے یہاں تک کہ قتل ہو گئے اور اُن کے ساتھ سلیمان بن عبداللہ ابن حسن و عبداللہ بن اسحاق بن ابراہیم بن حسن بھی شہید ہو گئے۔ اور حسن بن محمد کی آنکھ میں آکر ایک تیر لگا مگر انہوں نے اس کی پروا نہ کی اور شدید جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ دشمنوں نے ان کو امان دینے کا وعدہ کیا وہ رُکے مگر بعد میں ان غداروں نے ان کو قتل کر دیا اور یہ دشمن کی فوج تمام سروں کو لے کر موسیٰ اور عباس کے پاس پہونچی اور ان دونوں کے پاس اس وقت اولاد حسن و حسین کی ایک جماعت موجود تھی مگر ان دونوں نے اور کسی سے نہیں صرف حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے پوچھا کیا یہ حسین کا سر ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ قتل ہو گئے واللہ یہ مسلمان اور مرد صالح تھے بہت زیادہ روزہ رکھتے تھے نیکی کا حکم دیتے تھے۔ برائیوں سے منع کرتے تھے۔ وہ اپنے خاندان میں بے مثل تھے۔ یہ سن کر ان دونوں نے کوئی جواب نہیں دیا اور تمام قیدیوں کو خلیفہ ہادی کے پاس بھیجدیا اور اُس نے تمام قیدیوں کے قتل کا حکم دیا مگر اُسی دن وہ خود بھی مر گیا۔

راویوں کی ایک جماعت کا بیان ہے کہ جب محمد بن سلیمان کا وقت وفات قریب آیا تو لوگ اس کو کلمہ شہادت کی تلقین کرنے لگے اور وہ یہ شعر پڑھتا رہا۔ (ترجمہ) کاش میری ماں نے مجھے پیدا ہی نہ کیا ہوتا تاکہ میں یوم فخ حسین اور حسن سے جنگ نہ کئے ہوتا یہی شعر پڑھتے پڑھتے اس کا دم نکل گیا۔

عمدة الطالب ص ۱۷۲ پر معجم البلدان جلد ۶ صفحہ ۳۴۱ پر اور سر السلسلة العلویہ مولفہ ابو نصر بخاری ص ۱۴ پر حضرت ابو جعفر جواد علیہ السلام سے یہ روایت مرقوم ہے کہ آپ نے فرمایا کہ کربلا کے بعد ہم لوگوں کی سب سے بڑی قتل گاہ مقام فخ تھی۔
(مقاتل الطالبین ص ۴۴۳)

(۶) —— یحییٰ بن عبداللہ بن حسن کا خط

عبداللہ بن ابراہیم جعفری کا بیان ہے کہ یحییٰ بن عبداللہ بن حسن نے حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کو یہ خط تحریر کیا۔

امابعد۔ میں خود اپنے نفس کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اللہ سے ڈرے اور آپ کو بھی یہی نصیحت ہے کیونکہ یہی نصیحت اللہ نے اولین کو بھی کی تھی اور یہی نصیحت آخرین کو بھی کی ہے۔ وہ لوگ جو اللہ کے دین اور اس کی نشر و اشاعت میں اللہ کے ناصر و مددگار ہیں اُن میں سے بعض نے اکثر مجھے اطلاع دی کہ اگرچہ آپ نے ہماری کوئی مدد نہیں کی مگر اس کے باوجود آپ پر ترس آرہا ہے۔ میں نے تو مشورہ کے لیے دعوت دی تھی تاکہ سارے آلِ محمد کی مرضی اور رائے ایک ہو جائے مگر آپ چھپ کر بیٹھ گئے اور اس سے قبل آپ کے والد بھی تو چھپ کر بیٹھ چکے تھے۔ یہ کوئی نئی بات نہیں آپ لوگ تو قدیم سے ایسے امر کا دعویٰ کرتے ہیں جو آپ لوگوں کے لیے نہیں ہے۔ اور اللہ نے جو چیز آپ لوگوں کو نہیں دی ہے اُس کی آرزو رکھتے ہیں اس کی ہوس آپ لوگوں کو دامن گیر ہے۔ اور گمراہی میں مبتلا ہیں میں پھر آپ کو اس امر سے ڈراتا ہوں جس سے اللہ نے آپ کو ڈرایا ہے۔

اس کے جواب میں حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے ان کو خط لکھا کہ یہ خط ہے موسیٰ ابن ابی عبداللہ جعفر اور علی کی طرف سے اور یہ دونوں اللہ کی اطاعت اس کی فرمانبرداری میں ایک دوسرے کے شریک ہیں یحییٰ بن عبداللہ بن حسن کے نام امابعد۔ میں بھی تم کو اور اپنے نفس کو اللہ سے ڈراتا ہوں اور یہ بتاتا ہوں کہ اللہ کا عذاب بڑا دردناک اس کا عتاب بہت سخت اور اس کی سزا پوری پوری ہوتی ہے۔ اور میں

بھی تم کو اور خود اپنے نفس کو تقویٰ کی نصیحت کرتا ہوں یہ نصیحت کلام کی زینت اور بقائے نعمت کا سبب ہوتی ہے۔ تمہارا خط ملا جس میں تم نے میرے لیئے تحریر کیا ہے کہ میں امامت کا مدعی ہوں اور اس سے پہلے میرے پدر بزرگوار بھی امامت کے مدعی تھے۔ مگر ہمارا یہ دعویٰ تم نے کبھی اپنے کانوں سے تو نہیں سُنا۔ یاد رکھو لوگ جو کچھ کہتے ہیں وہ کراماً کاتبین لکھتے جاتے ہیں ان سے باز پرس ہوگی سچ ہے اہل دنیا کو دنیا اور مال دنیا کی حرص چھوڑتی ہی نہیں کہ وہ آخرت کی فکر کریں۔ اس دنیا میں وہ اپنی آخرت کو تباہ کر لیتے ہیں۔

تم نے یہ بھی لکھا ہے کہ تمہارے پاس جو قیادت ہے اُس کی لالچ میں آکر میں لوگوں کو تمہاری طرف مائل ہونے سے روکتا ہوں تو سنو جس قیادت کو تم اپنے پاس سمجھتے ہو اگر اس کی مجھے خواہش ہوتی تو مجھے اس سے کوئی روکنے والا نہیں نہ مجھ میں علمی کمزوریاں ہیں نہ بصیرت و حجت کی کمی ہے۔ (تمہیں شاید اپنی علمیت پر ناز ہے تو) سنو اللہ نے انسان کو مختلف اعضا اور عجیب و غریب اجزا سے مرکب بنایا ہے ان میں سے میں صرف دو ہی چیزیں تم سے پوچھتا ہوں بتاؤ تمہارے بدن میں "عنزف" کیا چیز ہے؟ اور انسان کے اندر "صہلج" کیا شے ہے؟ مجھے خط لکھ کر ان دونوں کے متعلق بتاؤ۔

دیکھو میں تم سے پھر کہتا ہوں کہ خلیفہ وقت کی نافرمانی سے باز آؤ اور اس کی اطاعت اور درست رویّہ اختیار کرو اور قبل اس کے کہ حکومت وقت کا پنجہ تمہارا گلا پکڑ کر دبا دے اور تمہیں کوئی ایسی جگہ نہ ملے کہ جہاں تم سکون کی سانس لے سکو تم خلیفہ وقت سے امان طلب کرلو تاکہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم اور خلیفہ وقت کی نرم دلی سے تم کو امن و سکون عطا فرمائے اور خلیفہ وقت (اللہ ان کو باقی رکھے) تم پر مہربانی کرے اور تمہیں امان دے دے۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی یعنی سلامتی اُسی کے لیے ہے جو ہدایت پر عمل کرے۔ "اِنَّا قَدْ اُوْحِیَ اِلَیْنَا اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰی مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰی" (سورہ طٰہٰ آیت ۴۸)

جعفری کا بیان ہے کہ مجھے لوگوں نے بتایا کہ حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کا یہ خط کسی طرح ہارون الرشید کے پاس پہونچ گیا جب اس نے اس خط کو پڑھا تو بولا۔ لوگ مجھے موسیٰ بن جعفر کے خلاف بھڑکاتے ہیں مگر اس خط سے معلوم ہوا کہ جو الزام ان پر لگایا جاتا ہے وہ اس سے بالکل بری ہیں۔ (الکافی جلد ۱ صـــ ۳۶۶)

(۷) ـــــ حسین صاحب فخ

ابو الفرج اصفہانی نے اپنی کتاب مقاتل الطالبین

میں اپنی اسناد کے ساتھ عُنیزہ قصبانی سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ بن جعفر بعد عشاء حسین صاحب فخ کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے اس طرح جھک کر کہا جیسے رکوع کر رہے ہوں کہ میں چاہتا ہوں اگر میں آپ کا ساتھ نہیں دیتا تو آپ مجھے مجبور نہ کریں اور اختیار دیں۔ یہ سن کر حسین دیر تک گردن جھکائے رہے پھر سر اٹھایا اور بولے جائیے آپ کو اختیار ہے۔

نیز باسانید دیگر ہمیں یہ روایت بھی ملی ہے کہ حسین نے حضرت موسیٰ بن جعفر سے خروج میں ساتھ دینے کے لیے کہا تو آپ نے فرمایا آپ کتنی بھی عمدہ تلوار چلائیں آپ کو مقتول ہونا ہے اس لیے کہ یہ فاسقوں کی قوم ہے یہ آپ کو نہیں بخشے گی۔ یہ ایمان کا اظہار کرتے ہیں مگر بہ باطن ان میں شرک اور نفاق ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون میں تم لوگوں کو خاندان کا فرد سمجھتا ہوں (اس لیے کہہ رہا ہوں) (مقاتل الطالبین صـــ ۴۴۷)

اپنے اسناد کے ساتھ سلیمان بن عباد سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ جب حسین صاحب فخ کا مقابلہ خلیفہ ہادی کے سرداران فوج سے ہوا تو انہوں نے ایک شخص کو اونٹ پر بٹھایا اس کے ہاتھ میں چمکتی ہوئی تلوار تھی۔ حسین اس کو ایک ایک لفظ بولتے جاتے اور وہ اعلان کرتا جاتا کہ ایہا الناس اور اے سرداران لشکر یہ حسین فرزند رسول ہیں اور ان کے ابن عم (حضرت علی) کے فرزند ہیں اور تم لوگوں کو کتاب خدا اور سُنّت رسول کی دعوت دیتے ہیں۔ (مقاتل الطالبین صـــ ۴۴۹)

باسناد دیگر ارطاۃ سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ جب حسین بن علی صاحب فخ کی بیعت ہوئی تو انہوں نے کہا کہ میں اس عہد کے ساتھ تم لوگوں سے بیعت لے رہا ہوں کہ کتاب خدا اور سنت رسول پر عمل کروں گا۔ اللہ کے حکم پر چلوں گا اس کی نافرمانی نہیں کروں گا اور تمہیں آل محمد کی خوشنودی حاصل کرنے کی دعوت دوں گا۔ نیز تمہارے معاملات میں کتاب خدا اور سُنّت رسول پر عمل کروں گا۔ رعایا کے معاملات میں عدل سے کام لوں گا۔ مال کی تقسیم مساویانہ کروں گا اور تمہارا فریضہ ہے کہ ہمارے ساتھ اٹھ کھڑے ہو ہمارے دشمنوں سے جہاد کرو اور سنو جب ہم اپنے عہد کو پورا کریں تو تم بھی اپنے عہد کو پورا کرو۔ ہاں اگر ہم اپنے عہد سے پھریں تو تم بھی اپنے عہد سے پھر جانا اور ہماری بیعت تم پر نہیں رہ جائے گی۔ (مقاتل الطالبین صـــ ۴۴۹)

(۸) ـــــ حسین صاحب فخ پر جنوں کا نوحہ

اپنے اسناد کے ساتھ

صالح فزاری سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ جس شب کو حسین صاحب فخ شہید ہوئے حشمہ غطفان پر ہاتف غیبی کی آواز آئی جسے سب لوگوں نے سُنا۔ اور وہ آواز اشعار کی شکل میں تھے جسکا ایک شعر یہ ہے:

لبیك حسینا كل كهل وامرد
من الجن ان لم يبك من الانس نوح

اگر حسین پر انسانوں میں سے کوئی رونے والا نہیں تو نہ ہو جنوں میں سے ہر بوڑھے اور جوان کو چاہیے کہ وہ حسین پر روئے۔ لوگ یہ اشعار سن رہے تھے مگر یہ پتہ نہ تھا کہ معاملہ کیا ہے یہاں تک کہ حسین صاحب فخ کی شہادت کی خبر ملی۔ (مقاتل الطالبین ص ۴۵۹)

(۹) مقتول فخ پر رسولؐ کا گریہ

اپنے اسناد کے ساتھ حضرت ابو جعفر محمد بن علی علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام فخ سے گذر ہوا تو آپ وہاں اترے دو رکعت نماز پڑھی دوسری رکعت کے اندر آپ پر گریہ طاری ہوا لوگوں نے رسولؐ کو روتے ہوئے دیکھا تو خود بھی رونے لگے۔ جب آپ نماز سے فارغ ہو کر واپس ہوئے تو لوگوں سے پوچھا تم لوگ کیوں رو رہے تھے؟ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ہم نے آپ کو روتے ہوئے دیکھا تو ہم بھی رونے لگے۔ آپ نے فرمایا جب میں پہلی رکعت پڑھ رہا تھا تو جبرئیل نازل ہوئے اور کہا یا رسول اللہ اس مقام پر آپ کی اولاد میں سے ایک مرد شہید ہوگا اور اس کے ہمراہ جو لوگ شہید ہوں گے ان کو دو شہیدوں کا اجر دیا جائے گا۔ (مقاتل الطالبین ص ۴۳۶)

(۱۰) شہدائے فخ کے ارواح واجساد دونوں جنت میں

اپنے اسناد کے ساتھ نضر بن قرواش سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جعفر بن محمد علیہ السلام مجھ سے کرایہ پر سواری لے کر مدینہ سے چلے جب ہم "بطن مرہ" سے آگے بڑھے تو آپ نے مجھ سے فرمایا اے نضر جب مقام فخ پر پہونچو تو مجھے بتا دینا میں نے عرض کیا آپ اس مقام کو پہچانتے نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں پہچانتا ہوں مگر ڈر ہے کہیں آنکھوں میں غنودگی ہو اور ہم آگے بڑھ جائیں مختصر یہ کہ جب مقام فخ پر پہونچے تو میں آپ کی محمل کے قریب گیا دیکھا کہ آپ پر غنودگی

طاری ہے میں نے کھنکھارا مگر وہ بیدار نہ ہوئے تو آپ کی محمل کو ہلایا تو آپ بیدار ہو گئے اور اٹھ بیٹھے میں نے عرض کیا ہم لوگ فخ پہونچ گئے۔ آپ نے فرمایا اچھا میری محمل کھول دو تو میں نے راستہ سے ذرا ہٹ کر آپ کے اونٹ کو بٹھایا۔ آپ نے وضو فرمایا اور وہاں نماز پڑھی پھر آکر محمل میں سوار ہو گئے۔ میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان میں نے دیکھا کہ آپ نے اس مقام پر نماز پڑھی کیا یہ بھی مناسک حج میں سے ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں مگر اس مقام پر میرے اہلبیت میں سے ایک شخص قتل ہوگا اور اس کے ساتھ جو لوگ شہید ہوں گے ان کی ارواح واجساد دونوں جنت میں جائیں گے۔ (مقاتل الطالبین ص ۴۳۷)

(۱۱) امام ابوحنیفہ کا اعتراض

محمد بن مسلم سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام ابوحنیفہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا میں نے آپ کے فرزند موسیٰ کو دیکھا ہے کہ وہ نماز پڑھ رہے ہیں اور لوگ ان کے سامنے سے گذر رہے ہیں اور وہ کسی کو منع نہیں کرتے۔ اور اس میں جو بات ہے وہ تو ہے ہی اس کا بتانا کیا ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا موسیٰ کو بلاؤ جب وہ آئے تو فرمایا اے فرزند یہ ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ تم نماز پڑھتے رہتے ہو اور لوگ تمہارے سامنے سے گذرتے رہتے ہیں تم کسی کو منع نہیں کرتے؟ حضرت موسیٰ بن جعفر نے کہا جی ہاں اس لیے کہ میں جس کے لیے نماز پڑھ رہا ہوں وہ مجھ سے زیادہ قریب ہے بہ نسبت ان سامنے سے گذرنے والوں کے خود اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ (سورہ ق آیت ۱۶)

یہ جواب سن کر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے فرزند موسیٰ کو سینے سے لگا لیا اور فرمایا اے اسرار الٰہی کے امانتدار تجھ پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔
(الکافی جلد ۲ ص ۲۹۷)

(۱۲) زیر سایہ احرام کی ممانعت

جعفر بن مثنیٰ خطیب سے روایت ہے کہ مجھ سے محمد بن فضیل نے کہا کہ اے ابن مثنیٰ میں تمہیں ایک مزے کی بات سناتا ہوں میں نے کہا ہاں ہاں اور یہ کہہ کر میں اس کے قریب جا کھڑا ہوا۔ اس نے کہا سنو ابھی ابھی

وہ فاسق حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے پاس آیا تھا۔ اور اُس نے آپ سے دریافت کیا کہ اے ابوالحسن بتایئے آپ کا کیا فتویٰ ہے ایک احرام باندھے ہوئے شخص کے لیے جو محمل میں بیٹھا ہے کیا اس کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے سر پر سایہ کرے؟ آپ نے فرمایا نہیں اُس نے کہا اور اگر خیمہ میں ہو تو سایہ کرسکتا ہے آپ نے فرمایا ہاں۔ یہ سن کر وہ ہنسا اور مذاق اُڑانے کے طور پر دوبارہ یہی سوال کیا پھر کہا اے ابوالحسن ان دونوں میں فرق کیا ہے؟ یہاں بھی سایہ وہاں بھی سایہ، آپ نے فرمایا اے ابویوسف دین کا مدار تمہارے جیسے قیاس پر نہیں ہے تم تو دین سے کھیل رہے ہو اور ہم وہ کرتے ہیں جو رسول مقبولؐ نے کیا اور کہتے ہیں۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حالت احرام میں جب سواری پر ہوتے تو کوئی سایہ نہیں کرتے اگر دھوپ سے اذیت ہوتی تو جسم کے ایک عضو سے دوسرے عضو کو ڈھانپ لیتے بلکہ کبھی کبھی اپنے چہرہ پر اپنے ہاتھ سے اوٹ کرلیا کرتے اور جب کہیں منزل فرماتے تو خواہ خیمہ ہو خواہ مکان یا دیوار کے سایہ میں رہتے تھے۔

(الکافی جلد۴ صـ۳۵۰)

(۱۳) ـــــ برادرانِ ایمانی کے لیے دُعا کا ثواب

علی بن ابراہیم نے اپنے باپ سے

روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ میں نے عبداللہ بن جندب کو (دوران حج) مقام وقوف پر دیکھا اور ان سے بہتر وقوف میں اور کسی کو دیکھا ہی نہیں حالت یہ تھی کہ مسلسل اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے آنکھوں سے آنسو جاری جو ٹپک ٹپک کر زمین پر گر رہے تھے جب لوگ وہاں سے پلٹے تو میں نے ان سے کہا اے ابو محمدؐ میں نے آپ سے بہتر کسی اور کو وقوف کرتے نہیں دیکھا تو انہوں نے جواب دیا۔ خدا کی قسم میں نے اس میں صرف اپنے برادر ایمانی کے لیے دُعا کی۔ اس لیے کہ حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنے بھائی کے لیے اس کے پیٹھ پیچھے دُعا کرے گا تو اُس کو عرش سے آواز دی جائے گی کہ ہاں (تیری دُعا قبول) اور تیرے لیے اس کا ایک لاکھ گنا زائد ثواب تو مجھے یہ پسند نہ آیا کہ ایک لاکھ گنے کو چھوڑ کر صرف ایک اپنے لیے دُعا کروں اور اُس کا بھی پتہ نہیں کہ وہ قبول بھی ہو یا نہ ہو۔ (الکافی جلد۲ صـ۵۰۸)

(۱۴) بروایت دیگر

علی بن اسباط نے ابراہیم بن ابو بلاد یا عبداللہ

بن جندب سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں مقام وقوف پر تھا جب وہاں سے روانہ ہوا تو ابراہیم بن شعیب سے ملاقات ہوگئی ان کی ایک آنکھ تو پہلے ہی ضائع ہوچکی تھی اور دوسری آنکھ جو سالم تھی وہ بھی اس وقت سُرخ تھی جیسے جما ہوا خون تو میں نے اُن سے کہا ایک آنکھ تو تمہاری پہلے ہی ضائع ہوچکی ہے اب مجھے تمہاری اس دوسری آنکھ کا بھی خطرہ نظر آرہا ہے۔ کاش مقام وقوف پر اتنا نہ رُوئے ہوتے۔ اس نے جواب دیا نہیں خدا کی قسم اے ابو محمدؐ میں نے اپنے لیے کوئی دُعا نہیں کی میں نے پوچھا پھر کس کے لیے دُعا کی؟ کہا میں نے اپنے بھائیوں کے لیے دُعا کی اس لیے کہ میں نے حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کو فرماتے سُنا ہے کہ جو شخص اپنے کسی برادر مومن کے لیے اس کے پیٹھ پیچھے دُعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ کو مقرر کرتا ہے اور وہ ملکؑ آکر کہتا ہے کہ تیرے لیے اس کا دُگنا ثواب ہے تو میں نے سوچا کہ میں اپنے برادر ایمانی کے لیے دُعا کروں تاکہ فرشتہ میرے لیے دُعا کرے اس لیے کہ میں خود دُعا کروں تو اس میں شک ہے کہ قبول ہو کہ نہ ہو لیکن فرشتہ اگر دُعا کرے تو اس کے قبول ہونے میں کوئی شک نہیں۔ (الکافی جلد۴ صـ۴۶۵)

• کتاب اختصاص صـ۸۴ پر بھی ابن اسباط سے یہی روایت مذکور ہے۔

(۱۵) ـــــ شاہی ملازمت

زیاد بن ابی سلمہ سے روایت ہے اس کا بیان

ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت ابوالحسن موسیٰ رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے دریافت فرمایا اے زیاد تم بادشاہ وقت کی ملازمت کرتے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں فرمایا کیوں؟ میں نے عرض کیا کیا کروں میری عورت ہے بچے ہیں میرے پاس کوئی سرمایہ اور کوئی ذریعہ معاش نہیں۔ فرمایا اے زیاد اگر میں کسی اُونچے پہاڑ سے ایسا گروں کہ میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں تو یہ مجھے گوارہ ہے بہ نسبت اس کے کہ میں ان میں سے کسی ایک کی ملازمت کروں یا اس میں سے کسی کے دربار میں جاؤں مگر پھر بھی اگر کروں گا تو کیوں؟ میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان مجھے نہیں معلوم کہ کیوں۔ فرمایا اس لیے کروں گا تاکہ کسی مرد مومن کی مصیبت دُور کروں یا کسی قیدی کو رہا کراؤں یا کسی مقروض کا قرض ادا کروں۔ اے زیاد جو لوگ سلطان جابر و ظالم کی ملازمت اختیار کرتے ہیں اُن کی کم از کم سزا یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ تمام خلائق کے حساب و کتاب سے فارغ ہونے تک ان لوگوں پر آگ کے پردے ڈالے رکھے گا۔

لہٰذا اے زیاد اگر تم نے اُن کی کوئی ملازمت کر ہی لی ہے تو اپنے بھائیوں میں سے ہر ایک سے حسن سلوک کرو اور اس کے بعد اللہ ہے جو غفور و رحیم ہے۔ اور اے زیاد اگر تم سے کوئی شخص اُن کی ملازمت کرے اور پھر سب کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکے تو اُس سے کہہ دو کہ تیرا دعویٰ غلط ہے تو یگانہ نہیں ہو گا نہ ہے تو اپنا نہیں غیر ہے۔ اے زیاد جب کبھی تمہارے ذہن میں یہ آئے کہ مجھ کو لوگوں پر اس قدر اقتدار حاصل ہے تو اسی وقت یہ بھی سوچ لو کہ کل قیامت کے دن اللہ کو مجھ پر کتنا اقتدار ہو گا اور آج جو اپنا اقتدار اُن لوگوں پر صرف کر رہے ہو تو وہ تو چند دنوں میں ختم ہو جائے گا مگر اس کا گناہ تمہارے اُوپر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہ جائے گا۔ (الکافی جلد ۵ صفحہ ۱۰۹)

(۱۶) دُعا برائے وُسعتِ رزق

ابراہیم بن صالح نے ایک مرد جعفری سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ ہمارے پاس ایک شخص تھا جس کی کنیت ابوالقمقام تھی وہ کوئی دستکاری کرتا تھا ایک دن اس نے حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے اپنے کاروبار کی شکایت کی اور کہا کہ میں جس کام کی طرف توجہ دیتا ہوں وہ پورا نہیں ہوتا آپ نے فرمایا تم نماز فجر کے بعد آخر میں یہ دُعا دس مرتبہ پڑھا کرو۔

" سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ، اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ وَاَسْاَلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ۔ "

ابوالقمقام کا بیان ہے کہ میں اُسے پابندی سے پڑھتا رہا تھوڑے ہی دنوں میں ہمارے دیہات سے کچھ لوگ آئے انہوں نے بتایا کہ تمہارے خاندان کا فلاں شخص مر گیا ہے اور تمہارے سوا اُس کا کوئی وارث نہیں۔ یہ سن کر میں فوراً گیا اور اُس کی میراث میں نے پائی اور اب میں مستغنی ہوں۔ (الکافی جلد ۵ صفحہ ۳۱۵)

آپ کے شاعر اور دربان

فصول المہمہ میں ہے کہ حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے شاعر سید حمیری تھے اور آپ کے دربان دلواب محمد بن فضل تھے۔

(فصول المہمہ صفحہ ۲۱۸)

(۱۷) حقوقِ مومنین کی ادائیگی

ابو علی بن طاہر صوری نے اپنی کتاب "قضاء حقوق المومنین" میں اپنے اسناد میں اہل رے کے ایک شخص سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ یحییٰ بن خالد کا ایک تحصیلدار ہمارے علاقہ کا والی ہو گیا۔ میرے اُوپر کچھ مال گذاری باقی تھی جس کا اس نے مجھ سے مطالبہ کیا۔ مجھے ڈر تھا کہ اگر میں اس سے ملتا ہوں تو کہیں بقایا کی عدم وصولی پر میری جائیداد ہی نہ ضبط کر لے۔ اور لوگوں نے یہ بھی بتایا تھا کہ اس تحصیلدار نے یہ مذہب اختیار کر لیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود ڈر رہا تھا کہ اگر ایسا نہ ہوا اور میں اس سے ملوں تو کہیں مصیبت میں نہ پھنس جاؤں لہٰذا میں نے طے کر لیا اور بھاگ کر اللہ کے گھر کی طرف چلا گیا اور حج کیا اس کے بعد اپنے مولا حضرت امام موسیٰ بن جعفر کی خدمت میں اپنی پریشانیوں کی شکایت کی آپ نے میرے ساتھ اپنا ایک خط کر دیا۔

"واضح ہو کہ زیر عرش ایک سایہ ہے اس سایہ کے نیچے وہی رہے گا جس نے اپنے بھائیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا ہو یا ان کی کسی تکلیف کو دُور کیا ہو یا ان کے دلوں کو خوش کیا ہو۔ اور تجھے معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ حامل رقعہ تیرا بھائی ہے

والسلام

جب میں حج سے پلٹ کر اپنے وطن آیا تو اس تحصیلدار کے پاس گیا رات کا وقت تھا اور ملنے کی اجازت چاہی کہلا بھیجا کہ میں حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کا پیغامبر ہوں۔ یہ سنتے ہی وہ پا برہنہ نکل آیا دروازہ کھولا میرے ہاتھ چومے سینہ سے لگایا پیشانی کو بوسہ دیا اور بار بار پوچھتا رہا کہ مولا کو تم نے دیکھا خیریت سے ہیں؟ کیا حال ہے؟ میں کہتا رہا ہاں سب خیریت ہے یہ سن کر وہ خوش ہوا اللہ کا شکر ادا کیا پھر مجھے گھر کے اندر لے گیا مسند نشست پر بٹھایا خود میرے سامنے بیٹھا میں نے مولا کا خط نکال کر اسے دیا۔ اُس نے فوراً خط کو بوسہ دیا کھڑے ہو کر پڑھا پھر حکم دیا کہ میرا نقد و مال سب سامنے لاؤ اور ایک ایک دینار ایک ایک درہم اور ایک ایک لباس میرے اپنے درمیان تقسیم کیا اور جو تقسیم نہ ہو سکتا تھا اس کی نصف کی قیمت دی اور ہر شے کی تقسیم کے بعد وہ پوچھتا تھا اے بھائی تم خوش ہو؟ میں کہتا ہاں خدا کی قسم میں خوش ہوں اور بہت خوش ہوں۔ اس کے بعد مالیانہ کے وصولی کا رجسٹر منگوایا اور میرے نام جو کچھ بقایا تھا وہ سب قلم زد کر دیا اس کے بعد مجھے رخصت کیا اور میں واپس آیا۔

پھر میں نے اپنے دل میں کہا اس شخص کے احسان کا بدلہ میں دے ہی نہیں سکتا سوائے اس کے کہ آئندہ سال اس کی طرف سے حج کروں اور اس کے لیے دعا کروں پھر اپنے صابر مولا سے ملوں اور سارا حال بیان کروں میں نے ایسا ہی کیا یعنی اس کی طرف سے حج کیا پھر اپنے صابر مولا و آقا کی خدمت حاضر ہوا میں حال بیان کرتا جاتا اور آپ کا چہرہ خوشی سے کھلتا جاتا میں نے عرض کیا مولا آپ اس تحصیلدار کے اس فعل سے خوش ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں اس نے مجھے خوش کیا امیر المومنین کو خوش کیا میرے جد رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خوش کیا اور اللہ تعالیٰ کو خوش کیا۔
(کتاب قضائے حقوق مومنین)

(۱۹) ایک کتاب کی نقاب کشائی

سہل بن زیاد ادمی سے روایت ہے
کہ جب عبداللہ بن مغیرہ نے اپنی کتاب تصنیف کی تو مسجد کوفہ کے ایک گوشہ میں اپنے تمام اصحاب کو جمع کیا کہ وہاں پڑھ کر سب کو سنائے اُس کا ایک بھائی بھی تھا جو اس کا مخالف تھا۔ جب سُننے کے لیے سب آئے تو وہ بھی آکر بیٹھ گیا عبداللہ بن مغیرہ نے اُس کو دیکھ کر مجمع سے کہا آج آپ لوگوں کو زحمت ہوئی واپس جائیں پھر کبھی۔ اس کے مخالف بھائی نے اُٹھ کر کہا یہ لوگ کہاں واپس جائیں گے اچھا جب یہ لوگ آئیں گے میں بھی آجاؤں گا۔ عبداللہ بن مغیرہ نے کہا یہ لوگ جب بھی آئیں گے تم بھی آؤ گے؟ اُس نے کہا ہاں بھائی بات یہ ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ آسمان سے فرشتے اتر رہے ہیں۔ میں نے ایک سے پوچھا کہ یہ سب کیوں اتر رہے ہیں؟ تو جواب دینے والے نے جواب دیا اُس کتاب کو سُننے کے لیے جو عبداللہ بن مغیرہ نے تصنیف کی ہے۔ اس لیے میں بھی اُس کو سُننے لے لیے آیا ہوں اور اب میں اللہ سے توبہ کرتا ہوں۔ یہ سُن کر عبداللہ ابن مغیرہ خوش ہو گیا۔
(کتاب الاختصاص صہ۸۵)

(۲۰) افعالِ عباد پر امام ابوحنیفہ سے گفتگو

امام ابوحنیفہ راوی ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں گیا اس لیے تاکہ آپ سے چند مسائل دریافت کروں تو مجھ سے کہا گیا کہ سو رہے ہیں لہذا آپ کے بیدار ہونے کے انتظار میں بیٹھ گیا۔ اسی اثنار میں میں نے ایک پانچ یا چھ برس کے بچے کو دیکھا

جو خوبصورت، پُرہیبت اور پُرمتانت تھا میں نے لوگوں سے پوچھا یہ صاحبزادے کون ہیں؟ لوگوں نے کہا یہ حضرت موسیٰ بن جعفر ہیں۔ میں نے اُن کو سلام کیا اور عرض کیا فرزند رسولؐ آپ افعالِ عباد کے متعلق کیا کہتے ہیں یہ واقعی کس کے ہیں؟
یہ سن کر آپ دو زانو ہو کر بیٹھ گئے اپنی دائیں آستین کو بائیں آستین پر رکھا اور بولے اے نعمان تم نے سوال کیا ہے تو سنو اور یاد رکھو اور جب یاد رکھو تو اس پر عمل کرو۔ بندوں کے سارے کام (افعالِ عباد) تین حال سے خالی نہیں۔ یا تو یہ سارے کام تنہا اللہ کے ہیں (بندوں سے کوئی مطلب نہیں) یا یہ سارے کام اللہ اور بندے دونوں مل کر اور شرکت میں کرتے ہیں یا یہ سارے کام تنہا بندے کرتے ہیں اللہ سے کوئی مطلب نہیں۔ اب اگر سارے کام اللہ کے ہیں بندوں سے کوئی مطلب نہیں تو خدا عادل ہے ظالم نہیں ہے وہ یہ کیسے کر سکتا ہے کہ سارے کام تو خود کرے اور اس کی سزا اپنے اُن بندوں کو دے جن بیچاروں نے کچھ کیا ہی نہیں ہے۔
اور اگر سارے کام اللہ اور بندے دونوں نے مل کر شرکت میں کیے ہیں اور ظاہر ہے کہ اس میں اللہ شریک قوی ہوگا۔ پھر شریک قوی کو یہ کب حق ہے کہ اپنے شریک ضعیف کو اس کام پر سزا دے جس کام کو دونوں نے مل کر کیا ہے۔ اے نعمان یہ دونوں صورتیں تو محال ہیں؟ میں نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا تو پھر صرف تیسری صورت باقی رہ گئی اور وہ یہ کہ یہ سارے کام بندوں کے ہیں۔
(اعلام الدین دیلمی)

(۲۱) حمید بن قحطبہ اور قتل اولادِ رسولؐ

ایک پیر کہن سال عبیداللہ بزاز نیشاپوری سے روایت ہے اُس کا بیان ہے کہ میرے اور حمید بن قحطبہ طائی طوسی کے درمیان کچھ کاروبار تھا ایک مرتبہ میں نے اس سے ملنے کے لیے سفر کیا جب اس کو میرے پہونچنے کی خبر ہوئی تو اس نے مجھے فوراً بلایا حالانکہ میں نے ابھی لباس سفر بھی تبدیل نہیں کیا تھا اور یہ رمضان کا مہینہ اور ظہر کا وقت تھا۔
جب میں اُس کے پاس پہونچا تو دیکھا کہ وہ ایک ایسے گھر میں ہے کہ جس میں پانی کی نہر جاری ہے الغرض میں سلام کر کے بیٹھ گیا۔ اُدھر فوراً طشت اور لوٹا آیا اور اُس نے اپنا ہاتھ دھویا پھر مجھ سے کہا میں نے بھی ہاتھ دھویا اب دسترخوان سامنے آیا اور میں بھولا ہوا تھا کہ یہ رمضان کا مہینہ ہے اور میں روزہ سے ہوں مگر فوراً یاد آ گیا میں نے ہاتھ کو

روک لیا حمید نے کہا کیوں ہاتھ روک لیا کیوں نہیں کھاتے میں نے کہا ایہا الامیر یہ رمضان کا مہینہ ہے اور نہ میں مریض ہوں اور نہ کوئی ایسا عذر ہے کہ جس کے سبب میں روزہ نہ رکھوں اور امیر کو شاید کوئی عذر ہو یا طبیعت ناساز ہو کہ روزہ نہیں رکھا ہے اس نے کہا نہیں میرے لیے نہ کوئی عذر ہے نہ مرض کہ جس سے روزہ نہ رکھوں میں بالکل صحیح ہوں اور تندرست ہوں اور اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور وہ رونے لگا۔

جب وہ کھانا کھا چکا تو میں نے پوچھا ایہا الامیر آپ کیوں رو رہے تھے؟ تو اس نے کہا سنو۔ جب ہارون رشید طوس میں تھا تو اس نے میرے پاس شب کے وقت آدمی بھیجا کہ فوراً حاضر ہو۔ میں پہونچا تو دیکھا کہ اس کے سامنے ایک شمع روشن ہے ایک برہنہ تلوار رکھی ہوئی ہے اور آگے ایک خادم ایستادہ ہے میں سامنے جا کر کھڑا ہوا تو اس نے میری طرف سر اٹھا کر دیکھا اور کہا بولو تم امیر المومنین کی اطاعت کس حد تک کر سکتے ہو میں نے کہا جان و مال کے ساتھ میں اطاعت کے لیے تیار ہوں۔ یہ سن کر اس نے گردن جھکا لی اور کہا اچھا واپس جاؤ میں واپس آ گیا۔

ابھی گھر پہونچے ہوئے مجھے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ اس کا خادم پھر آیا اور کہا چلو تمہیں امیر المومنین نے بلایا ہے۔ میں نے اپنے دل میں کہا انا للہ و انا الیہ راجعون شاید اس کا ارادہ میرے قتل کا ہے مگر مجبوراً گیا سامنے پہونچا تو میری طرف سر اٹھا کر دیکھا اور پوچھا بتاؤ امیر المومنین کی اطاعت کس حد تک کرنے کے لیے تیار ہو؟ میں نے کہا جان و مال و اہل عیال کے ساتھ اطاعت کروں گا یہ سن کر وہ مسکرایا اور کہا اچھا واپس جاؤ میں گھر واپس آ گیا۔

ابھی میں گھر میں داخل ہوا تھا کہ اس کا آدمی پھر آ پہونچا اور کہا چلو تمہیں امیر المومنین نے طلب کیا ہے میں پھر پہونچا تو دیکھا کہ وہ اسی طرح بیٹھا ہوا ہے۔ مجھے دیکھتے ہی سر اٹھایا اور کہا بتاؤ تم امیر المومنین کی اطاعت کس حد تک کرو گے؟ میں نے کہا جان و مال اہل عیال اور دین و مذہب سب کے ساتھ اطاعت کے لیے تیار ہوں۔ یہ سن کر وہ ہنسا اور بولا اچھا تو پھر یہ تلوار لے لو اور یہ خادم جو کہے وہ کرو۔ خادم نے تلوار اٹھا کر مجھے دی اور مجھے ساتھ لے کر چلا ایک گھر پر آیا جو مقفل اور بند تھا۔ اس نے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ اس کے بیچ صحن میں ایک کنواں کھدا ہوا ہے اور تین کمرے ہیں جو مقفل ہیں۔ اس نے ایک کمرہ کھولا تو میں نے دیکھا کہ اس میں بیس آدمی قید ہیں جن کے سروں پر بال ہیں گیسو ہیں ان میں کچھ بوڑھے ہیں کچھ جوان ہیں۔ خادم نے کہا امیر المومنین کا حکم ہے ان سب کو قتل کر دو وہ سب

بیچارے علی و فاطمہ کی اولاد تھے علوی تھے۔ وہ خادم ایک ایک کو نکالتا جاتا اور میں قتل کرتا جاتا اور خادم اُن کی لاش اور ان کا سر اس کنوئیں میں ڈالتا جاتا اور میں قتل کرتا جاتا۔ یہاں تک کہ سب قتل ہو گئے۔

پھر خادم نے دوسرا کمرہ کھولا۔ اس میں بھی علوی خاندان اور علی و فاطمہ کی اولاد میں سے بیس آدمی قید تھے۔ خادم نے کہا امیر المومنین کا حکم ہے کہ ان سب کو بھی قتل کر دو وہ ایک ایک قیدی کو نکالتا گیا اور میں قتل کرتا گیا اور وہ ان کی لاش اور سروں کو اس کنویں میں پھینکتا جاتا یہاں تک کہ میں نے ان میں سے اُنیس قیدیوں کو قتل کر دیا اب ایک بوڑھا شخص باقی رہ گیا جس کے سر کے بال بڑھے ہوئے تھے جب وہ سامنے آیا تو بولا اے منحوس تیرا ناس جائے تو نے اولاد علی و فاطمہ اور نسل رسول میں سے ساٹھ افراد کو قتل کیا ہے۔ یہ بتا کہ جب کل قیامت کے دن ہمارے جد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے جائے گا تو ان کو کیا جواب دے گا۔ یہ سن کر میرے ہاتھ کانپنے لگے میں لرزہ براندام ہو گیا۔ فوراً خادم نے مجھے ڈانٹا اور غصے کی نظر سے دیکھا بالآخر میں نے بڑھ کر اُس بوڑھے شخص کو بھی قتل کر دیا اور خادم نے اس کی لاش بھی اس کنوئیں میں ڈال دی۔

اب تم ہی بتاؤ کہ جب میرا عمل یہ ہے کہ میں نے اولاد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے ساٹھ افراد کو قتل کر دیا ہے تو پھر میرا روزہ میری نماز مجھے کیا فائدہ دے گی مجھے تو یقین ہے کہ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں جاؤں گا۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۱ صفحہ ۱۰۸)

(۲۲) اصحاب امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام

اصحاب حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام میں۔ علی بن یقطین، علی بن سوید سائی (سایہ ایک قریہ کا نام ہے جو مدینہ کے قریب ہے) محمد بن سنان اور محمد بن ابی عمیر نمایاں تھے۔

(۲۳) عود اور طنبور کے متعلق امام ابوحنیفہ کا سوال

ایک دن امام ابوحنیفہ نے حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے پوچھا یہ بتائیے کہ آپ کے پدر بزرگوار عود زیادہ پسند کرتے تھے یا طنبور؟ آپ نے فرمایا عود "مگر وہ عود نہیں جو تیرے ذہن میں ہے بلکہ) خوشبو سلگانے والا عود طنبور سے تو انھیں نفرت تھی۔ (الاختصاص صفحہ ۹)

(۲۴) یحییٰ بن عبداللہ محض

یحییٰ (حاکم دیلم) ابن عبداللہ محض بن حسن
بن حسن بن علی ابن ابی طالب علیہ السلام بھاگ کر پناہ لینے کے لیے ملک دیلم چلے گئے تھے اور وہاں انہوں نے خود کو ظاہر کیا کہ میں کون ہوں تو لوگ اُن کے اِرد گرد جمع ہو گئے وہاں کے لوگوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور ان کی ایک بڑی حکومت قائم ہو گئی۔ اس خبر سے ہارون رشید کو بڑی تشویش ہوئی وہ بے حد فکرمند اور بےچین ہوا اور فضل بن یحییٰ برمکی کو خط لکھا کہ یحییٰ بن عبداللہ میری آنکھ میں تنکے کی طرح کھٹک رہا ہے لہذا وہ جو چاہیں انہیں دے دلا کر ان کا معاملہ ٹھیک کر دیں۔ یہ حکم پا کر فضل نے ایک بڑا لشکر لیا اور روانہ ہوا وہاں پہونچ کر اس نے ان کے پاس خط روانہ کیا جس میں ہر طرح کی ترغیب و تحریص اور ڈرانا دھمکانا تھا۔ یحییٰ بن عبداللہ نے امان چاہی فضل بن ربیع نے ایک تاکیدی امان نامہ لکھ کر اُن کو دے دیا۔ یہ اس امان نامہ کو لے کر ہارون رشید کے پاس آئے۔

اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یحییٰ بن عبداللہ پناہ حاصل کرنے کے لیے ملک دیلم گئے۔ مگر دیلم کے بادشاہ نے ان کو فضل بن یحییٰ کے ہاتھ ایک لاکھ درہم پر فروخت کر دیا اور یہ پھر مدینہ آ گئے وہیں رہنے لگے مگر عبداللہ ابن زبیر نے ہارون رشید سے اُن کے خلاف جھوٹ سچ لگا دیا۔

(عمدۃ الطالب صـ ۱۳۹)

(۲۵) اولادِ رسول کے لئے زمین تنگ ہو چکی تھی

ذوالنون مصری کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ
میں اپنی سیر و سیاحت کے سلسلے میں نکلا تو بطن سماوہ پہونچا اور وہاں سے تدمیر جانے کا اتفاق ہوا اور اس کے آس پاس مجھے بہت سی پرانی عمارات کے کھنڈرات نظر آئے میں نے انہیں گھوم پھر کر دیکھا وہ پتھر کی عمارتیں تھیں جن میں کمرے کوٹھریاں اور دروازے سب پتھر کے تھے جو بغیر پلستر کے تھے۔ اسی طرح اس کا فرش بھی سخت پتھر ہی کا تھا۔ گھومتے گھومتے میری نظر ایک دیوار پر پڑی جس پر ایک عجیب و غریب رسم الخط میں یہ اشعار لکھے تھے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ :
میں منیٰ و مشعر و زمزم و مکہ اور بیت العتیق کا فرزند ہوں میرے جدّ محمد مصطفیٰؐ

اور باپ علی مرتضیٰ ہیں۔ میری ماں ثانی مریم حضرت بتول ہیں۔ رسول کے دونوں نواسوں میں سے ایک میرے چچا اور ایک باپ ہیں۔ میں علوی اور فاطمی ہوں۔ ظالموں کے خوف سے مارا مارا پھر رہا ہوں۔ زمین ہمارے لیے تنگ ہو چکی ہے کوئی ایسی سیڑھی کہ جس کے ذریعہ آسمان پر چڑھ جاؤں کسی طرح اس کھنڈر تک پہونچا ہوں جن میں یہ اشعار لکھ رہا ہوں اسے پڑھو اور اپنے ہر معاملہ کو خدا کے حوالے کرو اس لیے کہ اسلام کے معنی ہی یہ ہیں کہ اللہ کے حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا جائے۔
ذوالنون کا بیان ہے کہ ان اشعار کو پڑھ کر میں سمجھ گیا کہ یہ علوی خاندان کا کوئی شخص ہے جو جان کے ڈر سے بھاگ کر یہاں آیا تھا اور یہ ہارون رشید کا زمانہ تھا میں نے وہاں کے آس پاس کے رہنے والوں سے جو قبطی النسل تھے پوچھا تمہیں معلوم ہے کہ دیوار پر یہ اشعار کس نے لکھے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا ہمیں کچھ نہیں معلوم ہاں ایک دن ایک شخص یہاں آیا ہمارے یہاں ایک شب مہمان رہا دوسرے دن صبح کو یہاں سے چلا گیا اور یہ اشعار لکھ گیا۔ میں نے کہا آخر اس شخص کا حلیہ بھی کچھ یاد ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں وہ نہایت بوسیدہ کپڑوں میں تھا اس کے باوجود ہیبت و جلالت چہرے سے عیاں تھی۔ اس کی پیشانی سے نور ساطع تھا رات بھر عبادت میں مشغول رہا کبھی قیام کبھی رکوع کبھی سجود صبح ہوتے یہ اشعار اُس نے لکھے اور یہاں سے چلا گیا۔
(نوٹ) میں کہتا ہوں۔ کوئی بعید نہیں جو یہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام رہے ہوں اور ان لوگوں پر اتمام حجت کے لیے یہ لکھ دیا ہو۔
(کتاب المقتضب لابن عیاش)

(۲۶) یحییٰ بن عبداللہ صاحبِ دیلم کا قتل

صاحبِ مقاتل الطالبین نے اپنے اسانید
کے ساتھ متعدد لوگوں سے روایت کی ہے ان سب کا بیان ہے کہ جب اصحابِ فخ کا قتلِ عام ہو چکا تو یحییٰ بن عبداللہ بن حسن جو ان لوگوں کے آگے آگے تھے روپوش ہو گئے اور ایک مدت تک مختلف آبادیوں میں پھرتے رہے تاکہ کوئی جائے پناہ مل جائے۔ فضل بن ربیع کو اس کا علم ہو گیا کہ یہ اس وقت فلاں مقام پر ہیں تو انہیں وہاں سے نکل جانے اور دیلم چلے جانے کا حکم دیا اور اُن کو ایک تحریر لکھ کر دیدی کہ راستہ میں اُن سے کوئی تعرض نہ کرے۔ وہ وہاں سے بھیس بدل کر روانہ ہوئے اور دیلم پہونچے

مگر یہ ابھی راستہ ہی میں تھے کہ اس کی خبر ہارون رشید کو ہو گئی فوراً اُس نے فضل بن یحییٰ کو مشرقی علاقوں کا والی بنایا اور حکم دیا کہ تم یحییٰ بن عبداللہ کی تلاش میں نکلو۔ اب جب فضل کو یحییٰ کے جائے قیام کا پتہ چلا تو اُس نے ان کو خط لکھا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ سے ایک نیا معاہدہ کروں۔ اور مجھے ڈر یہ ہے کہ کہیں آپ میری وجہ سے اور میں آپ کی وجہ سے مصیبت میں مبتلا نہ ہو جاؤں۔ لہذا آپ شاہ دیلم سے خط و کتابت کر کے معلوم کریں۔ میں نے ان سے خط و کتابت کر لی ہے کہ آپ اُن کے ملک جائیں گے اور اُن کی حفاظت میں رہیں گے۔

یحییٰ نے ایسا ہی کیا۔ اور ان کے ساتھ اہل کوفہ کی ایک جماعت بھی تھی جس میں ایک شخص حسن بن صالح بن حی بھی تھا جو مذہب زیدیہ تبریہ سے منسلک تھا وہ حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ کی تفضیل پھر اور حضرت عثمان کے صرف ابتدائی چھ سال دور خلافت میں اُن کی تفضیل اور اس کے بعد باقی عمر ان کی تکفیر کا قائل تھا وہ شراب پیتا اور وضو کے اندر موزوں پر مسح کرتا۔ یہ یحییٰ بن عبداللہ کی مخالفت اور اُن کے اصحاب کے خیالات کو ان کی طرف سے فاسد کرتا اور اس بنا پر ایک کو دوسرے سے نفرت ہو گئی تھی۔ اُدھر ہارون رشید نے فضل کو تمام مشرقی اضلاع اور خراسان کا والی بنایا اور اس کو حکم دیا کہ یحییٰ کو رام کرنے کی کوشش کرو اور اگر وہ قبول کریں تو ان کو امان اور صلہ و انعام بھی دو۔

فضل اپنے ساتھ چند مندوبین کو لے کر چلا اور پیغامبروں کے ذریعے پیشکش کی۔ یحییٰ نے چونکہ یہ دیکھا کہ ان کے ساتھی سب متفرق ہو رہے ہیں ان میں کجروی آ گئی ہے اور بہت سے اُن کے مخالف بھی ہو گئے ہیں اس لیے انہوں نے فضل کی پیشکش کو قبول کر لیا۔ لیکن فضل کی پیش کردہ شرائط اور اس کے گواہوں پر راضی نہ ہوئے اور خود اپنی ایک تحریر معاہدہ فضل کو بھیجی تو فضل نے وہ تحریر معاہدہ ہارون رشید کے پاس روانہ کر دی ہارون رشید نے وہی معاہدہ تحریر کر دیا جو یحییٰ چاہتے تھے اور اُس پر انہیں لوگوں کی گواہیاں ثبت کرا دیں جن کے لیے یحییٰ نے لکھا تھا۔

جب ہارون رشید کا خط فضل کو ملا اس کے ساتھ فضل کی تحریر کے مطابق یحییٰ کے لیے امان نامہ بھی اور اس پر یحییٰ کے نامزد لوگوں کی گواہیاں بھی تو اس امان نامہ کی دو کاپیاں کی گئیں ایک یحییٰ کو دے دی گئی اور ایک اپنے پاس رکھی۔ جب یہ سب ہو چکا تو اب یحییٰ اور فضل ایک خچر پر ایک عماری میں دونوں ساتھ بیٹھ کر بغداد آئے اور جب یحییٰ ہارون رشید سے ملنے گئے تو اُس نے اُن کو گرانقدر انعامات دیئے کہا جاتا ہے

کہ انعام کی رقم دو لاکھ دینار تھی اور اس کے علاوہ خلعتیں اور سواریاں بھی تھیں یحییٰ نے ہارون کے پاس ایک مدت تک قیام کیا مگر درحقیقت یہ ہارون رشید کا ایک حیلہ تھا وہ یحییٰ کا جائزہ لے رہا تھا۔ اور چاہتا تھا کہ یحییٰ اور اس کے ساتھیوں کے خلاف اقدام کے لیے اس کو کوئی بہانہ مل جائے۔

بالآخر اہل حجاز کے چند آدمیوں نے حلفیہ یہ عہد کیا کہ چل کر یحییٰ کی چغل خوری کریں گے جن میں عبداللہ بن مصعب زبیری ابوالبختری، وھب بن وھب تھے نیز ایک شخص بنی زہرہ کا اور ایک شخص بنی مخذوم کا بھی تھا۔ یہ سب اس کام کے لیے رشید سے آ کر ملے اور مناسب موقع تلاش کر کے ہارون سے اُن کی شکایت کر دی ہارون نے ان کو گرفتار کر کے مسرور کبیر کے پاس سرداب کے اندر قید میں ڈال دیا۔ مگر اکثر بحث و مناظرہ کے لیے اُن کو قید سے اپنے پاس بلاتا تھا۔ یہاں تک کہ قید ہی میں یحییٰ نے انتقال کیا۔

لیکن اس امر میں اختلاف ہے کہ یحییٰ کی وفات کیوں کر ہوئی بعض کہتے ہیں کہ ایک دن اس نے یحییٰ کو قید خانہ سے ابن مصعب کے ساتھ بحث اور مناظرہ کے لیے بلایا۔ ابن مصعب نے ہارون کے سامنے یحییٰ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ انہوں نے مجھے اپنی بیعت کی دعوت دی تھی یحییٰ نے کہا یا امیرالمومنین کیا آپ میرے متعلق اس کی بات کا اعتبار کریں گے اور اس کی بات سُنیں گے؟ یہ اس عبداللہ ابن زبیر کا بیٹا ہے کہ جس نے آپ کے والد اور ان کی اولاد کو شعب (گھاٹی) میں بند کر کے اس میں آگ لگا دی تھی۔ اور بیچارے حضرت علی کے صحابی ابو عبداللہ جدی نے ان کو اس میں سے نکالا۔ یہ اُسی عبداللہ ابن زبیر کا بیٹا تو ہے کہ جس نے چالیس دن تک اپنے خطبہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود نہیں پڑھا اور لوگوں نے اس پر اعتراض کیا تو جواب دیا کہ ان کا خاندان انتہائی بُرا ہے جب ہم ان کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے خاندان والے پھولے نہیں سماتے بہت خوش ہوتے ہیں تو میں اُن پر دُرود اس لیے نہیں پڑھتا کہ ان کے خاندان والے خوش و شادمان نہ ہوں۔ یہ اسی عبداللہ بن زبیر کا تو بیٹا ہے جس نے حضرت عبداللہ بن عباس کے ساتھ وہ برتاؤ کیا جو آپ پر اور سب پر عیاں ہے۔ اسی طرح گفتگو نے طول پکڑ لیا۔ بالآخر یحییٰ نے کہا کہ علاوہ ان تمام باتوں کے یہ خود وہ ہے جس نے میرے بھائی کے ساتھ مل کر آپ کے والد پر خُروج کیا تھا اور میرے بھائی کی تعریف میں یہ شعر کہا تھا۔

ترجمہ:۔ آپ بیعت کے لیے کھڑے تو ہوں ہم آپ کی اطاعت کریں گے اے اولاد امام حسن درحقیقت خلافت آپ ہی لوگوں کا حق ہے۔

(نوٹ) اس کے علاوہ اس نظم میں اور بھی اشعار ہیں جسے ابن عبدوبہ نے عقد الفرید جلد۵ صفحہ ۸۷ پر نقل کیا ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ ان اشعار کو سن کر ہارون رشید کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا ادھر ابن مصعب بغیر کسی کے کہے ہوئے حلف سے کہنے لگا۔ اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی خدا نہیں کہ یہ اشعار اس کے نہیں ہیں۔

یحییٰ نے کہا یا امیر المومنین آج تک میں نے نہ کبھی سچی قسم کھائی اور نہ جھوٹی مگر آج قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ اشعار اس کے علاوہ کسی دوسرے کے نہیں ہیں اور اے امیر المومنین جب کوئی بندہ اپنی قسم میں اللہ کی وحدانیت اور اس کی بزرگی کا اقرار کرتا ہے تو خواہ وہ قسم جھوٹی کیوں نہ کھائے اللہ کو اس پر عذاب نازل کرنے میں شرم محسوس ہوتی ہے اچھا آپ مجھے اجازت دیں اس سے ایسا حلف اٹھواؤں گا کہ ایسا جھوٹا حلف جو بھی اٹھائے گا اس پر فوراً عذاب آئے گا۔ ہارون رشید نے کہا اچھا تم اس سے حلف اٹھواؤ یحییٰ نے کہا۔ یوں کہو کہ اگر میں نے یہ اشعار کہے ہوں تو میں اللہ کی قوت و طاقت سے باہر ہو کر اپنی قوت و طاقت کی پناہ لیتا ہوں۔ اور اللہ سے مستغنی اور مستکبر ہو کر غیر خدا کی قوت و طاقت میں جاتا ہوں۔

عبد اللہ بن مصعب نے ان الفاظ کے ساتھ حلف اٹھانے سے انکار کیا تو رشید کو غصہ آگیا اور فضل سے بولا ضرور کوئی نہ کوئی بات ہے جب تو یہ انکار کر رہا ہے اگر یہ سچا ہے تو پھر اس طرح حلف اٹھانے میں کیا بات ہے فضل نے عبد اللہ کو ایک لات ماری اور کہا وائے ہو تجھ پر حلف اٹھا۔ مجبوراً اس نے ان ہی الفاظ میں حلف اٹھایا مگر اس کے چہرہ کا رنگ بدلا ہوا تھا اور کانپ رہا تھا۔ فضل نے اس کی پشت پر پھر ایک ہاتھ مارا اور کہا اے مصعب کے بیٹے خدا کی قسم تو نے خود اپنے رشتہ حیات کو منقطع کر لیا خدا کی قسم اب تو بچ نہیں سکتا۔ نتیجہ میں یہ ہوا کہ وہ ابھی اپنی جگہ سے بھی نہیں اٹھا تھا کہ اس کے ہاتھ پاؤں گلنے اور سڑنے شروع ہو گئے اور وہ تیسرے دن مر گیا۔ فضل اس کے جنازے کے ساتھ ساتھ تھا لوگ بھی ساتھ ساتھ تھے جب اس کی میت قبر میں اتاری گئی اور قبر پر کچی اینٹیں رکھی گئیں تو قبر مع ان اینٹوں کے دھنس گئی۔ اور اس میں سے ایک بہت بڑا غبار بلند ہوا فضل نے لوگوں سے چلا کر کہا ارے مٹی لاؤ اور لاؤ حالت یہ تھی کہ جتنی مٹی ڈالی جاتی وہ قبر کے اندر معلوم نہیں کہاں چلی جاتی پھر فضل نے کانٹوں کے گٹھے منگوائے اور قبر میں ڈالے تو وہ بھی ہضم اس کا بھی پتہ نہیں لگا۔ حکم دیا کہ قبر پر لکڑی کی چھت ڈال دی جائے

اور اسے درست کر دیا جائے یہ کہہ کر وہ گردن جھکائے ہوئے واپس آیا۔ اس کے بعد ہارون رشید فضل سے اکثر کہا کرتا اے عباسی تو نے دیکھا کہ یحییٰ نے ابن مصعب سے کس قدر جلد اپنا انتقام لے لیا۔

پھر رشید نے یحییٰ کے متعلق فقہائے عصر کو بلایا اور سب کو ایک جگہ بٹھایا ان میں محمد بن حسن صاحب ابو یوسف، حسن بن زیاد لولوی اور ابوالبختری تھا۔ اور مسرور کبیر نے یحییٰ کا امان نامہ لا کر سب سے پہلے محمد بن حسن کو دکھایا اس نے دیکھ کر کہا یہ امان نامہ مکمل اور موکد ہے اس میں کوئی حیلہ شرعی نہیں چل سکتا۔ مسرور نے ڈانٹ کر کہا تو پھر لاؤ واپس کرو۔ پھر وہ امان نامہ لے کر اس کے ہاتھ سے لے کر حسن بن زیاد کو دیا اس نے اسے دے کر نحیف اور کمزور آواز سے کہا "یہ امان نامہ تو ہے"۔ پھر فوراً ابوالبختری نے اس کے ہاتھ سے چھین لیا اور کہا یہ امان نامہ بالکل باطل اور کالعدم ہے اس میں نقص ہے اس سے مسلمانوں کے اتحاد کو خطرہ ہے اس سے خونریزی کا ڈر ہے اس لیے اس شخص (یحییٰ) کو قتل کر دو اس کا خون میری گردن پر ہے۔

مسرور نے جا کر ہارون کو اس کی اطلاع دی ہارون نے کہا کہ ابوالبختری سے جا کر کہو کہ اگر یہ امان نامہ باطل ہے تو اسے اپنے ہاتھ سے چاک کر دیں مسرور پلٹ کر آیا اور کہا کہ امیر المومنین یہ کہتے ہیں ابوالبختری نے کہا اے ابو ہاشم اسے تم خود ہی چاک کر دو مسرور نے جواب دیا اگر واقعاً اس امان نامہ میں کوئی نقص ہے تو آپ اس کو اپنے ہاتھ سے چاک کر دیں۔ پھر ابوالبختری نے چھری منگائی اور اسے چاک کرنے لگا اس کا ہاتھ کانپ رہا تھا مگر اس نے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے۔ ان ٹکڑوں کو لے کر مسرور ہارون رشید کے پاس پہونچا تو رشید اچھل پڑا فوراً ان ٹکڑوں کو اس کے ہاتھ سے لے لیا اور بہت خوش ہوا اور ابوالبختری کو اس کے صلہ میں سولہ لاکھ دیے پھر اس کو قاضی القضاۃ بنا دیا اور دوسرے فقہا کو واپس کر دیا نیز محمد بن حسن کو ایک عرصہ تک فتویٰ دینا ممنوع قرار دیدیا اور یحییٰ کے متعلق ابوالبختری کے فتوے کے نفاذ کی فکر میں لگ گیا۔

ایک شخص جو یحییٰ کے ساتھ زمین دوز قید خانہ میں تھا اس کا بیان ہے کہ اُن کی کوٹھری کے بالکل قریب میری کوٹھری تھی ان کی کوٹھری انتہائی تنگ و تاریک تھی ایک شب کو اس کا کچھ حصہ گذارنے کے بعد ہم نے قفل کھولنے کی آواز سنی دیکھا کہ ہارون اپنے ترکی گھوڑے پر سوار آ کر کھڑا ہو گیا اور کہا وہ کہاں ہیں؟ یعنی یحییٰ لوگوں

نے کہا اس کوٹھری میں بولا ان کو میرے پاس نکال کر لاؤ۔ جب وہ لائے گئے تو ہارون
اُن کے قریب گیا اور آہستہ سے کچھ کہا جس کو میں سمجھ نہ سکا پھر حکم دیا ان کو پکڑے رکھو۔
پھر اپنا ڈنڈا لیا اور ایک سو ڈنڈے ان پر برسائے یحییٰ بیچارے اللہ کا واسطہ دیتے
رہے رسولؐ اللہ کے قرابت کا واسطہ دیتے اور یہ بھی کہتے رہے کہ دیکھو ہم تم دونوں
آپس میں قرابتدار ہیں مگر وہ یہ کہتا رہا نہیں ہم کو تم سے کوئی قرابت نہیں ہے۔ پھر انہیں
اٹھا کر اُن کی کوٹھری میں پہونچا دیا۔ اور زندان بانوں سے پوچھا ان کو کھانے پینے کو
کتنا دیتے ہو؟ انہوں نے کہا چار روٹیاں اور آٹھ رطل پانی۔ حکم دیا اب اس سے نصف
دیا کرو اور یہ کہہ کر چلا گیا۔ اس کے بعد کئی رات ناغہ کر کے وہ پھر اسی طرح آیا اور اپنی
جگہ پر کھڑا ہو گیا حکم دیا انہیں نکال لاؤ جب وہ لائے گئے تو پھر ان سے کچھ کہا اس کے
بعد ان پر سو ڈنڈے برسائے اور بیچارے یحییٰ اللہ کا اور رسولؐ کا واسطہ دیتے رہے
اس کے بعد زندان بانوں سے پوچھا ان کو کھانے پینے کو کتنا دیتے ہو؟ کہا دو روٹیاں
اور چار رطل پانی۔ حکم دیا اس کا نصف دیا کرو اور یہ حکم دے کر چلا گیا۔ اور تیسری بار
پھر آیا اور اس عرصہ میں یحییٰ بیمار اور مریض ہو گئے تھے۔ حکم دیا انہیں میرے پاس
لاؤ لوگوں نے کہا وہ بیمار ہیں اور مرنے کے قریب ہیں پوچھا انہیں کھانے پینے کو کتنا
دیتے ہو؟ کہا ایک روٹی اور دو رطل پانی۔ حکم دیا کہ اس سے نصف دیا کرو یہ حکم دے
کر چلا آیا اور تھوڑی ہی دیر میں یحییٰ کا انتقال ہو گیا تو انہیں نکال کر لوگوں کے حوالے
کیا گیا۔ اور وہ دفن کئے گئے۔

دیگر روایات

ع۱ :- ابراہیم بن ریاح سے یہ بھی روایت ہے کہ ان کو ایک ستون میں چنوا دیا گیا
ع۲ :- اور علی بن محمد بن سلیمان سے روایت ہے کہ ان کے پاس رات کے وقت
رشید نے ایک آدمی بھیجا اور اس نے ان کا گلہ دبا دیا اور وہ مر گئے۔
ع۳ :- اور وہ کہتا ہے کہ ایک خبر یہ بھی ہے کہ اُن کو زہر پلا دیا گیا۔
ع۴ :- اور محمد بن ابی الحسناء کا بیان ہے کہ کئی دن تک درندوں کو بھوکا رکھکر پھر یحییٰ کو
ان درندوں کے سامنے ڈال دیا گیا اور وہ سب ان کو کھا گئے۔ اور عبداللہ بن عمر عمری کا
بیان ہے کہ ہمیں ہارون رشید کے سامنے یحییٰ بن عبداللہ سے بحث اور مناظرے کے لیے
بلایا گیا تو رشید کہنے لگا اے یحییٰ اللہ سے ڈرو اور مجھے اپنے ستر ساتھیوں کے نام بتاؤ

تاکہ تمہارا امان نامہ نہ ٹوٹے۔ اس کے بعد میری طرف متوجہ ہوا اور بولا۔ دیکھو یہ اپنے تمام
ساتھیوں کے نام نہیں بتاتے اور جب بھی مجھے کسی شخص کی شکایت ملتی ہے اور میں اُسے
گرفتار کرنا چاہتا ہوں تو یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص بھی ان میں سے ہے جن کو تو نے امان دی
ہوئی ہے۔
یحییٰ نے جواب دیا اے امیرالمومنین میں بھی ان ستر میں سے ایک ہوں پھر آپ
کے امان دینے کا مجھے فائدہ ہی کیا (اگر میں اُن کے نام بتا دوں) کیا آپ چاہتے ہیں کہ
(میں نام بتا کر) ایک پورے گروہ کو آپ کے حوالے کر دوں کہ آپ میرے ساتھ اُن
بیچاروں کو بھی قتل کر دیں؟ یہ تو میرے لیے کسی طرح جائز نہیں ہے۔
عبداللہ بن عمر عمری کا بیان ہے کہ پھر اس دن ہم واپس آ گئے۔ دوسرے دن مجھ
کو پھر بُلایا تو میں نے دیکھا کہ یحییٰ کا رنگ بالکل زرد اور متغیر ہے رشید اُن سے بات
کرتا ہے اور وہ کوئی جواب نہیں دیتے؟ یہ سُن کر یحییٰ نے اپنی زبان نکالی جو بالکل سیاہ
کوئلے کی مانند ہو رہی تھی وہ دکھانا چاہتے تھے کہ اُن میں بات کرنے کی طاقت نہیں۔
رشید کو غصہ آ گیا اور اُس نے کہا یہ تمہیں دکھانا چاہتے ہیں کہ میں نے ان کو زہر پلایا ہے
خدا کی قسم اگر میں ان کو مارنا ہی چاہتا تو ان کے ہاتھ پاؤں باندھ کر ان کی گردن مار دیتا
(مجھے کون روکنے والا تھا) الغرض اس کے بعد ہم لوگ یحییٰ کے پاس سے نکلے اور ابھی
گھر کے وسط ہی تک پہونچے ہوں گے کہ یحییٰ اپنے منہ کے بل گر پڑے اور ختم ہو گئے۔
ع۵ :- اور ادریس بن محمد بن یحییٰ کا بیان ہے کہ میرے جد (یحییٰ) قید خانے میں
بھوکے اور پیاسے قتل کر دیے گئے۔
ع۶ :- اور زبیر بن بکار نے اپنے چچا سے روایت کی ہے اُس کا بیان ہے کہ یحییٰ
نے جب رشید سے دو لاکھ دینار لیے تو آپ نے اس سے حسین صاحب فخ کا قرض
ادا کیا۔ اس لیے کہ حسین صاحب فخ دو لاکھ دینار کا قرض چھوڑ گئے تھے۔ اور اُس کا
یہ بھی بیان ہے کہ یحییٰ کے ساتھ عامر بن کثیر سراج، سہل بن عامر بجلی اور یحییٰ بن عبداللہ
بن یحییٰ بن مساور نے بھی خروج کیا تھا۔ اور ان کے اصحاب میں سے علی بن ہاشم
بن برید، عبداللہ بن علقمہ اور مخول بن ابراہیم ہندی تھے ان سب کو ہارون رشید
نے زمین دوز قید خانے میں بند کیا ہوا تھا اور یہ لوگ بارہ سال تک اسی قید خانہ
میں رہے۔

باب ۸

① ___ متکلمین کا اجتماع

یونس بن عبد الرحمٰن سے روایت ہے :
اُس کا بیان ہے کہ یحییٰ بن خالد برمکی کو فلاسفہ پر اعتراض کرنے کی وجہ سے ہشام بن حکم سے ایک طرح کی کد ہو گئی تھی اور چاہتا تھا کہ ہارون الرشید کو اُس کے خلاف اُبھار کر قتل کرادے ، اور ادھر جب ہارون کو اس کی باتوں کے بارے میں علم ہوا تو وہ اُس کی طرف مائل ہو گیا۔

ایک دن ہشام بن حکم نے یحییٰ بن خالد برمکی کے سامنے وارثت رسولؐ کے متعلق جو بحث کی تو ہارون کو بیحد پسند آئی اور اس سے قبل ہشام کی باتوں کو یحییٰ برمکی، ہارون الرشید سے چھپانے کی کوشش کرتا ، بلکہ ان باتوں کی تردید کر دیتا۔ جس کو سُن کر ہارون الرشید ہشام کی ایذا رسانی پر آمادہ ہو جاتا۔

یحییٰ جن وجوہ پر ہشام سے دل برداشتہ ہوا اُنہیں سے ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ہشام شیعہ اور محبِ اہلِ بیتؑ تھا۔ لہٰذا اُس نے ہارون الرشید سے شکایت کی کہ ہشام شیعہ ہے اور اُس کا یہ اعتقاد ہے کہ آپ کے علاوہ روئے زمین پر ایک اور امام بھی ہے جس کی اطاعت فرض ہے۔

ہارون نے کہا، سبحان اللہ !

یحییٰ نے کہا ہاں، وہ ایسا ہی عقیدہ رکھتا ہے اور یہ بھی کہتا ہے کہ اگر میرا وہ امام خروج کا حکم دیدے تو خروج بھی جائز ہے۔

ہارون نے کہا کہ اے یحییٰ ! تم کسی روز اپنے مکان پر چند متکلمین کو جمع کرو ، میں پسِ پردہ رہ کر اُن کی گفتگو اور بحث و تمحیص سنوں گا اور دیکھو! میری موجودگی کا اُن کو علم نہ ہونا چاہیے۔

یحییٰ نے ایسا ہی کیا ، متکلمین کو دعوت دی گئی جنہیں ضرار بن عمرو، سلیمان بن جریر، عبد اللہ بن یزید اباضی، موبدین موبد اور راس الجالوت وغیرہ بھی مدعو کیے گئے ۔ ان لوگوں نے آپس میں ایک دوسرے سے سوالات کیے، مقابلے کیے ، مناظرے کیے ، ایک دوسرے کی دلیلیں قطع کیں اور پھر ایک جگہ پر پہنچ کر بحث رک گئی

ہر ایک اپنے مدِمقابل سے کہتا کہ آپ نے میری فلاں بات کا جواب ہی نہیں دیا، اور وہ کہتا کہ میں تو جواب دے چکا۔ اور یہ مجلسِ مناظرہ درحقیقت ہشام کے خلاف یحییٰ کی ایک چال تھی۔ مگر ہشام کے دفعتاً بیمار پڑ جانے سے اس کو دُکھ ہوا۔

جب متکلمین کی بحث اس منزل پر آکر رُکی تو یحییٰ نے ان سے کہا: کیا آپ لوگ اس پر راضی ہیں کہ آپ کے مابین فیصلے کے لیے ہشام کو حَکم بنا دیا جائے؟ اُنھوں نے کہا ہاں ہم راضی ہیں لیکن وہ اپنی علالت کی وجہ یہاں کس طرح پہونچیں گے؟ یحییٰ نے کہا کہ میں اُن سے رابطہ قائم کرتا ہوں آپ حضرات کچھ توقف کریں۔ یہ کہکر یحییٰ نے ہشام کے پاس آدمی بھیجا کہ آپ تشریف آوری کی زحمت گوارا فرمائیں آدمی نے ہشام کو اطلاع دی کہ یہاں متکلمین جمع ہیں اور آپ کو بیماری کی وجہ زحمت نہیں دی گئی تھی لیکن آپس میں سوالات وجوابات پر اختلاف کی صورت میں آپ کو حَکَم بنایا گیا ہے جس پر وہ سب راضی ہیں۔ لہٰذا اگر مناسب سمجھیں تو تھوڑی زحمت برداشت کرکے تشریف لائیں۔

راوی کا بیان ہے کہ جب یہ آدمی پیغام لیکر ہشام کے پاس پہونچا تو ہشام نے مجھ سے کہا، اے یونس میرا دل اس بات کو قبول نہیں کرتا۔ وہاں ضرور کوئی نہ کوئی بات ہے جس سے میں واقف نہیں ہوں، اس لیے کہ یہ ملعون یحییٰ بن خالد مختلف وجوہ پر مجھ سے کدورت رکھتا ہے اور میں نے تو یہ ارادہ کرلیا تھا کہ اگر اللہ نے مجھے اس مرض سے نجات دی تو میں یہاں سے کوفہ چلا جاؤں گا۔ اور لوگوں سے مذہبی گفتگو اپنے اوپر قطعی حرام قرار دے لوں گا۔ پھر مسجدِ کوفہ ہی میں قیام کروں گا تاکہ اس ملعون یحییٰ کی صورت ہی نظر نہ پڑے۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے کہا، "میں آپ پر قربان" ویسے تو جو ہوگا وہ (انشاء اللہ) بہتر ہی ہوگا۔ مگر آپ حتی الامکان احتیاط سے کام لیں۔ اُنھوں نے جواب دیا اے یونس! اللہ تعالیٰ جن باتوں کو میری زبان سے ظاہر کرانا چاہتا ہے بھلا میں اس میں احتیاط سے کام لوں۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ اچھا، اللہ کی قوت و طاقت پر بھروسہ کرو اٹھو اور میرے ساتھ چلو۔

یہ کہکر ہشام اس بغلہ پر سوار ہوئے جو اُن کے لیے یحییٰ کا آدمی لایا تھا اور میں ہشام کے گدھے پر سوار ہوا۔ راوی کا بیان ہے کہ جب ہم لوگ مجلسِ مناظرہ میں پہونچے تو متکلمین سے وہ جگہ بالکل بھری ہوئی تھی۔ سواری سے اُتر کر ہشام سیدھے یحییٰ کے پاس پہونچے، اسے سلام کیا۔ پھر مجمع کو سلام کیا اور یحییٰ کے قریب بیٹھ گئے اور میں بھی

مجلس کے کنارے بیٹھ گیا۔

ذرا دیر کے بعد یحییٰ، ہشام سے مخاطب ہوا اور کہا، دیکھیے ساری قوم موجود ہے اور ان کی موجودگی میں چاہتے تھے کہ آپ بھی تشریف لائیں، اس لیے نہیں کہ آپ اس مناظرے میں کوئی حصّہ لیں بلکہ اس لیے کہ آپ کی تشریف آوری ہی سے ہمیں خوشی ہوگی اگرچہ بیماری کی وجہ سے اس بحث میں حصّہ لے سکتے تو کوئی بات نہ تھی لیکن بظاہر تو بحمداللہ آپ کی طبیعت ناساز نہیں معلوم ہوتی اگر آپ چاہیں تو کم از کم مناظرے کے ثالث کی حیثیت سے حصّہ لے سکتے ہیں کیونکہ یہ تمام مناظرین وغیرہ آپ کو پسند کرتے ہیں۔

ہشام نے پوچھا کہ آپ حضرات کی بحث کہاں پر آکر رُک گئی ہے؟ اُنھوں نے بتایا کہ بحث اس مقام پر رُکی ہوئی ہے کہ جہاں کوئی ثالث ہی فیصلہ کرسکتا ہے۔ ان فریقوں میں سلیمان بن جریر بھی تھا جس کو ہشام سے کمال عداوت تھی۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر یحییٰ بن خالد نے ہشام سے کہا۔ میں نے طے کرلیا ہے کہ آج کے بعد میں مباحثے اور مناظرے کی طرف رُخ بھی نہ کروں گا۔ لیکن آپ سے عرض ہے کہ اگر مناسب سمجھیں تو یہ بتادیں کہ اگر لوگ اپنا امام خود منتخب کرلیں تو اس میں کیا خرابی ہے۔ اور یہ کہ امامت صرف اہلِ بیتِ رسولؐ کے لیے ہی مخصوص ہے کوئی دوسرا شخص امام نہیں ہوسکتا؟

ہشام نے کہا کہ اے وزیر! میں اپنی بیماری کی وجہ سے معذور ہوں یہ بات ممکن ہے کہ میں کچھ کہوں اور اس پر کوئی اعتراض کردے تو مناظرے کا دروازہ کھل جائیگا یحییٰ نے کہا کسی کو اس کا حق نہیں کہ وہ آپ کی پوری گفتگو ختم ہونے سے پہلے کوئی اعتراض کرے۔ بلکہ اس کا فرض ہے کہ اُن قابلِ اعتراض مقامات کو یاد رکھے۔ اور جب آپ گفتگو سے فارغ ہوجائیں تو جو کہنا ہو کہے۔

یہ طے پانے کے بعد ہشام نے اُس موضوع پر ایک طویل گفتگو شروع کی، جب وہ اپنی گفتگو سے فارغ ہوچکے تو یحییٰ نے سلیمان سے کہا۔ اے ابومحمد! تم اس مسئلۂ امامت پر ان سے کچھ پوچھنا چاہتے ہو؟ سلیمان نے ہشام سے کہا، یہ بتائیں کہ کیا حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کی اطاعت فرض ہے؟ ہشام نے کہا، جی ہاں۔ سلیمان نے کہا اچھا ان کے بعد آنے والے اماموں میں سے اگر کوئی آپ کو حکم دے کہ تلوار اٹھاؤ اور خروج کردو تو کیا آپ ان کی اطاعت کریں گے؟ ہشام نے کہا، مگر ان میں سے کوئی مجھ کو یہ حکم نہیں دے گا۔

سلیمان نے کہا کیوں نہیں دے گا، جبکہ اُس کی اطاعت آپ پر فرض ہے۔ اور اس کا حکم ماننا آپ پر لازم ہے؟

ہشّام نے کہا، چھوڑو اس بحث کو کہ کیوں نہیں دے گا، اس کا جواب ہو چکا۔ سلیمان نے کہا آخر معلوم تو ہو کہ کس حال میں آپ اُس کی اطاعت کریں گے اور کس حال میں آپ اُس کی اطاعت نہیں کریں گے؟

ہشّام نے کہا، ولئے ہو تجھ پر، میں نے یہ کب کہا ہے کہ میں اُن کی اطاعت نہیں کروں گا۔ میں نے تو تم سے یہ کہا ہے کہ وہ مجھے اِس (خروج) کا حکم ہی نہیں دیں گے۔ سلیمان نے کہا۔ مگر یہ کوئی ضروری اور واجب تو نہیں ہے کہ وہ آپ کو اس کا حکم نہ دیں۔ ہشّام نے کہا، یہ تم کبتک گھما پھرا کر باتیں کرتے رہوگے، تمہارا تو یہی مقصد ہے کہ میں یہ کہہ دوں کہ اگر وہ اس کا حکم دیں گے تو میں اس کی تعمیل کروں گا۔ اس سے زائد تو اور تم کچھ نہیں چاہتے۔ مگر جو کچھ میں نے کہا ہے اس کا مطلب تو میں ہی سمجھتا ہوں۔ اور مجھے معلوم ہے کہ میرے جواب کا مفہوم کیا ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ یہ ساری بحث سُننے کے بعد ہارون الرشید کے چہرے کا رنگ متغیر ہوگیا اور بولا، اُنھوں نے تو بہت واضح گفتگو کی ہے۔

اس کے بعد لوگ اُٹھ کھڑے ہوئے اور مجلس برخواست ہوگئی۔ ہشّام نے اس کو غنیمت سمجھا۔ اور وہاں سے سیدھے مدائن چلے گئے۔

راوی کا بیان ہے کہ مجھے خبر ملی کہ ہارون الرشید نے یحییٰ کو حکم دیا کہ ہشّام اور اُن کے اصحاب کو اپنی گرفت میں رکھنا۔ پھر حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے پاس آدمی بھیج کر انھیں قید کرلیا۔ چنانچہ منجملہ اور وجوہات کے آپ کو قید کرنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی۔ مگر یحییٰ یہ چاہتا تھا کہ ہارون کی حکومت سے بھاگ کر ہشام کہیں اور چلے جائیں اور وہیں انھیں موت آئے۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر ہشّام مدائن سے کوفہ چلے گئے مگر وہ اُن کے پیچھے پڑا ہی رہا۔ آخر ہشّام کا کوفہ میں ابن شرف کے گھر انتقال ہوگیا۔ اللہ تعالےٰ ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔۔۔ راوی کا بیان ہے کہ اس مجلسِ مناظرہ کی خبر محمد سلیمان نوفلی اور ابن میثم کو ملی۔ یہ دونوں ہارون کی قید میں تھے۔ نوفلی نے کہا، میرا خیال ہے کہ ہشّام اِس کا سبب نہ بتا سکے کہ امامِ وقت خروج کا حکم کیوں نہ دیں گے۔ ابن میثم نے کہا، پھر وہ اس کی وجہ کیا بتاتے جبکہ امام کی اطاعت منجانب اللہ فرض ہے؟ نوفلی نے کہا۔ نہیں وہ یہ شرط لگا

سکتے تھے کہ ہم اُن کو اُسی وقت امام تسلیم کریں گے جب وہ کسی کو خروج کا حکم اُس وقت تک نہ دیں جب تک آسمانی ندا نہ آئے۔ اور اگر ندائے آسمانی سے پہلے ہی کسی نے خروج کا حکم دیا تو ہم سمجھ لیں گے وہ امام نہیں ہے۔ اور پھر ہم اہلِ بیتِ رسولؐ میں سے کسی ایسے شخص کو تلاش کریں گے جو ندائے آسمانی سے قبل نہ خود خروج کرے اور نہ کسی کو خروج کا حکم دے۔ بس اُس کو ہم سچا امام سمجھیں گے۔

ابنِ میثم نے کہا۔ یہ تو انتہائی مہمل بات ہے۔ امامت کے لیے یہ شرط کہاں ہے۔ اور ندائے آسمانی والی روایت تو قائمِ آلِ محمدؐ کے لیے ہے۔ اور ہشام اس سے بالاتر ہیں کہ وہ اِس روایت کو دلیل میں پیش کریں۔ تم نے جو شرط وضاحت کے ساتھ پیش کی ہے اتنی وضاحت کے ساتھ تو اُنھوں نے یہ چیز نہیں پیش کی مگر ہاں اتنا ضرور بتا گئے کہ حضرت علی علیہ السلام کے بعد جو واجب الاطاعت ہے اگر وہ حکم دے گا تو میں ضرور اس کی اطاعت کروں گا اور یہ نہیں بتایا کہ وہ کون ہے اور کون نہیں ہے جیساکہ تم نے کہہ دیا کہ اگر وہ خروج کے لیے کہے گا تو میں سمجھوں گا کہ وہ امام نہیں بلکہ اہلِ بیتِ رسولؐ میں سے کسی اور کو تلاش کروں گا۔ اچھا فرض کرو، دورانِ مناظرہ اگر ہارون پوچھتا کہ بتاؤ اس وقت کس کی اطاعت فرض ہے تو اُن کو کہنا ہی پڑتا کہ تمہاری۔ اس کے بعد وہ یہ کہتا کہ اگر میں حکم دوں کہ تلوار لے کر نکلو اور میرے دشمنوں سے جنگ کرو۔ تو کیا، اُس وقت تم کسی دوسرے کی تلاش شروع کردوگے۔ یا۔ ندائے آسمانی کا انتظار کروگے؟ دیکھو! ہشام جیسا متکلم تو یہ بات کہہ ہی نہیں سکتا، ہاں اگر اُس کی جگہ تم ہوتے تو شاید یہی کہتے۔

راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد علی بن اسماعیل میثمی نے کہا انّا للہ وانّا الیہ راجعون اگر ہشّام قتل ہوگئے تو اُن کے ساتھ بہت سے علوم مٹ جائیں گے۔ یہ بزرگ تو ہمارے مذہب کے قوت بازو ہیں۔ ہم سب کی نگاہیں ان ہی کی طرف اُٹھتی ہیں۔ (رجال کشی ص ۱۷۰)

(۲) ہشّام اور قبولِ دینِ حق

عمر بن یزید سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میرا بھتیجا ہشّام جہمیہ مذہب رکھتا تھا اور ان لوگوں میں بھی وہ بڑا خبیث تھا۔ ایک دن اُس نے مجھ سے کہا کہ مجھے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس لے چلو میں اُن سے مناظرہ کروں گا۔ میں نے اُسے جواب دیا کہ جبتک میں اُن سے اجازت نہ لے لوں ایسا نہ کروں گا۔

یہ کہہ کر میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور ہشام کو لانے کی اجازت چاہی۔ آپؑ نے اجازت دے دی۔ پھر میں آپؑ کی بارگاہ سے اُٹھ کر چند قدم ہی چلا تھا کہ مجھے ہشام کی خباثت اور بدباطنی یاد آئی۔ میں واپس گیا اور حضرت سے اُس کی خباثت وغیرہ کے بارے میں بیان کیا۔ تو آپؑ نے فرمایا 'اے عمرو! کیا تم مجھ کو اُس سے ڈراتے ہو؟ یہ سُن کر میں شرمندہ اور نادم ہوا۔ میں نے محسوس کیا کہ یہ مجھ سے لغزش ہوئی۔ بہر حال اسی ندامت کے ساتھ میں ہشام کے پاس آیا اور بتایا کہ اُسے ملاقات کی اجازت مل گئی۔

یہ سُن کر ہشام فوراً روانہ ہوا۔ ڈیوڑھی پر پہونچا' اجازت چاہی' اجازت مل گئی' اندر داخل ہوا، میں بھی اُس کے ساتھ تھا۔ جب وہ اپنی جگہ پر اطمینان سے بیٹھ گیا۔ تو حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام نے اس کے سامنے ایک مسئلہ پیش کیا۔ وہ چکر میں آگیا۔ جواب نہ بن پڑا۔ بالآخر اُس نے سوچنے کے لیے مہلت چاہی۔ آپ نے موقع دیا۔ تو ہشام وہاں سے چلا آیا اور کئی دن تک جواب نہ بن پڑا، تو مجبوراً واپس حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں آیا۔ آپ نے وہ مسئلہ اُسے پوری طرح سمجھا دیا۔ پھر اُس سے اُس کے اصول اور عقیدے کے متعلق چند سوالات کر دیے۔ وہ آپ کے پاس سے بہت ہی متفکر اور متحیر ہو کر نکلا۔ اُس کا خود بیان ہے کہ کئی دن تک میں اسی حیرت و استعجاب میں پڑا رہا۔

عمر بن یزید کا بیان ہے کہ ایک دن ہشام نے مجھ سے کہا کہ مجھے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے تیسری مرتبہ بھی ملاقات کی اجازت دلادو۔ میں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ہشام کے لیے ملاقات کی اجازت چاہی۔ آپ نے فرمایا۔ اُس سے کہہ دو کہ مقامِ حیرہ میں اگر کل فلاں وقت پر آجائے تو میں انشاء اللہ تعالےٰ اُس سے ملوں گا۔ عمر بن یزید کا بیان ہے کہ میں نے جا کر ہشام سے کہدیا کہ تمھارے لیے یہ حکم ہوا ہے۔ یہ سن کر ہشام بہت خوش ہوا اور دوسرے دن مذکورہ مقام پر پہونچ گیا۔

راوی کا بیان ہے کہ اس کے کچھ دن بعد میں نے ہشام کو دیکھا تو اُس سے ملاقات کا حال پوچھا۔ اُس نے کہا کہ میں مقامِ مذکورہ پر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پہلے ہی پہونچ کر انتظار کر رہا تھا کہ اتنے میں آپ اپنے لغلہ (خچر) پر تشریف لائے۔ جب میں نے آپ کو دیکھا اور آپ میرے قریب آئے تو مجھ پر ایسا ہول اور رُعب طاری ہوا کہ جو کچھ سوچ کر گیا تھا سب بھول گیا اور میری زبان سے ایک لفظ نہ نکلا۔ آپ میرے پاس آکر کچھ دیر تک گردن جھکائے کھڑے رہے اور انتظار کرتے رہے کہ میں کچھ کہوں۔ مگر جتنی دیر تک وہ کھڑے رہے اُن کا رُعب اور خوف مجھ پر اور بڑھتا رہا۔ آپ نے جب میرا یہ حال دیکھا تو اپنے لغلہ

کو ایڑ لگائی اور حیرہ کے ایک راستے کی طرف روانہ ہو گئے اور مجھے یقین آگیا کہ یہ ہیبت جو مجھ پر طاری ہوئی اُن کے مقربِ بارگاہِ ربِ جلیل ہونے کی وجہ سے منجانب اللہ تھی۔

عمر بن یزید کا بیان ہے کہ اس کے بعد ہشام اپنا مذہب ترک کر کے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا پیرو ہو گیا اور دینِ حق اختیار کر لیا۔ اور الحمد للہ کہ وہ اصحابِ امام جعفر صادق علیہ السلام میں سب سے فوقیت لے گیا۔ (رجال کشی ص ۱۶۲)

(۳) ہشام اور سببِ موت

راوی کا بیان ہے کہ جب ہشام مرضِ موت میں مبتلا ہوا تو اطباء سے علاج کو منع کر دیا۔ لوگوں نے بہت اصرار کیا کہ علاج کرائیں۔ چنانچہ چند اطباء کو علاج کے لیے لائے مگر جو طبیب اُن کے لیے کوئی دوا تجویز کرتا' یہ اُس سے کہتے۔ تمھیں معلوم بھی ہے کہ میرا مرض کیا ہے؟ کوئی طبیب یہ کہتا کہ نہیں اور کوئی یہ کہتا کہ ہاں۔ جو ہاں کہتا اُس سے پوچھتے کہ بتاؤ کیا مرض ہے۔ وہ مرض بیان کرتا تو' یہ کہتے کہ غلط ہے۔ یہ مرض ہی نہیں ہے۔ میرا مرض تو کچھ اور ہے۔ وہ پوچھتا کہ پھر آپ ہی بتائیں' کیا مرض ہے۔ تو یہ جواب دیتے میرا مرض خوف کی وجہ سے دل کی گھبراہٹ ہے۔ اور انھیں خبر مل چکی تھی کہ میری گردن زدنی کا سامان ہے۔ اس لیے اُن کا دل گھبرا رہا تھا۔ اور اسی گھبراہٹ میں اُن کا انتقال ہو گیا۔ اللہ اُن پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔ (رجال کشی ص ۱۶۷)

(۴) امام کو زندہ سمجھو جبتک ان کے موت کی کوئی اطلاع نہ ملے

یونس سے روایت ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ میں نے ہشام سے کہا لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے تمھارے پاس عبدالرحمٰن بن حجاج کو بھیجا اور تمھیں یہ حکم دیا کہ بالکل سکوت اختیار کرو کسی سے کوئی بات نہ کیا کرو۔ مگر تم نے اُن کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ یہ بتاؤ کہ اس کا سبب کیا تھا اور واقعاً انھوں نے پیغام بھیج کر تمھیں گفتگو سے منع کر دیا تھا یا نہیں؟ اور ان کے منع کرنے کے بعد تم نے کسی سے کوئی مذہبی گفتگو کی یا نہیں؟

ہشام نے جواب دیا بات یہ ہے کہ دورِ خلافتِ مہدی میں بڑی سختی تھی۔ اور ابن مفضل نے اس کے لیے ایک کتاب لکھ دی تھی جس میں تمام فرقوں کی قسمیں

ایک ایک کر کے تحریر کر دی تھیں، پھر وہ کتاب لوگوں کے سامنے مجمع عام میں پڑھ کر سنائی گئی۔

یونس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ جب یہ کتاب مدینہ میں باب الذہب پر لوگوں کو پڑھ کر سنائی جا رہی تھی تو میں نے وہاں سنی اور پھر دوسری مرتبہ جب مدینۃ الوضاح میں پڑھی گئی تب سنی۔

یونس کہتا ہے کہ اس کتاب میں ابن مفضّل نے تمام فرقوں کو ایک ایک کر کے بیان کیا تھا۔ چنانچہ اس نے اپنی کتاب میں لکھا کہ ایک فرقہ ہے جسے زراریہ کہتے ہیں۔ ایک فرقہ ہے جسے عماریہ کہتے ہیں جو عمار سیا باطی کی طرف منسوب ہے، ایک فرقہ ہے جسے یعفوریہ کہتے ہیں، ایک فرقہ ہے جو سلیمان اقطع کا ماننے والا ہے۔ ایک فرقہ ہے جسے جوالقیہ کہتے ہیں مگر اس میں اس وقت ہشام بن حکم اور اس کے ماننے والوں کا کوئی ذکر نہ تھا۔

ہشام کو یونس کے متعلق یہ خیال ہوا کہ اس کے پاس حضرت ابوالحسن علیہ السلام نے کسی کو بھیج کر یہ کہلایا ہے کہ آجکل زبان بند رکھنا، معاملہ بہت سخت اور حالات نازک ہیں ہشام کا بیان ہے کہ پھر میں نے بھی مہدی کی وفات تک زبان بند رکھی۔

ان ہی اسناد کے ساتھ یونس سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں عشاء کے وقت ہشام بن حکم کے ساتھ اس کی مسجد میں تھا کہ وہاں مسلم صاحب بیت الحکم آیا اور کہا کہ یحییٰ بن خالد کہتا ہے کہ تم نے رافضیوں کے دین کو تو بالکل خراب اور فاسد ہی کر دیا۔ اس لیے کہ ان کا اعتقاد ہے کہ بغیر امامِ حیّ (زندہ امامؑ) کے دین قائم ہی نہیں رہ سکتا حالانکہ اُن لوگوں کو اس وقت یہ بھی پتہ نہیں کہ اُن کا امام زندہ ہے یا مر گیا۔ ہشام نے جواب دیا، ہم لوگوں کا فرض ہے کہ اس امر کا اعتقاد رکھیں کہ امام زندہ ہے خواہ وہ ہم لوگوں کے سامنے ہو یا ہماری نگاہوں سے پوشیدہ، جبتک کہ اُس کی موت کی اطلاع ہمیں نہ مل جائے، ہم اسی اعتقاد پر قائم رہیں گے کہ وہ زندہ ہیں۔ پھر اُس نے ایک مثال دی اور کہا، فرض کرو کہ ایک شخص نے اپنے خاندان کو جمع کیا، پھر سفرِ مکہ کے لیے روانہ ہو گیا یا کسی مقام پر جا کر چھپ گیا تو ہم پر لازم ہے ہم اُس وقت تک اُس کو زندہ سمجھتے رہیں جبتک کہ اُس کی زندگی کے خلاف کوئی اطلاع نہ آئے۔

یونس کا چچا زاد بھائی سالم اس گفتگو کو لے اُڑا اور اُس نے جا کر یحییٰ بن خالد سے سارا قصہ سنایا۔ یحییٰ نے کہا تمہاری کیا رائے ہے؟ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ ابتک ہم کچھ نہ کر سکے؟ اس کے بعد یحییٰ، ہارون الرشید کے پاس گیا اور اُس کو اِس کی اطلاع دی۔ ہارون نے دوسرے ہی دن ہشام کی تلاش کے لیے آدمی روانہ کیا۔ اس کے گھر میں دیکھا گیا تو وہ موجود نہ تھا،

کیونکہ اُس کو اِس بات کی اطلاع مل چکی تھی۔ پھر دو مہینے یا اس سے کچھ زائد عرصے کے بعد ہشام نے محمد اور حسین حناط کے مکان میں وفات پائی۔ یہ ہے ہشام کے حالات کی تفصیل۔

یونس کا خیال ہے کہ ہشام کا یحییٰ بن خالد کے پاس جانا اور سلیمان بن جریر سے اُس کی گفتگو حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفرؑ کی اسیری کے ایک عرصے بعد ہوئی۔ اس لیے کہ یہ واقعہ دورِ خلافتِ مہدی کا ہے اور ہشام کا یحییٰ بن خالد کے پاس جانا یہ واقعہ عہدِ ہارون الرشید کا ہے۔

(رجال کشی ص۱۷۲)

۵ — کیا ہشام غیر موثق ہے؟

بزنطی نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ آپؑ نے فرمایا، کیا تم لوگ حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفرؑ صلوات اللہ علیہ کے حالات سے سبق نہیں لیتے؟ کیا تم نے ہشام کا حال نہیں دیکھا؟ یہ وہی تو ہے کہ جس نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام کے ساتھ جو کچھ کر سکتا تھا وہ کیا۔ لوگوں نے کیا کیا روایتیں بیان کیں۔ کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو بخش دے گا۔ (قرب الاسناد ص۲۲۵)

۶ — ہشام نے فرقۂ ناجیہ کا دفاع کیا

ابوہاشم جعفری کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوجعفر محمد بن علی ثانی علیہ السلام سے عرض کیا کہ میں آپ پر قربان، ہشام بن حکم کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا، اللہ اُس پر اپنی رحمت نازل کرے وہ جبتک رہا فرقۂ ناجیہ کا دفاع کرتا رہا۔ (امالی شیخ طوسی ص۲۹)

۷ — کیا ہشام تجسیمِ باریؔ کا قائل تھا؟

صقر بن دلف کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے توحید کے متعلق سوال کیا اور کہا کہ میں بھی وہی کہتا ہوں جو ہشام بن حکم نے کہا ہے۔ یہ سن کر آپ غضبناک ہو گئے اور فرمایا تم لوگوں کو ہشام کے قول سے کیا مطلب وہ ہم میں سے نہیں جو خدا کے تجسیم کا قائل ہو۔ ہم لوگ دنیا و آخرت دونوں میں اس سے بری ہیں۔

(توحید شیخ صدوق ص۹۲)

۸ — ہشام کا بیانؔ اور ضرار سے مناظرہ

علی اسواری کا بیان ہے

کہ یحییٰ بن خالد کے مکان پر ہر اتوار کو تمام فرقوں اور مذہبوں کے متکلمین جمع ہوا کرتے اور اپنے اپنے ادیان کے دفاع میں بحث و مناظرے کیا کرتے تھے۔ جب اس کی خبر ہارون رشید کو ملی تو اُس نے یحییٰ بن خالد سے کہا۔ اے عباسی! یہ تیرے گھر پر کیسی نشست ہوتی ہے جس میں سارے متکلمین جمع ہوتے ہیں؟ اُس نے کہا، یا امیر المومنین جس نشست کی آپ کو اطلاع ملی ہے اس سے بہتر میرے نزدیک کوئی اور موقع نہیں جس میں معلومات میں اضافہ ہوسکے۔ اس میں مختلف مذاہب کے لوگ جمع ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے سے بحث کرتے ہیں جس سے حقائق روشن و واضح ہوتے ہیں۔ ہر مذہب کی اچھائی بُرائی کا علم ہو جاتا ہے۔

ہارون رشید نے کہا، میں بھی اس نشست میں شریک ہوکر مباحثے سُنوں گا مگر اہلِ مباحثہ و مناظرہ کو میری موجودگی کا علم نہ ہونے پائے، ورنہ وہ ڈر اور خوف کی وجہ سے اپنے عقائد کا صحیح اظہار نہ کرسکیں گے۔

یحییٰ نے کہا، آپ کو اختیار ہے جب چاہیں تشریف لائیں۔

ہارون رشید نے کہا، اچھا میرے سر پر ہاتھ رکھ کر کہو کہ ان لوگوں کو میری موجودگی کی اطلاع نہ ہوگی۔ یحییٰ نے ہارون رشید کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ مگر اس کی خبر معتزلہ کو ہوگئی ان لوگوں نے آپس میں مشورہ کیا، اور یہ طے ہوا کہ ہشام سے سوائے امامت کے کسی اور مسئلے پر گفتگو نہیں کی جائے گی اس لیے کہ انھیں رشید کے مذہب کا علم تھا کہ وہ ہر اس شخص کو ناپسند کرتا ہے جو امامت کا قائل ہو۔

الغرض، راوی کا بیان ہے کہ حسبِ معمول سب لوگ جمع ہوئے۔ ہشام کو بھی بطورِ خاص بُلایا گیا اور عبداللہ بن یزید اباضی بھی بُلائے گئے۔ یہ ہشام کے بڑے دوست تھے دونوں کی مشترکہ تجارت بھی چلتی تھی۔ ہشام جب آئے تو انھوں نے عبداللہ بن یزید اباضی کو سلام کیا یحییٰ بن خالد نے عبداللہ بن یزید سے کہا۔ اے عبداللہ! مسئلۂ امامت پر تمھارے اور ہشام کے مابین جو اختلاف ہے اس پر گفتگو ہونی چاہیے۔ ہشام نے کہا، اے وزیر! یہ لوگ تو ہم سے نہ کوئی سوال کرسکتے ہیں اور نہ ہماری بات کا کوئی معقول جواب ہی دے سکتے ہیں۔ یہ وہ قوم ہے جو ایک شخص کی امامت پر ہمارے ساتھ ہوئی۔ پھر بلا سمجھے بوجھے ہمارا ساتھ چھوڑ گئی۔ ان لوگوں نے نہ اس وقت حق کو پہچانا جب ہمارے ساتھ تھے اور نہ ساتھ چھوڑتے وقت انھیں یہ علم ہوا کہ کیوں ساتھ چھوڑ رہے ہیں۔ لہٰذا یہ لوگ ہم سے نہ کوئی سوال کرسکتے ہیں اور نہ ہمارا کوئی جواب ہی دے سکتے ہیں۔

یہ سُن کر بیان جو عقیدۃً حرُوری تھا، نے کہا، اے ہشام! میں تم سے سوال کرتا ہوں

یہ بتاؤ کہ جس دن حکمین نے اپنا فیصلہ سُنایا، اُس دن علیؑ کے ساتھی مومن تھے یا کافر؟

- **ھشام** : حضرت علیؑ کے ساتھ تین قسم کے لوگ تھے۔ کچھ مومن، کچھ کافر اور کچھ گمراہ و ضال

مومن، وہ لوگ تھے جو ہماری ہی طرح یہ کہتے تھے کہ حضرت علی علیہ السلام، اللہ کی طرف سے مقرر کردہ امام ہیں اور معاویہ ہرگز اس امامت کی صلاحیت نہیں رکھتا، اور اللہ تعالیٰ نے حضرت علی علیہ السلام کے حق میں جو کچھ فرمایا تھا اُس پر ایمانِ کامل رکھتے تھے، اور اس کا اقرار کرتے تھے۔

مشرک، وہ لوگ تھے جو یہ کہتے تھے کہ علیؑ امام ہیں مگر معاویہ بھی اس کی صلاحیت رکھتا ہے۔ چونکہ انھوں نے معاویہ کو علیؑ کے ساتھ امامت میں شریک کیا، اس لیے وہ مشرک ہوئے۔

گمراہ، وہ لوگ تھے جو صرف خاندانی اور قبائلی تعصب کی بناء پر جنگ کے لیے نکلے۔ انھیں حقیقت کا کچھ پتہ نہیں تھا وہ بالکل جاہل تھے۔

- **بیان** : اور معاویہ کے ساتھی کیا تھے؟
- **ھشام** : وہ بھی تین قسم کے تھے۔ کچھ کافر تھے، کچھ مشرک تھے اور کچھ گمراہ اور ضال تھے

کافر، وہ لوگ تھے جو یہ کہتے تھے کہ در اصل امام تو معاویہ ہے علیؑ اس کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے، تو یہ لوگ دو طرح سے کافر ہوئے ایک اس طرح کہ انھوں نے اللہ کے مقرر کردہ امام سے انکار کیا، اور دوسرے، اُنھوں نے ایسے شخص کو امام مان لیا جو اللہ کی طرف سے مقرر کردہ نہیں تھا۔ مشرک، وہ لوگ تھے جو یہ کہتے تھے کہ معاویہ امام ضرور ہے مگر علیؑ بھی اس کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اس طرح اُنھوں نے علیؑ اور معاویہ دونوں کو امامت میں شریک کیا اور وہ مشرک ہوئے۔ اور ضال، و گمراہ، وہ لوگ تھے، جیسا کہ پہلے کہا جاچکا ہے کہ وہ محض خاندانی اور قبائلی تعصب کی بناء پر جنگ کے لیے نکلے تھے۔ یہ تفصیلی جواب سُن کر حُرُوری تو خاموش ہوگیا لیکن..

- ضرار، بولا اے ہشام! اب میں تم سے ایک سوال کرتا ہوں! ہشام نے کہا، غلط۔ ضرار نے کہا کیوں غلط؟ ہشام نے کہا، اس لیے غلط کہ تم سب ایک ہوکر ہمارے امام کی امامت کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہو، تم میں سے ایک شخص نے تو ایک سوال کرلیا اب دوبارہ تم ہی لوگ کیسے سوال کروگے؟ جبتک میں تم سے کوئی سوال نہ کرلوں، تمھیں سوال کرنے کا کوئی حق نہیں۔
- **ضرار** : اچھا، سوال کرو۔

ہشام : کیا تم لوگ اس بات کے قائل ہو کہ اللہ تعالیٰ عادل ہے، ظالم نہیں ہے ؟

ضرار : ہاں، اللہ تعالیٰ عادل ہے، ظالم نہیں ہے۔

ہشام : اچھا، اللہ تعالیٰ اگر کسی مرد معذور و اپاہج کو حکم دے کہ مسجد جاؤ اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔ کسی اندھے کو حکم دے کہ قرآن دیکھ کر پڑھا کرو اور دینی کتابوں کا مطالعہ کیا کرو۔ تو تمھاری رائے کیا ہے اس معاملے میں ؟ اللہ عادل ہوگا یا ظالم ؟

ضرار : اللہ تعالیٰ یہ کبھی کر ہی نہیں سکتا۔

ہشام : یہ تو ہمیں بھی معلوم ہے کہ وہ ایسا کبھی نہیں کرے گا، لیکن بالفرض اگر وہ ایسا کرے تو کیا اس کا یہ فعل ظلم نہیں ہوگا ؟ اس لیے کہ وہ ایک شخص کو ایسے کام کا حکم دیتا ہے کہ جس کے انجام دینے کی اس کے پاس کوئی صورت ہی نہیں ہے۔

ضرار : ہاں، بالفرض اگر وہ ایسا کرے تو یہ اس کا ظلم ہوگا۔

ہشام : بتاؤ اللہ نے اپنے بندوں کو ایسے ہی دین کی تو تکلیف دی ہے۔ جو واحد اور یکتا ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اور جب تک بندے اس ایک دین پر اسی طرح عمل نہ کریں جس طرح ان کو حکم دیا گیا ہے، اللہ اسے قبول نہ کرے گا ؟

ضرار : جی ہاں۔

ہشام : تو پھر اللہ نے اس دین کے وجود کی صحیح نشاندہی کرنے والا بھی کسی کو مقرر کیا ہے یا دین کو تو واجب کر دیا مگر اس کی نشاندہی کرنے والا کسی کو مقرر نہیں کیا ؟ پھر تو یہ ایسا ہوگا جیسے کسی اندھے سے کہا جائے کہ قرآن دیکھ کر پڑھو یا کسی معذور اور اپاہج سے کہا جائے کہ مسجد جاؤ، اور راہِ خدا میں جہاد کرو۔

ضرار : (تھوڑی دیر خاموش رہ کر) ہاں نشاندہی کرنے والا تو ضرور ہے مگر وہ تمھارا امام نہیں ہے۔

ہشام : ہنستے ہوئے، ابھی تھوڑا اور ساتھ چلتے رہو، لازمی ہے کہ حق تک پہونچ جاؤ گے اس لیے کہ ہمارے تمھارے درمیان اب صرف نام کا فرق رہ گیا ہے اور کوئی فرق نہیں۔

ضرار : اچھا، میں تمھاری اس بات پر ایک سوال کرتا ہوں۔

ہشام : بتاؤ کیا سوال ہے ؟

ضرار : امامت کا تقرر اور تعین کیسے ہوگا ؟

ہشام : جس طرح اللہ نے نبوت کا تقرر اور تعین کیا۔

ضرار : پھر تو وہ امامت نہ رہی نبوت ہوگئی۔

ہشام : نہیں دونوں میں فرق ہے نبوت کا تعین اہلِ آسمان کرتے ہیں اور امامت کا تعین اہلِ زمین کرتے ہیں۔ نبوت کا تعین فرشتوں کے ذریعہ ہوتا ہے اور امامت کا تعین نبی کے ذریعہ ہوتا ہے اور ان دونوں کا تعین حکمِ خدا سے ہوتا ہے

ضرار : اس پر دلیل ؟

ہشام : اضطرار اور مجبوری۔

ضرار : اضطرار اور مجبوری کیسی ؟

ہشام : بات یہ ہے کہ صرف تین صورتوں میں سے ایک ہی صورت ممکن ہے پہلی صورت تو یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے بعدِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام خلق پر سے اپنی عائد کردہ تمام تکالیفِ شرعی اٹھالیں۔ اب نہ اُن کے لیے کوئی امر ہے اور نہ کوئی نہی ہے۔ وہ بالکل آزاد ہیں۔ جیسے درندے اور چوپائے کہ اُن پر کوئی فرض اور تکلیفِ شرعی نہیں۔ بولو ! کیا تم اس کے قائل ہو کہ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد انسانوں پر سے تمام فرائض اور تکالیف اٹھالی گئیں ؟

ضرار : نہیں ہم تو اس کے قائل نہیں ہیں۔

ہشام : دوسری صورت یہ ہے کہ بعدِ رسولِ مقبولؐ تمام مکلفین اور اُمت کا ہر فرد عالم بن جائے اور ان کا علم رسولِ مقبولؐ کے برابر ہو جائے تاکہ کسی کو کسی دوسرے سے کچھ پوچھنے کی ضرورت نہ رہے۔ ہر ایک اپنی جگہ پر مستغنی ہو اور اپنے علم کے ذریعہ اس حق تک پہونچ جائے جس میں کوئی اختلاف نہ ہو۔ بولو، کیا تم اس بات کے قائل ہو کہ بعدِ رسولِ مقبولؐ، اُمت کا ہر فردِ بشر عالم بن گیا ؟ اُس کا علم رسولِ مقبولؐ کے علم کے برابر ہو گیا۔ ایک کو دوسرے سے کچھ پوچھنے کی ضرورت نہ رہی، سب اپنی اپنی جگہ مستغنی ہو گئے اور اب وہ خود اپنے آپ حق تک پہونچ جائیں گے ؟

ضرار : نہیں، میں اس کا بھی قائل نہیں بلکہ لوگ علم میں ایک دوسرے کے محتاج ہیں

ہشام : پھر اب صرف تیسری صورت باقی رہ گئی۔ وہ یہ کہ اُمت کو لازماً ایک ایسی

شخصیت کی ضرورت ہے کہ جیسے رسول اپنا قائم مقام بنا گئے ہوں۔ نہ اس سے سہو کا ارتکاب ہو نہ غلطی کا۔ نہ اس سے ظلم کا صدور ممکن ہو نہ جور کا۔ وہ گناہوں سے پاک ہو خطا سے مبرا ہو، لوگ علم میں اس کے محتاج ہوں وہ کسی کا محتاج نہ ہو۔

ضرار : مگر اس کی دلیل کیا ہے کہ وہ فلاں شخص ہے ؟

ہشام : اس کی آٹھ علامتیں ہیں۔ چار نسبی اور چار ذاتی۔ چار نسبی علامتیں یہ ہیں کہ وہ کسی مشہور و معروف قوم کا ہو۔ مشہور و معروف قبیلے کا ہو، مشہور و معروف خاندان کا ہو پھر پیغمبر اکرم نے اس کے لیے نص و اشارہ کردیا ہو۔ اب ان علامات کو سامنے رکھ کر اگر دیکھا جائے تو عرب سے زیادہ مشہور کوئی قوم نہیں اس لیے کہ اس قوم میں وہ پیغمبرِ اسلام پیدا ہوئے جن کا نام دن میں پانچ مرتبہ ہر مسجد سے پکارا جاتا ہے۔ اور اذان میں کہا جاتا ہے۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ٥

اس طرح شرق سے لیکر غرب تک آپ کا پیغام ہر نیک و بد ہر عالم و جاہل اور منکر مُقِر کے کانوں تک پہونچتا رہتا ہے۔ اور اگر مخلوق پر اللہ کی حجت کا اس قوم عرب کے علاوہ کسی دوسری قوم میں ہونا جائز ہوتا تو ڈھونڈنے اور تلاش کرنے والے ایک ایک قوم کو دیکھتے پھرتے اور اسی میں اُن کی عمر گزر جاتی اور وہ نہ ملتا۔ اگر یہ جائز ہوتا کہ عجم یا دُنیا میں اِس کے علاوہ کسی اور قوم میں حجتِ خدا کو تلاش کیا جائے تو بجائے اس کے کہ اللہ کی منشاء کے مطابق انسانیت کی اصلاح ہو، فساد پھیلتا۔ اور اللہ کی حکمت اور اُس کے عدل کو دیکھتے ہوئے یہ جائز نہیں کہ بندوں پر کوئی ایسا فریضہ عائد کردے جو وہ انجام نہ دے سکے۔

جب یہ جائز نہیں تو پھر اب لازمی ہے کہ وہ حجتِ خدا اس قوم عرب ہی سے ہو اس لیے کہ یہ بانیٔ اسلام اور پیغمبرِ اسلام کی قوم ہے اور قوم عرب سے ہونے کے بعد یہ بھی جائز نہیں کہ وہ حجتِ خدا قبیلۂ قریش کو چھوڑ کر کسی دوسرے قبیلے سے ہو۔ جب وہ قبیلۂ قریش کو چھوڑ کر کسی دوسرے قبیلے سے نہیں ہوسکتا تو پھر یہ بھی نہیں ہوسکتا کہ قبیلۂ قریش میں خاندانِ نبوی کو چھوڑ کر کسی اور خاندان سے ہو، اس لیے کہ اس خاندان کو پیغمبرِ اسلام سے نسلی تعلق ہے۔ اور چونکہ خاندانِ نبوی میں بھی بہت سے افراد ہیں اور یہ امامت ایک عظیم عہدہ ہے اس کے حصول

کے لیے اسی خاندان کے افراد میں کشمکش شروع ہو جاتی، ہر ایک دعوےٰ کرتا کہ ہم امام ہیں۔ تو سوائے اس کے اور کوئی صورت نہیں کہ پیغمبرِ اسلام اس کا نام و نسب بتادیں اُس کی امامت کے لیے نصِ صریح فرمائیں تاکہ اس عُہدۂ امامت کی طمع کوئی اور نہ کرسکے۔ اور ذاتی چار علامتوں میں پہلی علامت یہ ہے کہ وہ فرائض و احکام و سُننِ الٰہی کا سب سے زیادہ جاننے والا ہو۔ چھوٹی یا بڑی کوئی بات بھی اُس سے پوشیدہ نہ ہو۔ دوسری علامت یہ ہے کہ وہ تمام گناہوں سے پاک اور معصوم ہو۔ تیسری علامت یہ ہے کہ وہ تمام انسانوں میں سب سے زیادہ شجاع اور بہادر ہو۔ چوتھی علامت یہ ہے کہ وہ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ سخی ہو۔

ضرار : تم نے یہ کہاں سے کہدیا کہ اس کا اعلم النّاس ہونا ضروری ہے ؟

ہشام : یہ اس لیے ضروری ہے کہ اگر وہ تمام حدود و احکام و شرائع و سُننِ الٰہی کا جاننے والا نہ ہوگا تو ممکن ہے کہ وہ حدودِ الٰہی کو اُلٹ پلٹ کر رکھدے جہاں حد جاری کرنی ہے وہاں حد جاری نہ کرے اور جہاں حد جاری نہیں کرنی ہے وہاں حد جاری کردے۔ اللہ تو چاہتا تھا اصلاح۔ اور یہاں اُس نے فساد برپا کردیا۔

ضرار : یہ کیسے کہدیا کہ اس کا معصوم اور تمام گناہوں سے پاک ہونا ضروری ہے ؟

ہشام : یہ اس لیے ضروری ہے کہ اگر وہ گناہوں سے پاک اور معصوم نہ ہوگا تو ممکن ہے کہ وہ خود اپنے جرائم اور اپنے دوستوں کے جرائم کو پوشیدہ رکھے (اور دوسروں کے جرائم پر حد جاری کرے) تو اللہ ایسے شخص کو اپنی مخلوقات پر کیسے اپنی حجت بنا سکتا ہے ؟

ضرار : کیا ضروری ہے کہ وہ اشجع النّاس (سب سے زیادہ شجاع) بھی ہو ؟

ہشام : اس لیے کہ اسے دین کے لیے جنگ و جہاد بھی کرنا ہوتا ہے۔ اگر وہ شجاع و بہادر نہ ہوگا تو راہِ فرار اختیار کرے گا اور فرار کرنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے : وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ۔

(سورۃ الانفال آیت ۱۶)

تو یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ جس پر غضبناک ہو اسی کو مخلوقات پر اپنی حجت بھی بنائے۔

ضرار : یہ کیسے کہا کہ وہ سخی ترین شخص ہو ؟

ہشام : اِس لیے کہ وہ مالِ مسلمین کا خزینہ دار ہوگا۔ اگر سخی نہ ہوگا تو اس کا ان اموال کے لیے جی للچائے گا اور وہ خیانت کر بیٹھے گا، اور اللہ کسی خائن کو اپنی مخلوق پر اپنی حجت ہرگز نہیں بنا سکتا۔

ضرار : اچھا ہمیں یہ سب تسلیم اب یہ بتاؤ کہ اس وقت اور اس عصر میں ان صفات کا حامل کون ہے ؟

ہشام : اس زمانے کے امیر المومنین۔

ہارون الرشید پسِ پردہ بیٹھا ہوا یہ سارے مباحثے سُن رہا تھا۔ اور اس کے پاس ہی جعفر بن یحییٰ بھی بیٹھا تھا۔ ہارون نے جعفر سے پوچھا، اے جعفر! یہ شخص امیر المومنین سے کس کو مراد لے رہا ہے ؟

جعفر نے کہا، یا امیر المومنین! یہ شخص امیر المومنین سے موسیٰؑ بن جعفر کو مراد لے رہا ہے

ہارون بولا، اچھا اِس کے نزدیک امیر المومنین موسیٰؑ بن جعفرؑ ہیں ؟ یہ کہہ کر اُس نے اپنے ہونٹ چبائے، پھر بولا، اگر ایسا شخص زندہ رہا تو پھر میری حکومت تو ایک ساعت بھی نہیں چل سکتی۔ اس کی ایک زبان تو ایک لاکھ تلواروں کے برابر ہے۔

ادھر یحییٰ نے محسوس کیا کہ ہشام کی شامت آئی۔ فوراً پردے کے اندر گیا۔ ہارون نے پوچھا اے عباسی! یہ کون شخص ہے ؟ یحییٰ نے کہا، یا امیر المومنین! ابھی بتاتا ہوں، ابھی بتاتا ہوں، اور یہ کہہ کر باہر نکلا اور ہشام کو آنکھ سے اشارہ کیا۔ ہشام، یہ ظاہر کرتے ہوئے کہ پیشاب یا قضائے حاجت کے لیے اُٹھا ہے۔ اپنی جگہ سے اُٹھا، اپنا جوتا پہنا اور چوری سے نکل گیا۔ پھر اپنے بچوں کو بھی روپوش ہو جانے کے لیے کہہ کر خود بھی وہاں سے پوشیدہ طور پر کوفہ روانہ ہو گیا اور بشیر نبال کے یہاں مقیم ہوا۔ بشیر نبال، اصحابِ امام جعفر صادق علیہ السلام میں سے تھے اور حاملانِ حدیث میں سے تھے۔ ان سے پورا قصہ بیان کیا۔ اس کے بعد وہ وہیں پر بیمار ہو گئے، بیماری شدت اختیار کر گئی تو بشیر نے کہا کوئی طبیب لے کر آتا ہوں، لیکن انھوں نے منع کیا اور کہا میری موت قریب ہے۔ اور وصیت کی کہ میری موت کے بعد غسل و کفن سے فراغت پا لو تو شب کی تاریکی میں میری میّت مزبلہ پر لیجا کر رکھ دینا اور اس پر ایک رقعہ لکھ کر لگا دینا کہ یہ اُس ہشام بن حکم کی میّت ہے جس کی امیر المومنین کو تلاش تھی۔ یہ اپنی موت ہی سے مر گیا۔ اور ہارون الرشید نے ہشام کی تلاش میں اس کے بھائیوں اور دوستوں کے پاس آدمی بھیج رکھے تھے اور اُن میں سے بہت لوگوں کو گرفتار کر لیا تھا۔ الغرض جب اُس کی میّت مزبلہ پر رکھ دی

گئی اور صبح ہوئی تو اہلِ کوفہ نے دیکھا۔ کوفہ کے قاضی اور عامل سبھی آ گئے اور ان لوگوں نے ہارون الرشید کو اس کی اطلاع دی۔ اُس نے کہا، خدا کا شکر ہے کہ اُس نے مجھے اِس سے نجات دی۔ پھر ہشام کی وجہ سے جن لوگوں کو گرفتار کیا تھا اُن کو چھوڑ دیا۔

(کمال الدین و تمام النعمۃ جلد ۲ ص ۳۱)

(۹) ـــــ ایک مردِ شامی سے ہشام کا مناظرہ

یونس بن یعقوب سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک مردِ شامی آپ کے پاس آیا اور بولا کہ میں کلام، فقہ اور فرائض کا عالم ہوں اور آپ کے اصحاب و مناظرین سے بحث کرنے کے لیے آیا ہوں۔

- آپؑ نے فرمایا تمھاری بحث کی بنیاد کیا ہوگی ؟ کلامِ رسولؐ یا اپنا کلام ؟
- اُس نے جواب دیا کچھ کلامِ رسولؐ اور کچھ اپنا کلام۔
- آپؑ نے فرمایا، تو کیا تم رسولِ مقبولؐ کے شریک ہو ؟
- اُس نے کہا، نہیں۔
- آپ نے فرمایا، پھر کیا تمھارے پاس بھی اللہ کی طرف سے کوئی وحی آئی ہے ؟
- اُس نے کہا، نہیں۔
- آپ نے فرمایا، کیا تمھاری بھی اطاعت اسی طرح واجب ہے جس طرح رسولؐ کی اطاعت واجب ہے ؟
- اُس نے کہا، نہیں۔

— راوی کا بیان ہے کہ اس گفتگو کے بعد آپ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا، اے یونس بن یعقوب! یہ شخص تو بحث و مناظرہ سے پہلے ہی ہار گیا۔ خیر، اے یونس! اگر تم اچھے متکلم اور مناظر ہوتے تو تم اس سے مناظرہ کرتے۔ یونس نے کہا، مجھے بھی اس کا بڑا افسوس ہے، مگر میں آپ پر قربان، میں نے تو آپ کو بحث و مناظرہ کرنے سے منع کرتے ہوئے سُنا ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ ان متکلمین پر وائے ہو۔ یہ کبھی کہتے ہیں کہ یہ ماننے کی بات ہے کبھی کہتے ہیں یہ ماننے کی بات نہیں، کبھی کہتے ہیں کہ یہ بات نہیں چلے گی۔ کبھی کہتے ہیں کہ یہ بات ہماری عقل میں آتی ہے اور کبھی کہتے ہیں کہ یہ بات ہماری عقل میں نہیں آتی۔ تو حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، ہاں، میں نے کہا تھا کہ وائے ہو اُس قوم پر جو میرے قول کو چھوڑ کر جس طرف چاہتے ہیں بہک کر

چلے جاتے ہیں۔

پھر آپ نے فرمایا، اچھا ذرا باہر جاکر دیکھو اگر متکلمین میں سے کوئی نظر آجائے تو اُسے بلا لاؤ۔ راوی کا بیان ہے کہ میں باہر نکلا تو دیکھا کہ حمران بن اعین ہیں جو ایک اچھے متکلم تھے۔ محمد بن نعمان احول ہیں۔ یہ بھی متکلم ہی تھے۔ ہشام بن سالم ہیں اور قیس ماصر ہیں۔ یہ دونوں بھی متکلم ہی تھے۔ میں ان سب کو بلا کر لے گیا۔

جب سب لوگ اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے اور اس وقت ہم لوگ حرم کے پہلو میں جبل کی طرف حضرت ابو عبداللہ کے خیمہ میں تھے اور یہ حج شروع ہونے سے کئی دن پہلے کی بات ہے۔ حضرت ابو عبداللہ نے اپنا سر خیمہ سے نکالا تو دیکھا کہ کوئی شخص اونٹ پر چلا آرہا ہے۔ آپ نے فرمایا، ربّ کعبہ کی قسم یہ ہشام ہے۔ ہم لوگوں نے سمجھا کہ آپ اس ہشام کے متعلق فرما رہے ہیں جو اولادِ عقیل میں سے ہے اور حضرت ابو عبداللہ سے بے حد محبت کرتا ہے۔ مگر نہیں وہ ہشام بن حکم تھا، آیا تھا اور جو ابھی بالکل سبزہ آغاز تھا۔ اس مجمع میں جتنے لوگ تھے وہ سب اس سے سن میں بڑے تھے۔

راوی کا بیان ہے کہ حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام نے اس کو اپنے قریب جگہ دی اور فرمایا، یہ ہے اپنے دل، اپنی زبان اور اپنے ہاتھ سے ہم لوگوں کی مدد کرنے والا۔ اس کے بعد حمران سے کہا تم اس مردِ شامی سے بحث کرو۔ انھوں نے بحث کی اور اس پر غالب آئے پھر محمد بن نعمان طاقی سے کہا۔ اے طاقی! تم اس سے گفتگو کرو۔ اُنھوں نے بھی مردِ شامی سے گفتگو کی اور اُس پر غالب آئے۔ پھر فرمایا، اے ہشام بن سالم تم اس سے بات کرو۔ تو ان دونوں کا ایک دوسرے سے تعارف ہوا۔

پھر قیس ماصر سے کہا، تم اس سے بات کرو۔ اُنھوں نے بھی بات کی حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام ان دونوں کی گفتگو کو توجّہ کے ساتھ سُن رہے تھے وہ مردِ شامی قیس ماصر سے بھی مغلوب ہو گیا۔ آپ مسکرائے اور اُس مردِ شامی سے فرمایا، تم اس لڑکے (ہشام بن حکم) ہی سے گفتگو کر کے دیکھ لو۔ اُس نے کہا اچھا۔

اِس کے بعد اُس شامی نے ہشام سے کہا، اے لڑکے! تم مجھ سے ان کی یعنی حضرت ابو عبداللہ جعفر صادق علیہ السلام کی امامت پر گفتگو کرو۔

ہشام : (غصّہ میں کانپتے ہوئے) اے شخص! بتا تیرا رب اپنے بندوں کی بھلائی پر زیادہ نظر رکھتا ہے یا یہ لوگ خود؟

مردِ شامی : میرا رب اپنے بندوں کی بھلائی پر زیادہ نگاہ رکھتا ہے۔

ھشام : تو اُس نے اپنے بندوں کی دینی بھلائی پر کیا نگاہ رکھی؟

شامی : اُن پر کچھ تکالیف اور فرائض عائد کیے اور پھر ان تکالیف و فرائض پر کچھ دلائل اور حجتیں قائم کیں۔

ھشام : وہ کونسی دلیل قائم کی؟

شامی : وہ دلیل رسولِ مقبول صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ذاتِ گرامی ہے۔

ھشام : اور رسولِ مقبول صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے بعد کون؟ جس کو دلیل بنایا جائے۔

شامی : کتاب اور سنّت کو۔

ھشام : تو آج جو ہم لوگوں میں اختلاف ہے اسمیں اس کتاب و سنّت نے کچھ نفع پہونچایا کہ جس سے باہمی اختلاف دور ہوتا اور ہم سب میں اتحاد و اتفاق پیدا ہو جاتا۔؟

شامی : ہاں نفع ضرور پہونچایا۔

ھشام : اگر ایسا ہے تو پھر آج ہمارے اور تمھارے درمیان یہ اختلاف کیوں ہے؟ اور تم شام سے ہمارے ساتھ بحث و مناظرہ کے لیے کیوں آئے ہو؟ اور تمھارا خیال یہ ہے کہ اُمّت کی رائے ہی دین کا اصل راستہ ہے پھر تمھیں اس بات کا بھی اقرار ہے کہ اُمّت کی رائے کبھی ایک بات پر متفق نہیں ہوتی۔

شامی : خاموش ہو گیا (بالکل ہی خاموش جیسے کچھ سوچ رہا ہو)

حضرت عبداللہؑ : (شامی کی طرف رُخ کر کے) کیوں خاموش ہو گئے؟ جواب دو؟

شامی : کیا بات کروں۔ اگر کہتا ہوں کہ ہم میں کوئی اختلاف نہیں تو یہ مکابرہ و زبردستی کی بات ہے۔ اگر یہ کہتا ہوں کہ کتاب و سنّت ہمارے اختلافات کو دور کرتی ہیں، تو یہ بھی غلط ہے کیونکہ کتاب و سنّت کے بھی مختلف مفاہیم و معانی پیدا ہوتے ہیں۔ اچھا ٹھہریے، میں یہی سوال اِس لڑکے سے کرتا ہوں۔

حضرت عبداللہؑ : ہاں ہاں، پوچھ کر دیکھو۔

شامی : (ہشام کو مخاطب کر کے) بتاؤ، بندوں کی بھلائی کس کے زیادہ پیشِ نظر ہے؟ اللہ کے یا بندوں کے؟

ھشام : بندوں کی بھلائی اللہ کے پیشِ نظر بندوں سے زیادہ ہے۔

شامی : کیا اُس نے کسی ایسے کو مقرر کیا ہے جو ان سب کو متحد و متفق رکھے اور انھیں باہمی اختلاف کو دور کر دے اور یہ بتا دے کہ حق کیا ہے اور باطل کیا ہے؟

هشّام : ہاں۔

شامی: وہ کون؟

هشّام : ابتدائے شریعت میں تو رسول مقبولؐ کی ذاتِ گرامی تھی مگر آپؐ کے بعد ایک اور ذات جو غیرِ نبی ہے۔

شامی : وہ کون سی ذات ہے جو غیر نبی ہے اور حجت ہونے میں نبی کا قائم مقام ہے؟

هشّام : تم کس وقت کی بات کر رہے ہو۔ اِس موجودہ زمانے کی یا اس سے قبل کی؟

شامی: نہیں۔ میں اپنے اِس زمانے کی بات کر رہا ہوں۔

هشّام : (اگر اِس زمانے کی بات پوچھتے ہو تو) دیکھو! یہ تشریف فرما ہیں تمھارے سامنے یعنی حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام۔ یہ وہ ہیں کہ دور دور سے لوگ ان کے پاس آتے ہیں۔ یہ اپنے آباء و اجداد کے علوم کے وارث ہیں۔ یہ ہم لوگوں کو زمین تو درکنار آسمانوں کی بھی خبریں بتاتے ہیں۔

شامی : مگر ہمیں اس کا کیسے پتہ چلے کہ آپؑ اپنے آباء و اجداد کے علوم کے وارث ہیں؟

هشّام : تمھارا جو دل چاہے ان حضرتؑ سے پوچھ کر دیکھو۔ پتہ چل جائے گا۔

شامی: تم نے مجھے لاچار کر دیا۔ اب میرا فرض ہے کہ ان حضرتؑ سے کچھ دریافت کروں۔

حضرت ابو عبداللہؑ: اے شامی! تم جو کچھ پوچھو گے اُس کا جواب دوں گا۔ اور سب سے پہلے تو میں خود تمھارے سفر کا حال تم سے بیان کیے دیتا ہوں۔ تم فلاں فلاں دن اور تاریخ کو چلے تھے۔ تم نے فلاں راستہ اختیار کیا۔ فلاں فلاں مقامات سے گذرے فلاں فلاں لوگوں سے ملاقات ہوئی اور راستہ میں فلاں فلاں واقعات درپیش ہوئے

حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام اُس کے سفر کا ایک ایک حال بیان کرتے جاتے تھے اور وہ شامی تصدیق کرتا جاتا تھا کہ بخدا بالکل سچ فرمایا آپ نے۔ اس کے بعد شامی نے کہا، لیجیے میں ابھی اور اِسی وقت اسلام لاتا ہوں۔ حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، یہ نہ کہو بلکہ یہ کہو کہ ابھی ایمان لاتا ہوں۔ اسلام تو ایمان سے پہلے ہوتا ہے۔ اسلام کی بناء پر لوگ ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہیں، ایک دوسرے کے یہاں شادی بیاہ کرتے ہیں۔ مگر آخرت میں ثواب ایمان کی بناء پر پائیں گے۔

شامی نے کہا، آپ نے سچ ارشاد فرمایا۔ اب اس وقت میں آپ کے سامنے کلمۂ شہادتین پڑھتا ہوں۔ اشهد ان لا اِلٰه الا الله واشهد انّ محمّداً رسول الله وانك وصى الانبياء۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام حمران بن امین کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا، حمران! تم نے احادیث کی بنیاد پر گفتگو کی اور اچھی گفتگو کی۔ پھر ہشّام بن سالم کی طرف رُخ کیا اور فرمایا تم نے احادیث کو گفتگو کی بنیاد بنانا چاہا، مگر تمھیں اس کا زیادہ علم نہیں۔ پھر احول سے فرمایا، تم بہت عیار، تیز و طرار شہسوار ہو۔ باطل کو باطل ہی سے شکست دیتے ہو۔ مگر تمھارا باطل صاف ظاہر ہو جاتا ہے۔ پھر قیس ماصر سے فرمایا تم احادیث کے قریب قریب رہتے ہو، دُور نہیں جاتے مگر حق میں باطل کی آمیزش کر دیتے ہو۔ حالانکہ اگر حق تھوڑا بھی ہے تو وہ بہت سے باطل سے بے نیاز کر دینے کے لیے کافی ہے۔

یونس بن یعقوب کا بیان ہے کہ میرا خیال ہے کہ خدا کی قسم ہشّام کے لیے بھی قریب قریب وہی بات کہی جو ان دونوں کے لیے کہی تھی۔ اس کے بعد فرمایا، اے ہشّام تم ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اب گرے مگر زمین پر پہونچتے ہی پاؤں کو ٹیڑھا کر کے ایسی ایڑ لگاتے ہو کہ اُڑ جاتے ہو۔ تم جیسے کو حق ہے کہ لوگوں سے بحث و مناظرہ کرے۔ مگر دیکھنا لغزشوں سے بچنے کی کوشش کرنا۔ ہماری شفاعت تمھارے پیچھے پیچھے اور تمھارے ساتھ ہے۔

(الارشاد شیخ مفید صـ ۲۹۲)

بحار الانوار

باب ۹

قید خانے کے حالات، تاریخ وفات اور مدفن

① تاریخ وفات

حضرت ابوالحسن امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے ۲۵ رجب کو وفات پائی۔
(مصباح المتہجد ص ۵۲۲)

بروایت دیگر : ایک دوسری روایت کے مطابق آپ کی وفات ۶ رجب ۱۸۳ھ کو ہوئی اور اُس وقت سنِ مبارک چوّن ۵۴ یا پچپّن ۵۵ سال کا تھا۔ آپ نے بغداد کے اندر سندی بن شاہک کی قید میں رحلت فرمائی۔ ہارون رشید نے آپ کو ۲۰ شوال ۱۷۹ھ کو گرفتار کیا۔ وہ ماہِ رمضان میں عمرہ سے پلٹ کر مدینہ آیا اور جب حج کے لیے جانے لگا تو آپ کو بھی اپنے ساتھ لے گیا۔ پھر حج کر کے بصرہ کے راستے سے واپس ہوا تو بصرہ میں عیسیٰ بن جعفر کی قید میں ڈال دیا۔ پھر وہاں سے بغداد بلوا کر سندی بن شاہک کی قید میں ڈال دیا۔ اسی کی قید میں آپ نے انتقال فرمایا اور بغداد ہی میں مقبرۂ قریش میں دفن ہوئے۔

(الارشاد ص ۳۰۲ ، الکافی جلد ۱ ص ۴۶۷)

- ابوبصیر سے روایت ہے کہ حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے ۱۸۳ھ میں چوّن ۵۴ سال کی عمر میں وفات پائی آپ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے بعد پینتیس ۳۵ سال زندہ رہے۔ (الکافی جلد ۱ ص ۴۸۶)
- آپ کی وفات بروز جمعہ ۲۴ رجب کو بغداد میں ہوئی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ۵ رجب ۱۸۳ھ آپ کی تاریخ وفات ہے۔ (روضۃ الواعظین ص ۲۲۴)
- ابو علی بن اسماعیل بن یسار کا بیان ہے کہ جب حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام ۲۷ رجب یومِ مبعث ۱۷۹ھ کو گرفتار کر کے لائے گئے تو آپ نے ایک دعا پڑھی۔
(الاقبال ص ۱۶۹)
- آپ بغداد میں سندی بن شاہک کی قید میں ۲۴ رجب ۱۸۳ھ کو زہر سے شہید کیے گئے۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ ۵ رجب بروز جمعہ ۱۸۱ھ کو شہید کیے گئے۔

(الدروس الشہید ص ۱۵۵ طبع ایران)

② اسبابِ اسیری

صالح بن علی بن عطیہ سے روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے بغداد میں قید میں ڈالے جانے کا سبب یہ ہوا کہ ہارون الرشید نے چاہا کہ خلافت اور حکومت اپنے بیٹے محمد بن زبیدہ کو دے حالانکہ اُس کے چودہ بیٹے تھے۔ مگر اُس نے اُن میں سے صرف تین کو منتخب کیا۔ (۱) محمد بن زبیدہ جسے اُس نے اپنا ولیعہد بنایا۔ (۲) عبداللہ مامون، جس کو محمد بن زبیدہ کے بعد خلافت وحکومت کا حق دار ٹھہرایا۔ اور (۳) قاسم موتمن۔ جس کو مامون کے بعد خلافت وحکومت کا استحقاق حاصل ہوگا۔ پھر اس نے چاہا کہ یہ امر بالکل محکم ہو جائے اور اس کو مشتہر کر دیا جائے تاکہ اس سے ہر خاص وعام واقف ہو جائے۔ اِس مقصد کے لیے اُس نے ۱۷۹ھ میں حج کیا اور اپنے ملک کے ہر حصے میں یہ حکم بھیج دیا کہ تمام علماء، فقہاء، فقراء اور امراء اِس سال حج کے لیے مکۂ مکرّمہ میں آئیں۔ اور خود اُس نے مدینۂ منورہ کی راہ اختیار کی۔

علی بن محمد نوفلی کا بیان ہے کہ میرے والد نے مجھ سے بتایا کہ یحییٰ بن خالد کا ہارون الرشید سے حضرت امام موسیٰ کاظم بن جعفر صادق علیہ السلام کی چغلی کرنے کا اصل سبب یہ تھا کہ ہارون الرشید نے محمد بن زبیدہ کو جعفر بن محمد بن اشعث کی آغوشِ تربیت میں دے دیا۔ یہ بات اُسے بُری معلوم ہوئی۔ اُس نے سوچا کہ جب ہارون الرشید مرے گا تو ظاہر ہے کہ محمد بن زبیدہ خلیفہ ہو جائے گا، اگر یہ جعفر بن محمد بن اشعث کی زیرِ تربیت رہا تو لازمی ہے کہ امارت و وزارت مجھ سے اور میری اولاد سے نکل کر جعفر اور اس کی اولاد کی طرف منتقل ہو جائے گی۔ یحییٰ بن خالد یہ بھی جانتا تھا کہ جعفر بن محمد بن اشعث شیعہ ہے، اِس لیے اس نے جعفر سے جا کر کہا کہ میں بھی تمہارے ہی مذہب پر ہوں۔ یہ سُن کر جعفر بہت خوش ہوا اور تمام باتیں اس کو بتا دیں اور اپنے اور حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے اپنے روابط کا ذکر بھی اُس سے کر دیا۔

یحییٰ بن خالد، جب جعفر بن محمد کے عقیدے سے پوری طرح آگاہ ہو گیا تو اُس نے ہارون الرشید سے اس کی چغلی کر دی۔ اور اس کی صورت یہ ہوئی کہ ہارون الرشید جعفر اور اُس کے باپ کے تعاون و خدمات کے پیشِ نظر جعفر کا بڑا لحاظ کرتا تھا۔ اور یحییٰ بن خالد کی جرأت نہ تھی کہ جعفر کے خلاف ہارون الرشید سے کچھ کہہ سکے۔ اتفاق سے ایک دن جعفر بن محمد بن اشعث ہارون کے پاس آیا ہارون نے اُس کی بڑی تعظیم و تکریم کی اثنائے گفتگو جعفر اور

اُس کے باپ کی حرمت وعزت اور قدر ومنزلت کا ذکر آیا۔ ہارون نے اُس روز جعفر کو بیس ہزار دینار عطا کیے، یہ سب ہوتا رہا اور یحییٰ صرف دیکھتا رہا، منھ سے کچھ نہ بولا جب شام ہوئی، تو ہارون الرشید سے بولا۔ یاامیرالمومنین! میں اکثر آپ سے جعفر اور اُس کے عقیدے کے متعلق کہا کرتا ہوں مگر آپ ہمیشہ مجھے جھٹلادیا کرتے ہیں۔ اب ایک معاملہ ایسا آگیا ہے کہ جس سے واضح فیصلہ ہوجائے گا۔ ہارون نے کہا، وہ کیا؟ وہ بولا۔ معاملہ یہ ہے کہ جعفر کے پاس جہاں سے بھی کوئی رقم آتی ہے اس میں سے خمس (پانچواں حصہ) نکال کر حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے پاس بھیج دیتا ہے۔ اور یقین کیجیے کہ آپ کے اس عطا کردہ انعام (بیس ہزار دینار) میں سے بھی اُس نے ایسا ہی کیا ہے۔ ہارون نے کہا، ہاں، واقعتاً، یہ فیصلہ کُن بات ہے۔

پھر ہارون نے رات ہی کے وقت جعفر کو بلانے کے لیے آدمی بھیجا، اور جعفر کو معلوم ہوچکا تھا کہ یحییٰ نے میرے خلاف ہارون سے چغل خوری کی ہے اور بارہا وہ ایسا کرتا رہا ہے اِس بنا پر دونوں میں کھُلم کھُلا عداوت ہوچکی تھی۔ جب ہارون الرشید کے آدمی نے رات کے وقت جعفر کا دروازہ کھٹکھٹایا تو وہ خوفزدہ ہوا۔ وہ سمجھا کہ ہارون الرشید نے یحییٰ کی باتوں کا یقین کرلیا ہے اور اِس وقت قتل کرنے کے لیے بُلایا ہے۔ لہٰذا اُس نے پانی منگایا غسل کیا اور مشک و کافور سے خود کو حنوط کیا پھر اپنے لباس پر ایک چادر اوڑھ لی اِس کے بعد ہارون کے پاس گیا۔ جب ہارون کی نظر جعفر پر پڑی اور اُس کے جسم سے کافور کی خوشبو محسوس کی پھر دیکھا کہ اوپر کفن والی چادر بھی اوڑھے ہوئے ہے۔ تو پوچھا اے جعفر! یہ کیا؟

جعفر نے کہا، یاامیرالمومنین مجھے علم ہے کہ آپ کے سامنے لوگوں نے میری چغلی کی ہے۔ جب آپ کا آدمی اِس وقت شب میں میرے پاس پہونچا تو میں نے خیال کیا کہ میرے خلاف لوگوں کی کہی ہوئی باتیں، ہوسکتا ہے کہ آپ کے دل میں بیٹھ گئی ہوں اور اِس وقت آپ نے مجھے قتل کے ارادے سے طلب کیا ہو۔

ہارون نے کہا، نہیں، ہرگز ایسا نہیں ہے۔ مگر، ہاں مجھے یہ اطلاع دی گئی ہے کہ جو رقم تم کو کہیں سے ملتی ہے تم اس میں سے خمس نکال کر موسیٰ بن جعفر کے پاس بھیج دیا کرتے ہو۔ اور تم نے اس بیس ہزار دینار کی رقم میں سے بھی ایسا ہی کیا ہے۔ میں نے چاہا کہ اس کی تحقیق کرلوں۔

جعفر نے کہا، اللہ اکبر، یاامیرالمومنین! آپ ابھی اپنے کسی خادم کو حکم دیں وہ جاکر سر بہ مُہر اس رقم کی تھیلی کو لے آئے گا۔

ہارون الرشید نے اپنے ایک خادم سے کہا۔ جعفر سے پہچان کے لیے مُہر لے لو اور جاکر وہ رقم کی تھیلی جعفر کے مکان سے لے آؤ۔

جعفر نے اپنی اُس کنیز کا نام بھی بتادیا جس کے پاس وہ رقم رکھی ہوئی تھی۔ خادم گیا اور اُس کنیز نے مع مُہر کے وہ تھیلی اُس کے حوالے کردی۔ وہ لیکر ہارون رشید کے پاس آیا، تو جعفر نے کہا: لیجیے ہمارے خلاف جو باتیں آپ سے لوگوں نے کہی تھیں اُن میں سے یہ پہلی بات ہے جس سے اُن کا جھوٹ ثابت ہوجائے گا۔ ہارون نے کہا، تم سچ کہتے ہو۔ اچھا، اب جاؤ اور اطمینان سے رہو۔ اب میں تمھارے خلاف کسی کی بات نہ مانوں گا

راوی کا بیان ہے کہ اِس کے بعد بھی یحییٰ اسی فکر میں لگا رہتا تھا کہ کسی طرح جعفر کو ہارون کی نظروں سے گرادیا جائے۔

نوفلی کا بیان ہے کہ مجھ سے علی بن حسن بن علی بن عمر بن علی نے اپنے بعض مشائخ سے یہ روایت کی، اُن کا بیان ہے کہ ہارون الرشید نے اس حج سے پہلے جو حج کیا تھا اُس موقع پر علی بن اسماعیل بن جعفر بن محمد سے میری ملاقات ہوئی، اُس نے کہا تمھیں کیا ہوگیا ہے کہ بالکل گوشہ خمول میں پڑے رہتے ہو۔ وزیر مملکت سے ملنے کی تدبیر کیوں نہیں کرتے۔ اُس نے تو میرے پاس اپنا آدمی بھیجا تھا۔ میں اُس آدمی کے ساتھ گیا اور وزیر سے اپنی حاجات وضروریات بیان کیں۔

اور اِس کا سبب یہ تھا کہ یحییٰ بن خالد نے یحییٰ بن ابی مریم سے کہا کہ اولادِ ابی طالب میں سے کسی شخص کا نام بتاؤ جس کے دل میں خواہشِ دنیا ہو، تاکہ اُسے نوازا جاسکے۔ اُس نے کہا کہ اولادِ ابی طالب میں اِس قسم کا ایک آدمی میری نظر میں ہے اور وہ علی بن اسماعیل بن جعفر بن محمدؑ ہے۔ یحییٰ نے اُس کے پاس اپنا آدمی بھیج کر بُلایا اور اُس سے کہا کہ اپنے چچا (موسیٰ بن جعفرؑ) اور اُن کے شیعوں کے متعلق اور وہ مال جو اُن کے پاس لوگ بھیجتے ہیں اُس کے متعلق بھی مجھے کچھ معلومات بہم پہونچاؤ۔ اُس نے کہا، ہاں۔ میرے پاس معلومات ہیں۔ اِس کے بعد اُس نے اپنے چچا (حضرت موسیٰ بن جعفرؑ) کے متعلق کہا کہ اُن کے پاس مالِ کثیر ہے۔ چنانچہ اُنھوں نے ایک جائیداد جس کا نام بشریہ ہے تیس ہزار دینار میں خریدا۔ اور جب اُس کی قیمت، فروخت کرنیوالے کے سامنے رکھی گئی تو اُس نے کہا، یہ نقدی نہ لوں گا۔ میں تو قیمت میں یہ رقم تول کر چاہتا ہوں۔ پھر آپ نے وہ تیس ہزار دینار تول اپنے خزانے میں ڈلوا دیے، اور دوسرے تول کر اُس کو ادا کیے۔

نوفلی سے روایت ہے کہ میرے باپ کا بیان ہے کہ حضرت موسیٰ بن جعفرؑ،

علی بن اسماعیل کی برابر مالی رعایت و استعانت فرمایا کرتے اور اُن پر اس حد تک بھروسہ کرتے کہ اپنے شیعوں کو کبھی کبھی انھیں کے ہاتھ سے خط بھی لکھوایا کرتے تھے۔ مگر اس کے باوجود وہ آپ سے ناراض ہوگیا۔ اور جب ہارون الرشید عراق جانے لگا تو حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السّلام کو یہ اطلاع ملی کہ آپ کے بھائی (اسماعیل) کا بیٹا بھی خلیفۂ وقت کے ساتھ عراق جانے کا ارادہ رکھتا ہے۔ آپ نے اُس کے پاس آدمی بھیجا، اور دریافت فرمایا کہ تم خلیفۂ وقت کے ساتھ عراق کیوں جا رہے ہو؟ اُس نے کہلایا میرے ذمے بہت سا قرض ہے۔ آپ نے کہلایا کہ تمھارا قرض میں ادا کردوں گا۔ اِس کے جواب میں اُس نے کہلایا۔ اور میرے اہل و عیال کا خرچ کون دے گا؟ آپ نے کہلایا وہ بھی میرے ذمے ہے۔ مگر اس کے باوجود وہ نہیں مانا اور جانے کے لیے تیار ہوگیا۔ تو آپ نے اپنے بھائی محمد بن جعفر کے ذریعے سے اُس کے پاس تین سو دینار اور چار ہزار درہم بھیجے اور کہلایا کہ اِن کو اپنے مَصرف میں لاؤ۔ اور دیکھو! میرے بچّوں کو یتیم نہ کرو۔

(عیون الاخبار الرضا جلد ۱ صفحہ ۶۹)

نوٹ: جعفر بن محمد بن اشعث کے تشیّع کا سبب معجزاتِ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام کے ذیل میں بیان ہوچکا ہے۔

بروایتِ دیگر :۔

ابوالفرج علی بن الحسین اصفہانی کا بیان ہے کہ مجھ سے احمد بن سعید اور محمد بن حسن علوی اور ان دونوں کے علاوہ دوسرے لوگوں نے بعض واقعات بیان کیے جن کو میں نے مرتّب کیا تو معلوم ہوا کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام کے قید کا سبب یہ تھا کہ ہارون الرشید نے اپنے بیٹے کو جعفر بن محمد بن اشعث کی اتالیقی میں دیا۔ یہ دیکھ کر یحییٰ بن خالد برمکی کو حسد پیدا ہوا۔ اُس نے سوچا کہ اگر ہارون کے بعد خلافت اُس کے اس بیٹے کو ملی تو پھر حکومت ہمارے خاندان سے نکل کر جعفر بن محمد کے خاندان میں چلی جائے گی۔ اِس لیے اُس نے جعفر بن محمد بن اشعث کے خلاف سازش کی۔ جعفر بن محمد در پردہ حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السّلام کی امامت کا قائل تھا۔ چنانچہ یحییٰ بن خالد نے جعفر بن محمد سے دوستی پیدا کی۔ اکثر اس کے پاس جانے آنے لگا تاکہ اُس کے اس راز سے واقف ہوکر ہارون الرشید کو اس کی اطلاع دے۔ بلکہ اس میں کچھ اور بھی اضافہ کرکے بیان کرے اور جعفر بن محمد کی طرف سے اُس کے دل میں برائی پیدا کرے۔

اِس کے علاوہ اُس نے ایک دن اپنے ایک قابلِ بھروسہ شخص سے پوچھا کیا تم آلِ ابی طالبؑ میں سے کسی ایسے شخص کو جانتے ہو جو پریشان حال ہو اور جو کچھ میں معلوم کرنا چاہتا ہوں وہ مجھے بتا دے۔ اُس نے علی بن اسماعیل بن جعفر بن محمّد کی نشاندہی کردی۔ چنانچہ یحییٰ بن خالد نے اُس کے پاس کچھ رقم بھیجی۔ حالانکہ حضرت موسیٰ بن جعفرؑ بھی اُس کے ساتھ برابر حُسنِ سلوک کرتے رہتے تھے اور اُس سے میل جول رکھتے۔ یہاں تک کہ بعض اوقات اُس کو اپنا رازدار بھی بنا لیتے۔

یحییٰ بن خالد نے حکم جاری کیا کہ علی بن اسماعیل کو میرے پاس روانہ کیا جائے اُس وقت حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السّلام نے محسوس کیا کہ اب کیا ہونے والا ہے۔ لہٰذا آپ نے فوراً علی بن اسماعیل کو بلایا اور دریافت فرمایا۔ بھتیجے کہاں جا رہے ہو؟

اُس نے کہا بغداد: آپ نے پوچھا، وہاں کیا کام ہے؟

اُس نے کہا، میں قرضدار ہوں اور بالکل تنگدست ہوگیا ہوں۔

آپ نے فرمایا، میں تمھارا قرض ادا کردوں گا اور جو کچھ ہوسکے گا وہ بھی تمھارے ساتھ کروں گا۔ مگر علی بن اسماعیل نے اس پر کوئی توجّہ نہ دی۔ آپ نے مزید فرمایا، بھتیجے، دیکھو! اِس بات پر غور کرو کہ تم کیا ارادہ رکھتے ہو۔ تم میری اولاد کو یتیم نہ کرو، یہ تمھارے لیے بھی انتہائی خطرناک امر ثابت ہوگا۔ یہ فرما کر آپ نے اُس کو تین سو دینار اور چار ہزار درہم دینے کا حکم دیا۔

جب وہ یہ سب کچھ آپ کے سامنے سے لیکر اُٹھا تو حاضرینِ مجلس نے آپ سے کہا۔ بخدا، یہ میرا خون بہانے کی کوشش کرے گا جس میں یہ کامیاب ہو جائے گا اور میرے بچے یتیم ہو جائیں گے۔ لوگوں نے کہا، ہم آپ پر قربان، آپ اس کے متعلق یہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی یہ رقم عنایت فرما رہے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا، ہاں۔ یہ اِس لیے کہ ہمارے آباؤ اجدادِ کرام نے حضرت رسولِ مقبول صلّی اللہ و آلہٖ وسلّم سے روایت کی ہے، آپؐ نے فرمایا کہ

"رشتہ داری جب ایک طرف سے کاٹ دی جاتی ہے تو دوسری طرف سے لاکھ بار بھی جوڑنے کی کوشش کی جائے وہ جڑتی ہی نہیں۔"

الغرض علی بن اسماعیل وہاں سے نکلا اور سیدھا یحییٰ بن خالد کے پاس پہونچا۔ یحییٰ نے اُس سے حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السّلام کے متعلق معلومات حاصل کیں اور اسے ہارون رشید تک پہونچایا، اِس اضافے کے ساتھ کہ حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السّلام کے پاس ملک کے شرق و غرب سے اموال آتے ہیں اور اتنے آتے ہیں کہ ایک بیت المال میں نہیں سماتے۔ اِس لیے کئی بیت المال ان کے پاس ہیں اور اُنھوں نے تیس ہزار دینار میں ایک جائیداد خریدی ہے جس کا نام یسیرہ رکھا ہے۔ خریداری کے وقت جب قیمت

پیش کی گئی تو صاحبِ جائیداد نے کہا۔ مجھے اِن سکوں میں نہیں فلاں سکوں میں قیمت چاہیے ہے۔ تو حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے حکم دیا کہ : اِن سکوں کو واپس لیجاؤ اور جو سکّے یہ چاہتا ہے وہی سکّے بیت المال سے نکال لاؤ۔ چنانچہ اُس کے مطلوبہ سکّوں میں اُس کی قیمت ادا کی گئی۔ یحییٰ بن خالد نے یہ تمام باتیں ہارون رشید کے کان میں اس اعتماد و وثوق کے ساتھ ڈالدیں کہ ہارون رشید نے علی بن اسماعیل کو دو لاکھ درہم دیے جانے کا حکم دیا نیز کوئی جاگیر بھی اطراف و جوانب میں دینے کا حکم صادر کیا تو علی بن اسماعیل نے مشرقی ضلع کو پسند کیا۔

الغرض علی بن اسماعیل کے آدمی ادھر دو لاکھ درہم کی رقم وصول کرنے گئے اور اُدھر وہ ایک دن بیت الخلاء گیا، پیٹ میں پیچش کا مروڑ پیدا ہوا اور زور لگایا تو اُس کی ساری آنتیں باہر نکل آئیں اور وہ گر پڑا۔ لوگوں نے ہر چند کوشش کی کہ آنتیں اندر واپس چلی جائیں مگر ممکن نہ ہوا۔ وہ نزع کے عالم میں تھا کہ اُس کے آدمی وہ دو لاکھ درہم لیکر آئے۔ اُس نے کہا، اب میں اس رقم کو لیکر کیا کروں گا، میں تو مر رہا ہوں۔

ہارون الرشید نے اسی سال حج کیا۔ پہلے روضۂ رسولؐ پر پہونچا اور بولا :
یارسول اللہؐ میں نے جس کام کا ارادہ کیا ہے اُس کے متعلق میں آپؐ سے معذرت خواہ ہوں۔ میرا ارادہ ہے کہ موسیٰؑ بن جعفرؑ کو قید کر دوں، اس لیے کہ وہ آپ کی اُمت میں پھوٹ ڈالنا چاہتے ہیں اور خونریزی کرانا چاہتے ہیں۔ پھر اُس نے حکم دیا انھیں مسجدِ رسولؐ سے گرفتار کرکے اُس کے سامنے پیش کیا جائے اُس نے آپ کو قید کر لیا۔ پھر اُس نے اپنے قصر سے سواری کے دو خچّر نکالے جن پر عماری تھی، عماری پر پردہ پڑا ہوا تھا۔ ایک کے اندر حضرت موسیٰؑ بن جعفرؑ کو بٹھایا اور اُن دونوں خچّروں کے ساتھ ایک ایک دستہ فوج بھی مقرر کر دیا۔ ایک خچّر کو بصرہ روانہ کیا، دوسرے خچّر کو کوفہ روانہ کیا، تاکہ لوگوں کو پتہ نہ چلے کہ انھیں کہاں بھیجا گیا ہے۔ مگر حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام جس پر سوار تھے اُسے بصرہ روانہ کیا، اور اپنے فرستادہ کو حکم دیا کہ انھیں لیجا کر عیسیٰ بن جعفر بن منصور کے حوالے کر دے جو اُس وقت بصرہ کا حاکم تھا۔ اُس نے آپ کو اپنی قید میں سال بھر تک رکھا۔

پھر ہارون الرشید کو خط لکھا کہ ان کو مجھ سے واپس لیکر کسی اور کے حوالہ کر دو، ورنہ میں ان کو رہا کر دوں گا، اس لیے کہ میں نے بہت کوشش کی کہ اُن کو قید کرنے کا کوئی عذر اور بہانہ ہاتھ آجائے مگر یہ ممکن نہ ہوا۔ حد یہ ہے کہ جب دعا کرتے ہیں تو میں کان لگا کر سنتا ہوں کہ شاید یہ میرے لیے یا تمھارے لیے بددُعا کرتے ہوں۔ مگر ایسا نہیں ہے۔ وہ تو صرف اپنی ذات کے لیے اللہ سے رحمت و مغفرت کی دُعا کرتے ہیں۔ ہارون الرشید

نے بصرہ سے حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کو بُلا کر بغداد میں فضل بن ربیع کی قید میں دیدیا اور آپ اُس کی قید میں عرصۂ دراز تک رہے۔ ہارون الرشید نے چاہا کہ فضل بن ربیع کے ہاتھوں آپ کا کام تمام کرا دے مگر اُنھوں نے انکار کیا۔ ہارون الرشید اُس وقت مقامِ رُقہ میں تھا اُسے معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کو فضل بن ربیع نے بہت آرام کے ساتھ قید میں رکھا ہوا ہے تو اُس نے اپنے خادم مسرور کو قاصد بنا کر بھیجا اور حکم دیا کہ تم فوراً حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے پاس جاؤ اور دیکھو کہ وہ کس حال میں رکھے گئے ہیں اگر وہ خبر صحیح ہے جو مجھ تک پہونچی ہے تو یہ میرا ایک خط عباس بن محمد کو دو اور کہو کہ اس حکم کی تعمیل کرو اور یہ دوسرا خط سندی بن شاہک کو دو اور اُس سے کہو کہ وہ عباس بن محمد کے حکم کی تعمیل کرے۔

مسرور روانہ ہوا اور فضل بن یحییٰ کے گھر آکر ٹھہرا، مگر کسی کو علم نہ ہو سکا کہ یہ کیوں آیا ہے۔ پھر وہ حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے پاس گیا اور دیکھا کہ ہارون الرشید کو جو خبر ملی تھی وہ صحیح ہے۔ تو فوراً عباس بن محمد اور سندی بن شاہک کے پاس گیا اور اُن دونوں کو وہ خطوط دیے۔ اور وہاں سے نکل کر سیدھا فضل بن یحییٰ کے پاس آیا اور اس کو ڈرا دھمکا کر عباس بن محمد کے پاس لایا۔ اُس نے حکم دیا کہ کوڑا لاؤ، پھر سندی بن شاہک کی طرف متوجّہ ہوا اور کہا کہ فضل کو کھینچ لاؤ۔ اور اُس نے اُس کو سو کوڑے لگائے۔ اب فضل وہاں سے نکلا تو آتے وقت جو حال تھا وہ اب نہ تھا، بلکہ رنگ بدلا ہوا تھا۔ اب اس کی ساری نخوت ختم ہو چکی تھی۔ دائیں بائیں جو تماشائی کھڑے تھے انھیں سلام کرتا ہوا چلا گیا۔ پھر مسرور نے ان تمام واقعات کی تفصیل ہارون الرشید کو لکھ بھیجی۔ اُس نے حکم دیا کہ حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کو سندی بن شاہک کے حوالے کر دو۔ اس کے بعد ہارون الرشید نے ایک جلسہ کیا اور کہا، اے لوگو ! فضل بن یحییٰ نے میری نافرمانی کی اور میرا حکم نہ مانا۔ لہٰذا میں اُس پر لعنت کرتا ہوں تم لوگ بھی اُس پر لعنت کرو۔ بس فضل بن یحییٰ پر ہر طرف سے لعنت برسنے لگی۔ اور سارا گھر لعنت کی آوازوں سے گونج اُٹھا۔

یہ اطلاع جب یحییٰ بن خالد کو ملی تو وہ اپنی سواری پر سوار ہو کر ہارون الرشید کے پاس پہونچا اور عام دروازے سے نہیں بلکہ خاص دروازے سے داخل ہوا اور ہارون کے پیچھے جا کر کھڑا ہو گیا۔ پھر بولا۔ یا امیر المومنین ! ذرا میری طرف بھی توجہ فرمائیں۔ اُس نے مُڑ کر دیکھا تو یحییٰ نے کہا۔ فضل سے تو غلطی ہو گئی مگر جو کچھ آپ چاہتے ہیں اس کے لیے میں تیار ہوں۔ یہ سن کر ہارون خوش ہو گیا اور مجمع سے مخاطب ہو کر بولا۔ اے لوگو! فضل نے میرا ایک حکم

نہ مانا تھا اِس لیے میں نے اُس پر لعنت کی تھی، مگر اب اُس نے معافی مانگ لی اور میری اطاعت کے لیے تیار ہے اِس لیے اب اُس کو اپنا دوست سمجھو۔ سب حاضرین نے کہا یاامیرالمومنین! جس سے آپ کی دوستی ہے اُس سے ہماری بھی دوستی رہے گی اور جو آپ کا دشمن ہے اُس سے ہماری بھی دشمنی رہے گی۔

پھر یحییٰ بن خالد بذاتِ خود بغداد آیا، اُسے دیکھ کر لوگوں میں کھلبلی سی مچ گئی اور چہ میگوئیاں ہونے لگیں، لیکن اُس نے یہ ظاہر کیا کہ میں انتظامی امور کی درستی اور کارپردازانِ حکومت کی کارگذاری کا معائنہ کرنے کے لیے آیا ہوں۔ چنانچہ اُس نے اپنے معائنے کے دوران سندی بن شاہک کو بلایا اور اُسے حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کا کام تمام کرنے کا حکم دیا۔ اُس نے اِس کی تعمیل کی۔ مگر حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے اپنی وفات کے وقت سندی بن شاہک سے کہا کہ مجھے غسل دینے کے لیے میرے فلاں غلام کو بلا لینا جو عباس بن محمد کے مکان کے قریب قصابوں میں رہتا ہے۔ سندی بن شاہک نے ایسا ہی کیا۔

(نوٹ) ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ معصوم کو غسل و کفن معصوم ہی دیتا ہے غیرِ معصوم ہرگز یہ کام نہیں کر سکتا۔ اور نمازِ جنازہ بھی اسی عقیدہ میں داخل ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے عرض کیا کہ مجھے اجازت دیں کہ میں آپ کو کفن دوں۔ آپؑ نے انکار فرمایا اور کہا، ہم اہلبیت اپنی عورتوں کا مہر اور حج اور اپنے مرنے والوں کا کفن اپنے پاک و طاہر مال سے کرتے ہیں۔ اور میرے پاس میرا کفن موجود ہے۔

الغرض جب آپؑ نے انتقال فرمایا تو فقہاء اور شہر بغداد کے صاحبانِ وجاہت آپ کی میت پر آئے جن میں ہشیم بن عدی وغیرہ بھی تھے، اُنھوں نے آکر دیکھا تو جسمِ امامؑ پر کسی قسم کی چوٹ یا زخم کا نشان نہ تھا۔ اُن لوگوں نے اِس پر اپنی گواہیاں ثبت کیں۔ اس کے بعد آپ کی میت جسرِ بغداد پر لائی گئی اور اعلان ہوا کہ یہ حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی میت ہے جسے دیکھنا ہو آکر دیکھ لے۔ لوگ آتے رہے اور چہرۂ اقدس کی زیارت کرتے رہے۔

اور طالبین میں سے ایک شخص نے روایت کی ہے کہ جسرِ بغداد پر یہ اعلان کیا گیا یہ وہ موسیٰ بن جعفر علیہ السلام ہیں جن کے متعلق رافضیوں کا خیال ہے کہ وہ نہیں مریں گے۔ آکر دیکھو یہ اُن کی میت ہے۔ لوگ آکر دیکھتے رہے۔

لوگوں کا بیان ہے۔ پھر آپ کی میت وہاں سے اُٹھا کر مقابرِ قریش میں لائی گئی اور عیسیٰ بن عبداللہ نوفلی کی قبر کے پہلو میں دفن ہوئے (غیبۃ الطوسی ص ۲۲)

• ـــ ابو محمد حسن بن محمد بن یحیٰی وغیرہ نے بھی اپنے مشائخ سے اسی کے مثل روایت کی ہے۔ (الارشاد شیخ مفید ص ۳۱۹)

(۳) ـــ اعزا کی بدسلوکی

موسیٰ بن قاسم بجلی نے علی بن جعفر سے روایت کی ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ محمد بن اسماعیل بن جعفر صادقؑ میرے پاس آیا اور اُس نے بیان کیا کہ جب محمد بن جعفر دربار ہارون الرشید میں پہونچا تو اُس نے خلیفۃ المسلمین کہکر سلام کیا اور کہا، میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایک سرزمین پر دو خلیفہ کیوں کر رہ سکتے ہیں۔ میں نے اپنے چچا موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کو دیکھا کہ اُن کو بھی لوگ خلیفۃ اللہ کہکر سلام کرتے ہیں۔ اور جن لوگوں نے حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی شکایت ہارون الرشید سے کی، اُن میں یعقوب بن داؤد بھی تھا جو زیدیہ عقیدہ رکھتا تھا۔ (عیون اخبار الرضا جلد ا ص ۷۲)

(۴) ـــ حالاتِ اسیری

احمد بن عبداللہ قروی نے اپنے باپ سے روایت کی ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں فضل بن ربیع کے پاس گیا وہ اپنے مکان کی چھت پر بیٹھا ہوا تھا۔ اُس نے مجھ سے کہا۔ میرے قریب آؤ، میں اُس کے قریب پہونچا تو، بولا کہ گھر کے اندر اُس حصے میں ذرا جھانک کر دیکھنا؛ میں نے جھانک کر دیکھا ؛ اُس پوچھا، کیا دیکھا؟ میں نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی کپڑا پڑا ہوا ہے ؛ اُس نے کہا، غور سے دیکھو! اب جو میں نے غور سے دیکھا تو یقین ہو گیا کہ یہ کپڑا نہیں ہے بلکہ کوئی شخص سجدہ میں پڑا ہوا ہے؛ اُس نے کہا، پہچانتے ہو یہ کون ہیں؟ میں نے کہا نہیں؛ اُس نے کہا، یہ تمھارے مولا ہیں ؛ میں نے تعجب سے کہا میرے مولا کون؟ اُس نے کہا، اچھا تجاہلِ عارفانہ سے کام لے رہے ہو؟ میں نے کہا نہیں، بلکہ میں واقعی نہیں جانتا کہ کون مولا؟

اُس نے کہا، یہ، ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام ہیں۔ میں نے صبح سے شام تک جب بھی ان کو دیکھا، اسی حال میں پایا۔ یہ صبح کی نماز کے بعد کچھ تعقیبات پڑھتے ہیں تا اینکہ سورج طلوع ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد جو سجدے میں جاتے ہیں تو صرف ایک ہی سجدے میں زوال کا وقت آجاتا ہے۔ اس کام کے لیے ایک شخص مقرر ہے جو آپ کو زوال کا وقت بتا دیتا ہے اور جیسے ہی وہ غلام کہتا ہے کہ زوال کا وقت ہو گیا ہے تو آپ اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور اُسی

دوسے وضو نمازِ ظہر ادا کرتے ہیں اس بات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ سجدے میں تھے سوئے ہوئے نہیں تھے اور پھر اُسی وضو سے نمازِ عصر بجالاتے ہیں اِس کے بعد پھر سجدے میں جاتے ہیں تو آفتاب غروب ہوجاتا ہے۔ اور غروبِ آفتاب کے بعد سجدے سے سر اُٹھاتے ہیں۔ تو پھر اُسی وضو سے مغرب کی نماز پڑھتے ہیں اور تعقیبات میں مصروف رہتے ہیں تا اینکہ نمازِ عشاء کا وقت داخل ہوجاتا ہے اور نمازِ عشاء پڑھ کر جو کچھ بھی غذا ان کو دی جاتی ہے اُس سے افطار کرتے ہیں۔ اس کے بعد تجدیدِ وضو کرتے ہیں اور پھر سجدے میں جاتے ہیں اور سجدے سر اٹھاتے ہیں تو ذرا سی دیر کے لیے سو جاتے ہیں۔ اِس کے بعد پھر اُٹھ کر تجدیدِ وضو کرتے ہیں اور کھڑے ہوکر رات بھر نمازیں پڑھتے ہیں یہاں تک کہ صبح ہوجاتی ہے اور غلام اُن کو آگاہ کرتا ہے کہ اب نمازِ صبح (فجر) کا وقت شروع ہوگیا ہے تو فوراً اُٹھ کر نمازِ صبح بجالاتے ہیں بعد اس کے تعقیباتِ نمازِ صبح پڑھتے ہیں۔ یہ ہے ان کے روزانہ کا معمول۔ جب سے یہ میری نگرانی میں دیے گئے ہیں یہی طریقہ ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے کہا، دیکھو! فضل، اللہ سے ڈرو، ان کے معاملہ میں کوئی ایسا قدم نہ اُٹھانا جو تمہارے ہی زوال کا سبب بن جائے۔ اِن کو کوئی تکلیف تمہاری طرف سے نہ پہونچ جائے۔ تمھیں تو خود بھی معلوم ہے کہ جب بھی کسی نے کسی پر ظلم کیا، وہ تباہ و برباد ہوا! فضل نے کہا، میرے پاس تو کئی مرتبہ فرستادہ آیا ہے کہ موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کو کسی بھی صورت سے قتل کردو۔ مگر میں نے اسے منظور ہی نہیں کیا اور کہلا بھیجا کہ چاہے آپ مجھے قتل کردیں لیکن میں اِنھیں قتل نہیں کرسکتا۔

جب فضل ان کے قتل پر آمادہ نہیں ہوا تو مجبوراً حضرت موسیٰ بن جعفرؑ کو فضل بن یحییٰ برمکی کے پاس منتقل کردیا گیا۔ آپ مدت تک اُس کی قید میں رہے اور فضل بن ربیع ہر شب کو آپ کے لیے کھانا بھیجا کرتا تھا اور منع کردیا تھا کہ اِس کھانے کے علاوہ کوئی دوسرا آپ کو نہ دیا جائے۔ لہٰذا آپ وہی کھانا تناول فرماتے۔ تین شب و روز تو یہی صورت رہی مگر چوتھے دن، رات کے وقت آپ کے سامنے وہ کھانا پیش کیا گیا جو فضل بن یحییٰ برمکی نے بھیجا تھا۔ راوی کا بیان ہے کہ اُس کھانے کو دیکھ کر آپ نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند فرمائے اور عرض کیا، پروردگارا! بیشک تو آگاہ ہے کہ اگر میں نے یہ کھانا آج سے پہلے کھایا ہوتا تو ہلاک ہوچکا ہوتا۔ یہ کہہ کر آپ نے اُس میں سے کچھ کھایا اور کھاتے ہی بیمار پڑ گئے، دوسرے دن آپ کے پاس ایک طبیب بھیجا گیا تاکہ جاکر آپ کی بیماری کے بارے میں دریافت کرے۔ طبیب نے آکر دریافتِ حال کیا؟ آپ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ جب بار بار یہی سوال

کیا، تو آپ نے اپنا ہاتھ بڑھا کر اپنی ہتھیلی دکھائی اور کہا، دیکھو! یہ ہے میری بیماری۔ اُس وقت آپ کی ہتھیلی سبز رنگ کی ہوچکی تھی جو اِس امر کی دلیل تھی کہ آپ کو زہر دیا گیا ہے۔ اب لوگ وہاں جمع ہوگئے تو طبیب نے ان لوگوں کی طرف رُخ کرکے کہا، خدا خوب جانتا ہے کہ تم لوگوں نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔ اِس کے بعد آپ کا انتقال ہوگیا۔

(امالی شیخ صدوقؒ ص ۱۴۶)

۵ سندی بن شاہک کی حالت

حسن بن محمد بن بشار سے روایت ہے کہ اہلِ قطیعۃ الربیع میں سے ایک بزرگ جو عامہ میں سے تھے اور مقبول القول تھے، نے مجھ سے بیان کیا کہ میں اہلبیت رسولؐ میں سے ایک ایسی ہستی کی زیارت سے شرفیاب ہوا کہ جس کے فضل و شرف کا بالعموم لوگوں کو اقرار ہے اور یہ حقیقت بھی ہے کہ فضیلت و شرف میں ایسا کوئی اور شخص میری نظر سے کبھی نہیں گذرا! میں پوچھا، وہ کون؟ اور آپ نے اُسے کیسے دیکھا؟ اُنھوں نے جواب دیا۔ سندی بن شاہک نے ہم میں سے اسّی ایسے اشخاص کو جمع کیا جو صاحبِ وجاہت اور نیک شہرت کے مالک تھے۔ پھر ہمیں قید خانے کے اندر" حضرت موسیٰ بن جعفرؑ کے پاس لے گیا اور بولا۔ آپ لوگ خود اپنی آنکھ سے ان کو دیکھ لیں اور بتائیں، کیا ان کو کوئی نقصان پہونچا ہے؟ لوگ سمجھتے ہیں کہ ان کو اذیت دی جارہی ہے۔ دیکھیے، یہ ان کے رہنے کی جگہ ہے یہ ان کا بستر ہے، یہ کس قدر کھلا اور کشادہ ہے۔ امیر المومنین نے تو کبھی ان سے بدسلوکی کا ارادہ بھی نہیں کیا، بلکہ وہ تو ان کا انتظار کرتے رہتے ہیں کہ ان سے تبادلۂ خیال کریں۔ اب آپ لوگ خود دیکھ رہے ہیں کہ یہ بالکل صحیح اور تندرست ہیں، انھیں ہر طرح کی آسانیاں فراہم ہیں اور یقین نہ آئے تو ان سے بھی دریافت کرسکتے ہیں۔

راوی کا بیان ہے کہ ادھر ہم لوگ کبھی اُن کو دیکھتے اور کبھی اُن کے فضل و شرف اور علوِ مرتبت پر نگاہ کرتے۔ اتنے میں حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: کہ جہاں تک آسانیوں کا تذکرہ کیا گیا ہے تو وہ ایک حد تک ٹھیک ہے مگر اے لوگو! میں تمھیں بتادوں کہ مجھے نو کھجوروں میں زہر دیا گیا ہے، اب کل تک میرا جسم بالکل سبز ہوجائے اور کل کے بعد میرا انتقال ہوجائے گا۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے سندی بن شاہک کو دیکھا کہ وہ لرز رہا ہے اور کھجور کی شاخ کی طرح کانپ رہا ہے۔ حسن (راوی) کا بیان ہے۔ جن بزرگ نے مجھ سے یہ واقعہ

بیان کیا ان کا عامۃ الناس میں اچھے لوگوں میں شمار ہوتا تھا۔ راست گو اور مقبول القول تھے اور سب لوگ ان کو بہت زیادہ قابلِ وثوق سمجھتے تھے۔

(عیون الاخبار الرضا جلد ۱ ص ۹۲۔ امالی شیخ صدوق ص ۱۴۹)

⊙ — یقطینی نے بھی حسن بن محمد بن بشار سے یہی روایت نقل کی ہے۔

(قرب الاسناد ص ۱۹۲)

⊙ — علی بن ابراہیم نے بھی یقطینی سے اسی کے مثل روایت کی ہے۔

(غیبۃ شیخ طوسیؒ ص ۲۶)

⑥ ــــ دُعائے حفظ و امان

فضل بن ربیع کے دربان نے فضل بن ربیع سے روایت نقل کی ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ میں ایک شب اپنے بستر پر اپنی ایک کنیز کے ساتھ آرام کر رہا تھا کہ اتنے میں کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ نصف شب کا وقت تھا، میں چونک پڑا۔ کنیز نے کہا، کچھ نہیں ہے شاید ہوا کی وجہ سے دروازہ میں کھٹکھٹ کی آواز پیدا ہوئی ہوگی۔ مگر ذرا ہی دیر گذری تھی کہ میں نے دیکھا کہ میرے کمرے کا دروازہ کھلا اور مسرور کبیر اندر آیا اور بغیر سلام کیے بولا۔ کہ: تم کو امیر المومنین نے بلایا ہے۔

یہ دیکھ کر میں خوفزدہ سا ہو گیا اور خیال کیا، یہ مسرور ہے جو بلا اذن اور اجازت کے میرے کمرے میں داخل ہوا ہے۔ اس نے مجھے سلام بھی نہیں کیا۔ اس کا مطلب تو سوائے قتل کے اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ یہ خیال آتے ہی میرے ہاتھ پاؤں پھول گئے اور اتنی بھی ہمّت نہ ہوئی کہ میں اُس سے توقف کرنے اور غسل کرنے کو کہہ دوں۔ کنیز نے جب مجھے اس قدر پریشان و حیران دیکھا تو ہمّت بندھائی اور کہا، اللہ پر بھروسہ کرو اور جاؤ۔ ڈرنے کی کیا بات ہے۔ اب میں اُٹھا، اپنا لباس تبدیل کیا اور مسرور کے ساتھ روانہ ہوا۔ امیر المومنین کے محل میں پہونچا۔ دیکھا وہ اپنے بستر پر ہیں۔ میں نے سلام کیا، اُنھوں نے جوابِ سلام دیا مگر مارے خوف کے میں لڑکھڑا کر گر پڑا۔ امیر المومنین نے کہا۔ کیا تم پر میرا خوف طاری ہے؟ میں نے کہا، جی ہاں یا امیر المومنین۔ یہ سن کر انھوں نے تھوڑی تک مجھ سے کوئی بات نہ کی اور مجھے وہیں ٹہلنے کی اجازت دی تاکہ میں اپنے حواس درست کروں۔ تھوڑی کے بعد ذرا میری جان میں جان آئی۔ اس کے بعد مجھ سے کہا۔ ابھی جاؤ اور موسیٰ بن جعفرؑ کو قیدخانے سے نکالو اور انھیں تیس ہزار درہم، پانچ خلعتیں اور تین سواریاں دو اور اُن سے کہدو انھیں اختیار ہے خواہ وہ

یہاں میرے پاس رہیں یا جہاں چاہیں چلے جائیں۔

میں نے کہا، یا امیر المومنین! کیا حقیقۃً آپ موسیٰ بن جعفرؑ کی رہائی کا حکم دے رہے ہیں؟ رشید نے کہا، ہاں: میں نے پھر کہا کیا حقیقۃً؟ اُس نے کہا، ہاں ہاں۔ میں نے ایک پھر تصدیق چاہی: اِس مرتبہ رشید نے غصہ سے کہا، ارے تیرا بُرا ہو، کہہ تو دیا کہ ہاں۔ کیا تو چاہتا ہے کہ میں اپنے عہد کو توڑ دوں؟ میں نے کہا، یا امیر المومنین! عہد کیسا؟ اُس نے کہا۔ بات یہ ہے کہ میں اپنے بستر پر آرام کر رہا تھا کہ یک بیک ایک حبشی کہ اُس سے بڑا اور قوی ہیکل حبشی میں نے آج تک نہیں دیکھا، مجھ پر جھپٹ پڑا اور سینہ پر سوار ہو گیا اور میری گردن دبانے لگا اور بولا، اے ظالم! تو نے حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السّلام کو قید کر رکھا ہے؟ میں نے کہا، میں ابھی ابھی اُن کو رہا کیے دیتا ہوں، انھیں عطیہ اور خلعت بھی دوں گا، تو مجھے تو چھوڑ دے۔ اِس پر اُس نے مجھ سے اللہ کی قسم لی اور عہد و میثاق بھی لیا۔ تب وہ میرے سینہ سے اُترا۔ اور اُس وقت میرا یہ عالم تھا گویا میری جان اب نکلی اور جب نکلی۔

فضل بن ربیع کا بیان ہے یہ رہائی کا حکم لیکر میں قید خانے میں حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السّلام کے پاس آیا۔ دیکھا کہ آپ نماز میں مصروف تھے۔ میں نے کچھ انتظار کیا۔ جب آپ نے نماز تمام کی تو میں نے اُنھیں امیر المومنین کا سلام پہونچایا اور رہائی کے حکم سے آگاہ کیا اور عطیات وغیرہ بھی آپ کی خدمت میں پیش کیے۔ آپ نے فرمایا، یہ سب چھوڑو! اِن کے علاوہ جو حکم تم کو ملا ہو اُس کی تعمیل کرو۔ میں نے عرض کیا، نہیں۔ آپ کے جد، رسولِ مقبولؐ کی قسم بس یہی حکم ہے۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ آپ نے فرمایا، مجھے نہ تو اُس کی سواری کی ضرورت، نہ خلعت کی حاجت اور نہ رقم کی۔ اِس لیے کہ اِس میں ساری اُمت کے حقوق مخلوط ہیں! میں نے کہا، خدا کا واسطہ آپ یہ سب لے لیں ورنہ وہ غصہ ہوگا۔ آپ نے فرمایا، مجھے یہ سب قبول ہی نہیں ہے اب جو تمھارا دل چاہے کرو۔ میں مجبور ہو گیا اور پھر آپ کو اِس قید سے رہائی دی۔

اِس کے بعد عرض کیا۔ فرزندِ رسولؐ! ایک ایسے ظالم شخص سے آپ کو یہ مراعات کیسے حاصل ہو گئیں۔؟ میں نے آپ کو رہائی کی خوشخبری سُنائی ہے۔ اور اللہ نے میرے ہاتھوں آپ کو قید سے رہائی دلائی ہے تو اتنا تو میرا بھی حق ہے کہ اِس کا سبب معلوم کروں۔ آپ نے فرمایا۔ سنو! چہارشنبہ کی شب

میں نے نبیؐ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آنحضرتؐ نے مجھ سے فرمایا "اے موسیٰؑ تم کو ظلم کی بناء پر قید کیا گیا ہے؟ میں نے عرض کیا، جی ہاں، یارسول اللہ مجھے سراسر ظلم کے ساتھ قید کیا گیا ہے۔ یہ بات آنحضرتؐ نے مجھ سے تین مرتبہ دریافت فرمائی اور پھر قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔" وَاِنْ اَدْرِیْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ۔ (سورۃ الانبیاء آیت ۱۱۱)

اور فرمایا "اچھا کل صبح تم روزہ رکھو، پھر جمعرات اور جمعہ کو بھی روزہ رکھنا۔ جمعہ کے روز افطار کا وقت آئے تو بارہ رکعت نماز پڑھو۔ ہر رکعت میں ایک مرتبہ سورۃ الحمد اور بارہ مرتبہ سورۃ قل ھو اللہ احد پڑھو، جب چار رکعات پڑھ چکو تو سجدے میں جاؤ اور یہ پڑھو

يَا سَابِقَ الْفَوْتِ يَا سَامِعَ كُلِّ صَوْتٍ يَا مُحْيِيَ الْعِظَامِ وَهِيَ رَمِيْمٌ بَعْدَ الْمَوْتِ اَسْئَلُكَ بِاِسْمِكَ الْعَظِيْمِ الْاَعْظَمِ اَنْ تُصَلِّيَ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ وَعَلٰى اَهْلِ بَيْتِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ وَاَنْ تُعَجِّلَ لِيَ الْفَرَجَ مِمَّا اَنَا فِيْهِ ۔

حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ میں نے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے بموجب یہ نماز پڑھی تھی۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۱ ص ۹۳)

⑦ ـــ قید سے رہائی

عبید اللہ بن صالح سے بھی مندرجہ بالا روایت مذکور ہے مگر اس میں صرف اتنا فرق ہے کہ فضل کا بیان ہے کہ میں ڈرتا ہوا ہارون الرشید کے پاس پہونچا، تو اُس نے کہا کہ اے فضل! موسیٰ بن جعفرؑ کو رہا کر کے اُنھیں اسّی ہزار درہم اور پانچ پوشاک اور پانچ سواریاں دے دو۔ (الاختصاص ص ۵۹)

⑧ ـــ دُعائے امان از شرِ دشمناں

عبد اللہ بن فضل نے اپنے باپ فضل بن ربیع سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں ہارون الرشید کا حاجب تھا۔ ایک دن وہ غصّے میں بھرا ہوا، ہاتھ میں تلوار چمکاتا ہوا میرے پاس آیا، اور بولا "اے فضل سنو! میں قرابتِ رسولؐ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر تم میرے ابنِ عم کو گرفتار کر کے نہ

لائے تو میں اِسی تلوار سے تمھاری آنکھیں نکال لوں گا۔

میں نے پوچھا، کس کو گرفتار کر کے لاؤں؟ کہا، اُس مردِ حجازی کو۔

میں نے پوچھا، کس مردِ حجازی کو؟ کہا، موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسینؑ، بن علیؑ بن ابی طالبؑ علیہم السّلام کو

فضل کا بیان ہے کہ پہلے تو میں حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السّلام کو گرفتار کر کے رشید کے پاس لانے میں اللہ سے ڈرا، مگر فوراً ہی ہارون الرشید کی سزا مجھ پر غالب آگئی اور میں نے کہدیا کہ اچھا، میں حکم کی تعمیل کروں گا۔ اُس نے کہا، پھر چند کوڑے مارنے والوں اور جلّادوں کو بھی لاؤ۔ میں پہلے کوڑے مارنے والوں اور جلّادوں کو لایا۔ اِس کے بعد حضرت ابو ابراہیم موسیٰ بن جعفر علیہ السّلام کے گھر کی طرف روانہ ہوا۔ اور ایک کھجور کے پتّوں اور شاخوں کی بنی ہوئی نہایت بوسیدہ جھونپڑی پر پہونچا۔ دیکھا کہ سامنے ایک حبشی غلام کھڑا ہوا ہے۔ میں نے اُس سے کہا، جا کر اپنے مالک سے ملنے کی اجازت لاؤ۔ اللہ تمھارا بھلا کرے! اُس نے کہا، اندر چلے جاؤ، یہاں نہ کوئی حاجب ہے اور نہ دربان میں اندر داخل ہوا تو دیکھا کہ کثرتِ سجود سے آپ کی پیشانیٔ مبارک اور ناک کے سرے پر جو گھٹّے پڑے ہوئے ہیں اُن کو ایک غلام قینچی سے کاٹ رہا ہے! میں نے کہا۔ فرزندِ رسولؐ آپ پر میرا سلام ہو۔ ہارون الرشید نے آپ کو بلایا ہے!

آپ نے فرمایا، ہارون الرشید کو مجھ سے کیا مطلب۔ کیا وہ اپنی ہر طرح کی نعمت وعیش وعشرت میں غرق رہنے کے باوجود مجھے نہیں چھوڑے گا؟ اس کے بعد آپ جلدی سے یہ کہتے ہوئے اُٹھے کہ سنو! اگر میں نے اپنے جد حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث نہ سُنی ہوتی کہ اپنی جان کی حفاظت کے لیے بادشاہ کی اطاعت واجب ہے تو میں ہرگز نہ چلتا۔

میں نے عرض کیا، اے ابو ابراہیم! اللہ آپ کا بھلا کرے۔ آپ سزا کے لیے تیار ہو کر چلیں! آپ نے فرمایا۔ کیا میرے ساتھ وہ ذات نہیں ہے جو دنیا وآخرت دونوں کا مالک ہے۔؟ سنو! آج وہ انشاء اللہ مجھ کو کوئی گزند نہیں پہونچا سکے گا۔

فضل بن ربیع کا بیان ہے کہ۔ پھر میں نے دیکھا کہ آپ نے اپنے ہاتھ کو اپنے سر کے اطراف تین بار گردش دیا۔ اِس کے بعد میں اندر، ہارون رشید کے پاس اجازت لینے کے لیے گیا اور دیکھا کہ وہ ایک زنِ پسر مردہ کی طرح بیقرار و بے چین ہے۔ جب مجھے دیکھا تو بولا، اے فضل! میں نے کہا۔ لبیک۔ کہا کیا تم میرے ابنِ عم کو لائے؟ میں نے کہا، جی ہاں

بولا، اُن کو تنگ تو نہیں کیا؟ میں نے کہا، نہیں، کیا اُن سے یہ تو نہیں بتایا کہ میں اُن پر ناراض ہوں۔ اِس لیے کہ میں نے اپنی مرضی کے خلاف اپنے نفس کو قابو میں کر لیا ہے۔ خیر اب انھیں اندر آنے کی اجازت دے دو۔ میں ان کو جا کر بُلا لایا۔

جب ہارون رشید نے حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کو آتے ہوئے دیکھا تو فوراً جھپٹ کر آگے بڑھا، گلے لگا اور بولا۔ مرحبا، اے میرے بھائی، میرے ابن عم اور میرے مال و دولت کے وارث! پھر آپ کو اپنے پہلو میں بٹھایا اور بولا۔

کیا بات ہے کہ آپ نے ایک عرصے سے مجھ سے ملنا جُلنا ترک کر دیا ہے؟

آپ نے فرمایا کہ اب آپ کا ملک بہت وسیع ہو چکا ہے اور آپ اپنے کام کاج میں مصروف رہتے ہیں اِس لیے میں آپ سے بہت کم ملتا ہوں۔

ہارون الرشید نے حکم دیا کہ وہ قیمتی صندوقچہ لایا جائے۔ صندوقچہ لایا گیا تو اُس نے اپنے ہاتھ سے بند کیا۔ پھر حکم دیا کہ آپ کو ایک خلعت اور دیناروں کی دو تھیلیاں بھی دی جائیں۔ حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کا ارشادِ گرامی ہے کہ خدا کی قسم اگر میری نظر میں یہ نہ ہوتا کہ آلِ ابوطالبؑ میں سے غیر شادی شدہ لوگوں کی شادی کر دی جائے تاکہ نسل منقطع نہ ہو تو میں ہرگز اسے قبول نہ کرتا۔ پھر آپ اُس کے پاس سے الحمد للہ رب العالمین کہتے ہوئے واپس ہوئے

آپ کی واپسی کے بعد فضل نے ہارون الرشید سے کہا، یا امیر المومنین آپ کا ارادہ تھا کہ اُن کو سزا دیں گے مگر آپ نے اس کے بجائے انھیں خلعت و انعام سے نوازا۔ آخر کیا بات ہو گئی؟

اُس نے کہا، اے فضل سنو! جب تم ان کو لینے کے لیے گئے تو میں نے دیکھا کہ میرے قصر کو کچھ لوگوں نے گھیر رکھا ہے اُن کے ہاتھوں میں نیزے ہیں اور انھوں نے اپنے نیزوں کی انیوں کو قصر کی بنیادوں میں گاڑ رکھا ہے اور کہہ رہے ہیں کہ اگر تو نے فرزندِ رسول کو ذرا بھی اذیت پہونچائی تو ہم اِس تیرے قصر کو زمین میں دھنسا دیں گے۔ اور اگر اُن کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آیا تو اسے سلامت چھوڑ کر واپس چلے جائیں گے۔

فضل بن ربیع کا بیان ہے کہ یہ سُن کر میں حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے پیچھے گیا اور آپ سے دریافت کیا کہ آپ نے کون سی دُعا پڑھی تھی کہ رشید کے غیظ و غضب سے بچ گئے؟

آپ نے فرمایا، کہ میں نے اپنے جد حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی دُعا پڑھی تھی۔ آپ اُس دعا کو پڑھ کر جب بھی کسی لشکر کے مدِ مقابل ہوتے تو اُسے شکست دیتے تھے

میں نے عرض کیا، وہ کون سی دُعا ہے؟ آپ نے فرمایا وہ دُعا یہ ہے:

اللھم بك اساور وبك احاول وبك احاور وبك اصول بك انتصر وبك اموت وبك احیا اسلمت نفسی الیك و فوضت امری الیك ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اللھم انك خلقتنی ورزقتنی وسترتنی و عن العباد بلطف ما خولتنی اغنیتنی، واذا ھویت رددتنی واذا عثرت قومتنی واذا مرضت شفیتنی واذا دعوت اجبتنی یا سیدی ارض عنی فقد ارضیتنی۔

(عیون الاخبار الرضا جلد ۱ ص ۴۷)

⑨ دیگر

علی بن یقطین سے روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ:

حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے پاس آپ کے اہلبیت میں سے کچھ لوگ موجود تھے کہ کسی نے آکر یہ اطلاع دی کہ آپ کے متعلق موسیٰ بن مہدی کے بُرے ارادے ہیں۔ تو آپ نے ان لوگوں سے فرمایا۔ بتاؤ، تمھارا کیا مشورہ ہے؟ اُنھوں نے کہا ہماری رائے تو یہ ہے کہ آپ یہاں سے کہیں اور چلے جائیں اور روپوش ہو جائیں۔ بغیر ایسا کیے آپ اُس کے شر سے محفوظ نہیں رہ سکتے۔

یہ سُن کر آپ نے تبسم فرمایا، پھر آپ نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیے اور یہ دُعا پڑھی:

از دعائے جوشن صغیر

اللھم کم من عدو شحذ لی ظبۃ مدیتہ و ارھف لی شباحدہ وداف لی قواتل سمومہ ولم تنم عنی عین حراستہ فلما رایت ضعفی عن احتمال الفوادح وعجزی عن ملمات الجوائح صرفت عنی ذلك بحولك وقوتك لا بحولی وقوتی فالقیتہ فی الحفیر الذی احتفرہ لی خائبا مما املہ فی دنیاہ متباعدا مما رجاہ فی آخرتہ فلك الحمد علی

ذلك قدر استحقاقك يا سيدی اللّٰهم فخذه
بعزتك وافلل حده عنی بقدرتك واجعل له
شغلا فيما يليه وعجزا عمن يناويه ۔ اللّٰهم
واعدنی عليه عدوی حاضرة تكون من غيظی
شفاءً او من حقی عليه وفاءً وصل اللّٰهم دعائی
بالاجابة وانظم شكايتی بالتغير وعرفه عما
قليل ما وعدت الظالمين وعرفنی ما وعدت
فی اجابة المضطرين انك ذوالفضل والمن
الكريم

راوی کا بیان ہے کہ اس دعاء کے پڑھنے کے بعد سب لوگ متفرق ہوگئے اور پھر جب موسیٰ بن مہدی کی موت کی اطلاع کا خط آپ کے پاس آیا تو لوگ اُس خط کے پڑھنے کے لیے جمع ہوئے۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۱ ص۷۹)

⊙ —— حسین بن علی بن یقطین سے اسی کے مثل روایت موجود ہے۔
(امالی طوسیؒ ص۲۶۸)

⊙ —— ابن متوکل نے علی سے اور انھوں نے اپنے باپ سے یہی روایت نقل کی ہے۔
(امالی صدوقؒ ص۳۰۷)

⑩ —— دُعائے خلاصی از دشمن

ماجیلویہ نے علی سے اور اُنھوں نے اپنے باپ سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے اپنے اصحاب میں سے ایک شخص کو کہتے ہوئے سُنا کہ جب ہارون رشید نے حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السّلام کو قید میں ڈالا اور رات تاریک ہوگئی تو آپ کو یہ خطرہ محسوس ہوا کہ ہارون مجھے قتل کردے گا لہٰذا آپ نے تجدیدِ وضو فرمایا اور قبلہ رو ہوکر چار رکعت نماز پڑھی پھر یہ دعاء کی۔

یا سیدی نجنی من حبس هارون وخلصنی من يده يا مخلص الشجر من بين رمل وطين وماء ويا مخلص اللبن من بين فرث ودم يا مخلص الولد من بين مشيمه ورحم ويا مخلص النار من بين الحديد والحجر ويا مخلص من بين الاحشاء والامعاء خلصنی من يدی هارون

راوی کا بیان ہے کہ ادھر حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السّلام نے یہ دعاء

پڑھی اور اُدھر ہارون الرشید کے خواب میں ایک حبشی شمشیر بکف اس کے سرہانے آکر کھڑا ہوگیا اور بولا اے ہارون! حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السّلام کو قید سے رہا کر، ورنہ میں ابھی تیرے سر پر یہ تلوار مارتا ہوں۔ یہ خواب دیکھ کر ہارون بہت ڈرا، فوراً حاجب کو بلایا، وہ آیا تو حکم دیا کہ ابھی ابھی قید خانے جاؤ اور موسیٰ بن جعفر علیہ السّلام کو رہا کردو۔ اور میرے پاس لے آؤ۔

راوی کا بیان ہے کہ حاجب فوراً گیا قید خانے کا دروازہ کھٹکھٹایا، قید خانے کے داروغہ نے پوچھا کون ہے؟ حاجب نے کہا کہ خلیفۂ وقت نے حضرت موسیٰ بن جعفرؑ کو بُلایا ہے انھیں قید خانے سے رہا کرو۔ زندان بان نے وہیں سے آواز دی کہ اے موسیٰ بن جعفرؑ! آؤ خلیفۂ وقت نے تم کو طلب کیا ہے۔ زندان بان کی آواز نے حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السّلام پر قدرے ہراس پیدا کردیا کہ اتنی رات گئے مجھے بلانے کا کیا مقصد ہے۔

بہر حال آپ اُس کے پاس پہونچے تو دیکھا کہ وہ خود ہی کانپ رہا ہے۔ آپ نے ہارون کو سلام کیا۔ اُس نے جواب سلام دیا اور بولا۔ اے موسیٰ بن جعفرؑ! تمھیں خدا کا واسطہ، یہ بتاؤ کہ تم نے آج شب کوئی دعاء تو نہیں پڑھی تھی؟ آپ نے فرمایا، ہاں میں نے ایک دعاء پڑھی تھی۔ پوچھا، کیا دعاء پڑھی تھی؟ فرمایا، میں نے تجدیدِ وضو کے بعد چار رکعت نماز پڑھی پھر آسمان کی طرف رُخ کرکے یہ دعاء پڑھی تھی۔ پھر آپ نے مذکورہ دعاء پڑھکر سنائی۔ ہارون نے کہا، تمھاری دعاء اللہ نے قبول فرمالی۔ اے حاجب ان کو رہا کردو۔ اس کے بعد خلعتیں منگوا کر تین خلعتیں دیں، اپنی سواری کا گھوڑا دیا، اپنا مصاحب بنالیا۔ پھر کہا، اچھا اپنی دعاء کے وہ فقرات تو بتاؤ۔ آپ نے پھر وہ فقرات بتائے۔ اس کے بعد اُس نے آپ کی رہائی کا حکم دیا اور حاجب سے کہا، انھیں لے جاکر گھر تک پہونچا آؤ۔ اس کے بعد کچھ دنوں تک آپ ہارون کے پاس بڑی عزت و احترام کے ساتھ رہے۔ چنانچہ ہر پنجشنبہ کو آپ ہارون کے پاس جایا کرتے۔ یہانتک کہ ہارون نے دوبارہ آپ کی اسیری کا حکم دیا، اور سندی بن شاہک کی نگرانی میں دے دیا، اور اُس نے آپ کو زہر سے شہید کردیا۔

(عیون الاخبار الرضا جلد ۱ ص۹۳، امالی صدوق ص۳۰۷، امالی طوسی ص۲۶۹)

کتاب مناقب جلد ۲ ص۴۲۲ میں بھی مرسلہ یہ روایت مرقوم ہے۔ اس کے بعد یہ بھی تحریر ہے کہ بنا بر روایت فضل بن ربیع ہارون الرشید نے اس سے کہا کہ قید خانے جاؤ اور موسیٰ بن جعفرؑ کو رہا کردو اور انھیں تیس ہزار درہم، پانچ خلعتیں اور تین عدد سواری بھی دے دو۔ اور اُن سے کہدو کہ انھیں اختیار ہے خواہ ہمارے ساتھ یہاں قیام

کریں خواہ جس شہر اور جس ملک میں چاہیں چلے جائیں۔ مگر جب آپ کے سامنے خلعتیں پیش کی گئیں تو آپ نے ان کے لینے سے انکار کیا۔ اور قبول نہیں فرمائیں۔ (مناقب ابن شہر آشوب)

(۱۱) قید خانے میں عبادت کا حال

عبداللہ بن بحر شیبانی سے روایت ہے
اُس کا بیان ہے کہ مجھ سے خرزی ابوالعباس نے کوفہ میں بیان کیا کہ مجھ سے ثوبانی نے کہا کہ حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام مسلسل دس سال سے کچھ زیادہ روزانہ طلوعِ آفتاب سے زوال تک ایک سجدے میں گذارتے تھے۔

راوی کا بیان ہے کہ ہارون الرشید اکثر اپنے محلسرا کی اُس چھت پر چڑھ جایا کرتا تھا جس سے وہ قید خانہ نظر آتا جس میں حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام قید کیے گئے تھے اور جب بھی قید خانے کی طرف دیکھتا، تو حضرت کو حالتِ سجدہ میں پاتا تھا۔ ایک دن اُس نے فضل بن ربیع سے کہا۔ یہ کپڑا کیسا ہے جسے میں روزانہ اس مقام پر پڑا ہوا دیکھتا ہوں؟ اُس نے جواب دیا، یا امیرالمومنین! وہ کوئی کپڑا نہیں ہے بلکہ حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفر روزانہ طلوعِ آفتاب سے وقتِ زوال تک سجدے میں یہاں رہتے ہیں۔ ابنِ ربیع کا بیان ہے، کہ مجھ سے ہارون الرشید نے کہا، اچھا تو یہ بنی ہاشم کے راہبوں میں سے ہیں! میں نے کہا، مگر یہ آپ کا کیا بگاڑ سکتے ہیں انھیں تو آپ نے قید خانے میں بند کر رکھا ہے؟ ہارون نے کہا، افسوس، مگر مجھے ان کی فکر کرنی ہے۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۱ ص ۹۵)

(۱۲) روضۂ رسولؐ سے گرفتاری

علی بن محمد بن سلیمان نوفلی سے روایت ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ میرے والد نے مجھے بتایا کہ ہارون رشید نے جب حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کو قید کیا تو اُس وقت آپ روضۂ رسولؐ میں سرہالینِ قبرِ مطہر کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔ حد یہ ہے کہ آپ کو نماز بھی تمام نہ کرنے دی بلکہ اسی حالت میں گرفتار کر لیا اور پکڑ کر لے گئے۔ آپ روتے جاتے اور فرماتے جاتے تھے کہ یا رسولؐ اللہ! میں آپ ہی سے اس کی شکایت کرتا ہوں جو سلوک میرے ساتھ ہو رہا ہے۔ لوگ ہر طرف کھڑے ہوئے آپ کی مظلومیت و بیکسی کو دیکھ کر زار و قطار رو رہے تھے۔ اور جب آپ کو لے جا کر ہارون کے سامنے پیش کیا گیا تو اُس جفاکار نے آپ پر بہت سب و شتم کیا۔

پھر جب کافی رات گذر گئی تو حکم دیا کہ دو محملیں تیار کی جائیں۔ ایک محمل میں حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کو اس طرح بٹھایا کہ کسی کو پتہ نہ چلا، اور اُس محمل کو حسان سردی کے حوالے کیا اور کہا کہ اسے بصرہ لیجاؤ اور امیرِ بصرہ عیسیٰ بن جعفر بن ابی جعفر کے حوالے کر دو۔ پھر دوسری محمل کو دن کے وقت بالاعلان کوفہ کی طرف روانہ کیا، تاکہ لوگوں کو حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کا صحیح پتہ نہ چل سکے۔

حسان سردی یوم ترویہ سے ایک دن پہلے بصرہ پہونچا اور دن کے وقت بالاعلان آپؑ کو عیسیٰ بن جعفر بن ابی جعفر کے حوالے کر دیا، تو لوگوں نے حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کو پہچان لیا اور یہ خبر مشہور ہو گئی۔ عیسیٰ نے آپؑ کو قید خانہ کی ایک کوٹھری (حجرہ) میں، جس کے اندر عموماً قیدی بند کیے جاتے تھے، بند کر کے اس پر قفل لگا دیا۔ اور آپؑ کو عید کی خوشی و مسرت و عبادت سے بھی باز رکھا۔ اُس حجرے کا دروازہ صرف دو حالتوں میں کھولا جاتا تھا۔ ایک طہارت کے لیے اور دوسرے کھانا دینے کے لیے۔

راوی کا بیان ہے کہ میرے والد نے مجھ سے بتایا کہ فیض بن ابی صالح جو پہلے نصرانی تھا پھر بظاہر مسلمان ہوا مگر درحقیقت ملحد اور زندیق تھا اور میرے مخصوصین میں سے تھا اور عیسیٰ بن جعفر کا کاتب تھا۔ اُس نے مجھ سے بیان کیا کہ اے ابوعبداللہ! اس مردِ صالح (حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام) نے اِن ہی قید کے ایام میں اور اسی گھر میں جسکے اندر وہ قید کیے گئے تھے، طرح طرح کے فواحش اور منکرات سُنے مگر مجھے پورا پورا علم و یقین ہے کہ آپ نے اس کی جانب کوئی توجہ ہی نہ کی۔ میرے والد نے بتایا کہ اسی زمانہ میں علی بن یعقوب بن عون بن عباس بن ربیعہ نے احمد بن اسید حاجب عیسیٰ کے ذریعہ سے خط بھیج کر عیسیٰ بن جعفر بن ابی جعفر سے میری شکایت کی۔ یہ علی بن یعقوب مشائخ بنی ہاشم میں سے تھا اور ان میں سب سے زیادہ مُسن تھا لیکن شرابی تھا اور احمد بن اسید کو اپنے گھر بُلاتا، وہاں محفل جماتا، گانے والے اور گانے والیاں آتیں، محض اِس لالچ میں کہ احمد بن اسید خوش ہو کر عیسیٰ بن جعفر بن ابی جعفر سے میری سفارش کرے گا، اِس لیے وہ اُس کا حاجب ہے۔ اور اپنے اس خط میں اُس نے یہ لکھا تھا کہ آپ سے ملاقات کی اجازت دینے میں عزت و احترام و اکرام میں ہم لوگوں پر محمد بن سلیمان کو مقدم کیا جاتا ہے۔ حالانکہ ہم میں محمد بن سلیمان سے بھی زیادہ بزرگ اور سن رسیدہ لوگ موجود ہیں۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی خصوصی توجہ کی طالب ہے کہ وہ حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی اتباع و اطاعت کرتا ہے جو اس وقت آپؑ کی

قید میں ہیں۔

میرے والد نے بتایا کہ ایک دن دوپہر کو میں ذرا قیلولہ (آرام) کر رہا تھا کہ میرے دروازے کی کُنڈی (زنجیر) کو جنبش ہوئی۔ میں نے دل میں کہا، یہ کیا بات ہے۔ اس وقت کون آیا ہے۔ کہ اتنے میں میرے غلام نے آکر کہا کہ قعنب بن یحییٰ دروازہ پر ہیں اور کہتے ہیں کہ انھیں آپ سے ابھی ابھی ملنا بہت ضروری ہے! میں نے کہا، کوئی خاص ہی کام ہوگا، جو اس دوپہر میں آئے ہیں، انھیں اندر بلا لو۔ قعنب اندر آئے تو اُنھوں نے کہا کہ مجھ سے فیض بن ابی صالح (کاتب) نے یہ قصہ اور اس شکایتی خط کے متعلق بتایا ہے اور کہا ہے کہ اب تم جاکر اس بندۂ خدا سے نہ کہدینا، ورنہ وہ خوف زدہ ہوگا۔ اس لیے کہ امیر کے اوپر اس خط کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ چنانچہ میں نے امیر سے اس خط کے پہونچنے کے بعد دریافت کیا کہ آپ کے دل میں اس خط کی وجہ سے محمد بن سلیمان کی طرف سے کچھ شک و شبہ پیدا ہو گیا ہو تو بتائیں میں ابھی اس کو بلاؤں اور وہ حلف اُٹھا کر کہے کہ بات جھوٹ ہے۔ تو امیر نے جواب دیا، نہیں نہیں اُس بیچارے کو اس کی اطلاع نہ دینا، ورنہ اُس کو اس کا بڑا دُکھ ہوگا۔ میں جانتا ہوں کہ اس کے ابنِ عم نے بنا بر حسد اس پر یہ الزام لگایا ہے۔ میں نے کہا اے امیر! آپ خوب واقف ہیں کہ میں نے جن لوگوں کو آپ سے تخلیہ میں ملاقات کی اجازت دی ہے کیا ان میں سے کوئی ایک بھی ایسا ہے کہ جس پر آپ کبھی غضبناک ہوئے ہیں؟ اُس نے کہا، خدا کی پناہ، نہیں کبھی ایسا نہیں ہوا۔ میں نے کہا، تو پھر اگر محمد بن سلیمان ایسا ہوتا کہ اُس کا مذہب لوگوں کے مذہب کے خلاف ہوتا تو میں (اس کو آپ سے ملنے کی اجازت کیوں دیتا بلکہ) یہ چاہتا کہ آپ اس پر عتاب فرمائیں! اُس نے کہا، ہاں وہ ایسا نہیں ہے میں اُس سے بخوبی واقف ہوں۔

میرے والد کا بیان ہے کہ یہ پورا واقعہ سن کر میں نے اُسی دوپہر میں اپنی سواری منگوائی اور فیض کے پاس روانہ ہوا۔ میرے ساتھ قعنب بھی تھا۔ اُس کے گھر پہونچ کر میں نے ملاقات کی اجازت چاہی، اُس نے اندر ہی سے کہلا بھیجا کہ، میں اِس وقت ایک ایسی جگہ بیٹھا ہوں کہ جہاں تمھارا آنا تمھاری شان کے خلاف ہے۔ (اس لیے کہ وہ اُس وقت مجلسِ شراب میں بیٹھا ہوا تھا۔) میں دوبارہ کہلا بھیجا کہ مجھے اِس وقت تم سے ملنا انتہائی ضروری ہے۔ لہٰذا وہ ایک باریک قمیص اور گلابی ازار پہنے ہوئے نکلا؛ میں نے اُس سے جو خبر مجھے ملی تھی، وہ بیان کردی۔ یہ سب کچھ سُن کر اُس نے قعنب سے کہا، تیرا ناس جائے (تیرا بُرا ہو) کیا میں نے تجھ سے یہ نہیں کہا تھا کہ یہ ابوعبداللہ کو نہ بتانا ورنہ وہ پریشان ہوگا۔ اس کے بعد مجھ سے کہا پریشان

نہ ہو، امیر کے دل پر اس شکایت کا کوئی اثر نہیں۔

راوی کا بیان ہے کہ اِس کے بعد چند ہی دن گذرے تھے کہ حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام گرفتار کر کے بغداد لائے گئے اور قید کر دیے گئے۔ پھر انھیں رہا کیا گیا۔ مگر پھر دوبارہ قید کر کے سندی بن شاہک کے حوالے کر دیے گئے۔ اُس نے آپ کو اپنی قید میں رکھا اور سخت اذیتیں پہونچائیں۔ پھر ہارون رشید نے رُطب میں زہر پیوست کر کے اُس کے پاس بھیج دیا اور حکم دیا کہ یہ رُطب موسیٰ بن جعفر کو جبراً کھلایا جائے۔ اُس نے ایسا ہی کیا۔ اور حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام اُسی زہر سے شہید ہوئے۔

(عیون الاخبار الرضا جلد ۱ ص۸۵)

(۱۴) تجہیز و تکفین

عمر بن واقد سے روایت ہے اُس کا بیان ہے کہ جب ہارون رشید پر حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے فضائل و کرامات کا انکشاف ہوا اور اُسے اطلاع ملی کہ شیعہ اُن کی امامت کے قائل ہیں اور دن رات آپ کے پاس اُن کی آمد و رفت رہتی ہے تو اُس کو اپنے اور اپنی سلطنت کے متعلق خطرہ محسوس ہوا۔ لہٰذا اُس نے آپ کو زہر سے شہید کر دینے کا ارادہ کر لیا۔ اور کچھ رُطب (تازہ کھجوریں) منگوائے اُن میں سے چند دانے خود کھائے، پھر ایک طبق منگوا کر بیس عدد رُطب لیکر اُن میں دھاگے کے ذریعے سے زہر پیوست کیا، اور جب خوب اچھی طرح زہر پیوست ہو جانے کا اطمینان نہ ہوا تو دوبارہ دھاگے کے ذریعے سے پیوست کیا۔ اور اپنے خادم کو حکم دیا کہ یہ طبق لے جاؤ اور حضرت موسیٰ بن جعفرؑ سے کہنا کہ امیر المومنین نے خود اس میں سے کچھ رُطب تناول کیے ہیں اور بقیہ آپ کے لیے بھیجے ہیں اور قسم دی ہے کہ آپ یہ سارے رُطب نوش فرمائیں اِس لیے کہ یہ سب امیر المومنین نے از خود چن چن کر آپ کے لیے روانہ کیے ہیں۔ آپ ان سب کو تنہا کھائیں کسی دوسرے کو نہ کھلائیں۔

خادم وہ رُطب لیکر آیا اور امیر المومنین کا پیغام پہونچایا۔ آپ نے اُس خادم سے کہا، ایک خلال لاؤ، اُس نے خلال لا کر دیا۔ اور آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ آپ نے وہ رُطب کھانے شروع کیے۔ وہیں قریب میں ہارون رشید کی ایک انتہائی پسندیدہ کُتیا بھی موجود تھی، جو سونے اور جواہرات کی زنجیر سے بندھی ہوئی تھی اُس نے خود کو کھینچا اور زنجیر توڑ کر حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے سامنے آکر کھڑی ہو گئی۔ آپ نے فوراً وہ خلال زہر آلودہ رُطب میں پیوست کر کے نکالا اور اُس کُتیا کی طرف پھینک دیا۔ اُس نے اُس خلال کو کھایا اور فوراً

زمین پر لوٹنے اور چلّانے لگی اور تھوڑی دیر میں اُس کے جسم کا سارا گوشت ہڈّیوں کو چھوڑنے لگا اور ٹکڑے ٹکڑے ہوکر گرنے لگا۔ ادھر آپ نے وہ بقیہ رطب بھی نوش فرمالیے اور وہ خادم خالی طبق رشید کے پاس واپس لے گیا۔

ہارون رشید نے خادم سے پوچھا کیا اُنھوں نے سارے رُطب کھالیے؟

اُس نے کہا، یاامیرالمومنین! جی ہاں، اُنھوں نے سب کھالیے۔

ہارون رشید نے پوچھا، اب اُن کا کیا حال ہے؟

اُس نے کہا، یاامیرالمومنین! میں نے تو اُن میں کوئی فرق نہیں پایا۔

پھر ہارون رشید کو اُس کی کُتیا کی خبر ملی کہ اُس کا جسم پاش پاش ہوگیا اور وہ ختم ہوگئی۔ تو اُس کو اُس کا بڑا دُکھ ہوا، اور فوراً آکر دیکھا کہ وہ زہر کے اثر سے پاش پاش ہوچکی ہے اُس نے خادم کو بُلایا، اپنی تلوار منگائی اور بولا کہ سچ سچ بتا، رُطب کیا ہوئے ورنہ میں تجھے قتل کردوں گا۔

اُس نے کہا، یاامیرالمومنین! میں نے وہ رُطب لیجاکر حضرت موسٰی بن جعفرؑ کو دیدیے تھے اور آپ کا پیغام بھی پہونچا دیا تھا۔ چنانچہ جب میں وہ رُطب اُن کے پاس لیکر پہونچا تو اُنھوں نے مجھ سے ایک خلال (تنکا) منگایا، میں نے لاکر اُن کو دیا، تو حضرت نے اُس خلال کے ذریعے سے ایک ایک رُطب اُٹھاکر کھانا شروع کیا، اتنے میں آپ کی کُتیا اپنی زنجیر توڑ کر اُن کے سامنے آکر کھڑی ہوگئی۔ حضرت نے وہ خلال ایک رُطب میں پیوست کرکے اُس کی طرف پھینکدی، اُس نے فوراً ہی اُس خلال کو کھالیا۔ اور باقی ماندہ رُطب حضرت نے ہی تناول فرمالیے تھے۔ یاامیرالمومنین! اِس کے بعد جو کچھ بھی ہوا وہ آپ کے سامنے ہے۔

ہارون رشید نے کہا، افسوس، میں نے موسٰیؑ بن جعفرؑ کو بہترین رُطب بھی کھلا دیے، اپنے زہر کو بھی ضائع کیا اور اپنی کُتیا سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا۔ اِس کے باوجود بھی اُن سے چھٹکارا نہ مل سکا۔

راوی کا بیان ہے کہ حضرت امام موسٰی بن جعفر علیہ السّلام نے اپنی وفات سے تین دن پہلے اپنے زندان بان مسیّب کو بُلایا اور فرمایا، اے مسیّب! اُس نے کہا، لبّیک اے میرے آقا۔ فرمایا، سنو! میں آج شب اپنے جدّ بزرگوار کے شہر مدینہ جاؤں گا، تاکہ میں یہ عہدۂ امامت جو مجھے اپنے پدرِ عالی قدر سے ملا ہے۔ وہ اپنے فرزند علیؑ کے سپرد کردوں، اُنھیں اپنا وصی اور جانشین بنادوں اور اپنے اُمور اور اَسرارِ امامت اُن کے سپرد کردوں۔

مسیّب کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا، مولا و آقا! کیا آپ مجھے تمام قفل

جو دروازوں پر پڑے ہیں کھولنے کا حکم دیتے ہیں جبکہ ہر دروازے پر پہرے دار بھی موجود ہیں؟

آپ نے فرمایا، اے مسیّب! تم کو اللہ پر اور ہم اہلبیتِ رسولؐ پر بہت کم یقین ہے ورنہ یہ بات ہرگز نہ کہتے۔

میں نے عرض کیا، نہیں اے آقا، ایسا تو نہیں ہے۔

آپ نے فرمایا، اچھا چھوڑو اس کو۔

میں نے عرض کیا، آپ میرے لیے دُعاء فرمائیں کہ اللہ مجھے ثابت قدم رکھے آپ نے دُعاء فرمائی کہ پروردگارا! تو مسیّب کو ثابت قدم رکھ۔ اس کے بعد فرمایا، اب میں اللہ تعالٰے سے اُس کے اسمِ اعظم کے واسطے سے دُعاء کر رہا ہوں کہ جس کے واسطے سے جناب آصف بن برخیا نے دُعاء کی تھی اور چشم زدن میں تختِ بلقیس حضرت سلیمان کے سامنے موجود ہوگیا تھا، کہ وہ مجھے مدینہ پہونچادے اور مجھے میرے فرزند علیؑ سے ملادے۔

مسیّب کا بیان ہے کہ پھر میں نے سُنا کہ آپ نے دُعاء پڑھی اور اچانک اپنے مصلّے سے غائب ہوگئے، اور میں وہیں کھڑا کا کھڑا رہ گیا، مگر تھوڑی دیر میں دیکھا کہ آپ واپس تشریف لائے اور زنجیریں دوبارہ اپنے پاؤں میں ڈال لیں۔ یہ دیکھ کر میں نے اللہ کے شکر میں اپنی پیشانی زمین پر رکھدی کہ اُس نے مجھے اپنے امام کی مزید معرفت کی نعمت سے سرفراز فرمایا۔

اس کے بعد حضرت امام موسٰی بن جعفرؑ علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا، اے مسیّب! اب سر اُٹھاؤ اور سُنو کہ میں آج سے تیسرے دن اللہ عزّ وجلّ کی طرف رحلت کرجاؤنگا۔ مسیّب کہتا ہے کہ یہ سُن کر میں رونے لگا۔ آپ نے فرمایا، اے مسیّب! نہ روؤ، میرے بعد میرا فرزند علیؑ تمہارا امام اور مولا ہے۔ تم اُن کی ولایت سے متمسک رہوگے تو کبھی گمراہ نہ ہوگے میں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔

مسیّب کا بیان ہے کہ پھر میرے مولا نے تیسرے دن شب کے وقت مجھے بلایا اور فرمایا، میں تمھیں بتاچکا ہوں کہ میں اللہ کی طرف کوچ کرنے والا ہوں۔ اب مجھے پانی پیش کیا جائے گا اس کے پیتے ہی تم دیکھوگے میرا پیٹ پھول جائے گا، میرے جسم کا رنگ زرد ہو جائے گا، پھر سُرخ ہوجائے گا، پھر سبز ہوجائے گا۔ اُس وقت تم میری وفات کی خبر اُس ظالم کو دیدینا جب یہ حادثہ پیش آئے تو اس کی خبر میری وفات سے پہلے کسی کو نہ دینا۔

مسیّب بن زہیر کا بیان ہے کہ اب میں آپ کے ارشاد کے بموجب انتظار

کرتا رہا کہ اتنے میں آپ نے پانی طلب کیا اور پانی پینے کے بعد مجھے بلایا اور فرمایا: اے مسیّب سنو! اس نجس ترین شخص سندی بن شاہک کا یہ خیال ہوگا کہ وہ مجھے غسل وغیرہ دیگا اور دفن کرے گا۔ مگر افسوس کہ وہ تا ابد ایسا نہ کرسکے گا۔ پھر مجھے قریش کے مشہور قبرستان میں لے جایا جائے گا۔ تم لوگ میری قبر بنانا، مگر اسے چار انگل سے زیادہ بلند نہ کرنا۔ اور تبرک کے طور پر میری قبر کی مٹی نہ لینا۔ اس لیے کہ یہ حرام ہے سوائے میرے جد حسینؑ بن علیؑ کی قبر کی مٹی کے اس لیے کہ اللہ نے اس کو ہمارے شیعوں اور ہمارے دوستوں کے لیے خاکِ شفا قرار دیا ہے۔

مسیّب کا بیان ہے کہ پھر میں نے دیکھا کہ ایک شخص جو حضرت موسیٰ بن جعفرؑ سے بالکل مشابہ تھا آپ کے پہلو میں آکر بیٹھ گیا، یہ ہمارے امام و آقا حضرت علی الرضا علیہ السّلام تھے جو ابھی کم سن تھے اِس لیے میں نے اُن سے کچھ پوچھنا چاہا تو حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السّلام نے پکار کر فرمایا کہ اے مسیّب! کیا میں نے تم کو منع نہیں کیا تھا کہ بالکل خاموش رہنا۔ اِس کے بعد میں بالکل خاموش رہا۔ یہاں تک کہ حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السّلام رحلت فرما گئے اور امام علی الرّضا علیہ السّلام بھی نظروں سے غائب ہوگئے۔

پھر میں نے آپ کی وفات کی خبر ہارون رشید کو پہونچائی تو سندی بن شاہک فوراً آ پہونچا اور خدا کی قسم میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا کہ وہ لوگ اپنے خیال میں آپ کو غسل دے رہے ہیں مگر اُن لوگوں کا ہاتھ آپ تک نہیں پہونچ رہا تھا۔ وہ اپنے خیال میں آپ کو حنوط دیتے اور کفن پہناتے تھے مگر درحقیقت اُن کے ہاتھ آپ تک نہیں پہونچ رہے تھے۔ اور میں یہ بھی دیکھ رہا تھا کہ وہی شخص (امام علی الرضاؑ) ہی آپ کی تجہیز و تکفین وغیرہ کر رہے تھے میرے علاوہ کسی اور کو آپ کے بارے میں کچھ علم بھی نہ تھا اور نہ وہ لوگ آپ کو پہچانتے تھے۔

جب وہ شخص ان تمام امور سے فارغ ہوچکا تو اب میری طرف متوجہ ہوا اور بولا۔ اے مسیّب تم کب تک شک میں مبتلا رہوگے۔ میرے متعلق شک نہ کرو میں تمہارا امام اور مولا اور اپنے پدرِ بزرگوار کے بعد تم پر خدا کی حجت ہوں۔ اے مسیّب! میری مثال اِس وقت بالکل حضرت یوسفؑ جیسی ہے اور اِن لوگوں کی مثال بالکل برادرانِ یوسفؑ جیسی ہے کہ برادرانِ حضرت یوسفؑ، جب حضرت یوسفؑ کے پاس پہونچے تو انھوں نے اپنے بھائیوں کو پہچان لیا، مگر وہ حضرت یوسفؑ کو نہ پہچان سکے۔

بہرحال۔ پھر آپ کی میت اُٹھائی گئی اور مقابرِ قریش میں لیجا کر دفن کی گئی

مگر اُس وقت قبر چار انگشت سے اونچی نہیں بنائی گئی تھی لیکن بعد میں لوگوں نے اسے اونچا کیا اور اُس پر روضہ تعمیر کیا۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۱ صفحہ ۱)

(۱۴) آپ کی موت کے شاہد

عمر بن واقد سے روایت ہے

اُس کا بیان ہے کہ جس زمانے میں میرا قیام بغداد میں تھا ایک شب سندی بن شاہک نے میرے پاس آدمی بھیجا کہ فوراً حاضرِ خدمت ہو۔ یہ سُن کر میں بہت ڈرا کہ اِس وقت اُس کا بُلانا یقیناً کسی بُری نیت سے ہے اِس لیے میں نے اپنے اہل و عیال کو ضروری اُمور کے متعلق وصیت کردی اور اِنّا للہ و اِنّا الیہ راجعون کہہ کر اٹھا اپنی سواری پر بیٹھا اور روانہ ہوا۔

سندی بن شاہک نے جب مجھے آتے ہوئے دیکھا تو بولا:

اے ابو حفص! شاید اِس وقت تم آتے ہوئے ڈر رہے تھے؟

میں نے کہا، جی ہاں۔

اُس نے کہا، ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ سب خیریت ہے۔

میں نے کہا، تو براہِ کرم میرے گھر والوں کو مطلع فرمادیں کہ پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے میں خیریت سے ہوں۔

اُس نے کہا، اچھا، اور پھر بولا تمہیں معلوم ہے کہ میں نے اِس وقت تمہیں کیوں بُلایا ہے؟ میں نے کہا، نہیں۔ مجھے معلوم نہیں ہے۔

اُس نے کہا، کیا تم موسیٰ بن جعفرؑ کو پہچانتے ہو؟

میں نے کہا، ہاں ہاں۔ بخدا، میں اُن کو یقیناً پہچانتا ہوں، ایک عرصے تک میرا اور اُن کا ساتھ رہا ہے۔

اُس نے کہا، اچھا بغداد میں اور کون کون سے لوگ ہیں جو اُن سے واقف ہیں۔؟ اور ان کی بات عوام الناس میں قابلِ اعتبار ہے؟

میں نے چند آدمیوں کے نام لیے اور دل میں کہا، معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السّلام نے وفات پائی، غرض اُس نے آدمی بھیج کر اُن تمام لوگوں کو بلالیا اور اُن سے دریافت کیا۔ کیا تم لوگ چند ایسے آدمیوں کو جانتے ہو جو موسیٰ بن جعفرؑ کو پہچانتے ہوں؟ اُن لوگوں نے بھی کچھ آدمیوں کے نام بتائے اور وہ بھی بُلائے گئے۔ اور اب ہم سب

کی تعداد پچاس سے کچھ زائد ہو چکی تھی۔

اِس کے بعد سندی بن شاہک اُٹھ کر اندر چلا گیا، اور اُس کا منشی اور کاتب ایک بڑا سا کاغذ لیے ہوئے اندر سے برآمد ہوا۔ اُس نے ہمارے نام اور پتہ وغیرہ، تحریر کیا اور واپس اندر سندی کے پاس چلا گیا۔ اِس کے بعد سندی خود باہر آیا اور میرے کاندھے پر ہاتھ مار کر بولا، اُٹھو! اے ابو حفص! میں اُٹھ کھڑا ہوا اور میرے ساتھ میرے تمام ساتھی بھی اُٹھ کھڑے ہوئے اور اندر داخل ہوئے۔ سندی نے مجھ سے کہا، اے ابو حفص! موسیٰ بن جعفرؑ کے چہرے سے چادر ہٹاؤ!

میں نے چادر ہٹائی تو دیکھا کہ وہ انتقال فرما چکے ہیں۔ یہ دیکھ کر میں رونے لگا اور کہا، اِنّا لِلّٰہ واِنّا الیہ راجعون! پھر سندی نے تمام لوگوں سے کہا، انھیں تم سب اچھی طرح دیکھ لو۔ لہٰذا سب نے ایک ایک کر کے اُن کو دیکھا۔ اِس کے بعد سندی نے کہا، کیا تم سب گواہی دیتے ہو کہ یہ موسیٰ بن جعفرؑ ہی ہیں، کوئی دوسرا نہیں ہے؟

ہم سب نے یہ یک زبان ہو کر اقرار کیا۔ کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ یہ موسیٰ بن جعفرؑ ہی ہیں! سندی نے اپنے غلام سے کہا، اے غلام! اب موسیٰ بن جعفرؑ کی میّت کی شرمگاہ پر کپڑا ڈال کر پورے جسم کو کھول دو! غلام نے ایسا ہی کیا! سندی نے کہا دیکھو! ان کے جسم پر کسی چیز کا اثر نظر آتا ہے یا نہیں؟ ہم سب نے کہا، نہیں کسی چیز کا کوئی اثر نہیں ہے بس یہ ہے کہ وہ مر گئے ہیں۔

سندی بن شاہک نے کہا، اچھا، تم سب لوگ بغیر ان کو غسل و کفن اور دفن کیے یہاں سے نہ جانا۔ چنانچہ ہم رُکے رہے اور ان کو غسل دیا، کفن پہنایا، جنازہ اُٹھایا اور سندی بن شاہک نے نمازِ جنازہ پڑھی۔ بعدہٗ ہم نے اُن کو دفن کیا اور پھر واپس ہوئے۔

اِسی بناء پر عمر بن واقد کہا کرتا تھا کہ حضرت موسیٰ بن جعفرؑ علیہ السّلام کے متعلق مجھ سے زیادہ کوئی نہیں جانتا۔ لوگ اُن کی حیات کا دعویٰ کیسے کرتے ہیں، میں نے تو خود اُن کو دفن کیا ہے۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۱ ص۹۷)

روایتِ دیگر :-

(۱۵) ——— محمد بن صدقہ عنبری کا بیان ہے کہ جب حضرت ابو ابراہیم موسیٰ بن جعفرؑ علیہ السّلام نے وفات پائی تو ہارون رشید نے بزرگانِ آلِ ابی طالبؑ اور بزرگانِ بنی عباس نیز اپنی سلطنت کے حکام و اُمراء کو جمع کیا اور حضرت موسیٰ بن جعفرؑ علیہ السّلام کی میت ان کے سامنے رکھی اور کہا کہ آپ لوگ دیکھ لیں یہ موسیٰ بن جعفرؑ کی میت ہے۔ یہ اپنی ہی موت سے

مرے ہیں۔ میں نے ان کے ساتھ کوئی ایسی حرکت نہیں کی ہے جس کی مجھے اللہ سے معافی مانگنے کی ضرورت ہو یعنی یہ کہ میں نے انھیں قتل نہیں کیا ہے۔ آپ لوگ اچھی طرح دیکھ لیں۔ یہ سُن کر حضرت موسیٰ بن جعفرؑ علیہ السّلام کے شیعوں میں سے ستر آدمی اُٹھے اور میت کو دیکھا۔ تو اُن کے جسم پر نہ کوئی زخم کا نشان تھا نہ گلا گھونٹنے کے آثار تھے۔ پاؤں پر مہندی کے نشان تھے اس کے بعد سلیمان بن ابی جعفر نے آپ کی میت حاصل کی، تجہیز و تکفین کی اور جنازے کے ساتھ ساتھ رہے۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۱ ص۱۰۵)

روایتِ دیگر :-

(۱۶) ——— یونس بن عبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ حسین بن علی رواسی حضرت ابو ابراہیم موسیٰ بن جعفرؑ علیہ السّلام کے جنازے میں شریک تھا۔ وہ کہتا ہے کہ جب آپ کا جنازہ قبر کے کنارے رکھا گیا تو سندی بن شاہک کا ایک فرستادہ اس کے نائب ابو المضا کے پاس آیا جو جنازہ کے ساتھ ساتھ تھا، اور یہ حکم پہونچایا کہ حضرت ابو ابراہیم موسیٰ بن جعفرؑ علیہ السّلام کو دفن کرنے سے پہلے ان کا چہرہ کھول کر لوگوں کو دکھا دو تاکہ وہ صحیح طور پر انھیں دیکھ لیں اور بعد میں کوئی بات نہ پیدا کر دیں۔ راوی کا بیان ہے کہ اُس نے میرے مولا کے چہرے سے کفن ہٹایا میں نے آپؑ کی زیارت کی اور اچھی طرح پہچان لیا، پھر اُس نے چہرے پر کفن ڈال دیا۔ اس کے بعد آپ کو قبر میں اُتارا گیا۔ (غیبۃ الطوسی ص۲۰)

روایتِ دیگر :-

(۱۷) ——— یقطینی کا بیان ہے کہ حسین بن علی بن یقطین کی اُمّ ولد رُحیم نامی عورت نے جو ایک فاضلہ خاتون تھی اور اس نے بیس سے زیادہ حج کیے تھے۔ اُس نے مجھے بتایا۔ کہ حضرت موسیٰ بن جعفرؑ علیہ السّلام کے غلام سعید نے جو قید خانے میں آپ کی خدمت پر مامور تھا اور آپ کے کاموں کے لیے آپ کے پاس آتا جاتا رہتا تھا، اُس کا بیان ہے کہ میں آپ کی وفات کے وقت موجود تھا جیسے سب لوگ وفات پاتے ہیں اسی طرح آپ نے بھی وفات پائی۔ آپ کی قوت گھٹتی گئی ضعف آیا اور وفات پا گئے۔ (غیبۃ الطوسی ص۲۱)

(۱۸) ——— وفات کے متعلق اختلاف

محمد بن غیاث مہلبی سے روایت ہے

اُس کا بیان ہے کہ جب ہارون رشید نے حضرت ابو ابراہیم موسیٰ بن جعفرؑ علیہ السّلام کو قید کیا اور قید خانہ میں آپ سے اپنی امامت کے دلائل و معجزات ظاہر ہونے لگے تو ہارون رشید

بہت پریشان ہوا، اور یحییٰ بن خالد برمکی کو بلا کر کہا: اے ابو علی کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہم ان کے معجزات و عجائبات سے کس پریشانی میں ہیں، کیا کوئی ایسی تدبیر ہے کہ اس شخص سے ہمارا چھٹکارہ ہو اور پریشانی سے نجات ملے ؟

یحییٰ بن خالد نے جواب دیا، یا امیر المومنین میری رائے تو یہ ہے کہ (بجائے سختی کے) ان پر جود و بخشش کیجیے ان کے ساتھ صلۂ رحم سے کام لیجیے اس لیے کہ (ان کے معجزات کو دیکھ کر) خود ہمارے ماننے والوں کے دل بھی ہم سے پھر گئے ہیں۔ (یہ رائے اس نے اس لیے دی کہ) یحییٰ بن خالد درحقیقت حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کا دوستدار تھا مگر ہارون رشید کو اس کا علم نہ تھا۔

ہارون رشید نے کہا، اچھا، تو پھر قید خانے میں ان کے پاس جاؤ، ان کی ہتھکڑیاں اور بیڑیاں اتار دو اور ان سے میرا سلام کہو اور یہ کہہ دو کہ تمہارے ابن عم نے یہ قسم کھائی ہے کہ جب تک تم اپنی پچھلی غلطیوں کا اقرار کر کے مجھ سے معافی نہ مانگو گے وہ تمہیں ہرگز نہ چھوڑیں گے۔ اور میرے سامنے اپنی غلطیوں کا اقرار کر لینے اور مجھ سے معافی مانگ لینے میں تمھاری کوئی ذلت و منقصت بھی نہیں، اور یحییٰ بن خالد میرا باوثوق وزیر و امیر ہے۔ اس سے میری قسم اتارنے کا معاوضہ جو چاہے لے لو اور پھر صحیح سلامت اپنے گھر واپس جاؤ۔

محمد بن غیاث کا بیان ہے کہ مجھے موسیٰ بن یحییٰ بن خالد نے بتایا کہ حضرت ابو ابراہیم موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے یہ سن کر یحییٰ بن خالد کو جواب دیا۔ اے ابو علی سنو! میں تو اب مرنے والا ہوں میری زندگی کا صرف ایک ہفتہ باقی ہے مگر ابھی یہ بات کسی سے نہ کہنا اور آئندہ جمعہ کے دن وقت زوال میرے پاس آنا، تم اور میرے دوستدار بہ نیت فرادیٰ میری نماز جنازہ پڑھیں اور دیکھنا! جب یہ ظالم و سرکش رقہ کی طرف جائے اور وہاں سے عراق واپس ہو تو احتیاط کرنا، نہ وہ تم کو دیکھے اور نہ تم اس کو دیکھو، اس لیے کہ میں نے تمھارے، تمھاری اولاد اور اس ظالم کے ستارے کو دیکھا ہے۔ وہ تم لوگوں کے مخالف ہوگا۔ اس لیے اس سے بچنے کی کوشش کرنا۔ اس کے بعد فرمایا۔ اے ابو علی! اس ظالم کو میری طرف سے یہ پیغام پہونچا دینا کہ موسیٰ بن جعفر نے یہ کہا ہے کہ آئندہ جمعہ کے دن میرا پیغام رساں تم تک پہونچے گا اور وہ جو کچھ دیکھے گا، تم کو بتائے گا۔ اور کل بروز قیامت جب ظالم و مظلوم اللہ کی بارگاہ میں پیش ہوں گے تو اس وقت تم کو پتہ چلے گا۔ والسلام۔

اس گفتگو کے بعد یحییٰ آپ کے پاس سے نکلا، اس کی آنکھیں روتے روتے سرخ ہو گئی تھیں۔ وہ ہارون کے پاس پہونچا، سارا قصہ کہہ سنایا۔ ہارون نے کہا یہی خیریت

ہوئی کہ انھوں نے دعوئ نبوت نہیں کیا۔ بالآخر جمعہ کے دن حضرت ابو ابراہیم موسیٰ بن جعفر نے انتقال فرمایا اور ہارون آپ کی وفات سے پہلے ہی مدائن چلا گیا۔ وفات کی خبر سنتے ہی لوگ پہونچے آپ کو دفن کیا اور واپس ہوئے۔ اس کے بعد لوگ دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے ایک گروہ کہتا تھا کہ حضرت ابو ابراہیم موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے رحلت فرمائی، اور دوسرا گروہ کہتا تھا کہ وہ ہرگز نہیں مرے بلکہ زندہ ہیں۔ (غیبتہ الطوسی ص۲۱)

(۱۹) —— تدفین

حسن بن عبد اللہ صیرفی نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ جب سندی بن شاہک کی قید میں حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے وفات پائی تو آپ کی میت ایک تابوت میں رکھ کر لے چلا۔ منادی ندا کرتا جاتا کہ لوگو! اسے پہچان لو یہ رافضیوں کا امام ہے۔ یہ کہتے ہوئے جب مجلسِ شرطہ (شاہی سپاہیوں کی بیرکوں) میں پہونچے تو چار آدمیوں نے کھڑے ہو کر کہا، جو شخص (معاذ اللہ) خبیث ابن خبیث موسیٰ بن جعفر کو دیکھنا چاہے تو وہ نکل آئے۔ اتفاق کی بات کہ اس وقت سلیمان بن ابی جعفر اپنے قصر سے نکل کر دریا کے کنارے چہل قدمی میں مصروف تھا، اس نے شور و غل کی آواز سنی تو اپنے لڑکوں اور غلاموں سے پوچھا، یہ شور کیسا ہے؟ انھوں نے کہا کہ سندی بن شاہک، موسیٰ بن جعفر کے جنازے پر یہ اعلان کرتا جا رہا ہے۔

سلیمان نے اپنے لڑکوں اور غلاموں سے کہا کہ جب یہ لوگ پل عبور کر کے ادھر آجائیں تو ان پر ٹوٹ پڑو اور ان سے جنازہ چھین لو۔ اگر دینے سے انکار کریں تو مارو اور ان کے سارے جھنڈے وغیرہ جلا دو۔

چنانچہ جب وہ لوگ جنازے کو لیکر پل کے اس طرف آئے تو ان لوگوں نے بڑھ کر ان پر حملہ کر دیا اور مار پیٹ کر ان سے جنازہ چھین لیا اور لا کر چوراہے پر رکھ دیا، اور اعلان کیا کہ جو شخص طیب ابن طیب حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی زیارت کرنا چاہے وہ آئے اور مثاب ہو۔ یہ سنتے ہی لوگ اپنے اپنے گھروں سے نکل پڑے سلیمان نے انھیں غسل دیا، بہترین طریقہ پر حنوط کیا اور ڈھائی ہزار دینار کا قیمتی کفن دیا جس پر پورا قرآن مجید لکھا ہوا تھا اور سوگوارانہ انداز سے چاک گریبان آپ کے جنازے کے ساتھ ساتھ چلا اور مقابر قریش میں لیجا کر آپ کو دفن کیا۔

جب خبر نگاروں نے اس کی اطلاع ہارون رشید کو دی تو اس نے سلیمان

بن ابی جعفر کو خط لکھا۔ "چچا جان! واقعاً آپ نے قرابت اور رشتہ داری کا حق ادا کیا، اللہ آپ کو جزائے خیر دے، سندی بن شاہک نے، اللہ اُس پر لعنت کرے یہ کام میرے حکم سے نہیں کیا تھا۔
(کمال الدین تمام النعمۃ جلد ا صـ ۱۱۸، عیون الاخبار الرضا جلد ا صـ ۹۹)

(۲۰) جائے قبرِ مقدس

مشائخ اہلِ مدینہ سے روایت ہے کہ:
ہارون رشید کی خلافت کے بارہویں سال کے اختتام پر حضرت ولی خدا موسیٰ بن جعفرؑ نے زہر سے شہادت پائی ہارون رشید کے حکم سے سندی بن شاہک نے زہر دیا اور وہیں بغداد میں دار المسیب میں بروز جمعہ ۵ رجب ۱۸۳ھ کو آپ نے وفات پائی۔ اُس وقت آپکا سن ۵۴ سال کا تھا، آپ کی قبرِ مقدس مدینۃ السلام میں بابِ تین کے داہنی جانب مقابرِ قریش میں ہے۔
(عیون الاخبار الرضا جلد ا صـ ۹۹)

(۲۱) سنہ گرفتاری اور وفات

سلیمان بن حفص کا بیان ہے کہ
ہارون نے حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کو ۱۷۹ھ میں قید کیا اور آپ کی وفات بغداد میں ۲۵ رجب ۱۸۳ھ کو ہوئی۔ اُس وقت آپ کا سن ۴۷ سینتالیس سال کا تھا۔ آپ مقابرِ قریش میں دفن ہوئے۔ آپ کا عہدِ امامت ۳۵ پینتیس سال چند ماہ رہا۔ آپ کی والدہ اُمِّ ولد تھیں جن کا اسمِ گرامی حمیدہ تھا اور یہی آپ کے دونوں بھائی، اسحاق و محمد (بن جعفرؑ) کی والدہ بھی تھیں۔ آپ نے اپنے بعد کے لیے اپنے فرزند حضرت علیؑ بن موسیٰؑ کی امامت پر نص فرمائی۔
(عیون الاخبار الرضا جلد ا صـ ۱۰۴)

(۲۲) وعدہ وفائی

ابو خالد زبالی کا بیان ہے کہ جب حضرت ابو الحسن امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام منزلِ زبالہ پر تشریف لائے تو آپ کے ہمراہ خلیفہ مہدی کے وہ اصحاب بھی تھے جنھیں مہدی نے آپ کو مدینہ سے لانے کے لیے بھیجا تھا یہاں پہونچے تو آپ نے مجھے اپنی ضروریات کی چند چیزیں خریدنے کا حکم دیا، اور دیکھا کہ میں مغموم و رنجیدہ ہوں؛ پوچھا "اے ابو خالد! کیا بات ہے تم رنجیدہ کیوں ہو؟ میں نے عرض کیا، میں آپ پر قربان، آپ کو اس ظالم کے پاس لیجایا جا رہا ہے۔ مجھے

آپ کی ذات کے لیے خطرہ ہی محسوس ہو رہا ہے" آپ نے فرمایا "اے ابو خالد! نہیں مجھے اس سے کوئی گزند پہونچنے کا خطرہ ہی نہیں ہے۔ البتہ تم فلاں سنہ فلاں مہینہ اور فلاں تاریخ کو پہلے میل پر میرا انتظار کرنا، میں انشاء اللہ، تم سے ملوں گا۔
راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد میرا کام یہی تھا کہ وہ دن اور مہینہ گنتا رہا۔ اور آپ نے جس تاریخ کا وعدہ فرمایا تھا، اُس ہی تاریخ کو پہلے میل (نشانِ راہ) پر جا پہونچا اور پھر نگاہیں دوڑانے لگا، تا اینکہ آفتاب غروب ہونیوالا تھا اور کوئی نظر نہ آیا، تو میرے دل میں شک پیدا ہوا اور سخت تشویش ہوئی۔ کچھ جھٹ پٹا سا ہونے لگا اور میری نظریں ابھی تک منتظر تھیں کہ اچانک ایک سیاہی سی نمودار ہوئی میں نے بہت غور سے دیکھا کہ حضرت ابو الحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام اپنے وعدے کے مطابق قطار کے آگے آگے اپنے بغلہ پر تشریف لا رہے ہیں آپنے دُور ہی سے آواز دی۔ اے ابو خالد! میں نے جواب دیا لبیک، میں آپ پر قربان؛ فرمایا، دیکھو! شک میں ہرگز مبتلا نہ ہوا کرو، خدا کی قسم شیطان نے تمھارے دل میں شک پیدا کیا تھا؛ میں نے عرض کیا، جی ہاں، تھا تو کچھ ایسا ہی، میں آپ پر قربان؛
راوی کا بیان ہے کہ میں نے آپ کی رہائی پر مسرّت کا اظہار کیا اور کہا خدا کا شکر ہے کہ اُس نے اس ظالم کے ہاتھ سے آپ کو رہائی فرمادی؛ آپ نے فرمایا "اے ابو خالد مگر اب دوبارہ جو میں اِن ظالموں کے پنجے میں پھنسوں گا تو پھر رہائی نہ ملے گی۔
(قرب الاسناد صـ ۱۹۰)

○ — دلائلِ حمیری میں بھی اسی کے مثل روایت ہے (کشف الغمہ جلد ۳ صـ ۱۴)

(۲۳) طلاق بعد الموت

احمد بن عمر سے روایت ہے اُس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سُنا، کہ میں نے اپنے والد بزرگوار کی وفات کے ایک دن بعد اُمِّ فروہ بنتِ اسحاق (زوجہ حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام) کا صیغۂ طلاق جاری کر دیا۔
راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا، میں آپ پر قربان، کیا آپ نے حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی موت کے علم کے باوجود صیغۂ طلاق جاری فرما دیا؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں۔
(بصائر الدرجات جلد ۹ باب ۱ صـ ۱۲۷)

(۲۴) علمِ باطن

صفوان سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السّلام سے دریافت کیا کہ کیا حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السّلام کی وفات کا علم آپ کو اُس وقت ہوا جب ایک شخص نے آکر آپ کو بتایا؟

آپ نے فرمایا، سعید نے آکر مجھے اطلاع دی مگر اُس کے آنے سے قبل ہی سے مجھے آپ کی وفات کا علم تھا۔ (بصائر الدرجات جلد ۹ باب ۱۱ صفحہ ۱۴۷)

(۲۵) نفاذِ حکمِ قضا و قدر

ابراہیم بن ابی محمود نے ہمارے بعض اصحاب سے روایت کی ہے۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السّلام سے دریافت کیا کہ، کیا امام کو یہ علم ہوتا ہے کہ اُس کی موت کب آئے گی؟

آپ نے فرمایا، ہاں اُسے بتا دیا جاتا ہے تاکہ تیاری مکمل کر سکے۔

میں نے عرض کیا، پھر حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السّلام کو اُن رُطبوں کا علم تھا جن میں زہر پیوست کر کے یحییٰ بن خالد نے بھیجا تھا؟

آپ نے فرمایا، ہاں علم تھا۔

میں نے عرض کیا، اِس کا مطلب یہ ہے کہ اُن کو علم تھا کہ ان میں زہر پیوست ہے، پھر بھی کھا لیا؟

آپ نے فرمایا، مگر اس وقت اُنھوں نے بھلا دیا تھا، تاکہ حکمِ قضا و قدر نافذ ہو سکے۔ (بصائر الدرجات جلد ۱۰ باب ۹ صفحہ ۱۴۱)

روایتِ دیگر:-

(۲۶) ابراہیم بن ابی محمود کا بیان ہے کہ میں نے دریافت کیا کہ، کیا امام یہ جانتا ہے کہ اُس کو موت کب آئے گی؟

آپ نے فرمایا، ہاں۔

میں نے عرض کیا، کہ جب یحییٰ بن خالد نے رُطب میں زہر پیوست کر کے حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السّلام کو کے پاس بھیجا، تو کیا آپ کو اس کا علم تھا؟

آپ نے فرمایا، ہاں میرے والدِ بزرگوار کو علم تھا۔

میں نے عرض کیا، باوجود علم ہونے کے اُنھوں نے کھا لیا، اِس کا مطلب یہ ہوا کہ اُنھوں نے خود اپنے کو ہلاک کیا؟

آپ نے فرمایا، پہلے سے تو جانتے تھے تاکہ تیاری کر لیں، مگر عین وقت پر آپ نے اس کو بھلا دیا تاکہ حکمِ قضا و قدر نافذ ہو سکے۔ (مختصر بصائر الدرجات صفحہ ۶)

توضیح مندرجہ بالا (مذکور الصدر) دونوں روایات سے قطع نظر ایسے اُمور سے بچنے کی کوشش وہی کرے گا جس کو حتمی مقدرات اور ان کے اسباب کا علم نہ ہو۔ مگر جس کو علم ہے وہ اس کی کوشش کیوں کرے گا۔ اگر وہ ایسا کرتے تو لازم ہے کہ وہ دنیا کی کسی مصیبت میں گرفتار نہ ہوتے۔ دوسری بات یہ کہ احکامِ شرعیّہ کا دار و مدار علومِ ظاہریہ پر ہے علومِ باطنیہ و الہامیہ پر نہیں ہے۔ تیسری بات یہ کہ جس طرح ہمارے حالات اور ائمۂ طاہرین ؑ کے حالات میں فرق ہے اسی طرح ہماری اور اُن کی تکالیف اور فرائض میں بھی فرق ہے۔ اور چوتھی بات یہ کہ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ غالباً وہ لوگ یہ جانتے تھے کہ اگر ہم نے ایسا نہ کیا تو یہ ظالم ہم کو اس بات سے بھی زیادہ بُرے طریقے سے ہلاک کریں گے۔ اس لیے اُنھوں نے اس آسان شکل کو اختیار کیا۔

اور سب سے آخری بات یہ کہ ہے کہ جب ہم لوگ اُن کی عصمت اور جلالتِ قدر سے واقف ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ ان حضرات کا ہر عمل حق پر مبنی ہے، تو پھر کسی صاحبِ عقل کو یہ پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں ہے کہ ان حضرات نے وہ کام کیوں کیا اور یہ کام کیوں نہ کیا، وغیرہ وغیرہ۔

نیز بابِ شہادتِ امیر المومنینؑ و بابِ شہادتِ امامِ حسنؑ و امام حسین علیہم السّلام کے ذیل میں ہم اس کو مزید واضح کر چکے ہیں۔

(۲۷) ایک سوال

داؤد بن زربی سے روایت ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ حضرت عبد الصالح موسیٰ بن جعفر علیہ السّلام نے قید خانے سے میرے پاس آدمی بھیجا اور کہلایا کہ اس مردِ ظالم لعینی یحییٰ بن خالد سے جا کر کہو کہ آخر تو نے یہ سب کیوں کیا کہ مجھے آوارہ وطن کیا اور میرے اہل و عیال سے مجھے چھڑایا۔ خدا کے لیے مجھے رہا کر دے، ورنہ میں خود ہی رہا ہو جاؤں گا۔

(۲۸) قید خانے میں کنیز کا حال

ابو الازھر ناصح بن علیہ برجمی سے ایک طویل روایت ہے جس میں اُس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ سندی بن شاہک اور ابنِ سکیت کے مکان سے متصل ایک مسجد میں ہم سب جمع تھے، عربی زبان پر گفتگو ہو رہی تھی۔ ہمارے ساتھ ایک مردِ اجنبی بھی تھا جس سے ہم واقف نہ تھے۔ ہماری گفتگو سُن کر وہ اجنبی بولا۔

بزرگو! تمھیں زبان کے قیام سے زیادہ دین کے قیام کی فکر کی ضرورت ہونی چاہیے۔ پھر سلسلۂ گفتگو بڑھتے بڑھتے امامِ وقت تک پہونچا۔ اُس نے کہا، تمھارے اور امام کے درمیان صرف ایک دیوار حائل ہے۔

ہم نے کہا، کیا تمھاری مراد حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے ہے جو قید میں ہیں؟

اُس نے کہا، جی ہاں۔

ہم نے کہا، پھر تم ہمارے پاس سے فوراً اُٹھ جاؤ، کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص ہماری نشست میں تمھیں بیٹھا ہوا دیکھ لے اور تمھاری وجہ سے ہم بھی پکڑے جائیں۔

اُس مردِ اجنبی نے کہا۔ خدا کی قسم وہ لوگ تا ابد ایسا نہ کر پائیں گے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے اور میں نے جو کچھ تم سے کہا ہے وہ امام وقت حضرت موسیٰ بن جعفر کے حکم ہی سے کہا ہے۔ وہ ہمیں دیکھ رہے ہیں، ہماری باتیں بھی سُن رہے ہیں اور اگر چاہیں کہ ہماری نشست میں شریک ہوں تو ایسا بھی ممکن ہے۔

ہم نے کہا، اچھا، ہم چاہتے ہیں کہ وہ تشریف لائیں، تم انھیں بُلا لاؤ۔ ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ ناگاہ ایک شخص دروازۂ مسجد سے اندر داخل ہوا، جس کو دیکھتے ہی ہماری عقلیں گُم ہو گئیں اور ہم سمجھ گئے کہ یہ حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام ہیں۔ اور آتے ہی فرمایا، جس کے متعلق تمھاری گفتگو تھی وہ میں ہوں۔

یہ سُن کر ہم نے اُن کو تو وہیں چھوڑا اور فوراً مسجد سے باہر نکل آئے۔ اتنے میں ایک شدید شور و غل بلند ہوا اور دیکھا کہ سندی بن شاہک دوڑتا ہوا آیا اور مسجد میں داخل ہوا۔ اُس کے ساتھ لوگوں کی ایک جماعت بھی تھی۔ اُس کے پوچھنے پر ہم نے بتایا کہ مسجد میں ایک شخص ہمارے پاس آیا اور اُس نے یہ یہ باتیں کیں۔ اس کے بعد یہ صاحب جو ابھی نماز میں مشغول ہیں مسجد میں داخل ہوئے اور مردِ اجنبی مسجد سے نکل کر کسی طرف چلا گیا۔ اُس نے ہم

سے کہا، یہیں ٹھہرو، جانا نہیں! ہم سب رُک گئے۔

اِس کے بعد وہ، حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے پاس گیا جو محرابِ مسجد میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ وہ اُن کے سامنے کھڑے ہو کر کہنے لگا ہم سب سُن رہے تھے۔ وائے ہو تم پر یہ تم کب تک اپنے سحر اور اپنی تدبیروں سے بند اور مقفل دروازوں سے نکل کر باہر نکلتے رہو گے اور میں تمھیں پھر اس میں واپس کرتا رہوں گا۔ یہاں ٹھہرنے سے بہتر تو یہی تھا کہ تم قید خانے سے نکل کر کہیں بھاگ ہی گئے ہوتے۔ کیا تم چاہتے ہو کہ خلیفۂ وقت مجھے قتل کر دے؟

حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے جواب دیا (خدا کی قسم ہم لوگ یہ تمام باتیں ان دونوں کی سُن رہے تھے) کہ میں کیونکر بھاگ جاؤں مجھے تم لوگوں کی قید میں تو ایک مدتِ معینہ تک رہنا ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد سندی بن شاہک نے آپکا ہاتھ پکڑا اور لیکر چلا۔ اور اپنے ساتھیوں سے کہا، راستے پر کھڑے ہو جاؤ اور جبتک میں اور موسیٰ بن جعفر واپس نہ چلے جائیں کوئی اِس راستے سے نہ گذرنے پائے۔ سب کو روک دو۔

"کتاب الانوار" میں عامری سے روایت کی ہے کہ ہارون رشید نے حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے پاس قید خانے میں خدمت کے لیے ایک نہایت حسین و جمیل کنیز بھیجی۔ آپ نے فرمایا کہ جاکر ہارون رشید سے کہدو۔ بَلْ أَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُونَ ۝ (سورۃ النمل آیت ۳۶) تم لوگ اپنے ہدیہ پر خوش رہو۔ مجھے اس کی اور نہ اس جیسی کسی کنیز کی کوئی ضرورت ہے اس کو واپس لیجاؤ۔ چنانچہ وہ آدمی کنیز کو واپس لایا تو ہارون کو غصہ آیا اور بولا جاکر ان سے کہدو نہ تمھاری مرضی پر میں نے تمھیں قید کیا ہے اور نہ تمھاری مرضی سے میں نے تمھیں گرفتار کیا ہے اور اس کنیز کو اُن کے پاس چھوڑ کر چلے آؤ۔

چنانچہ آدمی گیا اور کنیز کو قید خانے میں چھوڑ کر واپس آیا۔ اِس کے بعد ہارون اپنے دربار سے اُٹھا، اور ایک غلام کو قید خانے کا حال معلوم کرنے کے لیے بھیجا۔ غلام نے جاکر دیکھا کہ وہ کنیز سجدۂ خالق میں پڑی ہے اور مسلسل کہہ رہی ہے "قُدُّوْسٌ سُبْحَانَكَ سُبْحَانَكَ"

جب ہارون کو اس کی اطلاع ملی تو اُس نے کہا معلوم ہوتا ہے، موسیٰ بن جعفر نے اس کنیز پر جادو کر دیا ہے۔ اچھا اس کنیز کو میرے پاس لاؤ۔ جب وہ کنیز ہارون کے

سامنے پیش ہوئی تو اپنا سر آسمان کی طرف بلند کیے ہوئے کانپ رہی تھی۔

ہارون نے پوچھا، تیرا کیا حال ہو گیا ہے؟

اُس نے کہا، کچھ نہ پوچھیے، میرا تو حال ہی متغیر ہے۔ میں قید خانے میں پہونچی تو اُن کے سامنے کھڑی ہو گئی۔ وہ رات بھر اور تمام دن نماز میں مشغول رہے جب نماز سے فارغ ہو کر تسبیح و تقدیس کرتے ہوئے اپنا رُخ موڑا تو میں نے عرض کیا جناب والا اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو میں حاضرِ خدمت کروں؟

آپ نے فرمایا، مجھے تیری کوئی ضرورت نہیں ہے۔

میں نے عرض کیا، مگر میں تو آپ ہی کی خدمت کے لیے بھیجی گئی ہوں۔

آپ نے فرمایا، آخر ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟

کنیز کا بیان ہے کہ اس کے بعد میں نے ایک طرف رُخ کیا تو دیکھا کہ ایک بہت بڑا باغ ہے جو تا حدِ نگاہ پھولوں سے بھرا ہوا ہے۔ اُس میں حریر و دیبا کے فرش جا بجا بچھے ہوئے ہیں جن پر بہت سے غلام اور کنیزیں موجود ہیں جو خوبصورتی میں اپنا مثل و نظیر نہیں رکھتی ہیں۔ جیسا عمدہ لباس وہ پہنے ہوئے تھیں میں نے کبھی ایسا لباس بھی نہیں دیکھا یعنی جسم پر حریرِ سبز کا لباس، سر پر موتیوں اور یاقوت کا تاج، ہاتھ میں لوٹا اور رومال۔ پھر اُن کے ساتھ ہر قسم کا کھانا، یہ دیکھتے ہی میں تو ضبط نہ کر سکی اور سجدے میں گر پڑی اور اسی طرح پڑی رہی یہانتک کہ اِس غلام نے جا کر مجھے اُٹھایا۔

ہارون نے کہا، اے کمبخت عورت! شاید تو سجدے میں جا کر سو گئی پھر خواب میں یہ سب کچھ دیکھنے لگی۔

کنیز نے کہا، نہیں خدا کی قسم، سجدے سے پہلے ہی میں نے یہ سب کچھ دیکھا اور پھر سجدے میں گئی۔

ہارون نے کہا، اِس کنیز کو بھی گرفتار کر کے قید میں ڈال دو، کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کی زبانی یہ تمام عجائبات کوئی اور سن لے۔ قید میں جانے کے بعد بھی وہ کنیز نماز میں مشغول ہو گئی۔ مگر جب بھی اُس سے دریافت کیا جاتا تو وہ کہتی کہ میں نے اس حال میں اس عبدِ صالح کو دیکھا، اور جب وہ منظر دیکھا تو اُس باغ کی کنیزوں نے مجھ سے آگے بڑھ کر کہا کہ اے فلانہ! تو اس عبدِ صالح سے دور ہٹ جا تاکہ ہم ان کے پاس آئیں۔ ان کی خدمت کے لیے تو ہم موجود ہیں، پھر تیری کیا ضرورت ہے۔ وہ کنیز اسی حالت میں چند دن زندہ رہ کر مر گئی اور یہ واقعہ حضرت امام موسیٰ بن جعفرؑ کی وفات سے چند دن پہلے کا ہے۔ (مناقب ابن شہر آشوب جلد ۳ ص ۴۱۴)

(۲۹) جائے وفات

مناقب ابن شہر آشوب میں ہے کہ حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی وفات مسجدِ ہارون رشید میں جو اب مسجدِ مسیّب کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے غربی جانب بابِ کوفہ میں ہوئی۔ اِس لیے کہ آپ خانۂ عمرویہ سے یہاں منتقل کر دیے گئے تھے اور آپ کی وفات اور مقابرِ قریش کی آتش زدنی کے درمیان دو سو ساٹھ سال کا فاصلہ گذرا ہے۔ (مناقب ابن شہر آشوب جلد ۳ ص ۴۳۸)

(۳۰) محمد بن اسماعیل بن جعفرؑ کی غدّاری

بعض مشائخ نے علی بن جعفر بن محمد سے روایت کی ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ میرے پاس محمد بن اسماعیل بن جعفر آیا اور کہا کہ تم حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے درخواست کرو کہ وہ مجھے عراق جانے کی اجازت دیں اور مجھ سے ناراض نہ ہوں، نیز مجھے کوئی وصیت و نصیحت بھی فرمائیں۔ آپ نے ملاقات سے گریز کیا، اور وضو کے لیے اندر داخل ہو گئے اور اُس وقت تشریف لائے جس وقت کہ آپ نے مجھے تخلیے اور گفتگو کے لیے معین فرمایا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کے بھتیجے محمد بن اسماعیل کی درخواست ہے کہ آپ اُسے عراق جانے کی اجازت عطا فرمائیں، اُسے کچھ وصیت و نصیحت بھی فرمائیں۔

آپ نے اُسے اجازت دے دی۔ اِس کے بعد آپ آ کر اپنی جائے نشست پر بیٹھے تو محمد بن اسماعیل نے کہا، چچا، میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے کچھ نصیحتیں اور ہدایتیں بھی فرما دیں۔

آپ نے فرمایا۔ میں تم سے وصیت کرتا ہوں کہ تم میرے خون کے معاملے میں اللہ سے ڈرنا۔

اُس نے کہا، اُس شخص پر خدا کی لعنت ہو جو آپ کا خون بہانے کی کوشش کرے۔ اے چچا، مجھے اور کوئی نصیحت فرمائیں۔

آپ نے فرمایا۔ بس میری وصیت یہی ہے کہ تم میرے خون کے معاملہ میں اللہ سے ڈرنا۔ پھر حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے اس کو ایک تھیلی دی جس میں ایک سو پچاس دینار رکھے۔ محمد بن اسماعیل نے اسے لے لیا۔ پھر دوسری تھیلی لائے۔

اس میں بھی ایک سو پچاس دینار تھے۔ محمد بن اسماعیل نے اسے بھی لے لیا۔ اس کے بعد اسے تیسری تھیلی دی، اس میں بھی ایک سو پچاس دینار تھے اس نے اسے بھی لے لیا۔ اس کے بعد حکم دیا کہ اس کو ایک ہزار پانچ سو درہم مزید دیے جائیں! میں نے عرض کیا کہ آپ نے تو اس کو بہت دے دیا۔

آپ نے فرمایا، ہاں، اس لیے تاکہ اس پر میری حجت تمام ہو جائے۔ جب وہ مجھ سے قطع رحم پر آمادہ ہے تو میں نے اس کے ساتھ صلۂ رحم کیا ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر محمد بن اسماعیل بجانب عراق روانہ ہوا اور وہاں پہونچکر اپنے اسی لباسِ سفر کے ساتھ بغیر کسی مقام پر منزل و قیام کیے سیدھا ہارون رشید کے دروازے پر جا پہونچا اور حاجب سے کہا کہ امیر المومنین سے جا کر کہو کہ محمد بن اسماعیل بن جعفر بن محمدؑ دروازے پر حاضر ہوا ہے۔

حاجب نے کہا، جاؤ، کہیں قیام کرو، اپنا لباس تبدیل کرو، پھر آؤ، میں بغیر اجازت حاصل کیے ہی تم کو اُن سے ملا دوں گا۔

اُس نے کہا، اچھا، میں امیر المومنین سے تمھاری شکایت کروں گا کہ میں حاضر ہوا تھا لیکن حاجب نے آپ سے ملنے کی اجازت نہیں دی تھی۔

یہ سُنکر حاجب اندر گیا اور ہارون سے محمد بن اسماعیل کا قول نقل کیا۔ ہارون نے حکم دیا کہ اُسے اندر بُلالو۔ محمد بن اسماعیل جب ہارون کے پاس پہونچا، تو بولا، یا امیر المومنین روئے زمین پر اِس وقت دو خلیفہ ہیں۔ موسیٰ بن جعفرؑ مدینہ میں ہیں، اُن کے پاس بھی ملک کے اطراف سے خراج پہونچتا ہے اور آپ عراق میں ہیں۔ آپ کے پاس بھی خراج آتا ہے۔

ہارون نے کہا، واللہ کیا واقعی ایسا ہے؟

محمد بن اسماعیل نے کہا، واللہ! ایسا ہی ہے۔

ہارون نے اس کو ایک لاکھ درہم عطا کرنے کا حکم دیا۔ جب وہ یہ رقم لیکر اپنی جائے قیام پر پہونچا تو نصف شب میں وہ ریاحی درد میں مبتلا ہوا اور مر گیا۔ پھر وہ سب مال دوسرے ہی دن ہارون الرشید کے پاس واپس پہونچ گیا۔ (رجال کشی ص ۱۷۰)

کافی میں بھی علی بن جعفرؑ سے یہی روایت نقل کی گئی ہے مگر اس میں یہ ہے کہ اُس کے حلق میں خناق کا مرض ہو گیا اور وہ مر گیا۔ (الکافی جلد ۸ ص ۱۲۴)

---

(۳۱) ہند بن حجاج کو قید خانے سے باعجاز بُلانا

سندی بن شاہک کے غلام بشّار سے روایت ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ میں آلِ ابی طالب کا سب سے زیادہ دشمن تھا۔ ایک دن سندی بن شاہک نے مجھے بلایا اور کہا، اے بشّار! جو امانت ہارون رشید نے مجھے سپرد کی ہے میں اب اُس کا امین تمہیں بنا رہا ہوں۔

میں نے کہا کہ بہتر ہے۔ میں اس کی حفاظت میں ہرگز کوتاہی نہ کروں گا۔

اُس نے کہا، اے بشّار! یہ موسیٰ بن جعفرؑ ہیں جو میرے سپرد کیے گئے ہیں اب ان کی حفاظت تمہارے ذمّے ہے۔ میں اس مکان میں جس میں وہ مقید تھے متعدد قفل لگایا کرتا تھا اور جب کسی ضرورت کے لیے کہیں جاتا، تو اپنی زوجہ کو دروازہ پر حفاظت کے لیے بٹھا دیا کرتا تھا۔ وہ میری واپسی تک وہاں بیٹھی رہتی تھی۔

بشّار کا بیان ہے کہ پھر اللہ نے میرے دل میں بغض و عداوت کے بجائے اُن کی محبت ڈال دی۔ بشّار کہتا ہے کہ ایک دن حضرت موسیٰ بن جعفرؑ علیہ السّلام نے مجھے بُلایا اور کہا کہ اے بشّار! ذرا تم قنطرہ کے قید خانے پر جاؤ اور ہند بن حجّاج کو میرے پاس بُلا لاؤ اور اس سے کہو کہ حضرت ابوالحسن علیہ السّلام نے تم کو اپنے پاس آنے کا حکم دیا ہے۔ یہ سُن کر وہ تم کو جھڑک دے گا، اور تم پر غصّہ کرے گا۔ جب وہ ایسا کرے تو تم کہدینا کہ میں نے اُن کا پیغام تم تک پہونچا دیا، اب تمھیں اختیار ہے خواہ جاؤ یا نہ جاؤ یہ کہہ کر واپس چلے آنا۔

چنانچہ میں نے آپ کے حکم کی تعمیل کی اور جانے لگا تو حسب دستور تمام دروازوں قفل لگا دیے اور اپنی زوجہ کو دروازے پر نگرانی کے لیے بٹھا دیا اور اس کو ہدایت کر گیا کہ جبتک میں واپس نہ آجاؤں تم یہاں سے نہ ہٹنا۔ یہ کہہ کر میں قنطرہ کے قید خانے پر پہونچا، ہند بن حجّاج سے ملا اور کہا کہ حضرت ابوالحسن علیہ السّلام نے تمھیں حکم دیا ہے کہ تم اُن سے جا کر ملو۔ یہ سُن کر اُس نے مجھے ڈانٹا اور ناراضگی کا اظہار کیا۔ میں نے کہا کہ سُنو! میں نے اُن کا پیغام تم تک پہونچا دیا۔ اب تم کو اختیار ہے خواہ جاؤ یا نہ جاؤ۔ اور یہ کہہ کر میں واپس آگیا۔ تو دیکھا کہ میری زوجہ دروازے پر بیٹھی ہوئی نگرانی کر رہی تھی اور تمام دروازوں پر قفل لگے ہوئے ہیں۔ میں نے یکے بعد دیگرے تمام دروازوں کے قفل کھولے، اندر گیا، اور حضرت ابوالحسن علیہ السّلام کو صورتِ حال بتائی۔ آپ نے فرمایا کہ

ہاں، وہ آیا تھا اور واپس گیا۔

- یہ سُن کر میں باہر نکلا، اپنی زوجہ سے پوچھا، کیا میرے جانے کے بعد کوئی یہاں آیا تھا؟ اور اس دروازے سے اندر داخل ہوا تھا؟
- اُس نے کہا، خدا کی قسم تمہارے آنے تک نہ میں دروازے سے ہٹی اور نہ دروازہ کھولا۔

- ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب ہند بن حجاج آپ کے پاس آیا تو آپ نے اس سے واپسی کے وقت فرمایا، اگر تم چاہو تو وہیں اسی قید خانے میں واپس جاؤ جہاں سے آئے ہو اور تمہارے لیے جنت ہے اور اگر چاہو تو یہاں سے اپنے گھر چلے جاؤ۔ ہند بن حجاج نے کہا، میں قید خانے ہی سے آیا تھا وہیں واپس جاؤنگا اللہ اس پر رحم کرے۔ علی بن حجاج صالح صمیری کا بیان ہے کہ ہند بن حجاج اہلِ صمیری میں سے تھے اور ان کا قصر پختہ اینٹوں کا تھا۔ (رجال کشی ص۲۷۴)

(۳۲) —— محدّث ایک فرشتہ کا نام ہے

عبداللہ بن طاؤس سے روایت ہے

اُس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا یحییٰ بن خالد نے آپ کے پدرِ بزرگوار حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کو زہر دیا تھا؟

- آپ نے فرمایا، ہاں، تیس رُطب کے اندر زہر ملا کر آپ کو رُطب کھلائی گئی
- میں نے عرض کیا کہ کیا وہ، یہ نہیں جانتے تھے کہ رُطب زہر آلود ہیں؟
- آپ نے فرمایا، اُس وقت محدّث آپ کے پاس نہ تھا۔
- میں نے عرض کیا، محدّث کون؟
- آپ نے فرمایا، محدّث ایک فرشتہ ہے جو جبرئیل اور میکائیل سے بھی بڑا ہے یہ فرشتہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا اور آپ کے بعد آئمہؑ کے ساتھ رہتا ہے مگر ایسا نہیں ہے کہ جب اُس کو طلب کیا جائے وہ مل جائے۔ اِس کے بعد فرمایا کہ تمہاری عمر زیادہ ہے۔ چنانچہ آپ کے ارشاد کے مطابق راوی کی عمر سو سال کی ہوئی۔

(رجال کشی ص۲۷)

---

(۳۳) —— علی بن سوید کے مسائل اور اُن کے جوابات

علی بن سوید کا بیان ہے

کہ میں نے ایک خط حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کو لکھا جبکہ آپ قید خانے میں تھے۔ مگر آپ نے اُس خط کا جواب ایک عرصہ کے بعد عنایت فرمایا۔ آپ کے جواب کی عبارت مندرجہ ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

ہر طرح کی حمد اُس اللہ کے لیے ہی سزاوار ہے جو بزرگ و برتر ہے۔ جس نے اپنی عظمت اور نور سے مومنین کے قلوب کو بصیرت عطا فرمائی۔ اُس کی عظمت اور نور کی وجہ سے جاہل لوگ اُس کے دشمن ہو گئے۔ اُس کی عظمت اور نور ہی کی وجہ سے تمام اہلِ سمٰوات اور اہلِ ارض نے اپنے مختلف اعمال اور متضاد مذاہب کو اُسکے تقرب کا وسیلہ سمجھا، اُن میں سے کوئی صحیح راستہ پر رہا، کوئی غلط راہ پر۔ کوئی گمراہ ہوا کوئی ہدایت یافتہ ہوا۔ کوئی بابصیرت ہوا، کوئی نابینا ہوا۔ کسی نے سُنا اور عمل کیا اور کوئی بہرا بن گیا۔ اُس خدا کی حمد جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے دین کی معرفت عطا فرمائی۔

امّا بعد۔ بیشک تم وہ شخص ہو جسے اللہ نے آلِ محمدؐ کی بارگاہ میں ایک مقام عطا فرمایا ہے۔ تمہارے دل میں اُن کی مودّت کو محفوظ کیا جس سے تم میں دینداری آئی، تمہیں سیدھے راستہ کی ہدایت ہوئی تم میں دینی بصیرت پیدا ہوئی۔ تم نے ان لوگوں کو سب سے افضل سمجھا اور اپنے تمام اُمور میں اُن کی طرف رُجوع کیا۔

تم نے مجھ سے چند سوالات دریافت کیے تھے مگر میں نے مصلحتاً اُس وقت اس کا جواب نہ دیا اس لیے کہ اُس وقت اِس کا پوشیدہ رکھنا ہی مناسب تھا۔ اب جبکہ ظالموں اور جابروں کا اقتدار ختم ہوا اور اُس سلطانِ عظیم کا اقتدار ہے اس لیے کہ اِس قابلِ مذمت دنیا کو اہلِ دنیا اور خالق کے نافرمانوں کے لیے چھوڑ رہا ہوں۔ میں نے مناسب سمجھا کہ تمہارے مسائل کا جواب دے دوں تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارے ضعیف الاعتقاد شیعہ اپنی لاعلمی کی بنا پر گمراہی میں مبتلا ہو جائیں۔ لہٰذا تم خدائے عزّ وجلّ سے ڈرنا اور جو علمی امانتیں تمہارے سپرد کر رہا ہوں ان کو افشاء نہ کرنا۔ ان رازہائے سربستہ کو ظاہر نہ کرنا۔ اور مجھے اُمید ہے کہ تم انشاء اللہ ایسا ہی کرو گے۔

سب سے پہلی بات جس سے میں تم کو منع کرتا ہوں، وہ یہ ہے کہ دیکھو میں

اِن ہی راتوں میں وفات پانے والا ہوں، مگر اِس پر نہ تو مجھے کوئی افسوس ورنج ہے اور نہ ندامت اور نہ اس میں کوئی شک۔ اِس لیے کہ یہ ہونے والا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کا حتمی اور قطعی فیصلہ کر دیا ہے۔ لہٰذا تم آلِ محمدؐ کے دین کی رسّی سے متمسک رہنا۔ وہ مضبوط رسّی آلِ محمدؐ میں سے ایک وصی کے بعد دوسرا وصی ہے۔ یہ جو کچھ کہیں اس کو حکم سمجھنا اور اُس پر راضی رہنا اسے تسلیم کرنا۔ اور غیرِ شیعہ کے دین کی طرف ہرگز رجوع نہ کرنا۔ اغیار کے دین کی ہرگز خواہش نہ کرنا۔ اِس لیے کہ وہ خائن ہیں اُنھوں نے اللہ اور اُس کے رسول سے خیانت کی۔ جو امانتیں اُن کے سپرد ہوئیں اُن میں خیانت کی۔ تمھیں معلوم ہے کہ اُنھوں نے کیا خیانت کی ؟

سُنو! اُن لوگوں کو کتابِ خدا بطورِ امانت حوالہ کی گئی لیکن اُنھوں نے اس میں تحریف کی۔ اس کو بدل ڈالا۔ انہیں بتا دیا گیا تھا کہ اُن کے اولی الامر کون ہیں۔ پھر بھی وہ اُن سے روگرداں رہے۔ اِسی لیے اللہ نے انھیں بھوک افلاس اور خوف میں مبتلا کر دیا۔ اُن کے بداعمال ہو جانے کی وجہ سے یہ سب کچھ ہوا۔

تم نے ایسے دو شخصوں کے متعلق دریافت کیا ہے جن دونوں نے ایک ایسے شخص کا مال غصب کیا جو اپنے مال کو فقراء مساکین و مسافرین اور دیگر امورِ خیر میں فی سبیل اللہ خرچ کیا کرتا تھا۔ اور ان دونوں نے صرف غصب ہی پر بس نہیں کیا، بلکہ جبر یہ وہ غصب کردہ مال اُس کے کاندھے پر لاد کر اپنے گھر پہونچوایا اور جب وہ مال ان کے گھر پہونچ کر محفوظ ہو گیا تو اب یہ دونوں اس مال سے انفاق کرنے لگے تو کیا وہ دونوں غاصب اپنے اس عمل کی بناء پر حدودِ کفر تک پہونچ گئے ؟

تو سنو! میں اپنی جان کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ دونوں غاصب اس سے پہلے ہی منافق تھے۔ اُنھوں نے حکمِ خدا کو رد کیا، اللہ کے رسول کی ہنسی اُڑائی۔ وہ دونوں بیشک کافر ہیں۔ اُن پر اللہ اور اُس کے ملائکہ اور تمام انسانوں کی لعنت۔ خدا کی قسم، جب سے یہ دونوں اپنی گذشتہ حالت سے نکلے ان دونوں میں سے کسی ایک کے دل میں کبھی ذرّہ برابر بھی ایمان داخل نہیں ہوا۔ یہ دونوں ہمیشہ شک و ریب میں مبتلا رہے، دھوکا دیتے رہے سدا منافق رہے۔ یہاں تک کہ ملائکۂ عذاب نے انھیں پکڑ کر اُن کے بدترین جائے عذاب پر ہمیشہ کے لیے پہونچا دیا۔

اور تم نے اُس شخص کے متعلق بھی دریافت کیا ہے جو اُس بیچارے شخص کی خدمت میں حاضر ہوا جس کا مال غصب کیا جاتا ہے اور اس کے کاندھے پر پہونچانے کے لیے رکھا جاتا ہے۔ تو وہ لوگ بھی اہلِ ردّہ (بدترین) میں سے ہیں۔ اس ہی امت میں سے ہیں۔

ان لوگوں پر بھی اللہ، اُس کے ملائکہ اور تمام انسانوں کی لعنت۔

تم نے ہمارے منبعِ علم کے متعلق دریافت کیا ہے تو واضح ہو کہ یہ تین قسم کا ہے۔ علمِ ماضی، علمِ مستقبل، اور علمِ حادث۔ علمِ ماضی تو واضح و آشکار ہے ہے۔ علمِ مستقبل لوحِ محفوظ میں مکتوب ہے۔ اب رہ گیا ظہور پذیر ہونے اور حادث ہونے والے اُمور کا علم، تو اس کے متعلق منجانب اللہ ہمارے دلوں میں وہ بات ڈال دی جاتی ہے اور ہمارے کانوں میں اس کی آواز آ جاتی ہے اور یہ ہمارا افضل ترین علم ہے۔ ظاہر ہے کہ ہمارے نبی محمد مصطفٰے صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے بعد کوئی نبی نہیں۔

تم نے ان لوگوں کی اُمہات اولاد کے متعلق دریافت کیا ہے۔ تو سنو! اُن کی اُمہات اولاد کا شمار تا یومِ قیامت زنا میں ہوتا رہے گا، اِس لیے کہ ان کا نکاح بغیر اجازت ولی کے اور ان کی طلاق بغیر عدّہ کے ہے۔ علاوہ اِس کے کہ اُن میں سے جو ہماری دعوتِ ایمان کو قبول کرے تو پھر اس کا ایمان اس کی ضلالت و گمراہی کو اور اُس کا یقین اُس کے ریب و شک کو منہدم کر دے گا۔

تم نے اُن لوگوں کو زکوٰۃ دینے کے متعلق پوچھا ہے۔ تو سُنو! زکوٰۃ کا جو مال بھی ہے اُس کے تم لوگ سب سے زیادہ حق دار ہو۔ کیونکہ ہم نے مالِ زکوٰۃ تمہارے لیے اور اُن لوگوں کے لیے جو تم میں سے ہیں خواہ وہ کہیں بھی ہوں حلال قرار دیا ہے۔

تم نے یہ بھی دریافت کیا ہے کہ ضعفاء سے مراد کون لوگ ہیں۔ سُنو! ضعیف الاعتقاد وہ ہے جس کے پاس حق کی حجّت و دلیل نہ پہونچی ہو۔ جو حق و باطل میں فرق کو نہ جانتا ہو۔ مگر جب اس نے حق و باطل کے فرق و اختلاف کو جان لیا تو پھر اب وہ ضعیف نہیں رہا۔

تمھارا سوال اُن لوگوں کے لیے شہادت اور گواہی دینے کے لیے ہے۔ تو تمھارے اور اُن لوگوں کے درمیان جو معاملات ہیں ان میں لوجہِ اللہ (اللہ کیلئے) گواہی اور شہادت دو خواہ تمہارے یا تمہارے والدین یا تمہارے اعزاء واقارب کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ ہاں، اگر ڈر ہو کہ عدل سے کام نہ لیا جائے گا بلکہ تمہارے کسی بھائی پر ظلم و زیادتی ہو گی تو گواہی نہ دو۔ جس کے متعلق تمھیں اُمید ہو کہ وہ تمھاری بات مان لے گا اسے ہماری معرفت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے احکام کی طرف دعوت دو۔ زنا کے قریب ہرگز نہ جاؤ۔ آلِ محمدؐ سے تولاّ رکھو۔ ہماری وہ احادیث و روایات جو تم تک پہونچیں یا ہماری طرف منسوب ہوں، ان کے متعلق یہ نہ کہو کہ یہ باطل ہیں اگرچہ ان احادیث کے خلاف ہماری کسی دوسری

حدیث کو تم جانتے بھی ہو۔ اِس لیے کہ تمھیں یہ نہیں معلوم کہ ہم نے یہ کیوں کہا، کس مصلحت سے کہا؟ ہماری احادیث پر ایمان رکھو اور ہم جو باتیں تم سے رازدارانہ طور پر کہیں اُن کو فاش نہ کرو تم پر تمھارے برادرِ مومن کا یہ لازمی حق ہے کہ اُس سے وہ باتیں چھپاؤ جن سے اُس کا دنیا یا آخرت میں فائدہ ہو۔ وہ خواہ تم سے کتنا ہی بُرا سلوک کرے تم اس سے اپنے دل میں دشمنی نہ رکھو۔ جب مدد کے لیے بُلائے تو اُس کی مدد کرو۔ اُس کو اُس کے دشمن کے سامنے اکیلا نہ چھوڑو، خواہ تم سے زیادہ اس کا کوئی اور قریبی رشتہ دار موجود کیوں نہ ہو۔ وہ بیمار ہو تو اُس کی اعیادت کرو، مومنین کا کردار نہ دھوکا دہی ہے، نہ ایذارسانی؛ نہ خیانت ہے نہ تکبّر، نہ بدزبانی ہے نہ فحش گفتاری اور نہ اس کا حکم دینا ہے۔ اور جب تم ایک بدصورت اعرابی کو لشکرِ جرّار کے ساتھ دیکھو تو انتظار کرو اس میں تمھارے لیے اور مومنین کے لیے مصیبتوں سے نجات ہے، اور جب آفتاب کو گہن لگے تو اپنی نگاہیں آسمان کی طرف اُٹھاؤ اور دیکھو کہ اللہ نے مجرموں کے ساتھ کیا برتاؤ کیا۔ میں نے تمھارے سوالات کا ایک ایک جملے میں الگ الگ جواب دے دیا۔ یا اللہ تو محمدؐ و آلِ محمدؐ پر اپنی رحمتیں نازل فرما۔ (کافی جلد ۸ ص ۱۲۴)

(۳۴) اسبابِ رہائی

اسنادِ صحیح کے ساتھ عبداللہ بن مالک خزاعی سے روایت ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ ایک دن ہارون رشید نے مجھے بُلایا اور کہا، اے عبداللہ! تم میرے کہاں تک مخلص اور رازدار ہو؟

میں نے عرض کیا، یاامیرالمومنین! میں آپ کے غلاموں میں سے ایک غلام ہوں،

اُس نے کہا، اچھا، تو پھر اس حجرہ میں جاؤ اور اُس میں جو شخص ہے اُسے اپنے پاس لے جاؤ اور بہت حفاظت سے رکھو۔ میں تم سے اس کے متعلق سوال کروں گا

راوی کا بیان ہے کہ میں حجرے میں گیا۔ تو میں نے وہاں حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کو موجود پایا۔ جب اُن کی نظر مجھ پر پڑی تو میں نے اُن کو سلام کیا، اور انھیں اپنی سواری پر سوار کر کے اپنے گھر لے گیا، اور ایک حجرے (کمرے) میں بند کر کے دروازہ مقفّل کر دیا اور اس کی کنجی اپنے پاس رکھ لی اور برابر اُن کی دیکھ بھال اور خدمت میں لگا رہا اسی طرح چند دن گزرے کہ ناگہاں رشید کا قاصد پہونچا اور کہا، تم کو امیرالمومنین نے بلایا ہے۔ میں روانہ ہوا اور اُس کے پاس جا پہونچا۔ دیکھا کہ وہ بیٹھا ہوا ہے اور اُس کے دائیں اور بائیں جانب بستر لگا ہوا۔ میں نے سلام کیا، اس نے بغیر جواب دیے ہوئے

کہا بتاؤ، تم نے میری امانت کا کیا کیا؟

جب میں اُس کے کنائے و اشارے کو نہ سمجھا تو اُس نے صاف طور پر پوچھا کہ جن کو اپنے ساتھ لے گئے تھے اُن کا کیا حال ہے؟

میں نے کہا، ٹھیک ہیں۔

اُس نے کہا، جاؤ، اُنھیں تین ہزار درہم دیکر رہا کر دو تاکہ وہ اپنے اہلِ خانہ کی طرف واپس ہو جائیں۔

یہ سُن کر میں اُٹھا اور میں نے واپسی کا ارادہ کیا تو بولا۔

تمھیں معلوم ہے اس کا سبب کیا ہے؟

میں نے کہا، نہیں اے امیرالمومنین۔

اُس نے کہا، میں اپنے اِس داہنے جانب والے بستر پر سو رہا تھا تو خواب میں دیکھا کہ کوئی مجھ سے کہہ رہا ہے: اے ہارون! حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کو رہا کر دے۔ یہ سُن کر میں بیدار ہوا تو دل میں سوچا کہ شاید میرے خیالات پریشان ہوں اِس لیے اُس بستر سے اُٹھ کر دوسرے بستر پر جا کر سو گیا تو پھر بعینہ اُسی شخص کو خواب میں دیکھا۔ وہ کہہ رہا تھا کہ اے ہارون میں نے تجھے حکم دیا تھا کہ موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کو رہا کر دے۔ مگر تو نے میرا حکم نہ مانا یہ خواب دیکھ کر میں پھر بیدار ہوا اور اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم پڑھ کر میں نے یہ تیسرا بستر بدلا جس پر اب موجود ہوں۔ یہاں بھی وہی شخص پھر میں نے خواب میں دیکھا۔ اس مرتبہ اُس کے ہاتھ میں کوئی اوزار تھا جس کا ایک سرا مشرق میں تھا اور دوسرا مغرب میں۔ اُس اوزار کو اُس نے میری طرف بڑھا کر کہا، اے ہارون، اگر تو نے حضرت موسیٰ بن جعفر کو رہا نہ کیا تو یہ اوزار تیرے سینے میں پیوست کر کے پُشت کی طرف سے نکال دوں گا۔ اِس کے بعد میں نے تمھارے پاس آدمی بھیجا تھا۔ اب جاؤ اور میرے حکم کی تعمیل کرو۔ اور خبردار! یہ بات کسی سے نہ کہنا، ورنہ تجھے قتل کر دوں گا۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر میں اپنے گھر پہونچا، حجرے کا دروازہ کھولا، اور حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے پاس گیا، دیکھا کہ آپ حالتِ سجدہ میں سو رہے ہیں۔ میں بیٹھ گیا۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد آپ نے اپنا سر اُٹھا کر فرمایا، اے عبداللہ! جو تمھیں حکم ملا ہے اُس میں تاخیر کی کیا وجہ ہے؟ میں نے عرض کیا۔ مولا و آقا، آپ کو اللہ کا واسطہ اور اپنے جد رسولِ مقبولؐ کا واسطہ، یہ بتائیں کہ کیا آج شب آپ نے اپنی رہائی کے لیے کوئی دعا پڑھی تھی؟

آپ نے فرمایا، ہاں، میں نے نمازِ فریضہ ادا کیا اور سجدہ میں گیا تو غنودگی سی محسوس کی۔ اور اپنے جدِ امجد حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ مجھ سے فرما رہے ہیں کہ اے موسیٰ! کیا تم رہائی چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا، جی ہاں یا رسول اللہؐ۔ آپؐ نے فرمایا، اچھا، یہ دعا پڑھو، پھر وہ دعا بتائی کہ آپؐ مجھے تلقین فرما رہے تھے اور میں برابر پڑھتا جاتا تھا، یہانتک کہ میں نے تمھاری آواز سُنی۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا، لیجیے اللہ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور ہارون رشید کے حکم سے آپ کو مطلع کیا اور تین ہزار درہم آپ کو دیے۔

دُعائے مذکور یہ ہے:- (مہج الدعوات ص۲۲۵)

یا سابغ النعم یا دافع النقم یا باری النسم یا مجلی الھمم یا مغشی الظلم یا کاشف الضر والالم یا ذا الجود والکرم یا سامع کل صوت و یا مدرک کل فوت و یا محی العظام وھی رمیم بعد الموت صل علی محمد و آل محمد واجعل لی من امری فرجاً و مخرجاً یا ذا الجلال والاکرام۔

(مہج الدعوات ص۲۲۷)

(۲۵) ـــ نشر الموت

مسافر سے روایت ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ جب حضرت ابوابراہیم موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کو گرفتار کرکے لیجایا گیا تو آپ نے حضرت ابوالحسن امام رضا علیہ السلام کو ہدایت فرمائی کہ جبتک تمھارے پاس میری موت کی کوئی خبر نہ آئے تو تم روزانہ شب کو میرے دروازے پر سویا کرنا۔ مسافر کا بیان ہے کہ میں ہر شب کو حضرت ابوالحسن رضا علیہ السلام کے لیے ڈیوڑھی پر بستر لگا دیا کرتا تھا۔ آپؑ بعد عشاء کے تشریف لاتے اور وہیں آرام فرماتے اور صبح کو اپنے گھر واپس جاتے تھے۔ یہ سلسلہ چار سال تک جاری رہا۔ ایک شب آپ کے آنے میں تاخیر ہوئی، بستر لگا دیا گیا تھا مگر آپ اپنے معمول کے مطابق تشریف نہیں لائے۔ جس کی وجہ سے گھر والے بہت پریشان ہوئے اور اُن کے دل میں کوئی بڑا خطرہ محسوس ہونے لگا۔

آپؑ دوسرے روز تشریف لائے، گھر میں تشریف لے گئے، اُم احمد کی طرف

متوجہ ہو کر فرمایا، میرے پدرِ بزرگوار نے جو امانتیں تیرے حوالے کی تھیں وہ مجھے لاکر دیدے یہ سُن کر وہ چیخنے لگی اور اپنا منھ پیٹا اور گریبان چاک کیا اور کہا، ہائے میرے سید و آقا نے وفات پائی۔ آپ نے اُس کو منع فرمایا اور فرمایا کہ جبتک والیٔ مدینہ کے پاس اس کی خبر نہ آجائے تم لوگ اپنے منھ سے کچھ نہ نکالو اور نہ کسی پر اس کا اظہار کرو جس پر ام احمد خاموش ہوگئی اور اُس نے ایک ٹوکری اور دو ہزار یا چار ہزار دینار نکالے اور سب حضرت ابوالحسن علیہ السلام کو دیدیے۔

اُم احمد کا بیان ہے کہ حضرت ابوابراہیم موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کا مجھ پر خاص کرم تھا آپ نے چلتے وقت تنہائی میں فرمایا تھا کہ اے ام احمد! ان امانتوں کو حفاظت سے رکھنا۔ میری موت سے پہلے کسی کو نہ بتانا۔ میری وفات کے بعد میری اولاد میں سے جو تمھارے پاس آکر یہ امانت طلب کرے اس کو دینا اور یہ سمجھ لینا کہ میری وفات یقیناً ہوچکی ہے پھر میرے آقا نے جو علامات بتائی تھیں وہ سب میرے سامنے آئیں۔

الغرض، حضرت ابوالحسن امام رضا علیہ السلام نے وہ امانتیں لے لیں اور اہلِ خانہ کو مزید ہدایت فرمائی کہ جبتک وفات کی خبر نہ آئے خاموشی اختیار کریں۔ اس کے بعد آپ تشریف لے گئے۔ پھر معمول کے مطابق دروازے پر سونے کے لیے تشریف نہیں لائے۔ اِدھر ہم لوگ چند دن خاموش رہے کہ آپ کی موت کا اطّلاع نامہ آیا۔ میں نے دن شمار کیے اور وقت بھی یاد کیا تو وہ وہی دن اور وقت تھا جس دن حضرت ابوالحسن علیہ السلام نے اُم احمد سے وہ امانتیں طلب فرمائی تھیں اور دروازے پر سونا موقوف کیا تھا۔ (الکافی جلد ۱ ص۳۸۱)

(۳۶) ـــ غسلِ امام بدستِ امام ہوتا ہے

یونس نے طلحہ سے روایت کی ہے۔

اُس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا امام کو سوائے امام کے کوئی دوسرا غسل نہیں دے سکتا؟

آپ نے فرمایا، کیا تم یہ نہیں جانتے کہ جو غسل دینے آتا ہے وہ ان لوگوں سے بہتر ہوتا ہے جو حضرت یوسفؑ کے پاس کنوئیں میں حاضر ہوئے تھے جبکہ وہ اپنے والدین اور اپنے خاندان سے جُدا ہوگئے تھے۔ (الکافی جلد ۱ ص۳۸۵)

(۳۷) اطلاعِ امامت

صفوان سے روایت ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے عرض کیا، یہ بتائیے کہ امام کو کب معلوم ہوتا ہے کہ میں امام ہوں؟ کیا اُس وقت معلوم ہوتا ہے جب اُس کو خبر ملتی ہے کہ سابق امام نے انتقال کیا یا انتقال کے وقت ہی اس علم ہو جاتا ہے کہ اب میں امام ہوں؟ جیسے حضرت ابوالحسن موسٰی بن جعفر علیہ السلام، کہ اُن کا انتقال بغداد میں ہوا اور آپ یہاں مدینہ میں تھے۔

- آپ نے فرمایا، انتقال کے وقت ہی معلوم ہو جاتا ہے۔
- میں نے عرض کیا، کس ذریعے سے معلوم ہو جاتا ہے؟
- آپ نے فرمایا، اللہ تعالٰی الہام کر دیتا ہے۔ (الکافی جلد ا ص۳۸۱)

نوٹ:۔ (ہمارا عقیدہ ہے کہ امام پیدا ہونے کے بعد سجدۂ خالق میں گر جاتا ہے اور اُس کو علم ہوتا کہ وہ امام ہے، امام کسی وقت بھی اپنی امامت سے بےخبر نہیں ہوتا۔)

(۳۸) زہر خورانی

علی بن محمد بن زیاد صمیری سے، نیز دیگر جہات صحیحہ سے روایت ہے کہ حضرت امام موسٰی بن جعفرؑ علیہ السلام کے سامنے زہر آلود رُطب رکھے ہوئے تھے جن میں سے آپ نے دس رُطب کھا لیے تھے کہ سندی بن شاہک سامنے آیا اور پوچھا کچھ اور چاہیے ہیں؟

آپ نے فرمایا، بس کافی ہیں۔ میں نے حسبِ ضرورت کھا لیے اسکے بعد اُس نے آپ کی وفات سے قبل قاضیوں اور عادلوں کو بُلا کر اُنھیں دکھایا اور کہا، لوگ کہتے ہیں کہ ابوالحسن بہت سختی اور اذیت میں ہیں۔ اب تم لوگ دیکھ لو کہ یہ بالکل ٹھیک ٹھاک ہیں نہ انھیں کوئی مرض ہے نہ ان پر کوئی سختی کی گئی ہے۔

یہ سُن کر حضرت ابوالحسن علیہ السلام ان لوگوں کی طرف ملتفت ہوئے اور فرمایا، تم لوگ گواہ رہو کہ مجھے مسلسل تین دن سے زہر دیکر قتل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے میں بظاہر صحیح نظر آتا ہوں لیکن مجھے زہر دیا جا چکا ہے۔ جس کے اثر سے آج شام کو میرا جسم بید سرخ ہو جائے گا اور کل بید زرد، پھر پرسوں بید سفید ہو جائے گا اور اسکے بعد میں جوارِ رحمتِ الٰہی میں چلا جاؤں گا۔ پھر آپ نے جیسا فرمایا تھا ویسا ہی ہوا۔ تیسرے دن آپ نے انتقال فرمایا

آپ کا انتقال ۱۸۳ھ میں ہوا۔ اُس وقت آپ کا سن چوّن۵۴ سال کا تھا۔ آپ نے اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ بیس سال گذارے اور ان کے بعد تنہا اپنی امامت کے عہد میں چونتیس سال بسر کیے۔ (عیون المعجزات ص۹۵)

(۳۹) احساسِ قتلِ امامؑ

کتاب عمدۃ الطالب میں ہے کہ حضرت امام موسٰی کاظم علیہ السلام کا رنگ سانولا تھا، بڑے صاحبِ فضل، مضبوط دل والے اور بڑے سخی تھے۔ یہاں تک کہ موسٰی بن جعفرؑ کی رقم کی تھیلیاں ضرب المثل تھیں۔ آپ کے اہل خاندان کہا کرتے تھے کہ جس شخص کو موسٰی بن جعفرؑ کی عطا کی ہوئی تھیلی مل جائے اور پھر بھی اسے کمی کی شکایت ہو تو تعجب ہی ہے۔

جب موسٰی ہادی نے آپ کو گرفتار کر کے قید میں ڈالدیا تو اس نے حضرت امیرالمومنینؑ کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ ۝ (سورۂ محمدؐ آیت ۲۲)

(پس کیا وہ وقت قریب نہیں ہے کہ جب تم حاکم بنا دیے جاؤ گے تو زمین میں فساد برپا کرو گے اور قطع رحمی کرو گے۔)

یہ خواب دیکھ کر وہ بیدار ہوا اور خواب کا مطلب (تعبیر) سمجھ گیا اور آپ کی رہائی کا حکم دیدیا، مگر اس کے بعد پھر اُس کی نیت بدلی مگر آپ تک پہنچنے سے قبل ہی ہلاک ہو گیا۔

اُس کی ہلاکت کے بعد جب ہارون رشید خلیفہ ہوا تو پہلے اُس نے آپ کی بڑی تعظیم و تکریم کی۔ اس کے کچھ دنوں کے بعد اُس نے آپ کو گرفتار کر کے فضل بن یحیٰی کی قید میں ڈالدیا۔ پھر وہاں سے نکال کر سندی بن شاہک کے حوالے کیا اور شام چلا گیا۔ ادھر یحیٰی بن خالد نے سندی کو حضرت موسٰی بن جعفرؑ علیہ السلام کے قتل کا حکم دیا۔ کہا جاتا ہے کہ سندی نے آپ کو زہر دیا، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایک فرش میں لپیٹ کر مار ڈالا۔ پھر قید خانے سے نکال کر لوگوں کے سامنے رکھا اور ایک محضر نامہ تیار کیا، جس میں تحریر تھا کہ یہ اپنی موت سے مرے ہیں میت تین روز تک راستہ پر رکھی رہی تاکہ جو اس راستے سے گزرے اُنھیں دیکھے اور اس محضر نامے پر دستخط کرے۔ (عمدۃ الطالب ص۱۸۵)

نوٹ:۔ میں نے اپنے بعض اصحاب کے مؤلفات میں روایت دیکھی ہے کہ ہارون رشید (لعین) نے جب حضرت امام موسٰی بن جعفر علیہ السلام کے قتل کا ارادہ کیا تو اُس

نے اپنی فوج کے تمام عہدیداران کے سامنے یہ کام پیش کیا، مگر کسی ایک نے بھی اِس کو قبول نہ کیا۔ بالآخر، بلادِ افرنج کے عمّال کے پاس آدمی بھیجے کہ ہمیں چند ایسے آدمیوں کی ضرورت ہے جو اللہ اور اُس کے رسولؐ سے نابلد ہوں۔ مجھے اُن سے ایک کام لینا ہے۔ چنانچہ اُن عمّال نے چند ایسے ہی آدمی بھیج دیے جو نہ اسلام کو جانتے تھے نہ عربی زبان سے واقف تھے، جن کی تعداد پچاس تھی۔

جب یہ لوگ ہارون رشید کے پاس آئے تو اُس نے اُن کی بڑی تواضع کی اور ایک دو روز آرام و راحت کے بعد ہارون رشید نے اُن دریافت کیا کہ بتاؤ تمھارا رب کون ہے اور تمھارے نبی کا کیا نام ہے؟

اُن لوگوں نے لاعلمی کا اظہار کیا کہ ہمیں نہیں معلوم کہ ہمارا رب کون ہے اور ہمارا نبی کون ہے؟

ہارون رشید جب اُن کی جہالت سے مطمئن ہو گیا تو اُس نے اُن لوگوں کو اُس مکان میں بھیج دیا جس میں حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام مقید تھے اور انھیں حکم دیا کہ تم سب مل کر اُس شخص کو قتل کر دو۔ اور وہ خود اپنے کمرے کے روشندان سے دیکھتا رہا۔

الغرض ان لوگوں نے حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کو دیکھتے ہی اپنے ہتھیار جو قتل کرنے کی غرض سے اُن کو دیے گئے تھے پھینک دیے اور مثلِ بید کانپنے لگے نیز آپؑ کے سامنے سجدہ میں گر پڑے اور زار و قطار رونے لگے حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے اُن کو پیار بھری نظروں سے دیکھا اور شفقت و مہربانی سے اُن کے سروں پر اپنا دستِ مبارک پھیرا اور اُن ہی کی زبان میں گفتگو کرنے لگے۔

ہارون رشید نے جب یہ حال دیکھا تو خوف زدہ ہو مبہوت سا ہو گیا اور اپنے وزیر کو بُلا کر کہا کہ ان لوگوں کو جلد یہاں سے نکالو، ایسا نہ ہو کہ کوئی فتنہ برپا ہو جائے۔ لہٰذا وزیر نے اُن کو وہاں سے زبردستی نکلوا دیا اور وہ لوگ اپنی اس بے عزتی کے باعث بغیر اجازت لیے ہوئے اپنے اپنے ملکوں کو واپس چلے گئے۔

(۴۰) — خدائی انتقام

بزنطی نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے ایک طویل حدیث کے ذیل میں فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کی طرف سے دفاع کیا کرتا ہے اور اُن کے دشمنوں سے انتقام لیا کرتا ہے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام کا انتقام آلِ برمک سے کس طرح لیا اور حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی دوستی و تولّا کی بناء پر بنی اشعث کو ایک عظیم خطرے سے کیونکر بچا لیا۔

———— (الکافی)

(۱) مذہب واقفیہ کیا ہے؟

شیخ طوسی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

وہ اُمور جن سے مذہب واقفیہ کا باطل ہونا ثابت ہے، مندرجہ ذیل ہیں۔

واضح ہو کہ واقفیہ وہ لوگ ہیں جو ساتویں امام حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السّلام کی امامت پر آکر ٹھہر جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ زندہ ہیں اور یہی مہدیٔ موعود ہیں مگر اُن کا یہ قول باطل ہے اور اس کا باطل ہونا خود حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام کی موت ہی سے ظاہر ہے۔ آپ کی موت اتنی ہی مشہور ہے جتنی آپ کے آباء واجداد کی موت۔ اگر ہم اُن کی موت میں شک کریں، تو پھر ہم میں اور ناؤوسیہ، کیسانیہ، غلاۃ اور مفوضہ میں فرق ہی کیا رہ جاتا ہے۔ اس لیے کہ یہ لوگ بھی آپ کے آباء واجداد کی موت کے قائل نہیں ہیں۔ پھر حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السّلام کی موت تو اتنی مشہور ہے کہ آپ کے آباء واجداد میں سے کسی کی موت کو اس طرح مشہور نہیں کیا گیا۔ کیونکہ آپ کی موت کا اعلان حکومتِ وقت کی طرف سے کیا گیا۔ تمام قاضی و گواہ بُلائے گئے تاکہ اُن کی میّت کو دیکھ لیں اور گواہی دیں۔ پھر یہ کہ جسرِ بغداد پر آپ کی میّت کو رکھ کر یہ اعلان کیا گیا کہ جسے دیکھنا ہو آکر دیکھ لے یہ وہ ہیں کہ جن کے متعلق رافضیوں کا یہ اعتقاد تھا کہ یہ زندہ رہیں گے انھیں موت نہیں آئے گی۔ دیکھو! یہ اپنی ہی موت سے مر گئے۔ اس کے علاوہ اور بھی باتیں ہیں کہ جن کی وجہ سے اختلاف ممکن نہیں ہے۔ (غیبۃ شیخ طوسی صـ۲۰)

حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السّلام کی موت اس قدر مشہور ہے کہ اس کے ثبوت کے لیے روایات کے پیش کرنے کی ضرورت نہیں۔ آپ کی موت سے انکار کرنا، بدیہات سے انکار کرنا ہے۔ اگر آپ کی موت میں شک کیا جا سکتا ہے تو پھر آپ کے آباء واجداد کی موت میں بھی شک کیا جا سکتا ہے اور ان میں سے کسی کی موت ثابت نہیں ہو سکتی۔

یہ بھی ایک مشہور واقعہ ہے کہ آپ نے اپنے فرزند حضرت علی ابن موسیٰ الرّضا علیہ السّلام کو اپنا وصی بنایا اور اپنی موت کے بعد کے لیے امرِ امامت اُن کے سپرد فرمایا۔ اس کے متعلق بے حد بیشمار روایات موجود ہیں۔ اگر وہ زندہ ہوتے تو ان باتوں کی کیا ضرورت تھی۔
پھر شیخ طوسی علیہ الرحمۃ نے حضرت امام رضا علیہ السّلام کی امامت پر چند نصوص کا ذکر کیا اور

فرمایا کہ اس طرح کی روایات بیشمار ہیں۔ جو کتبِ امامیہ میں مندرج ہیں جو دیکھنا چاہے ان میں دیکھ سکتا ہے۔ یہاں صرف اتنی ہی کافی ہیں، اس کے بعد فرماتے ہیں کہ:

"اگر یہ کہا جائے کہ تم لوگ ان روایات پر بھروسہ کر کے کیونکہ حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السّلام کی موت کا یقین کر سکتے ہو۔ اس لیے کہ واقفیہ بھی بہت سی ایسی روایات پیش کرتے ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپکی موت نہیں واقع ہوئی، اور وہی مہدی قائم موجود ہیں۔ یہ روایات واقفیہ کی کتابوں میں بھی درج ہیں اور تمھاری کتابوں میں بھی۔ پھر تم لوگ ان دونوں طرح کی روایات کو جمع کیسے کر سکتے ہو اور اُن کی موجودگی میں یہ کیسے دعویٰ کر سکتے ہو کہ حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السّلام کی موت یقیناً واقع ہو چکی"۔

ہم اس کا جواب یہ دیں گے کہ ہم نے ان روایات کا ذکر جو اپنی کتابوں میں کیا ہے تو صرف تبرّکاً اور تبرعاً اس لیے نہیں کہ ان روایات سے آپ کی موت ثابت کرنی ہے۔ اس لیے کہ آپ کی موت کا تو یقین ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں جیسے آپ کے آباء واجداد کی موت میں کوئی شک نہیں، آپ کی موت میں شک کرنے والا بالکل ایسا ہی ہے جیسے کوئی آپ کے آباء واجداد کی موت میں، یا ہر وہ شخص جو یقیناً مر چکا ہے اس کی موت میں کوئی شک کرے۔ یہ روایات اپنی کتابوں میں صرف اس لیے بیان کر دی گئی ہیں تاکہ آپ کی موت کا علم مزید مؤکد ہو جائے جس طرح ہم ان چیزوں کے متعلق جو عقل و شرع و ظاہر آیاتِ قرآنی اور اجماع سے ثابت ہیں مگر مزید تاکید کے لیے روایات و احادیث بھی پیش کر دیا کرتے ہیں۔

اب رہ گئیں وہ روایات جو واقفیہ پیش کرتے ہیں تو وہ تمام روایات احاد سے ہیں جو دلیل اور حجت نہیں قرار پا سکتیں اور اس امر کا دعویٰ نہیں کیا جا سکتا کہ وہ صحیح ہیں۔ ان روایات کے تمام راوی مطعون ہیں۔ ان کے اقوال و روایات قابلِ بھروسہ نہیں۔ علاوہ بریں اُن کی یہ روایات لائقِ تاویل بھی ہیں۔

شیخ طوسی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ" اور کہیں کہیں روایات میں ان اسباب کا ذکر بھی ملتا ہے جن کی بناء پر ایک گروہ نے حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السّلام کی امامت پر ٹھہر جانے اور وقف کرنے کی لوگوں کو دعوت دی۔ چنانچہ ثقہ راویوں نے یہ روایت کی ہے کہ سب سے پہلے جن اشخاص نے اس اعتقاد کو ظاہر کیا وہ علی بن ابی حمزہ بطائنی، زیاد بن مروان قندی اور عثمان بن عیسیٰ رواسی ہیں۔ ان پر طمعِ دنیا سوار ہو گئی۔ مالِ دنیا نے انھیں اپنی طرف مائل کر لیا۔ اور کچھ لوگوں کو اس اعتقاد کی طرف مائل کرنے کیلئے اُنھوں نے اپنے خیانت کردہ اموال صرف کیے جیسے حمزہ بن بزیع و ابن مکاری و کرام خثعمی وغیرہ وغیرہ

چنانچہ احمد بن فضل نے یونس بن عبدالرحمٰن سے روایت کی ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ حضرت ابوابراہیم موسیٰ بن جعفر علیہ السّلام کی وفات کے بعد آپ کے کارندوں میں سے کوئی ایسا نہ تھا جس کے ذمے آپ کا مال کثیر نہ رہا ہو۔ اور یہی وجہ تھی کہ ان لوگوں نے آپ کی موت سے انکار کیا اور آپ کی امامت پر وقف کیا (ٹھہر گئے) اس طمع میں کہ آپ کے وصی (حضرت امام علی بن موسیٰ علیہ السّلام) کو مال حوالے نہ کرنا پڑے۔ چنانچہ زیاد بن مروان کے پاس ستّر ہزار دینار اور علی بن ابی حمزہ کے پاس تیس ہزار دینار تھے۔

راوی کا بیان ہے کہ جب میں نے یہ دیکھا اور مجھ پر حق واضح ہوگیا نیز حضرت امام ابوالحسن علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السّلام کی امامت کا یقین ہوگیا، تو میں نے اس کے متعلق تقریریں شروع کیں اور لوگوں کو آپ کی امامت کی طرف دعوت دینے لگا۔ تو ان دونوں اشخاص نے میرے پاس آدمی بھیجا اور کہلایا کہ تم اُن کی امامت کی طرف دعوت کیوں دیتے ہو؟ اگر تمھیں مال و دولت درکار ہے تو ہم سے لو۔ چنانچہ اُنھوں نے مجھے دس ہزار دینار دینے کا وعدہ کیا اور کہلایا کہ تم خاموش ہوجاؤ۔ میں نے انکار کیا اور جواب میں اُن دونوں سے کہلا دیا کہ ہم نے حضرات صادقین علیہما السّلام سے روایت سُنی ہے۔ اُن حضرات نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب بدعت ظاہر ہو تو عالم کا فریضہ ہے کہ وہ خاموش نہ رہے بلکہ اپنے علم کو ظاہر کرے اگر اُس نے ایسا نہ کیا تو اُس سے ایمان کی روشنی سلب کرلی جائے گی۔ اِس لیے میں اِس جہادِ فی سبیل اللہ کو کسی حالت میں بھی نہیں چھوڑ سکتا۔ وہ دونوں ہمارے دشمن بن گئے اور دل میں عداوت رکھنے لگے۔

(غیبۃ شیخ طوسیؒ صـ۲۶)

- محمد بن جمہور سے بھی اسی کے مثل روایت ہے۔ (علل الشرائع صـ۲۲۲)

(عیون الاخبار الرضا جلد۱ صـ۱۱۲)

- احمد بن حسین سے بھی اسی کے مثل روایت ہے۔ (رجال کشی صـ۳۰۵)

۲ ــــ کارندوں کی بدنیتی

صغار اور سعد دونوں نے ابن زید سے اور اُنھوں نے اپنے بعض اصحاب سے روایت کی ہے اُس کا بیان ہے کہ جب حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السّلام نے وفات فرمائی تو زیاد قندی کے پاس ستّر ہزار دینار اور عثمان ابن عیسیٰ رواسی کے پاس تیس ہزار دینار اور پانچ کنیزیں آپ کی امانت تھیں۔ یہ مصر کا باشندہ تھا۔ حضرت ابوالحسن علی بن موسیٰ علیہ السّلام نے ان دونوں کے پاس آدمی بھیجا کہ میرے پدر بزرگوار کا جو

مال، اثاثہ اور کنیزیں وغیرہ جمع ہیں وہ سب میرے پاس روانہ کردو، اِس لیے کہ میں اُن کا وارث ہوں۔ اُن کا قائم مقام ہوں۔ ہم نے اُن کی میراث آپس میں تقسیم کرلی ہے اور جو رقم یا چیزیں تمہارے پاس ہماری جمع ہیں اُن کے روکنے کا تمھارے پاس کوئی سبب یا جائز عذر نہیں ہے ابن ابی حمزہ تو سرے سے منکر ہی ہوگیا، اقرار ہی نہ کیا اور کہہ دیا کہ میرے پاس اُن حضرت کی کوئی شے امانت وغیرہ نہیں ہے اور زیاد قندی نے بھی ایسا ہی کیا۔ مگر عثمان بن عیسیٰ نے آپ کو خط تحریر کیا کہ آپ کے پدر بزرگوار مرے ہی نہیں ہیں۔ وہ زندہ و قائم ہیں اور جو کہتا ہے کہ وہ مر گئے، غلط بیانی سے کام لیتا ہے (لہٰذا اُن کی زندگی میں آپ مانگنے والے کون ہیں؟) اور فرض کیجیے آپ کے کہنے کے مطابق وہ مر بھی گئے تو اُنھوں نے مجھے یہ ہدایت تو نہیں کی تھی کہ میں اُن میں سے کوئی شے آپ کے حوالے کردوں۔ اب رہ گئیں کنیزیں تو میں نے اُنھیں آزاد کرکے اُن سے عقد کرلیا ہے۔

(غیبۃ طوسیؒ صـ۴۲)

۳ ــــ عثمان بن عیسیٰ کی سرکشی

احمد بن حمّاد سے روایت ہے اُس کا بیان ہے حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السّلام کے کارندوں میں سے ایک عثمان بن عیسیٰ بھی تھا، جو مصر کا باشندہ تھا۔ اس کے پاس آپ کا کثیر مال جمع تھا اور چھ کنیزیں تھیں حضرت امام رضا علیہ السّلام نے اپنے پدر بزرگوار کی وفات کے بعد اُس کے پاس اُس مال اور کنیزوں کی واپسی کے لیے آدمی بھیجا۔ اُس نے خط لکھا کہ آپ کے پدر بزرگوار کا انتقال (وفات) ہی نہیں ہوا۔ (ان کی حیات میں آپ مانگنے والے کون ہیں) تو حضرت امام علی الرضا علیہ السّلام نے جواب لکھا کہ یہ تمھارا غلط خیال ہے۔ میرے پدر بزرگوار وفات پا چکے ہیں۔ ہم سب نے آپس میں اُن حضرت کی میراث تقسیم کرلی اور اُن کی موت کی خبر بالکل درست و صحیح ہے۔ پھر اس کے بعد آپ نے اپنے خط میں اُن کی موت کے متعلق متعدد ثبوت پیش کیے۔ مگر اُس نے آپ کے خط کے جواب میں لکھا کہ اگر میرے کہنے کے مطابق اُنھوں نے وفات نہیں پائی اور زندہ ہیں تو ان چیزوں کے مانگنے کا آپ کو کوئی حق نہیں۔ اور اگر آپ کے کہنے کے مطابق وہ وفات پا چکے تو انھوں نے مجھے یہ ہدایت نہیں کی تھی کہ ان کی وفات کے بعد میں یہ چیزیں آپ کے حوالے کردوں ویسے ان کنیزوں کو آزاد کرکے میں نے اُن سے عقد کرلیا ہے۔

(علل الشرائع صـ۲۳۶، عیون الاخبار الرضا جلد۱ صـ۱۱۳)

نوٹ:۔ شیخ صدوق علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السّلام

ان لوگوں میں سے نہ تھے جو مال جمع کرتے۔ درحقیقت یہ مال ہارون رشید کے زمانہ میں حاصل ہوا تھا، مگر چونکہ دشمنوں کی کثرت تھی اس لیے آپ اس مال کو تقسیم نہ کر سکے۔ ایسے بہت کم تھے جن پر یہ بھروسہ تھا کہ یہ راز فاش نہ کرے گا۔ تو اُن کو دیتے بھی رہے۔ اتنی کثیر رقم جمع ہو جانے کا سبب یہی تھا۔ نیز، آپ یہ بھی چاہتے تھے کہ آپ پر چغلخوروں کی چغلی ہارون رشید کے سامنے ثابت نہ ہو سکے یعنی اُن کے پاس رقمیں اِس لیے آتی ہیں تاکہ اُن کی امامت مستحکم ہو جائے اور وہ خروج کر سکیں۔ وہ کہتے تھے کہ اگر ایسا نہیں ہے تو پھر اُن کے پاس جو رقم جمع ہے اس کو تقسیم کیوں نہیں کر دیتے۔ مزید براں، آپ کے پاس یہ رقم فقرا کے حق کی نہ تھی بلکہ یہ آپ کے ماننے والوں نے بطور نذر پیش کی تھی۔

(عیون الاخبار الرضا جلد ۱ صفحہ ۱۱۲)

شیخ صدوق علیہ الرحمۃ نے عیون الاخبار میں حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی وفات کے متعلق روایات پیش کرنے کے بعد تحریر فرمایا کہ میں نے یہ روایات واقفیہ کی رد میں پیش کی ہیں۔ اس لیے کہ ان کا خیال ہے کہ حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام زندہ ہیں اور آپ کے بعد حضرت امام رضا علیہ السلام اور ان کے بعد کے ائمہ کی امامت سے انکار کرتے ہیں اسی لیے حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی وفات کے صحیح ثابت ہونے سے ان کا مذہب باطل ہو جاتا ہے۔

چنانچہ وہ لوگ وفاتِ حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی روایات پر اعتراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ امام کو امام کے سوا کوئی غسل نہیں دے گا۔

پس اگر حضرت امام رضا علیہ السلام امام ہوتے تو تم ان روایات میں اِس امر کا ذکر نہ کرتے کہ حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کو حضرت امام رضا علیہ السلام کے علاوہ کسی اور نے غسل دیا۔ مگر اُن کا یہ اعتراض غلط ہے۔ اِس لیے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے منع فرمایا ہے کہ امام کو سوائے امام کے کوئی دوسرا غسل نہ دے۔ اور اگر امام کو کسی دوسرے نے غسل دے دیا تو اس سے بعد میں ہونے والے امام کی امامت تو باطل نہیں ہو سکتی۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے یہ تو نہیں فرمایا کہ امام وہی ہوگا جو اپنے پہلے گذرنے والے امام کو غسل دے۔ اس لیے ان کا یہ اعتراض غلط ہے۔

علاوہ بریں بعض بعض روایات میں یہ بھی مذکور ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام ہی نے اپنے پدر بزرگوار حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کو غسل دیا مگر حاضرین میں اس طرح گھل مل کر کہ کسی کو پتہ نہ چل سکا کہ غسل دینے والا کون تھا اور واقفیہ کو اس سے انکار نہیں کہ

اللہ تعالیٰ امام کو طے الارض کا معجزہ کرامت فرماتا ہے۔ وہ ذرا سی دیر میں بڑی سے بڑی مسافت طے کر لیتا ہے۔

(عیون الاخبار الرضا جلد ۱ صفحہ ۱۰۵)

④ ــــ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْت

علی بن رباط سے روایت ہے

اُس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہمارے یہاں ایک شخص ہے جو آپ کے پدر بزرگوار کے لیے یہ کہتا ہے کہ وہ زندہ ہیں اور آپ خوب جانتے ہیں کہ یہ بات کہنے سے اُس کا مطلب کیا ہے۔

آپ نے فرمایا، سبحان اللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تو موت آسکتی ہے اور حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کو موت نہیں آسکتی؟ خدا کی قسم، ہاں ہاں خدا کی قسم، اُن کو موت آگئی۔ ہم نے اُن کے ترکہ کو تقسیم کیا اور اُن کی کنیزوں کا نکاح بھی کر دیا۔

(عیون الاخبار الرضا جلد ۱ صفحہ ۱۰۶)

⑤ ــــ واقفیوں کا کردار

حسین بن احمد بن حسن بن علی بن فضال سے روایت ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ میں نے اپنے چچا علی بن حسن بن فضال کے پاس اہلِ بغداد میں سے ایک مردِ پیر کو دیکھا کہ وہ ان سے مذاح کیا کرتا تھا۔ اُس نے ایک دن میرے چچا سے کہا، اے گروہِ شیعہ! تم سے بُرا دنیا میں کوئی نہیں۔ یا یہ کہا کہ اے رافضیو! میرے چچا نے کہا تم پر خدا کی لعنت آخر کیوں ہے؟

اُس نے کہا، کہ میں احمد بن ابی بشر سراج کا داماد ہوں جب اُس کا وقتِ وفات قریب آیا تو اُس نے مجھ سے کہا کہ میرے پاس دس ہزار دینار حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے بطور امانت تھے مگر اُن کی وفات کے بعد میں نے وہ رقم اُن کے فرزند حضرت امام رضا علیہ السلام کو نہیں دی بلکہ یہ دعویٰ کیا کہ حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کو موت نہیں آئی وہ زندہ ہیں۔ اب خدا کے واسطے مجھے تم لوگ جہنم سے نجات دلانا اور وہ رقم حضرت امام رضا علیہ السلام کو ضرور دے دینا۔ مگر ہم نے بھی حضرت امام رضا علیہ السلام کو حبہ نہ دیا اور احمد بن ابی بشر سراج کو جہنم کی آگ میں جلنے دیا۔

علامہ شیخ طوسی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جب اس مذہبِ واقفیہ کے بنیادی

ممبران ایسے ایسے لوگ ہوں تو اُن کی روایات پر کیونکر بھروسہ کیا جائے۔ نیز واقفیوں کے رواۃ کی بُرائیوں کی روایتیں اتنی ہیں کہ جن کا حد و حساب نہیں۔ ہم اُن میں سے چند روایتیں پیش کرتے ہیں۔

(غیبۃ طوسی ص۴۸)

(۶) ــــــ واقفیوں کیلئے امام کا قول

ابو داؤد سے روایت ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ میں اور عینیہ دونوں علی بن ابی حمزہ بطائنی کے پاس سونے چاندی کے تاروں کی خرید و فروخت کر رہے تھے۔ وہ واقفیوں کا سردار تھا۔ میں نے اُس کو کہتے سُنا کہ حضرت ابو ابراہیم یعنی موسیٰ بن جعفر علیہ السّلام نے ایک مرتبہ فرمایا کہ اے علی بن ابی حمزہ! تم اور تمھارے اصحاب سب کے سب گدھے ہیں۔ عینیہ نے مجھ سے کہا۔ کیا تم نے کچھ سُنا؟ میں نے کہا، ہاں خدا کی قسم میں نے سُنا۔ عینیہ نے کہا، خدا کی قسم جب تک میں زندہ ہوں اس کے پاس قدم بھی نہ رکھوں گا۔

(غیبۃ طوسی ص۴۹)

(۷) ــــــ شاکیٔ امامت کا انجام

زیاد قندی اور ابن مسکان دونوں سے روایت ہے کہ ہم حضرت ابو ابراہیم موسیٰ بن جعفر علیہ السّلام کی خدمت میں تھے کہ یک بیک آپ نے ارشاد فرمایا۔ ابھی ابھی تمھارے پاس وہ آئے گا جو اہلِ زمین میں سب سے افضل ہے۔ آپ نے یہ فرمایا ہی تھا کہ حضرت ابو الحسن رضا علیہ السّلام جو ابھی کمسن تھے تشریف لائے۔ ہم نے کہا، اچھا یہ تمام اہلِ زمین میں سب سے افضل ہیں؟ حضرت ابو الحسن رضا علیہ السّلام، حضرت ابو ابراہیم کے قریب گئے۔ آپ نے انھیں اپنے سینے سے لگایا اور فرمایا، اے فرزند تمھیں معلوم ہے، یہ دونوں کیا کہتے ہیں؟ انھوں نے فرمایا، جی ہاں مجھے علم ہے کہ یہ دونوں میری امامت میں شک کرتے ہیں۔ علی بن اسباط کا بیان ہے کہ۔

"میں نے یہ حدیث حسن بن محبوب کے سامنے بیان کی تو انھوں نے کہا یہ نامکمل ہے، مکمل مجھ سے سنو! علی بن رئاب نے مجھ سے بیان کیا کہ پھر حضرت ابو ابراہیم نے ان دونوں سے فرمایا، سنو! اگر تم دونوں نے اِن کے حق سے انکار کیا یا اِن کے ساتھ خیانت اور بددیانتی کی تو تم دونوں پر اللہ، اُس کے ملائکہ اور تمام انسانوں کی لعنت۔ اے زیاد! تم اور تمھارے اصحاب میں تا ابد شرافت نہیں آسکتی۔"

علی بن رئاب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ زیاد قندی سے میری ملاقات ہوئی تو میں نے پوچھا، میں نے سُنا ہے کیا واقعتاً حضرت ابو ابراہیم نے تمھارے متعلق یہ فرمایا تھا؟ اُس نے جواب دیا کہ میرا خیال ہے کہ تمھیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ یہ کہہ کر وہ مجھے چھوڑ کر آگے بڑھ گیا اور کوئی بات نہ کی۔

حسن بن محبوب کا بیان ہے کہ اس کے بعد ہم ابو ابراہیم کی بددعا کے اثرات کا انتظار کرتے رہے۔ مگر اُس کا اثر حضرت امام رضا علیہ السّلام کے عہدِ امامت میں یہ ظاہر ہوا کہ وہ بالکل بے دین ہو کر مر گیا۔

(غیبۃ طوسی ص۴۹)

(۸) ــــــ ابراہیم بن یحییٰ بن ابی بلاد سے روایت ہے کہ حضرت امام علی الرضا علیہ السّلام نے ایک مرتبہ دریافت کیا کہ حمزہ بن بزیع شقی کیا کر رہا ہے؟ میں نے کہا، وہ آیا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا، اُس کا گمان ہے کہ میرے پدرِ بزرگوار زندہ ہیں، آج تو یہ لوگ شک میں مبتلا ہیں مگر کل یہ لوگ بے دین اور زندیق ہو کر مریں گے۔

صفوان کا بیان ہے کہ یہ سُن کر میں نے اپنے دل میں کہا، ان کا شک تو مجھے معلوم ہے مگر یہ بے دین اور زندیق ہو کر کیسے مریں گے؟ پھر تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا کہ مجھے ایک شخص نے اطلاع دی کہ اس کو مرتے وقت رب سے انکار تھا اور اسی حالت میں وہ بھی مر گیا۔ یہ سُن کر ہی میں نے کہا کہ اب حضرت امام رضا علیہ السّلام کی حدیث کی تصدیق ہو گئی۔

(غیبۃ طوسی ص۴۹)

(۹) ــــــ رواۃ واقفیہ کا غیر معتبر ہونا

علی بن رباح سے روایت ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے قاسم بن اسماعیل سے دریافت کیا کہ تم نے محمد بن ابی حمزہ سے کیا سُنا ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ میں نے اُس سے صرف ایک حدیث سُنی ہے۔ ابن رباح کا بیان ہے کہ، مگر اس کے بعد وہ محمد بن ابی حمزہ سے منسوب کر کے بہت سی روایتیں بیان کرنے لگا۔

نیز ابنِ رباح کا بیان ہے کہ میں نے قاسم سے دریافت کیا کہ تم نے حنّان سے کتنی روایات سُنی ہیں؟ جواب دیا چار یا پانچ۔ مگر اس کے بعد وہ حنّان کی طرف منسوب کر کے بہت سی روایات بیان کرنے لگا۔

احمد بن عمر کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو ابن ابی حمزہ کے متعلق فرماتے ہوئے سُنا ہے، یہ وہی تو ہے جو روایات کرتا ہے۔ کہ امام مہدیؑ کا سر عیسیٰ بن موسیٰ کے سامنے بطور ہدیہ پیش کیا جائے گا۔ جو سفیانی کے اصحاب میں سے ہوگا۔ نیز اس کا یہ بھی قول ہے کہ حضرت ابوابراہیم علیہ السلام آٹھ مہینے کے بعد واپس آجائیں گے مگر اس کے باوجود بھی کیا لوگوں پر اُس کا کذب ظاہر نہیں ہوا ؟

محمد بن سنان سے روایت ہے اُس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام رضا علیہ السلام کے سامنے علی بن ابی حمزہ کا ذکر ہوا تو آپؑ نے اُس پر لعنت کی، پھر فرمایا کہ علی ابن ابی حمزہ چاہتا تھا کہ اللہ کی زمین اور اللہ کے آسمانوں میں اللہ کی عبادت کرنیوالا کوئی نہ ہو۔ مگر اللہ نے بھی طے کرلیا کہ وہ اپنے نور کو حدِ اتمام تک پہونچا کر رہے گا، خواہ مشرکین اس سے کتنی ہی کراہت کیوں نہ کریں اور یہ لعین ومشرک اسے کتنا ہی ناپسند کیوں نہ کرے۔

میں نے عرض کیا مشرک ؟

آپ نے فرمایا، ہاں، خدا کی قسم اس جیسے کیلئے ایسا ہی ہے۔ اور یہ چیز تو کتابِ خدا میں بھی موجود ہے کہ يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ "یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھادیں" (سورۂ توبہ آیت ۳۲)

اِس آیت کے مصداق یہ اور اس جیسے ہی لوگ ہیں جو بھی چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور بجھ جائے۔

الغرض اس گروہِ واقفیہ میں لاتعداد بُرائیاں ہیں ہم اُس کی تفصیل سے اپنی کتاب کو طول نہیں دینا چاہتے۔ پھر اس قوم کا جب یہ حال ہے اور ان کے متعلق سلف صالحین کا یہ خیال ہے تو پھر اُن کی روایات پر کیسے وثوق اور اعتماد کیا جاسکتا ہے۔ یقین کیجیے، جن روایات کو ان لوگوں نے بیان کیا ہے اگر ان سے ان کی دشمنی اور عناد ثابت کرنا مقصود نہ ہوتا تو پھر وہ اِس قابل بھی نہ تھیں کہ انھیں سُنایا جائے چہ جائیکہ اسے تحریر کیا جائے اِس لیے کہ ہم نے حضرت امام رضا علیہ السلام کی امامت پر اتنے نصوص پیش کردیے ہیں جو واقفیہ کے مذہب کو باطل کرنے کے لیے کافی ہیں اور پھر وہ معجزات جو حضرت امام رضا علیہ السلام سے ظاہر ہوئے اور جن سے آپ کی امامت کی صحت وحقانیت ثابت ہے وہ بھی ان لوگوں کے مذہب کو باطل کردیتے ہیں جن کا تذکرہ کتابوں میں موجود ہے۔ اور ان ہی چیزوں کو دیکھ کر بہت سے لوگوں نے واقفیہ مذہب کو ترک کردیا۔ مثلاً عبدالرحمٰن بن حجاج، رفاعہ بن موسیٰ، یونس بن یعقوب جمیل بن دراج اور حماد بن عیسیٰ وغیرہ۔ یہ لوگ حضرت امام رضا علیہ السلام کے پدر بزرگوار کے اصحاب میں سے تھے۔ پہلے اِن لوگوں نے آپ کی امامت میں شک کیا، پھر آپ کی امامت کے قائل

ہوگئے۔ اور اسی طرح وہ لوگ جو آپ کے عہد میں تھے جیسے احمد بن محمد بن ابی نصر اور حسن بن علی وشاء وغیرہ۔ پہلے تو یہ لوگ سلسلۂ امامت کے امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے بعد توقف کے قائل ہوئے۔ مگر دلائل ومعجزات کو دیکھ کر آپ کی اور آپ کے بعد آپ کی اولاد میں ہونے والے ائمہ علیہم السلام کی امامت کے قائل ہوئے۔ (غیبتہ طوسی ص۵۱)

⑩ ── ایک دلیل

جعفر بن محمد نوفلی سے روایت ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ میں مقام قنطرہ اربق پر حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ کو سلام کر کے بیٹھ گیا، اور عرض کیا، میں آپ پر قربان، کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ آپکے والدِ بزرگوار زندہ ہیں۔؟

آپؑ نے ارشاد فرمایا، اللہ ان لوگوں پر لعنت کرے، وہ جھوٹے ہیں۔ اگر وہ زندہ ہوتے تو نہ اُن کی میراث تقسیم کی جاتی اور نہ اُن کی عورتوں کا نکاح کیا جاتا۔ حقیقت یہ ہے کہ انھوں نے بھی موت کا ذائقہ اسی طرح چکھا جس طرح حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے چکھا تھا۔

میں نے عرض کیا، آئندہ میرے لیے آپ کا کیا حکم ہے ؟

آپؑ نے ارشاد فرمایا، میرے بعد میرے فرزند محمدؑ کو اپنا امام ماننا۔ میں ایسی جگہ جا رہا ہوں جہاں سے واپس نہ ہوں گا۔ ایک قبر طوس میں ہوگی اور دو قبریں بغداد میں۔

میں نے عرض کیا، میں آپ پر قربان، ایک قبر تو معلوم ہے، مگر دوسری ؟

آپؑ نے فرمایا، وہ بھی عنقریب معلوم ہوجائیگی، پھر آپ نے اپنی دو انگلیوں کو ملا کر فرمایا کہ میری اور ہارون کی قبریں اس طرح ملی ہوئی ہوں گی۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۲ ص۲۱۶)

⑪ ── انشاء اللہ کی وسعت

داؤد رقّی سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے عرض کیا، میں آپ پر قربان، آپ کی امامت کے متعلق میرے دل میں صرف ایک حدیث کی وجہ سے کھٹک ہے جو ذریح نے حضرت ابوجعفر علیہ السلام سے روایت کی ہے۔

آپؑ نے ارشاد فرمایا، وہ کون سی حدیث ہے ؟

میں نے عرض کیا، حضرت ابوجعفر علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ انشاء اللہ میرا ساتواں قائم ہوگا۔

آپ نے فرمایا، تم نے بھی سچ کہا۔ ذریح نے بھی سچ کہا، اور حضرت ابوجعفرؑ نے بھی سچ فرمایا۔

یہ سُن کر تو میرے شک میں اور اضافہ ہوگیا۔ پھر آپ نے فرمایا، اے داؤد بن ابی کلدہ! خدا کی قسم اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عالم ربانی (حضرت خضر علیہ السلام) سے یہ نہ کہا ہوتا کہ آپ انشاء اللہ مجھے صابرین میں سے پائیں گے، تو پھر وہ اُن سے کوئی سوال نہ کرتے۔ اِسی طرح حضرت ابوجعفر علیہ السلام نے اگر انشاء اللہ نہ کہا ہوتا تو وہی ہوتا جو آپ نے فرمایا تھا۔ راوی کا بیان ہے کہ یہ سُن کر مجھے آپ کی امامت پر قطعی یقین ہوگیا۔

(رجال کشی صہ ۲۳۸)

⑫ ـــــ علی بن ابی حمزہ کا انجام

محمد بن فضیل سے روایت ہے اُس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوالحسن رضا علیہ السلام سے عرض کیا، میں آپ پر قربان، میں نے اہلِ دنیا میں سے ابن ابی حمزہ، ابن مہران، اور ابن ابی سعید کو اللہ کی دشمنی میں سب سے شدید پایا؛ آپ نے فرمایا، جب تم ہدایت یافتہ ہو تو اگر کوئی گمراہ بھی ہوگیا تو اُس نے تمھارا کیا بگاڑ لیا۔ ان لوگوں نے رسول اللہؐ کی تکذیب کی اور فلاں فلاں کی تکذیب کی حضرت جعفر صادق علیہ السلام اور حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی تکذیب کی، اور میرے لیے تو میرے آبار کی سیرت موجود ہے۔

میں نے عرض کیا، میں آپ پر قربان، ہم میں ایک روایت یہ ہے کہ آپ نے ابنِ مہران سے فرمایا کہ اللہ تیرے دل کی روشنی سلب کرے اور تیرے گھر میں فقر و فاقہ داخل کردے۔ آپ نے فرمایا۔ اب اُس کا اور اُس کی نیکیوں کا کیا حال ہے؟

میں نے عرض کیا، مولا! اُس کا تو بُرا حال ہے، بغداد میں وہ لوگ سخت تکالیف میں زندگی گذار رہے ہیں اور حسین تو اس قابل بھی نہیں ہے کہ عمرہ کے لیے جائے۔

یہ سُن کر آپ خاموش رہے۔ اور پھر ابن ابی حمزہ کے متعلق میں نے آپ کو فرماتے ہوئے سُنا، کہ کیا اب بھی تم لوگوں پر اُس کا کِذب نہیں ظاہر ہوا۔ کیا یہی وہ نہیں ہے، کہ جس نے یہ روایت کی ہے کہ حضرت مہدیؑ کا سر عیسیٰ بن موسیٰ کے سامنے ہدیۃً پیش کیا جائے گا جو سفیانی کے اصحاب میں سے ہے اور حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفرؑ آٹھ ماہ بعد واپس آئیں گے (رجال کشی

⑬ ـــــ میرے والد کے تبرکات

حسین بن عمر سے روایت ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے عرض کیا، میرے والد نے مجھے بتایا کہ وہ آپ کے پدرِ بزرگوار کے پاس گئے اور عرض کیا، خدائے جبار کو حاضر و ناظر جان کر بتائیں کہ آپ نے مجھے حکم دیا کہ عبداللہ کو چھوڑ دوں، اور آپ نے فرمایا کہ میں امام ہوں؟

اُنھوں نے فرمایا کہ ہاں، اور اگر اس میں کوئی گناہ ہے تو وہ میری گردن پر ہے۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا کہ اب میں وہی بات آپ سے کہتا ہوں کہ آپ کے پدرِ بزرگوار نے رحلت فرمائی تو کیا اُن کے بعد آپ صاحبِ امرِ امامت ہیں؟

آپ نے فرمایا، ہاں!

میں نے عرض کیا، میں جوں ہی مکہ سے نکلا، یہ معاملہ مجھ پر تقریباً واضح ہو گیا اور وہ اس طرح کہ فلاں شخص نے آپ کا خط پڑھ کر مجھے سُنایا، جس میں یہ تحریر تھا کہ میرے پدرِ بزرگوار کے تبرکات تمھارے پاس ہیں۔

آپ نے فرمایا، تم نے بھی سچ کہا اور اُس نے بھی سچ کہا۔ مگر میں نے خدا کی قسم یہ کام اُس وقت کیا جب یہ دیکھ لیا کہ اس کے سوائے کوئی چارہ نہیں ہے۔ میں نے یہ تحریر اُسے اُس وقت لکھی ہے جب گمراہی اور فرقہ بندی کا ڈر تھا۔

⑭ ـــــ آلِ محمدؐ سے تولا رکھو

حسین بن بشار سے روایت ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ جس وقت حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے رحلت فرمائی، تو میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، مگر مجھے اس کا یقین نہ تھا کہ حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے رحلت فرمائی ہے اور اُن کے بعد حضرت امام رضا علیہ السلام امام ہیں۔ دل میں یہ تھا کہ میں آپ سے پوچھوں گا اور اس کی تصدیق کروں گا۔ جب میں مدینہ پہونچا تو آپ اُس وقت مقامِ صوار میں تھے۔ میں وہاں پہونچا، ملاقات کی اجازت چاہی، اندر داخل ہوا، آپ نے مجھے اپنے قریب بُلایا اور لُطف و کرم سے پیش آئے۔ میں نے چاہا کہ آپ کے پدرِ بزرگوار کے متعلق سوال کروں، کہ مجھ سے پہلے آپ نے فرمایا، اے حسین! اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کو بے حجاب دیکھو، اور اللہ تم کو بغیر کسی حجاب کے دیکھے تو آلِ محمدؐ کو دوست رکھو اور اُن میں سے جو ولیٔ امر (امام) ہیں

ان سے مودّت رکھو۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے کہا، کیا میں اللہ کو دیکھوں گا ؟

آپ نے ارشاد فرمایا، ہاں، خدا کی قسم۔ حسین کا بیان ہے کہ اس کے بعد مجھے آپ کے پدرِ بزرگوار کی رحلت اور آپ کی امامت کا قطعی یقین ہوگیا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ تمھیں ملاقات کی اجازت دوں اس لیے کہ معاملہ سختی اور ضیق کا تھا، لیکن مجھے معلوم تھا کہ تم کس کشمکش میں مبتلا ہو۔ اس کے بعد آپ تھوڑی دیر تو خاموش رہے، پھر فرمایا، بتاؤ میں نے اپنے امرِ امامت کی اطلاع تم کو دیدی ؟

میں نے کہا، جی ہاں۔

(رجال کشی ص ۲۸۱)

(۱۵) ـــ واقفہ کی بازگشت ؟

علی بن عبد اللہ زبیری سے روایت ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوالحسن رضا علیہ السلام کی خدمت میں عریضہ لکھ کر گروہِ واقفہ کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ گروہِ واقفہ حق سے کنارہ کش اور باطل پر قائم ہیں۔ اگر وہ اسی حالت میں مر گئے تو اُن کا ٹھکانا جہنّم ہے جو اُن کی بدترین بازگشت ہے۔

(رجال کشی ص ۲۸۴)

(۱۶) ـــ واقفہ کو زکوٰۃ دینا

یوسف بن یعقوب سے روایت ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوالحسن رضا علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا وہ لوگ جو آپ کے پدرِ بزرگوار کو زندہ سمجھ رہے ہیں اُن کو زکوٰۃ دی جا سکتی ہے ؟

آپ نے ارشاد فرمایا، نہیں، اُنھیں زکوٰۃ نہ دو، وہ کفّار و مشرکین اور زنادقہ میں سے ہیں۔

(رجال کشی ص ۲۸۴)

(۱۷) ـــ واقفہ کا تعرّف

ہمارے متعدّد اصحاب نے حضرت امام ابوالحسن رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے اُن سب کا بیان ہے کہ ہم نے آپ کو فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ واقفہ شک اور بے یقینی کی زندگی بسر کرتے ہیں اور جب مرتے ہیں تو بیدین

اور زندیق ہو کر۔

یہ سُن کر ہم میں سے کسی نے کہا، یہ تو ہمیں معلوم ہے کہ واقفہ شک میں مبتلا ہیں مگر مرتے وقت زندیق اور بے دین ہو جاتے ہیں، یہ کیسے ؟

راوی کا بیان ہے کہ پھر بعد میں اُس نے بتایا کہ میں ایک واقفی کے پاس اُس کے حالتِ احتضار میں پہونچا اور اُس کو کہتے ہوئے سُنا کہ اگر حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے واقعاً وفات فرمائی تو پھر میں کافر ہوں، میں نے کہا واقعاً پھر یہ ایسا ہی ہے۔

(رجال کشی ص ۲۸۴)

(۱۸) ـــ واقفہ سے متعلق آیاتِ قرآنی

بکر بن صالح کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سُنا ہے۔ بتاؤ، لوگ اس آیت کے متعلق کیا کہتے ہیں ؟ میں نے عرض کیا کس آیت کے متعلق، میں آپ پر قربان ؟ فرمایا اللہ تعالیٰ کے اس قول کے متعلق :۔ وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُولَةٌ غُلَّتْ أَيْدِيهِمْ وَلُعِنُوا بِمَا قَالُوا بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَاءُ (سورۂ مائدہ آیت ۶۴)

ترجمہ :۔ "اور یہودیوں نے کہا کہ اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے (یعنی وہ بخیل ہے) اُن ہی کے ہاتھ باندھے گئے اور وہ لعنت کئے گئے بسبب اس کے جو کچھ انھوں نے کہا، بلکہ اُس کے تو دونوں ہاتھ کھُلے ہوئے ہیں (کشادہ ہیں یعنی وہ سخی ہے) وہ جس طرح چاہتا ہے، خرچ کرتا ہے۔"

میں نے عرض کیا، اس آیت میں لوگوں کو اختلاف ہے۔ حضرت ابوالحسن امام رضا علیہ السلام نے فرمایا، لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ یہ آیت گروہِ واقفہ کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے بعد اب کوئی امام ہی نہیں (اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں) تو اللہ نے اس آیت میں اُن کی رد فرمائی کہ نہیں اللہ کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں اور ہاتھ سے مراد یہاں امام ہے۔ یہ اس کی باطنی تفسیر ہے۔ اور ان لوگوں کا یہ قول کہ حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے بعد کوئی امام نہیں، اس کی تعبیر اللہ نے یوں کی ہے۔

(رجال کشی ص ۲۸۴)

(۱۹) ـــ محمد بن عاصم سے روایت ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ حضرت امام ابوالحسن

رضا علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا، اے محمد بن عاصم! میں نے سُنا ہے کہ تمھاری نشست و برخاست واقفہ کے ساتھ ہے؟

میں نے عرض کیا، جی ہاں میں آپ پر قربان، میں اُن کے ساتھ بیٹھتا ضرور ہوں مگر اُن کا مخالف ہوں۔

آپ نے فرمایا، نہیں، اُن کے ساتھ مت بیٹھا کرو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتِ اللَّهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ ۚ إِنَّكُمْ إِذًا مِّثْلُهُمْ ؕ

(سورۃ النساء آیت ۱۴۰)

ترجمہ: "اور بیشک اُس نے تم پر کتاب میں (یہ حکم) نازل کیا جب تم سُنو کہ اللہ کی آیات سے انکار کیا جا رہا ہے اور اُن کا تمسخر (مذاق) اُڑایا جا رہا ہے تو اُن کے ساتھ نہ بیٹھو، جب تک کہ وہ کسی دوسری بات میں مشغول نہ ہو جائیں، ورنہ تم بھی اُن ہی جیسے ہو جاؤ گے۔"

اس آیت سے مراد اوصیا ہیں جن سے گروہِ واقفہ انکار کرتا ہے۔

(رجال کشی ص ۲۸۵)

(۲۰) ═══ سلیمان بن جعفری سے روایت ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ مدینہ میں حضرت ابوالحسن رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ اہلِ مدینہ میں سے ایک شخص آیا اور اُس نے آپ سے گروہِ واقفہ کے متعلق دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا

مَّلْعُونِينَ ۖ أَيْنَمَا ثُقِفُوا أُخِذُوا وَقُتِّلُوا تَقْتِيلًا ۝ سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِن قَبْلُ ۖ وَلَن تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا ۝

(سورۃ الاحزاب آیت)

ترجمہ: لعنتیوں کے۔ جہاں کہیں بھی وہ پائے جائیں گے پکڑے جائیں اور قتل کیے جائیں گے جیسے کہ قتل کیے جانے کا حق ہے۔ جو لوگ پہلے گذر چکے ہیں (اُن کے معاملے میں بھی) اللہ کی یہی سنّت رہی ہے (یہی روش رہی ہے) اور تو اللہ کی سنت کو ہرگز بدلا ہوا نہ پائے گا۔"

خدا کی قسم اللہ اپنی سنّت کو نہیں بدلے گا جبتک کہ ان میں کا آخری فرد بھی قتل نہ ہو جائے۔ (نوٹ غالباً ایسا رجعت کے وقت ہوگا۔) (رجال کشی ص ۲۸)

• ——— حمدویہ نے محمد بن عیسیٰ سے، اُنھوں نے ابراہیم بن عقبہ سے اسی کے مثل روایت کی ہے۔ (رجال کشی ص ۲۸۷-۲۸۶)

(۲۱) ═══ واقفیہ کے متعلق قرآن کی آیت

براثی نے ابوعلی سے، اُنھوں نے محمد بن حسن کوفی سے، اُنھوں نے محمد بن عبدالجبار سے، اُنھوں نے عمرو بن فرات سے روایت کی ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے گروہِ واقفیہ کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا، یہ وہ گروہ ہے جو حیرانی اور بے یقینی میں زندگی بسر کرے گا اور بے دین اور زندیق ہو کر مرے گا۔

• ——— اسی اسناد کے ساتھ احمد بن محمد برقی سے اور اُنھوں نے جعفر بن محمد بن یونس سے روایت کی ہے کہ ہمارے اصحاب میں سے ایک گروہ میرے پاس آیا جن کے پاس چند پرچے تھے جن پر کچھ مسائل کے جوابات تحریر تھے صرف ایک رقعہ (پرچہ) کسی واقفی کا تھا کہ جس پر کوئی جواب تحریر نہ تھا وہ بجنسہٖ واپس آیا تھا۔

• ——— ابراہیم بن محمد بن عباس ختلی نے احمد بن ادریس قمی سے اُنھوں نے محمد بن احمد بن یحییٰ سے، اُنھوں نے عباس بن معروف سے انھوں نے حجال سے، اُنھوں نے ابراہیم بن ابی بلاد سے روایت کی ہے، اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے گروہِ ممطورہ (واقفیہ) اور اُن کے شک کا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا، یہ لوگ جبتک زندہ رہیں گے ان کی زندگی مشکوک ہی گزرے گی۔ پھر جب مریں گے تو بے دین اور زندیق ہو کر۔

• ——— خلف بن حماد کشی کا بیان ہے کہ مجھے خبر دی حسن بن طلحہ مروزی نے اور ان سے بیان کیا یحییٰ بن مبارک نے اُن کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے چند مسائل لکھ کر دریافت کیے۔ آپ نے اُن سب کے جوابات دیے، خط کے آخر میں، میں نے اِس آیت کی تفسیر بھی دریافت کی تھی۔ مُّذَبْذَبِينَ بَيْنَ ذَٰلِكَ لَا إِلَىٰ هَٰؤُلَاءِ وَلَا إِلَىٰ هَٰؤُلَاءِ ۚ

(سورۃ النساء آیت ۱۴۳)

ترجمہ: (وہ اِس (کفر و ایمان کے) معاملے میں متذبذب ہیں (شک میں پڑے ہیں) نہ اِس طرف کے ہیں۔ اور نہ ہی اُس طرف کے۔)

اِس کے جواب میں آپ نے تحریر فرمایا کہ یہ آیت واقفیہ کے لیے نازل ہوئی ہے یہ جواب آپ نے اپنے قلم سے خود ہی تحریر فرمایا تھا کہ اُن کا شمار نہ مومنین میں ہے نہ مسلمین میں

یہ ان لوگوں میں سے ہیں جنھوں نے آیاتِ الٰہی کی تکذیب کی ہم اشھر معلومات ہیں، ہمارے بارے میں کوئی جنگ وجدال نہیں، نہ ہم میں کوئی رفث ہے اور نہ فسوق ہے۔ اے یحییٰ! تم ان لوگوں سے جس قدر ہو سکے نفرت رکھو۔ (رجال کشی ص ۲۸۷)

○ ابن ابی یعفور سے روایت ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ اسی دوران میں حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السّلام تشریف لائے اور بیٹھ گئے۔ امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا

اے ابن ابی یعفور! یہ میری اولاد میں سب سے بہتر ہیں اور ان کو میں سب سے زیادہ محبوب رکھتا ہوں۔ اے ابن ابی یعفور! ہمارے شیعوں میں سے ایک گروہ کو اللہ تعالیٰ گمراہی میں چھوڑ دے گا۔ سن لو! یہ وہ گروہ ہوگا جس کا آخرت میں کوئی حصّہ نہ ہوگا۔ اور نہ روزِ قیامت اللہ تعالیٰ اُن سے کوئی بات کرے گا، نہ انھیں معاف کرے گا۔ اُن کے لیے دردناک عذاب ہے۔

میں نے عرض کیا، میں آپ پر قربان؛ میرے دل کو اس گروہ سے نفرت ہو گئی؛ آپ نے فرمایا، "میرے بعد میرے اس فرزند کے معاملہ میں میرے شیعوں کا ایک گروہ گمراہ ہو جائے گا اور کہے گا کہ موسیٰ بن جعفر علیہ السّلام نے وفات نہیں پائی اور ان کے بعد تمام ائمہ کا منکر ہوگا، اور اپنی اس گمراہی کی طرف لوگوں کو دعوت دے گا۔ اس میں ہمارے حقوق پائمال اور دینِ خدا کا انہدام ہے۔ اے ابن ابی یعفور! اللہ اور اُس کا رسولؐ ان لوگوں سے بَری ہیں اور ہم بھی اس گروہ سے لاتعلق ہیں۔

○ اور ان ہی اسناد کے ساتھ حمزہ زیات سے روایت ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ حمران بن اعین کو میں نے کہتے ہوئے سُنا کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت ابو جعفر علیہ السّلام سے دریافت کیا۔ کہ کیا میں آپ حضرات کے شیعوں میں سے ہوں؟

آپ نے فرمایا، ہاں، خدا کی قسم دنیا و آخرت دونوں میں تمھارا شمار ہمارے شیعوں میں ہے۔ اور ہمارے ہر شیعہ کا نام مع ولدیت ہمارے پاس لکھا ہوا ہے۔ سوائے اُن لوگوں کے جو ہم سے پھر جائیں گے۔

میں نے عرض کیا، میں آپ پر قربان، کیا آپ کے شیعوں میں کچھ ایسے لوگ بھی ہوں گے جو آپ حضرات کی معرفت کے بعد بھی آپ سے پھر جائیں گے؟

آپ نے فرمایا، اے حمران! ہاں، مگر تم اُن کا زمانہ نہ پاؤ گے۔

حمزہ کا بیان ہے کہ ہمارے درمیان اس حدیث پر بحث ہوئی تو ہم نے حضرت امام رضا علیہ السّلام کے پاس اس کو لکھ کر بھیجا کہ اس سے حضرت ابو جعفر علیہ السّلام نے کن لوگوں کو مراد لیا ہے؟

تو آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ یہ گروہِ واقفہ ہے جو حضرت موسیٰ بن جعفرؑ پر آکر وقف کر گئے ہیں۔ (رجال کشی ص ۲۸۸)

(۲۲) حضرت امام رضا علیہ السّلام اور واقفیوں میں گفتگو

اسماعیل بن سہل سے روایت ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ مجھ سے میرے بعض اصحاب نے کہا کہ اُن کا نام ظاہر نہ کیا جائے؛ انھوں نے بتایا کہ میں حضرت امام رضا علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ علی ابنِ ابی حمزہ ابن سراج اور ابن مکاری آپ کی خدمت میں آئے۔ ابن ابی حمزہ نے آپ سے پوچھا۔ آپ کے پدرِ بزرگوار کہاں ہیں؟

آپ نے فرمایا، وہ تو گذر گئے؛ پوچھا، کیا موت آئی اور گذر گئے؟ فرمایا ہاں؛ پوچھا پھر اُن کے بعد عہدۂ امامت کس کے پاس؟ فرمایا، میرے پاس؛ اُس نے کہا پھر آپ اللہ کی جانب سے امام مفترض الطاعۃ ہیں؟ فرمایا، ہاں۔

ابن سراج اور ابن مکاری نے کہا، واللہ، اُس نے اپنی طرف سے آپ کو اقتدار سونپ دیا؛ آپ نے فرمایا۔ تمھارا بُرا ہو، میں نے کون سا اقتدار حاصل کر لیا۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں بغداد پہونچ کر ہارون رشید سے کہوں کہ میں امام ہوں، میری اطاعت تجھ پر فرض ہے۔ خدا کی قسم یہ میرا فریضہ نہیں۔ میں نے یہ بات تم سے صرف اس لیے کہی ہے کہ میں نے سُنا تھا کہ تم میں اختلاف پیدا ہو گیا ہے۔ کوئی کچھ کہتا ہے، کوئی کچھ۔ تمھارے معاملات بکھر رہے ہیں؛ میں نے چاہا کہ تمھارے راز تمھارے دشمنوں کے ہاتھ نہ لگ جائیں۔

ابن ابی حمزہ نے کہا، آپ نے وہ دعویٰ کیا ہے اور وہ بات کہی ہے جو آپ سے پہلے آپ کے آباء میں سے کسی نے نہیں کہی؛

آپ نے فرمایا، ہاں۔ خدا کی قسم، رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے جو ہمارے آبائے کرام میں سب سے بہتر تھے۔ انھوں نے ایسی بات کہی۔ یاد کرو، جب اللہ نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو حکم دیا کہ اپنے خاندان کے سب سے زیادہ قریبی رشتہ داروں

کو ڈراؤ۔ تو آپؐ نے اپنے کنبے کے چالیس آدمیوں کو جمع کیا، اور اُن سے فرمایا، "سنو! میں تمھاری طرف اللہ کی جانب سے رسولؐ بنا کر بھیجا گیا ہوں"۔ تو آپؐ کے چچا ابولہب نے آپؐ کو بُری طرح جھٹلایا اور فتنہ برپا کیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں سے خطاب فرمایا "سنو! میں اگر نبی برحق نہیں ہوں تو تم میرے اندر کوئی ایک بھی بُرائی تلاش کرکے بتاؤ"

آپؐ نے اپنی نبوت پر یہ دلیل قائم فرمائی۔ لہٰذا میں بھی اپنے جدِ امجد کی تقلید میں اپنی امامت پر یہی دلیل قائم کرتا ہوں کہ اگر تم مجھ میں کوئی ایک بھی بُرائی تلاش کرسکو تو بتاؤ۔ یہ میری امامت کی پہلی نشانی ہے۔

علی بن ابی حمزہ نے کہا ہم تک آپ کے آبائے کرام سے یہ روایت پہونچی ہے کہ امام کی تجہیز و تکفین و تدفین وہی کرے گا جو اس کے مثل امام ہوگا۔

حضرت ابوالحسن رضا علیہ السلام نے فرمایا، پھر حضرت امام حسین ابن علی علیہما السلام کے متعلق بتاؤ تمھارا کیا خیال ہے، وہ امام تھے یا غیر امام؟ اُس نے کہا امام تھے فرمایا، پھر اُن کی تجہیز و تدفین کس نے کی؟ علی بن ابی حمزہ نے کہا، حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام نے کی؛ آپ نے فرمایا، بتاؤ حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام اُس وقت کہاں تھے؟ اُس نے کہا، وہ اُس عبیداللہ ابن زیاد لعین کی قید میں تھے۔ آپ قید سے نکل کر تشریف لائے، اپنے پدر بزرگوار کی تجہیز و تدفین کی اور واپس چلے گئے اُن لوگوں کو پتہ بھی نہ چلا۔

حضرت ابوالحسن الرضا علیہ السلام نے فرمایا، اگر حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام کے لیے یہ ممکن تھا کہ آپ کوفے سے کربلا آکر اپنے پدر بزرگوار کی تجہیز و تدفین کریں، تو پھر امام وقت کے لیے بھی یہ ممکن ہے کہ وہ بغداد آئے اور اپنے پدر بزرگوار کی تجہیز، تکفین اور تدفین کرکے واپس جائے بلکہ (حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام تو اسیر تھے اور مقید بھی تھے) امام وقت تو نہ اسیر ہی تھا اور نہ مقید۔

علی بن ابی حمزہ نے کہا، ہمارے پاس یہ روایت بھی ہے کہ امام دنیا سے اُس وقت تک نہیں جاتا جبتک کہ وہ اپنے بعد کے لیے دوسرے کو امام کو نہ دیکھ لے۔

حضرت امام ابوالحسن الرضا علیہ السلام نے فرمایا۔ کیا اس حدیث میں بس اتنی ہی روایت کرتے ہو، آگے کچھ نہیں؟ اُس نے کہا، نہیں کچھ نہیں؛ آپ نے فرمایا۔ ہاں ہاں، اس کے آگے إِلَّا الْقَائِم (لیکن قائمؑ) کی بھی روایت کرتے ہو لیکن تمھیں نہیں

معلوم کہ اس کے معنی کیا ہیں اور یہ کیوں کہا گیا ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ یہ سُن کر علی ابن ابی حمزہ نے کہا جی ہاں، جی ہاں، خدا کی قسم یہ بھی حدیث میں ہے۔ حضرت ابوالحسن رضا علیہ السلام نے فرمایا۔ پھر تجھے یہ جرأت کیسے ہوئی کہ حدیث کے بعض حصے کو چھوڑ دے۔ پھر فرمایا۔ اے شیخ! خدا سے ڈر، اُن لوگوں میں نہ ہو جا، جو لوگوں کو دینِ خدا سے روکتے ہیں۔ (رجال کشی ص ۲۸۹)

(۲۳) === حدِ قدامت

ابنِ ابی سعید مکاری سے روایت ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کے پاس گیا اور کہا۔ تم نے تو لوگوں کے لیے اپنا دروازہ کھول دیا اور انھیں فتاویٰ دینے بیٹھ گئے۔ تمھارے پدر بزرگوار نے تو کبھی ایسا نہیں کیا تھا؛ آپ نے فرمایا۔ مجھے ہارون کا کوئی خوف نہیں۔ پھر فرمایا۔ اللہ تیرے قلب کی روشنی سلب کرے اور فقر و فاقہ تیرے گھر میں داخل کر دے کیا تجھے نہیں معلوم کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریمؑ کی طرف وحی فرمائی کہ تمھارے بطن میں ایک نبی ہے۔ اس کے بعد مریمؑ کے بطن سے عیسیٰؑ پیدا ہوئے پس، مریمؑ، عیسیٰؑ سے ہیں اور عیسیٰ مریمؑ سے ہیں۔ اسی طرح میں بھی اپنے پدر بزرگوار سے ہوں اور میرے پدر بزرگوار مجھ سے ہیں۔

ابنِ مکاری کا بیان ہے کہ میں نے کہا۔ میں آپ سے ایک مسئلہ پوچھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا، پوچھو، مگر میں جانتا ہوں کہ تم میرے متبع نہیں ہو۔ میری بات نہ مانوگے۔ میں نے سوال کیا، ایک شخص نے مرتے وقت کہا کہ میرے جتنے قدیم غلام ہیں وہ آزاد اور جو قدیم نہیں وہ آزاد نہیں ہیں۔

آپ نے فرمایا، تیرا بُرا ہو کیا تو نے قرآن کی یہ آیت نہیں پڑھی ہے:۔

وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتَّىٰ عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ

ترجمہ: (اور چاند کی ہم نے منزلیں مقرر کی ہیں یہانتک کہ وہ کھجور کی پُرانی شاخ کی طرح ہو کر پلٹتا ہے۔) (سورۂ یٰسٓ آیت ۳۹)

لہٰذا جو غلام چھ ماہ سے پہلے کے ہیں وہ قدیم کہے جائیں گے اور جو ابھی چھ ماہ کے نہیں ہیں وہ قدیم نہیں ہیں!

یہ جواب سن کر وہ آپ کی خدمت سے نکلا۔ مگر اس کے بعد ہی اُس کے گھر میں فقر، فاقہ اور نحوست و ابتلاء کا دَور دورہ ہو گیا۔

(رجال کشی ص ۲۹۰)

(۲۴) ـــــ بدترین مخلوقات

حکم بن عیص سے روایت ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ میں اپنے ماموں سلیمان بن خالد کے ساتھ حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا، اے خالد! یہ لڑکا کون ہے؟ اُنھوں نے عرض کیا، یہ میری بہن کا لڑکا ہے۔ آپ نے فرمایا، یہ امرِ امامت کو جانتا ہے؟ اُنھوں نے عرض کیا، جی ہاں۔ آپ نے فرمایا، اُس خدا کا شکر ہے کہ جس نے اِس کو شیطان بنا کر نہیں پیدا کیا۔ اِس کے بعد فرمایا، اے سلیمان! تم ہمارے شیعوں کے فتنے سے بچنے کے لیے اپنی اولاد کے متعلق اللہ سے پناہ چاہا کرو۔

میرے ماموں نے دریافت کیا، میں آپ پر قربان، وہ فتنہ کیا ہے؟

آپ نے فرمایا، ان شیعوں کا ائمہ کی امامت سے انکار اور میرے فرزند موسیٰ پر اُن کا وقوف۔ آپ نے مزید فرمایا، یہ لوگ ان کی موت سے انکار کریں گے اور یہ گمان کریں گے کہ ان کے بعد اب کوئی امام نہیں ہوگا۔ یہی لوگ تو بدترین مخلوقات ہوں گے۔

(رجال کشی ص ۲۸۵)

(۲۵) ـــــ یہی لوگ کاذب ہیں

محمد بن عمیر نے ہمارے اصحاب میں سے کسی ایک سے روایت کی ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا۔ مولا! میں آپ پر قربان، ایک گروہ ہے جو آپ کے پدرِ بزرگوار پر آکر ٹھہر جاتا ہے اُس کا خیال ہے کہ آپ کے پدرِ بزرگوار زندہ ہیں۔ انھیں موت نہیں آئی ہے۔؟

آپ نے فرمایا، وہ لوگ کاذب ہیں۔ وہ اس کتاب کے منکر ہیں جو اللہ تعالےٰ نے حضرت محمد مصطفےٰ صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر نازل فرمائی ہے۔ اگر مخلوقات کی ضرورت کو دیکھتے ہوئے اللہ تعالےٰ نے بنی آدم میں سے کسی ایک کی عمر کی مدت کو بڑھایا ہوتا تو یقیناً رسولِ مقبول صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی مدتِ عمر کو بڑھاتا۔ (رجال کشی ص ۲۸۵)

(۲۶) ـــــ سلسلۂ امامت قائم رہیگا

محمد بن فضل سے روایت ہے اُس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ اس قوم کا کیا

حشر ہوگا جس نے آپ کے پدرِ بزرگوار حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی امامت پر توقف کر لیا؟

آپ نے فرمایا، اللہ اُن پر لعنت کرے وہ کتنے بڑے کاذب ہیں۔ اُن کا تو یہ بھی خیال ہے کہ میں عقیم اور لاولد ہوں۔ میرے بعد میری اولاد میں سلسلۂ امامت جو چلے گا وہ تو اِس کے بھی منکر ہیں۔ (رجال کشی ص ۲۸۷)

○ • ـــــ عمر بن یزید سے روایت ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کچھ دیر تک شیعوں کے فضائل بیان فرماتے رہے۔ اِس کے بعد آپ نے فرمایا کہ میرے بعد شیعوں ہی میں سے ایک گروہ ایسا ہوگا جو ناصبیوں سے بھی بُرا ہوگا۔

میں نے عرض کیا، میں آپ پر قربان، کیا وہ لوگ آپ کے اہلبیت سے محبت نہ کریں گے اور آپ حضرات کے دوستدار نہ ہوں گے، اور آپ حضرات کے دشمنوں سے برأت کا اظہار نہیں کریں گے۔؟

آپ نے فرمایا، ہاں وہ ایسا کریں گے۔

میں نے عرض کیا، میں آپ پر قربان، آپ ذرا وضاحت فرمادیں تاکہ ہم اُن کو پہچان لیں، کہیں ایسا تو نہیں کہ ہمارا شمار بھی اُن لوگوں میں ہو؟

آپ نے فرمایا، ہرگز نہیں، اے عمر! تم اُن میں سے نہیں ہو۔ یہ وہ قوم ہے جو زیدؑ کے معاملے میں گمراہ ہوئی، پھر موسیٰؑ کے معاملے میں گمراہ ہوگی۔

○ • ـــــ براثی نے ابوعلی سے اُنھوں نے محمد بن اسماعیل سے اُنھوں نے موسیٰ بن قاسم بجلی سے اور اُنھوں نے علی بن جعفر سے روایت کی ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ ایک شخص میرے بھائی حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور عرض کیا، میں آپ پر قربان، اب آئندہ امام کون ہوگا؟ آپ نے فرمایا، یہ لوگ میری موت کے بعد گمراہ ہو جائیں گے اور کہیں گے کہ یہی قائم آلِ محمد ہیں۔ حالانکہ قائم آلِ محمد میرے مرنے کے برسوں بعد آئیں گے۔

○ • ـــــ براثی نے ابوعلی سے اُنھوں نے حسین بن محمد بن عمر بن یزید سے اُنھوں نے اپنے چچا سے روایت کی ہے۔ ان کے چچا کا بیان ہے کہ گروہِ واقفیہ کی ابتدا، اِس طرح ہوئی کہ جس وقت حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام قید خانہ میں تھے۔ تیس ہزار دینار کی رقم زکوٰۃ نیز دیگر واجبات کی جمع ہوئی۔ رقم جو کوفہ میں حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے دو وکیلوں کو بھیج دی گئی اُن میں سے

ایک حیّان سراج تھا، دوسرا اُسی کا کوئی ساتھی تھا۔ ان دونوں نے اس رقم سے گھر بنوائے کئی عقد کیے اور غلّے خریدے۔ جب حضرت موسیٰ بن جعفرؑ علیہ السّلام نے وفات فرمائی اور اُس کی خبر اُن دونوں کو تک پہونچی تو اُنھوں نے آپ کی موت ہی سے انکار کر دیا اور شیعوں میں یہ پروپیگنڈہ کیا کہ وہ مر ہی نہیں سکتے، اِس لیے کہ وہی تو قائمِ آلِ محمدؐ ہیں۔ شیعوں کا ایک گروہ ان کے اِس جال میں پھنس گیا اور اسی طرح ان دونوں کی یہ بات لوگوں میں پھیل گئی مگر جب ان دونوں کی موت قریب آئی تو اُنھوں نے وصیّت کی کہ وہ رقم (تیس ہزار دینار) حضرت موسیٰ بن جعفرؑ علیہ السّلام کے ورثاء کو دے دی جائے۔ پھر اس وقت شیعوں پر یہ بات صاف طور پر واضح ہو گئی کہ یہ دونوں مال کی طمع میں یہ بات کہہ رہے تھے۔

○ • ـــ براثی نے ابوعلی سے اُنھوں نے محمد بن رجا حناط سے اُنھوں نے محمد بن علی رضا علیہ السّلام سے روایت کی ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ واقفیہ شیعوں میں گدھے قسم کے لوگ ہیں اس کے بعد اُنھوں نے اس آیت کی تلاوت کی اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ۝ (سورۃ الفرقان آیت ۴۴)

ترجمہ (ان کی مثال جانوروں جیسی ہے بلکہ اُن سے بھی گئے گذرے گمراہ۔)

○ • ـــ براثی نے ابوعلی سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ منصور نے حکایت کی ہے کہ امام محمد تقی جواد ابن امام ابوالحسن الرضا علیہما السّلام نے فرمایا کہ زیدیہ اور واقفیہ اور ناصبی ہمارے نزدیک ایک ہی راہ پر ہیں۔

○ • ـــ براثی نے ابوعلی سے اُنھوں نے ابن یزید سے اُنھوں ابن ابی عمیر سے اُنھوں نے کسی شخص سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام محمد تقی ابن حضرت ابوالحسن رضا علیہما السّلام سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی: "وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ": (سورۂ غاشیہ آیت ۲-۳)

ترجمہ:- (کتنے ہی چہرے (کچھ لوگ) اُس دن رسوا اور ذلیل، مشقّت زدہ و درماندہ ہو لگے)

تو آپ نے فرمایا، یہ آیت ناصبیوں اور زیدیہ فرقے والوں کے متعلق نازل ہوئی ہے اور واقفیہ کا شمار بھی ناصبیوں میں ہے۔

○ • ـــ براثی نے ابوعلی سے اُنھوں نے ابراہیم عقبہ سے روایت کی ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام حسن عسکری علیہ السّلام کی خدمت میں ایک عریضہ لکھا کہ میں آپ پر قربان، میں نے اس گروہِ ممطورہ (خارشی کتوں) کو پہچان لیا ہے کیا میں نماز میں قنوت کی دُعا میں ان کے لیے بددعا کیا کروں؟ آپ نے فرمایا، ہاں قنوت میں ان کیلئے بددعا کیا کرو۔

ابنِ مکاری کی گستاخی

بعض اصحاب سے روایت ہے کہ:

ابنِ مکاری، حضرت امام رضا علیہ السّلام کی خدمت میں آیا اور بولا، "اچھا، اب تم اس منزل پر پہونچ گئے کہ جو دعویٰ تمھارے پدرِ بزرگوار کرتے تھے وہی تم بھی کرنے لگے!"

آپ نے فرمایا، اللہ تیرے قلب کی روشنی کو سلب کرے۔ اور تیرے گھر میں فقر و فاقہ داخل کرے، تجھے کیا ہو گیا ہے۔ کیا تجھے نہیں معلوم کہ اللہ تعالیٰ نے عمران کی طرف وحی فرمائی کہ میں تمھیں فرزند عطا کروں گا مگر اللہ نے انھیں مریمؑ جیسی بیٹی دی اور پھر مریمؑ کو حضرت عیسیٰؑ جیسا فرزند عطا فرمایا۔ اور عیسیٰؑ مریمؑ ہی سے ہیں اور مریمؑ عیسیٰؑ سے ہیں پھر فرمایا کہ میں اور میرے پدرِ بزرگوار ایک ہی شے ہیں۔ (رجال کشی ص ۲۹۰)

توضیح شاید آپ کو یہ فرمانے کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ واقفیہ، حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام کی اس حدیث سے تمسک کرتے تھے کہ آپ نے فرمایا تھا کہ میری اولاد میں قائم ہوگا۔ یہ مطلب نہیں کہ وہ خود قائم ہوں گے۔

(۲۷) زیاد قندی اور کتمانِ حق

محمد بن اسماعیل بن ابی سعید زیّات سے روایت ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ میں سفرِ حج میں زیاد قندی کے ساتھ تھا۔ دن ہو یا رات ہم کبھی آپس میں جدا نہیں ہوئے۔ یہاں تک کہ مکّہ کے راستہ میں طواف میں بھی میں بالکل اُس کے ساتھ ساتھ رہتا تھا۔ مگر ایک بار میں اُس کے پاس گیا، میں نے کافی دیر تک راہ دیکھی مگر وہ نظر نہ آیا۔ صبح کے وقت جب وہ آیا تو میں نے کہا۔ تمھارے تاخیر سے آنے نے مجھے بہت متفکر کر دیا تھا۔ کیا بات تھی جو اتنی دیر ہوئی۔

اُس نے کہا، میں مقامِ ابطح میں حضرت ابوالحسن یعنی حضرت ابوابراہیم موسیٰ بن جعفر علیہ السّلام کے پاس تھا اُن کے ساتھ اُن کے فرزند حضرت علی رضا علیہ السّلام بھی تھے جو آپ کے جانبِ راست میں تھے۔ مجھ سے آپ نے فرمایا کہ اے ابوالفضل یا فرمایا کہ اے زیاد! یہ میرے فرزند علیؑ ہیں۔ ان کا قول میرا قول ہے۔ ان کا فعل میرا فعل ہے۔ جب تمھیں کوئی ضرورت ہو تو ان سے رابطہ قائم کرنا اور جو یہ کہیں اُس کو مان لینا اس لیے کہ یہ جو کچھ بھی کہیں گے وہ حق ہوگا۔

ابنِ ابی سعید کا بیان ہے کہ اس بات کو تھوڑے ہی دن گذرے تھے کہ برامکہ کا واقعہ ظہور پذیر ہوا۔ زیاد نے حضرت ابوالحسن علی ابنِ موسیٰ رضا علیہ السلام کو خط لکھا کہ میں نے آپ کے پدرِ بزرگوار سے آپ کے متعلق سُنا، اس کا اظہار کر دوں یا ابھی پوشیدہ رکھوں؟

حضرت ابوالحسن علیہ السلام نے جواب میں تحریر فرمایا، اسے ظاہر کر دو۔ تم کو ان لوگوں کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں۔ زیاد نے اس کا اظہار کر دیا۔ پھر جب واقفیوں کا گروہ ظہور پذیر ہوا تو میں نے زیاد سے کہا، اے ابوالفضل! حضرت امام رضا علیہ السلام کے متعلق جو نص تم نے اُن کے پدرِ بزرگوار سے سُنی ہے۔ اب اس کے اظہار کا اس سے بہتر موقع اور کون سا ہوگا؟ زیاد نے کہا۔ نہیں کچھ کہنے کا وقت نہیں۔ میں کوفہ اور بغداد دونوں مقام پر اس سے اصرار کرتا رہا کہ اس کا اظہار کر دے۔ مگر وہ جواب میں یہی کہتا رہا کہ یہ کچھ کہنے کا وقت نہیں۔ جب میں نے بہت اصرار کیا تو اس نے کہا، وائے ہو تم پر یہ واقفیوں کی اتنی روایات کیسے غلط کر دی جائیں۔

(رجال کشی ص۲۹۰)

(۲۸) ــــ قبولیتِ دُعاء

عبداللہ بن مغیرہ کا بیان ہے کہ میں واقفیہ مذہب پر تھا اور اسی حالت میں، میں نے حج کیا۔ جب مکہ پہونچا تو میرے دل میں ایک خلجان سا پیدا ہوا۔ میں نے ملتزم کو پکڑا اور دعاء کی پروردگارا! تو میری نیّت سے خوب واقف ہے۔ میرے معبود! میری ہدایت فرما سچے دین کی طرف۔ فوراً ہی میرے دل میں آیا کہ حضرت ابوالحسن رضا علیہ السلام کے پاس چلنا چاہیے۔ لہٰذا میں مدینہ پہونچا اور آپ کی ڈیوڑھی پر جا کر کھڑا ہو گیا۔ غلام سے کہا، جا کر اپنے آقا سے کہو کہ اہلِ عراق میں سے ایک شخص دروازے پر کھڑا ہے۔ غلام کے جانے سے پہلے میں نے خود آپ کی آواز سُنی کہ اے عبداللہ بن مغیرہ اندر آجاؤ۔ میں اندر پہونچا، تو آپ نے ایک نظر مجھے دیکھا اور فرمایا۔ اللہ نے تیری دعاء قبول کر لی اور تجھے تیرے دین کی طرف ہدایت فرما دی۔ یہ سُن کر میں نے فوراً کہا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ واقعاً اللہ کی مخلوق پر اللہ کی حجّت اور اُس کے امین ہیں۔ (رجال کشی ص۳۷۵)

● ــــ یزید بن اسحاق جو حضرت امام رضا علیہ السلام کی امامت کا سب سے زیادہ منکر تھا۔ اُس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میرے بھائی نے مجھ سے اِس مسئلے پر گفتگو کی مگر اس میں ذرا بھی لچک نہ آئی۔ جب گفتگو طویل اور بحث کثیر ہوئی تو میں نے اُس سے کہا کہ اگر تمھارے امام

جیسا کہ تم کہتے ہو، صاحبِ منزلت ہیں تو ان سے کہو کہ وہ دعاء کریں کہ میں بھی اپنے اعتقاد سے پلٹ کر تمھارا اعتقاد اختیار کر دوں۔ راوی کا بیان ہے، میرے بھائی محمد نے مجھ سے بتایا کہ پھر میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مولا، میں آپ پر قربان، میرا ایک بھائی ہے جو سن میں مجھ سے بڑا ہے۔ وہ آپ کے پدرِ بزرگوار کی حیات کا قائل ہے۔ ہم دونوں اکثر و بیشتر اس مسئلے پر بحث کرتے رہتے ہیں۔ ایک دن اُس نے مجھ سے کہا کہ اگر تمھارے امام اس قدر و منزلت کے حامل ہیں جیسا کہ تم بتاتے ہو، تو اُن سے کہو کہ وہ میرے لیے دعاء کریں تاکہ میں بھی تمھارا عقیدہ اختیار کر دوں۔ مولا! میں چاہتا ہوں کہ آپ اس کے لیے دعاء فرما دیں۔ یہ سن کر حضرت ابوالحسن امام رضا علیہ السلام قبلہ رُو ہوئے اور کوئی دعاء پڑھی، پھر کہا، پروردگارا! تو اس کے کان، آنکھ اور دل کو گرفت میں لیکر حق کی طرف موڑ دے۔ آپ نے اپنا دستِ راست بلند فرما کر یہ دعاء فرمائی۔

راوی کا بیان کہ آپ کے پاس سے جب وہ واپس آیا تو اُس نے مجھ سے پورا واقعہ بیان کیا۔ خدا کی قسم زیادہ عرصہ نہیں گذرا کہ میں بھی حق کا قائل ہو گیا۔ (رجال کشی ص۳۷۲)

(۲۹) ــــ علمِ نجوم سے ہدایت

ابوخالد سجستانی کا بیان ہے کہ جب حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے وفات فرمائی تو اُس نے آپ کی امامت پر توقف کیا۔ (آپ کے بعد کسی کی امامت کا قائل نہ ہوا) پھر اس نے حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کا طالع قسمت دیکھا تو اس سے اس کو معلوم ہوا کہ انھوں نے واقعی وفات پائی ہے۔ اِس طرح اُس کو آپ کی موت کا یقین ہو گیا۔ اور وہ اپنے ساتھیوں سے الگ ہو گیا۔ (رجال کشی ص۳۷۶)

(۳۰) ــــ وَالسَّابِقُوْنَ السَّابِقُوْنَ

حسین بن عمر بن یزید سے روایت ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا مگر مجھے آپ کی امامت میں شک تھا اور ہمارا ہمسفر ایک شخص اور تھا جس کا نام مقاتل بن مقاتل تھا۔ اور وہ کوفہ ہی میں آپ کی امامت کا قائل ہو گیا تھا۔

میں نے کہا تم نے بہت جلدی کی۔ اُس نے کہا، میرے پاس اس کے دلائل و براہین ہیں۔ الغرض حسین کا بیان ہے کہ جب حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں پہونچا

تو دریافت کیا کہ کیا آپ کے پدرِ بزرگوار نے وفات پائی ؟

آپ نے فرمایا، ہاں، خدا کی قسم میں اس وقت اس منزل پر ہوں جس پر حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر المومنین حضرت علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام تھے جو مجھ سے اور میرے پدرِ بزرگوار سے بہت زیادہ صاحبِ سعادت و فضیلت تھے۔ پھر آپ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ أُولَٰئِكَ الْمُقَرَّبُونَ" (سورہ واقعہ آیت ۱۰)

ترجمہ: "اور سبقت لے جانے والے تو سبقت لے جانے والے ہی ہیں۔ وہ تو (وہی تو) مقربین (بارگاہِ الٰہی) ہیں۔

یعنی جس وقت امام اس کا اظہار کرے تو وہ اُن کی امامت کو پہچانتے۔

پھر فرمایا، تمھارے ہمسفر اور ساتھی کا کیا حال ہے ؟ میں نے کہا، کون ساتھی ؟ آپ نے فرمایا، وہی مقاتل ابن مقاتل، کتابی چہرہ، دراز ریش اور اونچی اُبھری ہوئی ناک والا۔ نیز فرمایا، لیکن میں نے کبھی اُس کو دیکھا نہیں، اور نہ وہ کبھی میرے پاس آیا پھر بھی ایمان لایا ہے۔ اُس نے میری امامت کی تصدیق کی ہے اور ہدایت قبول کی۔

راوی کا بیان ہے کہ یہ سُن کر میں واپس ہوا، اپنی قیامگاہ پر آیا تو دیکھا کہ مقاتل سو رہا تھا۔ میں نے اُسے بیدار کیا اور کہا، تمھارے لیے ایک خوشخبری ہے۔ مگر جبتک تم سَو مرتبہ الحمد للہ نہ کہہ لوگے میں تمھیں نہیں بتاؤں گا۔ جب اُس نے سَو مرتبہ الحمد للہ کہہ لیا تو میں نے اُسے سارا واقعہ کہہ سُنایا جو امامؑ نے مجھ سے فرمایا تھا۔ (رجال کشی ص۳۷۷)

باب ۱۱

(۱) — وصیت نامے کی عبارت

ابراہیم بن عبداللہ جعفری نے اہلبیتؑ کے متعدد افراد سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوابراہیم امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے اپنے وصیت نامے پر مندرجہ ذیل اشخاص کو شاہد بنایا۔

(۱) اسحاق بن جعفر بن محمد المعروف بالموتمن۔ (۲) ابراہیم بن محمد بن علی بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب۔ (۳) جعفر بن صالح جعفری۔ (۴) معاویہ جعفری۔ (۵) یحییٰ بن حسین بن زید۔ (۶) سعد بن عمران انصاری۔ (۷) محمد بن حارث انصاری۔ (۸) یزید بن سلیط انصاری۔ (۹) محمد بن جعفر اسلمی۔

اور اس وصیت نامے کی گواہی سے پہلے آپ نے ان لوگوں کو اس بات پر گواہ بنایا کہ موسیٰ بن جعفر علیہ السلام اس امر کی گواہی دیتے ہیں کہ اُس اللہ کے سوا کوئی اور اللہ نہیں، وہ اکیلا ہے، اُس کا کوئی شریک نہیں اور محمدؐ اُس کے بندے اور رسولؐ ہیں۔ قیامت آنے والی ہے جس میں کوئی شک نہیں۔ آپؑ نے فرمایا اہلِ قبور کو دوبارہ قبروں سے اُٹھایا (زندہ کیا) جائے گا، موت کے بعد مُردوں کا دوبارہ زندہ ہونا (معاد) حق ہے۔ حساب و قصاص حق ہے۔ اللہ کے سامنے حساب و کتاب کے لیے کھڑا ہونا حق ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو احکامات وغیرہ لیکر آئے وہ حق ہے، حق ہے، حق ہے۔ روح الامین جو کچھ آپ پر لیکر نازل ہوئے وہ حق ہے۔ اسی اعتقاد پر میں نے اپنی ساری زندگی گذاری اور اسی پر مر رہا ہوں اور انشاء اللہ اسی اعتقاد پر میں دوبارہ قبر سے اُٹھایا جاؤں گا۔

میں ان مذکورہ بالا اشخاص کو گواہ بناتا ہوں کہ یہ میری وصیت میرے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے اور اس میں، میں نے اپنے جد امیر المومنین علیہ السلام کی وصیت نیز حضرت امام حسن علیہ السلام، حضرت امام حسین علیہ السلام، حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام حضرت محمد بن علی علیہ السلام اور حضرت جعفر ابن محمد علیہ السلام کی وصیتوں کو بھی حرف بہ حرف شامل کر لیا ہے۔ میں نے یہ وصیت اپنے فرزند علی کے لیے لکھ دی ہے اور اُن کے ساتھ اپنی تمام اولاد کو شریک کیا ہے بشرطیکہ علی اس کو پسند کریں، اُن کو سعید و رشید سمجھیں اور انھیں برقرار

رکھنا چاہیں تو انھیں اختیار ہے اور اگر وہ انھیں ناپسند کریں انھیں اس سے خارج کرنا چاہیں تو اس کا بھی انھیں اختیار ہے۔ ان لوگوں کو علیؑ کے مقابلے میں کسی طرح کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ میں نے اپنے فرزند علیؑ کو اپنے تمام تر صدقات پر، تمام اموال پر اپنے تمام بچوں پر یعنی ابراہیم، عباس، اسماعیل اور احمد نیز اُمِ احمد اور تمام میری عورتوں کے معاملات میں اختیار دیا ہے کسی اور کو نہیں۔ میرے پدرِ بزرگوار اور میرے اہلِ بیت کے صدقات کا ایک تہائی وہ جس مد میں بھی چاہیں صرف کریں اُن کو اس ایک تہائی پر وہی اختیار ہے جو ایک مال کے مالک کو اپنے مال پر ہوتا ہے۔ اگر وہ چاہیں تو ہماری وصیت کے مطابق ہمارے اہل و عیال پر صرف کریں اور نہ چاہیں تو نہ کریں انھیں ہر طرح کا اختیار ہے۔ وہ چاہیں تو جن لوگوں کے لیے میں نے وصیت کی ہے ان کے علاوہ بھی وہ جس کو ہبہ کردیں، بخش دیں، عطا کردیں، تصدق کردیں یا فروخت کردیں، یہ سب علیؑ کی مرضی پر ہے۔ میری وصیت میرے مال، میرے اہل و عیال کے لیے وہ اسی طرح ہیں جیسے میں خود ہوں۔

اگر وہ چاہیں تو اپنے ان بھائیوں کو جن کے نام میں نے اس وصیت نامے کی ابتدا میں لکھ دیے ہیں، برقرار رکھیں اور اگر نہ چاہیں تو خارج کردیں جس پر کسی کو کوئی اعتراض یا مسترد کرنے کا حق نہیں۔ اگر میری اولاد میں سے کوئی شخص اپنی بہن کا عقد کسی سے کرنا چاہے تو بغیر اُن کی اجازت و حکم کے اُس کو اِس کام کا حق نہیں۔ اور کوئی بھی حاکمِ وقت اگر اس میں سے کوئی بات کھولے گا، یا اس وصیت نامے میں جو کچھ لکھا ہوا ہے اس کے اندر رکاوٹ بنے گا تو سمجھ لو کہ وہ اللہ اور اُس کے رسولؐ سے بری ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس سے بری اور لاتعلق ہے۔ اِس پر اللہ کی لعنت، لعنت کرنے والوں کی لعنت، ملائکۂ مقربین، تمام انبیاء و مرسلین اور جماعتِ مومنین کی لعنت۔

کسی حاکمِ وقت کو یہ حق نہیں، اور نہ میری اولاد میں سے کسی کو یہ حق ہے کہ وہ علی کے پاس جو میرا سرمایہ یا مال ہے، اُس کی تحقیق و تفتیش کرے۔ وہ اس رقم کو کم یا زیادہ جو کچھ (جس قدر) ان مذکورہ مدات میں کریں ٹھیک ہے۔ میں نے اس وصیت نامے میں ان کے ساتھ جو اپنی مذکورہ اولاد، چھوٹے بچوں اور اُن کی اُمہاتِ ولد کو داخل کیا ہے جو اپنے گھر پردے کے اندر رہیں داخل کیا ہے تو میرا مقصد یہ ہے کہ اگر علیؑ چاہیں تو میری حیات میں جو کچھ اُن لوگوں کو ملتا رہا ہے وہ ملتا رہے۔ ہاں اگر ان اُمہاتِ ولد میں سے کوئی دوسرا عقد کرے تو پھر اُس کے لیے یہ مراعات نہیں ہیں اِلّا یہ کہ علیؑ کی خود اُس کے لیے یہ رائے ہو۔ میری دختروں کا عقد اُن کے بھائی یا اُن کی مائیں بغیر علیؑ کے مشورے اور رائے سے نہیں

کر سکتیں، میری دختروں پر اُن کی ماؤں کا کوئی اختیار نہیں ہے اگر انھوں نے ایسا کیا تو گویا انھوں خدا و رسولؐ کی مخالفت کی، بلکہ ان سے جنگ کی۔ اِس لیے کہ علی ہی بہتر جانتے ہیں کہ قوم میں کون آدمی کیسا (نکاح کے قابل یعنی کفو ہے کہ نہیں) ہے۔ لہٰذا اگر یہ مناسب سمجھیں تو نکاح ہو ورنہ، نہ ہو۔ میں نے وصیت نامے کی ابتداء میں جو باتیں لکھی ہیں ان کی وصیت ان عورتوں سے بھی کی ہے اور اس پر اُن کو گواہ بنایا ہے۔

اور کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ میری اس وصیت کا انکشاف کرے اور اسے نشر کرے۔ اب جو بدی کرے گا سزا پائے گا، جو نیکی کرے گا جزا پائے گا۔ اور تمھارا رب اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔ کسی حاکم یا غیر حاکم کو یہ جائز نہیں کہ اس وصیت نامہ کے آخر میں جو مہر میں نے لگادی اس کو توڑے، جو ایسا کرے گا، اس پر اللہ کی لعنت اور اس کا غضب نازل ہوگا۔ اور اس کے بعد تمام فرشتے نیز گروہِ مرسلین و مومنین بھی اس کے مددگار ہیں۔

مہر لگائی اس پر موسیٰؑ بن جعفرؑ اور تمام گواہوں نے۔

عبداللہ بن محمد جعفری کا بیان ہے کہ اس وصیت نامے کے متعلق عباس بن موسیٰ بن جعفر علیہما السّلام نے قاضیٔ وقت ابن عمران طلحی سے کہا کہ اس وصیت نامے کے آخری حصّے میں ہمارے خزانے اور جواہرات کے راز پوشیدہ ہیں۔ والدِ بزرگوار نے یہ چاہا ہے کہ ہمیں ان سے محروم کر کے علیؑ رضا کے لیے محفوظ کردیں اور حقیقت یہ ہے کہ انھوں نے ہر چیز کا مختار علیؑ رضا ہی کو بنا دیا اور ہمیں بالکل فقیر و محتاج بنا گئے۔

یہ سُن کر ابراہیم بن محمد جعفری اُس کی طرف جھپٹے اور اُسے خوب سنائی، پھر اسحاق بن جعفرؑ نے بھی خوب بُرا بھلا کہا۔

پھر عباس نے قاضیٔ وقت سے کہا، آپ اس مہر کو توڑیں اور دیکھیں کہ اس کے نیچے کیا تحریر ہے۔ قاضی نے کہا، نہیں میں اس مہر کو توڑ کر تمھارے پدرِ بزرگوار کی لعنت کا مستحق نہیں بننا چاہتا! عباس نے کہا، اچھا، اگر آپ نہیں توڑ سکتے تو میں توڑتا ہوں۔ قاضی نے کہا تمھیں اختیار ہے۔

چنانچہ عباس نے مہر توڑی اور دیکھا تو لکھا ہوا تھا کہ یہ سب وصیّت سے خارج ہیں سوائے علی رضا علیہ السّلام کے اور ان ہی کے تحتِ ولایت رہیں گے خواہ اسے پسند کریں یا ناپسند۔ اور یتیموں کی طرح ان کی زیرِ پرورش رہیں گے نیز، ان کو حدودِ صدقہ سے بھی نکال دیا گیا تھا۔ جب یہ سب کچھ ہو چکا تو حضرت امام رضا علیہ السّلام نے عباس سے فرمایا: اے بھائی! میں جانتا ہوں کہ تم مقروض ہو۔ پھر سعد کو حکم دیا کہ جاؤ اور دیکھو کہ ان پر

قرضوں کا کتنا بار ہے اسے ادا کر دو اور قرض کے دستاویزات قرض خواہ سے واپس لیکر فارغ خطی لکھوالو۔ خدا کی قسم جبتک میں زندہ ہوں اور سطح زمین پر چل رہا ہوں، ہرگز ہرگز ان کے ساتھ مواسات و مواخات اور نیکی سے گریز نہ کروں گا۔

عباس نے کہا، یہ تو آپ نے ہمارے مال کا صرف نفع دیا ہے اصل سرمایہ تو آپ ہی کے پاس ہے، حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا، تم لوگ جو چاہو کہو۔ میں جو کچھ تمھارے ساتھ کر سکتا تھا وہ تو کر چکا۔ پھر آپ نے دعا کی، پروردگارا! ان لوگوں کی اصلاح فرما اور ہمیں اور انھیں شیطان کے شر سے محفوظ فرما۔ اپنی اطاعت کی بھی انھیں توفیق عطا فرما اور جو کچھ میں نے کہا ہے اس کا تو گواہ ہے۔

عباس نے کہا، آپ اپنی زبان سے جو چاہیں کہیں مگر یاد رہے کہ ہم آپ کی میت پر ایک مٹھی خاک بھی نہ ڈالیں گے۔ اس کے بعد سب لوگ چلے گئے۔

(عیون الاخبار الرضا جلد ۱ ص ۳۳)

(۲) ــــ وقف نامے کی عبارت

عبدالرحمٰن بن حجاج سے روایت ہے

اُس کا بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے میرے پاس ابو اسماعیل عصاوف کی معرفت حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا وصیت نامہ اور اپنے پدر بزرگوار کا وقف نامہ، نیز اپنا وقف نامہ بھیجا، جس میں یہ تحریر تھا۔

" بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ وقف نامہ ہے موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی طرف سے کہ اُنھوں نے اپنی فلاں فلاں مقام کی زمین کو وقف کیا۔ جس کے حدودِ اربعہ فلاں فلاں ہیں یہ ساری زمین، اس کے سارے درخت، پانی کے چشمے، اُس کے متعلقات و حقوق، آب پاشی کے سامان اور مکانات، اور اس زمین کی ہر طرح کی پیداوار خواہ وہ کٹ کر کھلیان میں پہونچ چکی ہو یا کھیت میں کھڑی ہو، یا کٹے ہوئے درختوں کی جڑیں ہوں، گھر، کنوئیں، صحن، نالیاں، آباد اور غیر آباد زمینیں، غرض، یہ تمام چیزیں مع ان کے تمام حقوق کے اپنی صلبی اولاد پر خواہ مرد ہوں یا عورتیں، وقف کیا اور اس کی پیداوار کو اس کی آبادی اور گھر گرہستی پر خرچ سے جو بچے گا ان پر تقسیم کیا جائے گا۔ اور تمس کھجوروں کے پھلوں کے علاوہ موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی اولاد میں سے جو اس قریہ کے باشندے ہیں اور مسکین و مستحق ہیں ان میں مرد کو دو حصّے اور عورت کو ایک حصّہ

کے حساب سے تقسیم کیا جائے گا۔

دختری اولادِ موسیٰ بن جعفرؑ میں سے اگر کسی عورت نے شادی کر لی تو اس کا اِس وقف میں کوئی حصّہ نہیں، جبتک کہ وہ شوہر کو چھوڑ کر بغیر شوہر پھر واپس نہ آجائے، اگر وہ واپس آجائے تو اس کو بھی اُن کی غیر شادی شدہ لڑکیوں کے برابر حصّہ ملے گا۔ اگر اولادِ موسیٰ بن جعفرؑ میں سے کسی لڑکے کا انتقال ہو جائے اور وہ صاحبِ اولاد ہو تو وہ اولاد اپنے باپ کا حصّہ مرد کو دو اور عورت کو ایک کے حساب سے پائے گا۔ جیسا کہ موسیٰ بن جعفرؑ نے اپنی صلبی اولاد کے لیے طے کر دیا ہے اور اگر اولادِ موسیٰ بن جعفرؑ میں سے کسی لڑکے کا انتقال ہو جائے اور اس کے کوئی اولاد نہ ہو تو اس کا حق بھی ان لوگوں کی طرف پلٹا دیا جائے گا، جو اس وقف کے ذیل میں آتے ہیں۔

میرے اس وقف میں میری لڑکیوں کی اولاد کا کوئی حق نہیں جبتک کہ خود اُن کا باپ بھی میری اولاد میں سے نہ ہو۔ اور میری اولاد یا اولاد در اولاد میں سے اگر ایک بھی باقی ہے تو اس کی موجودگی میں کسی اور کا کوئی حق نہیں ہے۔ ہاں اگر اُن میں سے کوئی بھی باقی نہ رہے تو میرے والدِ بزرگوار کی اولاد جو میری ماں کے بطن سے ہوں انھیں ملے گا۔ مگر ان ہی شرائط کے ساتھ جو میں نے اپنی صلبی اولاد کیلئے رکھی ہیں اور اگر میرے والدِ بزرگوار کی اولاد جو میری والدہ کے بطن سے ہیں وہ بھی سب ختم ہو جائیں تو میرے والدِ بزرگوار کی اُن اولادوں کو ملیگا جو دوسرے بطن سے ہیں اور جبتک وہ باقی ہیں، اور اگر اُن میں سے بھی کوئی باقی نہ رہے تو پھر وہ لوگ جنکو زیادہ حقدار سمجھا جائے اسے دیدیا جائے یہاں تک کہ اللہ اسکا کوئی وارث پیدا کردے اور وہ بہترین وارث ہے۔

موسیٰ بن جعفرؑ نے یہ وقف کیا اور یہ صحیح وقف ہے۔ وقفِ لازم اور پختہ وقفِ قطعی اس میں کوئی استثناء نہیں ہے۔ یہ تا ابد جاری رہے گا، رد نہ ہو سکے گا۔ یہ وقف صرف اور خالصۃً لوجہ اللہ ہے۔ کوئی مومن، جو اللہ اور یوم آخرت (قیامت) پر ایمان رکھتا ہے اس کے لیے تاقیامت یہ جائز نہیں کہ وہ اس کو فروخت کرے یا اس کو خریدے یا کسی کو ہبہ کرے یا کسی کو عطا کرے یا جن کاموں کے لیے میں نے وقف کیا ہے اِسمیں کوئی تبدیلی کرے۔

میں نے اپنے اِس وقف کا متولّی علی اور ابراہیم کو بنایا۔ اگر ان میں سے کوئی ایک انتقال کر جائے تو اس کی جگہ قاسم اور وہ جو باقی رہ گیا ہے، یہ دونوں متولّی رہیں گے اور اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک انتقال کر جائے تو جو باقی ہے اس کے ساتھ اسماعیل متولّی ہوگا اور اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک انتقال کر جائے تو جو باقی ہے اس کے ساتھ عباس تولیت میں شریک ہوگا۔ اگر ان دونوں میں سے بھی کوئی ایک انتقال کر جائے تو پھر اُس باقی کے ساتھ میری اولاد میں جو سب سے بڑا ہے۔ وہ اس کے ساتھ شریک تولیت رہے گا اور اُس کا

قائم مقام رہے گا۔ اور اگر میری اولاد میں سے صرف ایک باقی رہے تو پھر صرف وہی تنہا متولی ہوگا۔ راوی کا بیان ہے کہ حضرت امام ابوالحسن رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے پدر بزرگوار نے تولیت میں عباس پر اسماعیل کو مقدم کیا حالانکہ وہ سن میں ان سے چھوٹا ہے۔

(عیون الاخبار الرضا۔ جلد ۱ ص ۳۷)

③ ── ابراہیم بن موسیٰ اور بکر بن صالح کی بحث

بکر بن صالح سے روایت ہے کہ میں نے ابراہیم بن حضرت امام ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اپنے پدر بزرگوار کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟

• اس نے جواب دیا کہ وہ زندہ ہیں۔
• میں نے پوچھا، پھر تمہارا اپنے بھائی حضرت امام ابوالحسن علی رضا کے متعلق کیا خیال ہے؟
• وہ ثقہ اور صدوق ہیں۔
• میں نے کہا، مگر وہ تو تمہارے والد بزرگوار کے انتقال کے قائل ہیں۔
• جواب دیا، جو کچھ وہ کہتے ہیں اس کا علم اُن کو ہے!
• میں نے یہی سوال پھر دہرایا، اور اُس نے یہی جواب پھر دیا۔
• میں نے پھر پوچھا، اچھا، یہ بتاؤ کہ تمہارے پدر بزرگوار نے کسی کو اپنا وصی بنایا ہے؟
• اُس نے جواب دیا، ہاں۔
• میں نے پوچھا کس کو وصی بنایا ہے؟
• اُس نے جواب دیا، ہم میں سے پانچ کو اپنا وصی بنایا ہے مگر مقدم و مخصوص علی رضا علیہ السلام کو کیا ہے۔

(عیون الاخبار الرضا جلد ۱ ص ۳۹)

باب ۱۲

① ── آپکی اولادیں "فرزندان ودختران"

حضرت امام ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی اولادیں فرزندان ودختران سب مل کر سینتیس[۳۷] اولادیں تھیں جن کے اسماء مندرجۂ ذیل ہیں۔

فرزندان

حضرت امام علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام۔ (۲) ابراہیم (۳) عباس (۴) قاسم (امہاتِ اولاد کے لطن سے) اسمائیل۔ (۶) جعفر۔ (۷) ہارون اور حسن[۸]۔ (ام ولد کے لطن سے) (۹) احمد۔ (۱۰) محمد۔ اور حمزہ[۱۱]۔ (ام ولد کے لطن سے) محمد اللہ[۱۲]۔ (۱۳) اسحاق (۱۴) عبیداللہ (۱۵) زید (۱۶) حسین۔ (۱۷) فضل اور (۱۸) سلیمان۔

دختران

(امہاتِ اولاد کے لطن سے)

(۱) فاطمہ کبریٰ (۲) فاطمہ صغریٰ۔ (۳) رقیہ (۴) حکیمہ۔ (۵) ام ابیہا (۶) رقیہ صغریٰ۔ (۷) کلثوم (۸) ام جعفر (۹) لبابہ (۱۰) زینب۔ (۱۱) خدیجہ (۱۲) علیہ (۱۳) آمنہ۔ (۱۴) حسنہ (۱۵) بریہہ (۱۶) عائشہ۔ (۱۷) ام سلمہ (۱۸) میمونہ اور (۱۹) ام کلثوم۔

مگر ان تمام اولادوں میں سب سے افضل حضرت امام ابوالحسن علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام تھے۔ آپ سب سے زیادہ صاحب علم وفہم، سب سے زیادہ عظیم القدر اور تمام فضائل کے جامع تھے۔ اور آپ کی اولاد میں احمد بن موسیٰ صاحب کرامت وجلالت اور صاحبِ ورع وتقویٰ تھے۔ حضرت موسیٰ بن جعفرؑ ان کو بہت چاہتے اور سب پر ترجیح دیتے تھے آپ نے اپنی ایک جاگیر جو لیسیر یہ کے نام سے مشہور تھی ان کو ہبہ کر دی تھی۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ احمد بن موسیٰ علیہ السلام نے ایک ہزار غلام خرید کر آزاد کیے تھے۔

(المناقب جلد ۳ ص ۴۳۸، کشف الغمہ جلد ۳ ص ۴۱، الارشاد ص ۳۲۳)

مختصر حالاتِ اولادِ امامؑ

(۲)

(۱) — قاسم بن امام موسیٰ بن امام جعفرؑ

حضرت امام موسیٰ بن جعفرؑ علیہ السلام اپنے فرزند قاسم سے بیحد محبت فرماتے تھے۔ چنانچہ اپنے وصایا میں ان کو بھی شامل فرمایا۔ علی ابنِ طاؤس رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی زیارت کو مستحب قرار دیا ہے اور ان کی زیارت کو حضرت ابوالفضل العباس ابنِ امیر المومنینؑ اور حضرت علی اکبرؑ کی زیارت کے برابر قرار دیا ہے۔ اور انکی زیارت بھی اپنی کتاب "مصباح الزائر" میں تحریر کیا ہے ان کی قبر حلّہ کے قریب ہے جو بہت متبرک سمجھی جاتی ہے۔ لوگ ان کی زیارت کو جاتے ہیں۔ آپ کی قبر کا ذکر معجم البلدان" اور تاریخِ خطیبِ بغدادی" میں بھی ہے

(۲) — جعفر بن امام موسیٰ بن امام جعفرؑ

ان کو خواری کہا جاتا تھا اور ان کی اولاد کو خواریوں اور شجریوں کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا اس لیے کہ یہ مدینے کے اطراف صحرا میں رہتے اور شجر کاری کرتے تھے۔ یہ نہایت شجاع اور اچھے شہسوار تھے۔ اولادِ امام موسیٰؑ بن جعفرؑ میں ان کا سلسلۂ نسب خالص اور کھرا سمجھا جاتا ہے۔

(۳) — ہارون بن امام موسیٰ بن امام جعفرؑ

آپ کی والدہ اُمِ ولد تھیں۔ علم الانساب کے جاننے والے کہتے ہیں کہ ہارون بن امام موسیٰؑ کے کوئی اولاد نہ تھی یا یہ کہ ان کی اولاد باقی ہی نہ رہی، جس سے سلسلۂ نسب آگے بڑھتا۔ مگر مقامِ رَے اور ہمدان میں کچھ لوگ ہیں جو خود کو ان کی اولاد میں بتاتے ہیں لیکن ابوالحسن عمری اور شیخ ابوعبداللہ بن طبا طبا کہتے ہیں کہ ہارون بن امام موسیٰ بن جعفرؑ لاولد تھے۔ بہرحال ان کی طرف دو روضے منسوب ہیں ایک مقامِ ساوہ کے قریب اور دوسرا تکیہ طالقان میں جیسا کہ "ناسخ التواریخ" میں ہے۔

(۴) — حسن بن امام موسیٰ بن امام جعفرؑ

آپ کی والدہ ام ولد تھیں۔ شیخ صدوقؒ نے اپنی کتاب "مَن لا یحضرہُ الفقیہ" میں غسل یوم جمعہ کے متعلق ایک روایت کے سلسلہ میں ان کا بھی ذکر کیا ہے۔ مگر "تہذیب" اور "کافی" میں حسن کے بجائے آپ کے بھائی حسین کا نام ہے۔ صاحبِ "کتاب الارشاد" کہتے ہیں کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی اولاد میں ہر ایک کے لیے فضیلت اور منقبت موجود ہے۔

(۵) — محمد بن امام موسیٰ بن امام جعفرؑ

آپ کا لقب عابد ہے۔ آپ بڑے ہی صاحبِ فضل وصلاحیت تھے جیسا کہ کتاب الارشاد میں ہے اور اس میں انھوں نے رقیہ بنتِ موسیٰ کی کنیز ہاشمیہ کے حوالے سے روایت کی ہے کہ محمد بن امام موسیٰ بڑے وضو اور نماز والے تھے تمام شب نماز میں مشغول رہتے۔ چنانچہ رات کے وقت وضو کے پانی کے گرنے کی آواز سُنی جاتی پھر نماز پڑھتے، اس کے بعد تھوڑا آرام کرتے پھر اُٹھتے اور وضو کے پانی کے گرنے کی آواز سُنی جاتی، پھر نماز پڑھتے یہانتک کہ صبح نمودار ہو جاتی، اور میں اُنھیں جب بھی دیکھتی تو مجھے اللہ تعالیٰ کا یہ قول یاد آجاتا: كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ۝ (الذٰریٰت آیت ۱۷)

ترجمہ آیت: (وہ رات کو بہت کم سوتے تھے)

آپ نے شیراز میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے جہاں اِس وقت آپ کی قبر ہے۔ آپ کا مزار متبرک سمجھا جاتا ہے۔ آپکے شیراز آنے کا سبب بنی عباس کا جور وستم بتایا جاتا ہے۔ یہاں آپ ایک مکان میں روپوش رہے اور قرآن مجید کی کتابت فرماتے رہے۔ چنانچہ کتابت کی اُجرت سے آپ نے ایک ہزار غلام خرید کر آزاد کیے۔ آپ کی نسل بہت پھیلی۔ مشہور موسوی خاندانوں کا اکثر سلسلۂ نسب آپ ہی پر ختم ہوتا ہے۔

(۶) — حمزہ بن امام موسیٰ بن امام جعفرؑ

آپ کی والدہ بھی اُمِ ولد تھیں، یہ بڑے عالم، فاضل وکامل و دیندار جلیل القدر بلند منزلت اور عالی مرتبت بزرگ تھے۔ آپ بڑے عزّ و شرف کے متحمل و متموّل تھے۔ ہر خاص و عام آپ سے محبت کرتا تھا۔ اپنے بھائی حضرت امام رضاؑ کے ساتھ

خراسان تشریف لائے۔ آپ کے مدفن اختلاف ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ آپ کی قبر اصطخر شیراز میں ہے، کوئی کہتا ہے کہ سیرجان میں ہے جو کرمان کا ایک خطہ ہے۔ ان ہی کی اولاد میں ایران کے سلاطینِ صفویہ گذرے ہیں۔

⑦ ــــ عبداللہ بن موسیٰ بن جعفرؑ

آپ کی والدہ بھی اُمِ ولد تھیں شیخ طوسیؒ نے آپ کو اصحابِ امام رضا علیہ السلام میں شمار کیا ہے۔ آپ ایک کبیر السن بزرگ تھے بہت سادہ لباس زیبِ تن فرماتے، پیشانی پر سجدوں سے کافی نمایاں نشان موجود تھا۔ آپ کے فضائل ومناقب، عیون المعجزات اور کتاب المناقب میں مرقوم ہیں۔ ابن ابی داؤد نے آپ سے خلقِ قرآن کے متعلق سوال کیا، تو آپ نے اُس کے جواب میں ایک رسالہ لکھ کر بھیج دیا۔ جس کا ذکر خطیب نے اپنی تاریخ میں کیا ہے۔ آپ سے بھی نسل چلی۔ اور آپ کی نسل مصر وغیرہ میں ہے۔ آپ کی نسل کو موکلانین بھی کہتے ہیں۔

⑧ ــــ اسحٰق بن موسیٰ بن جعفرؑ

آپ کی والدہ بھی اُمِ ولد تھیں شیخ طوسیؒ نے آپ کو اپنے رجال میں اصحابِ امام رضا علیہ السلام میں شمار کیا ہے۔ آپ کا لقب امین تھا کافی میں بھی آپ سے روایات ملتی ہیں۔ آپ نے مدینہ میں ۲۴۰ھ میں وفات پائی۔ آپ کی نسل میں شیخ جراد اور ابوطالب محمد بہلوس ہیں۔ سید اجل عالم نقیب النقباء ذوالمجدین ابوالقاسم علی بن موسیٰ بھی ہیں جو بڑے صاحب علم وفضل وصاحبِ دولت ونعمت تھے۔ سلطان ملک شاہ نے چاہا تھا کہ آپ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کرے۔

⑨ ــــ عبیداللہ بن موسیٰ بن جعفرؑ

آپ کی والدہ بھی امِ ولد تھیں۔ اور بقول شیخ مفید علیہ الرحمۃ کے، کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے فرزندوں میں ہر ایک ہی صاحبِ فضل ومنقبت ہے۔ لہٰذا آپ بھی صاحب فضل وشرف تھے۔ آپ کی نسل بھی خوب پھیلی۔

⑩ ــــ زید بن موسیٰ بن جعفرؑ

آپ کی والدہ بھی اُمِ ولد تھیں۔ محمد بن محمد بن زید بن امام زین العابدین علیہ السلام نے آپ کو ابی سرایا کی جنگ میں اہواز پر سردار بنایا۔ یہ بھی مرقوم ہے کہ زید بن موسیٰ نے بصرہ میں بنی عباس کے گھروں کو آگ لگا دی تھی اس لیے آپ کا لقب ہی زید النار ہو گیا۔ پھر حسن بن سہل نے آپ سے جنگ کرکے فتح حاصل کی اور انھیں مامون کے پاس بھیج دیا اور یہ قید ہو کر مرو پہونچے تو مامون نے ان سے کہا "اے زید! تم نے بصرہ سے خروج کیا تو تمھیں چاہیے تھا کہ بنی اُمیّہ و بنی ثقیف و باھلہ وآلِ زیاد جو اپنے دشمن ہیں پہلے ان کے گھروں کو آگ لگاتے، بجائے اس کے تم نے اپنے چچازاد بھائیوں کے گھروں کو جلانا شروع کر دیا۔

راوی کا بیان ہے کہ زید بہت پُرمزاح آدمی تھے، اُنھوں نے کہا۔ یاامیرالمومنین! واقعتاً یہ مجھ سے غلطی ہوئی۔ اچھا، اب اگر واپس جاؤں گا تو پہلے انھیں بے گھر کروں گا (یعنی اُن کے گھروں کو جلاؤں گا۔ یہ جواب سُن کر مامون ہنسا اور اُن کو حضرت امام رضا علیہ السلام کے پاس بھیج دیا کہ ان کا جُرم میں نے آپ کے حوالے کیا۔ آپ کو اختیار ہے جو چاہیں کریں۔ چنانچہ جب ان کو امام علیہ السلام کی خدمت میں لے جایا گیا تو آپ نے انھیں آزاد کر دیا مگر قسم کھائی کہ میں ان سے تا ابد بات نہ کروں گا۔ مگر اس کے بعد مامون نے ان کو زہر سے شہید کرا دیا۔ آپ کی قبر مرو میں ہے۔

⑪ ــــ حسین بن موسیٰ بن جعفرؑ

آپ کی والدہ بھی اُمِ ولد تھیں۔ آپ کے متعلق بھی بقول شیخ مفید علیہ الرحمہ مشہور تھا کہ آپ صاحبِ فضل وبزرگی تھے لیکن آپ منقطع النسل تھے۔

⑫ ــــ فضل بن موسیٰ بن جعفرؑ

آپ کی والدہ بھی اُمِ ولد تھیں آپ کے اولادِ نرینہ نہ تھی صرف لڑکیاں ہی لڑکیاں تھیں۔

⑫ سلیمان بن امام موسیٰ بن جعفرؑ

آپکی والدہ بھی اُمِ ولد تھیں آپ کے بھی اولادِ نرینہ نہ تھی صرف لڑکیاں تھیں۔

⑭ حضرت فاطمہ بنتِ امام موسیٰ بن جعفرؑ

یہی فاطمہ کبریٰ ہیں اور قم میں مدفون ہیں۔ آپ کی زیارت کی فضیلت میں احادیث وارد ہوئی ہیں جو عیون الاخبار الرضا، ثواب الاعمال، اور کامل الزیارات میں مرقوم ہیں۔

ایک قبر مقامِ رشت میں بھی پائی جاتی ہے جو فاطمہ طاہرہ اُختِ حضرت امام رضا علیہ السلام کی طرف منسوب ہے۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی دختران میں کئی ایک کا نام فاطمہ تھا۔ ان ہی میں سے ایک فاطمہ یہ بھی تھیں جن کی قبر رشت میں ہے۔ چنانچہ سبطِ ابن جوزی نے اپنے تذکرے میں حضرت امام موسیٰ بن جعفرؑ علیہ السلام کی دختران میں متعدد فاطمہ کے نام شمار کیے ہیں۔ فاطمہ کبریٰ، فاطمہ صغریٰ فاطمہ وسطیٰ اور فاطمہ اُخریٰ ہیں۔

③ بروایتِ دیگر

عمدۃ الطالب میں ہے کہ حضرت امام موسیٰ بن جعفرؑ کے یہاں ساٹھ بچے پیدا ہوئے سینتیس ۳۷ لڑکیاں اور تیئیس ۲۳ لڑکے۔ ان میں سے پانچ لڑکوں کے (بلا اختلاف) کوئی اولاد نہ ہوئی اور وہ مندرجۂ ذیل ہیں:۔

"عبدالرحمٰن۔ عقیل، قاسم، یحییٰ، داود"

- تین کے یہاں صرف لڑکیاں پیدا ہوئیں وہ مندرجۂ ذیل ہیں:۔

"سلیمان، فضل، احمد"

- پانچ کے متعلق اختلاف ہے کہ ان کے یہاں کوئی اولاد ہوئی یا نہیں وہ مندرجۂ ذیل ہیں:۔ "حسین، ابراہیم اکبر، ہارون، زید، حسن۔"

- دس بلا اختلاف صاحبِ اولاد ہوئے جو مندرجۂ ذیل ہیں:۔

"علی، ابراہیم اصغر، عباس، اسماعیل، محمد، اسحٰق، حمزہ، عبداللہ، عبیداللہ، جعفر"

(یہ شیخ ابونصر بخاری کا قول تھا۔)

نقیب تاج الدین کا قول یہ ہے کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے تیرہ فرزندوں میں سے چار کثیر الاولاد تھے۔ حضرت امام علی رضا علیہ السلام، ابراہیم مرتضیٰ، محمد عابد، جعفر۔

- چار کے یہاں اولاد کی تعداد متوسط تھی وہ مندرجۂ ذیل ہیں:۔

زید النار، عبداللہ، عبیداللہ، حمزہ۔

- پانچ کے یہاں اولادیں بہت کم تھیں۔ وہ مندرجۂ ذیل ہیں:۔

عباس، ہارون، اسحاق، اسماعیل، حسن۔

بقول ابوالحسن عمری، حسین بن امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے یہاں اولاد ہوئی پھر ختم ہوگئی سلسلۂ نسب جاری نہ رہ سکا۔

(عمدۃ الطالب ص۱۸۵، ۱۸۶)

④ احمد بن امام موسیٰؑ کا حشم و خدم

محمد بن یحییٰ نے اپنے جد سے روایت کی ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ میں نے اسماعیل بن امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کو کہتے ہوئے سُنا کہ میرے پدرِ بزرگوار اپنے کسی صاحبزادے کو لیکر مدینہ میں اپنی کسی جائیداد پر تشریف لے گئے۔ اُنھوں نے اس جائیداد کا نام بھی بتایا تھا لیکن ابوالحسین یحییٰ کو وہ نام یاد نہیں رہا۔ اسماعیل بن امام موسیٰ بن جعفرؑ کا بیان ہے کہ ہم لوگ اُس مقام پر رہے اور احمد بن امام موسیٰ بن جعفرؑ کے ساتھ میرے پدرِ بزرگوار کے بیس غلام رہتے تھے۔ احمد، جب کہیں جانے کے لیے کھڑے ہوتے تو یہ غلام بھی کھڑے ہوتے اور اگر وہ گھر میں بیٹھے رہتے تو یہ غلام بھی بیٹھے رہتے اور اس کے علاوہ میرے پدرِ بزرگوار بھی ان پر نظر رکھتے، اُن سے غافل نہ رہتے اور احمد بن موسیٰ کے زخمی ہونے تک ہم لوگ وہاں سے واپس نہیں ہوئے۔ آپ بڑے صاحبِ فضیلت و باصلاحیت تھے۔

(الارشاد ص۳۲۴)

⑤ محمد بن امام موسیٰؑ کی عبادت

ابومحمد حسن بن محمد بن یحییٰ نے اپنے جد سے روایت کی ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ رقیّہ بنتِ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی ایک کنیز ہاشمیہ نے مجھے بتایا کہ محمد بن امام موسیٰ کاظم علیہ السلام صاحب وضو و نماز تھے۔ ساری رات تجدیدِ وضو کیا کرتے اور نماز پڑھا کرتے اور وضو کے پانی گرنے کی آواز کانوں میں آیا کرتی تھی۔ شب کو نماز

پڑھ کر ذرا آرام کرتے، پھر اُٹھ جاتے اور وضو کے پانی کے گرنے کی آواز آتی، پھر آپ نماز پڑھتے اور مسلسل نماز میں مشغول رہتے۔ یہانتک کہ صبح ہو جاتی۔ اور جب بھی میں اُن کو دیکھتی تو مجھے قرآن مجید کی یہ آیت یاد آجاتی: كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ٥

(وہ رات کو بہت کم سوتے تھے) (سورۂ الذاریات آیت ۱۷)

اور ابراہیم بن جعفرؑ ایک مردِ سخی و کریم تھے۔ یہ دورِ مامون میں محمد بن زید بن علیؑ بن حسینؑ بن علی بن ابی طالب علیہم السّلام کی جانب سے یمن کے حاکم تھے۔ جن کی بیعت ابو سرایا نے کوفہ میں کی اور یمن پہونچ کر اسے فتح کیا، اور ایک مدت تک وہاں قیام کیا تھا۔ مگر جب ابو سرایا مامون کی فوج کے سامنے سپر انداختہ ہونے لگا تو اس نے ابراہیم بن جعفرؑ کے لیے مامون سے امان حاصل کرلی تھی۔ یوں تو حضرت امام ابوالحسن موسیٰؑ بن جعفرؑ کی ہر اولاد عام طور پر صاحبِ فضیلت و منقبت تھی۔ مگر حضرت امام رضا علیہ السّلام فضل و شرف میں سب زیادہ ارفع و اعلیٰ تھے۔

(الارشاد ص۲۲۴)

⑥ ═══ سورۂ وَالصّٰٓفّٰتِ کے خواص

سلیمان جوہری سے روایت ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفرؑ علیہ السّلام کو دیکھا کہ آپ نے اپنے فرزند قاسم سے فرمایا کہ اے فرزند اُٹھو! اور اپنے بیمار بھائی کے سرہانے سورۂ وَالصّٰٓفّٰتِ پڑھو۔ قاسم نے سورہ پڑھنا شروع کیا اور جب اس آیت تک پہونچا اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا (آیت ۱۱) (یعنی پیدائش کے اعتبار سے وہ زیادہ مضبوط ہیں یا (دوسری مخلوق) جن کو ہم نے خلق کیا۔) تو اُس کی روح نکل گئی۔ جب اُس کا جنازہ تیار ہوا اور لوگ لیکر چلے تو یعقوب بن جعفرؑ نے آکر کہا کہ ہمارا یہ دستور رہا ہے کہ جب کوئی مرنے والا ہوتا ہے تو اُس کے پاس سورۂ یٰسٓ پڑھتے ہیں۔ مگر آپ یہاں سورۂ وَالصّٰٓفّٰتِ کا حکم دیتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا، یہ سورہ جب بھی کسی ایسے شخص کے پاس پڑھا جائے گا جس کی جان مشکل نکل رہی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی یہ مشکل جلد ہی آسان کر دے گا اور اُس کو راحت پہونچائے گا۔

⑦ ═══ قبر کو پختہ کرنے کا جواز

یونس بن یعقوب کا بیان ہے کہ حضرت امام موسیٰ بن جعفرؑ علیہ السّلام بغداد سے مدینہ واپس ہو رہے تھے۔ جب آپ مقامِ فید پر پہونچے

تو آپ کی ایک دختر کا انتقال ہو گیا۔ آپ نے وہیں اُس کو دفن کیا اور اپنے کسی معتقد سے کہا، کہ اِس قبر کو پختہ کر دینا اور ایک تختی پر اس دختر کا نام لکھ کر قبر پر لگا دینا۔ (الکافی جلد ۳ ص۲۰۲)

⑧ ═══ معصومۂ قُم حضرت فاطمہ کی وفات

تاریخِ قُم میں حسن بن محمد قمّیؒ نے تحریر فرمایا ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ قُم کے بزرگوں نے اپنے آباء و اجداد سے روایت کی ہے کہ جب سنہ ۲۰۰ھ میں مامون نے حضرت امام رضا علیہ السّلام کو ولیعہدی کے لیے مدینہ سے مرو بُلایا تو سنہ ۲۰۱ھ میں آپ کی بہن حضرت فاطمہ (معصومۂ قم) نے آپ کے پاس آنے کے ارادے سے سفر اختیار کیا اور جب آپ مقامِ ساوہ پر پہونچیں تو بیمار ہو گئیں۔ لوگوں سے دریافت فرمایا، اب یہاں سے قُم کتنی دور ہے؟ لوگوں نے کہا، دس فرسخ، آپ نے فرمایا مجھے وہیں لے چلو، چنانچہ آپ کو قم لے جایا گیا اور یہاں پہونچ کر آپ نے موسیٰ بن خزرج بن سعد اشعری کے مکان میں قیام فرمایا۔

حسین بن محمد قمّیؒ کا بیان ہے کہ صحیح ترین روایات میں یہ ہے کہ جب یہ معظمہؑ قُم پہونچیں تو شرفائے قُم نے آپ کا استقبال کیا۔ سب سے آگے موسیٰ بن خزرج تھے۔ جب آپ کی سواری موسیٰ بن خزرج کے مکان کے قریب پہونچی تو وہ آپ کے ناقے کو اپنے گھر لے گئے۔ آپ وہیں مقیم ہو گئیں۔ اور سترہ دن زندہ رہیں پھر انتقال فرما گئیں۔ موسیٰ بن خزرج نے غسل و کفن وغیرہ کا انتظام کیا۔ ان پر نماز پڑھی اور انھیں اپنی ایک مملوکہ زمین میں دفن کیا، اور وہیں آج بھی ان معظمہ کا روضہ ہے۔ کچھ عرصہ بعد زینب بنتِ محمدؑ بن علیؑ الجواد نے اس پر ایک قبہ تعمیر کرایا۔

نیز حسین بن محمد قمّیؒ کا بیان ہے کہ حسین بن علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ نے محمد بن حسن بن احمد بن ولید سے روایت کی، اور مجھ سے بیان کیا کہ جب حضرت فاطمہؑ نے وفات پائی تو آپ کا جنازہ بابلان کے قبرستان لیجایا گیا۔ وہاں آپ کے لیے ایک سرداب کھود کر جنازہ رکھ دیا گیا۔ آلِ سعد میں اختلاف ہوا کہ کون آپ کو قبر میں اُتارے۔ بالآخر یہ طے پایا کہ اُن کا ایک خادم قادر نامی کبیر السّن اور مردِ صالح ہے وہ انھیں قبر میں اُتارے۔ اسی دوران اُنھوں نے دیکھا کہ رملہ کی جانب سے دو نقاب پوش سوار چلے آرہے ہیں۔ جب وہ دونوں جنازے کے پاس پہونچے تو سواری سے اُتر پڑے، نمازِ جنازہ پڑھی، سرداب میں اُترے اور جنازے کو سرداب میں اُتار کر دفن کر دیا۔ پھر سرداب سے نکلے کسی سے کوئی بات نہیں کی، اپنی سواریوں پر سوار ہو کر روانہ

حسین بن محمد قُمی کا بیان ہے کہ وہ محراب جہاں حضرت فاطمہؑ نماز پڑھتی تھیں آج تک موسیٰ بن خزرج کے گھر میں موجود اور محفوظ ہے۔ لوگ اُس محراب کی زیارت کو جاتے ہیں۔

نوٹ: میں نے آپ کے بعض حالات باب وصیت حضرت امام موسیٰؑ بن جعفرؑ اور باب احوالِ خاندانِ حضرت امام رضا علیہ السلام میں تحریر کردیے ہیں۔ اور آئندہ عبداللہ بن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے بعض حالات باب مکارمِ اخلاق حضرت ابوجعفر جواد علیہ السلام میں تحریر کیے جائیں گے۔

(ترجمہ تاریخ قم ص ۲۱۳)

ضمیمہ

شذرات

○

مشتمل بر حالاتِ برادران و اولاد حضرت امام ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام

○

ماخوذ از

کتاب تحفۃ العالم فی شرح خطبۃ المعالم تالیف علامہ جعفر آل بحر العلوم طاب ثراہ

(۱) ـــــ حالات برادران و ہمشیرگان حضرت امام موسیٰ بن جعفرؑ

حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے چھ بھائی اور تین بہنیں تھیں جن کے اسمار مندرجۂ ذیل ہیں :-

(۱) اسماعیل ۔ (۲) عبداللہ افطح ۔ (۳) ام فروہ جن کا نام عالیہ تھا۔ ان کی والدہ فاطمہ بنت حسین بن علی بن الحسین علیہ السلام تھیں۔ اور ابن ادریس رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ اسماعیل کی والدہ فاطمہ بنت الحسین الاثرم بن الحسن بن علی ابن ابی طالب علیہم السلام تھیں۔
(۴) اسحاق ، ان کی والدہ ام ولد تھیں۔ (۵) عباس (۶) علی (۷) محمد (۸) اسماء (۹) فاطمہ ، یہ سب مختلف اُمہاتِ ولد کے بطن سے تھے۔

(۲) ـــــ اسماعیل بن جعفرؑ

اسماعیل، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے سب سے بڑے بیٹے تھے اور یہی ان خلفائے فاطمین کے جدِ اعلیٰ تھے جنھوں نے مغرب، مصر اور مصرِ جدید میں حکومت کی۔

بغداد میں دو مزعوم قبریں ہیں۔ ایک قبر علی بن اسماعیل بن حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی جو اہلِ بغداد میں سید سلطان علی کے نام سے مشہور ہیں۔ دوسری قبر ان کے بھائی محمد بن اسماعیل کی ہے جو خلفائے فاطمیین کے جدِ اعلیٰ تھے۔ یہ ان ہیں فضل کے نام سے مشہور ہیں اور جس محلے میں یہ قبر واقع ہے اس کا نام محلۂ فضل ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے فرزند اسماعیل سے بےحد محبت فرماتے تھے اور ان پر بہت نوازش و مہربانی فرمایا کرتے تھے۔ چونکہ اسماعیل بظاہر حسن و جمال اور معنوی اعتبار سے کردار و کمال سے آراستہ تھے، امام کے اولادِ اکبر بھی تھے ان ہی وجوہات کی بنا پر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام آپ سے بہت محبت اور لطف و کرم فرمایا کرتے اور دلی میلان و رجحان بھی آپ کا ان کی طرف نسبتاً زیادہ ہونے کی وجہ سے شیعوں کا ایک گروہ بزعمِ خود ان ہی کو امام قائم اور ان کے پدرِ بزرگوار کا قائم مقام (جانشین) بھی سمجھنے لگے۔ لیکن جب اسماعیل کے انتقال کے بعد آپ کی میت کو بقیع کی طرف لیجایا گیا تو آپ کے پدرِ بزرگوار حضرت

امام جعفر صادق علیہ السلام آپ کے جنازے کو جگہ جگہ رکھواتے، آپ کے چہرے سے کفن سرکاتے تاکہ ہر شخص دیکھ لے کہ اسماعیل کا انتقال ہوگیا ہے، غائب نہیں ہوئے ہیں۔ امام علیہ السلام نے تین مقامات پر اسی طرح سب کو دیدار کرایا۔ چنانچہ، جب اسماعیل کی موت اکثر کے نزدیک متحقق و یقینی ہوگئی تو وہ ان کی امامت اور اطاعت کے عقیدے سے باز آگئے۔

(۳) ـــــ گروہِ قرامطہ وغیرہ

ایک گروہ کا قول ہے کہ انھوں نے وفات نہیں پائی، بلکہ لوگوں پر اپنا امر مشتبہ کر گئے۔ دوسرے گروہ کا اعتقاد ہے کہ اسماعیل نے وفات پائی مگر اپنے فرزند محمد کی امامت پر نص کر گئے اور حضرت امام جعفر صادقؑ کے بعد محمد بن اسماعیل امام ہوئے، اس گروہ کو قرامطہ اور مبارکہ کہتے ہیں۔ تیسرے گروہ کا عقیدہ یہ ہے کہ محمد بن اسماعیل کی امامت پر خود ان کے جد حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے نص فرمائی، اسماعیل پر نص نہیں فرمائی۔ اور اب یہ امامت محمد بن اسماعیل کی نسل میں تا قیامت جاری رہے گی۔

نوٹ : میرے جدِ امجد سید محمد جو میرے جد بحر العلوم کے بھی جد تھے، نے فرمایا کہ ان لوگوں کے مذہب کا باطل ہونا اتنا واضح اور ظاہر ہے کہ مزید اس کی توضیح کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

(۴) ـــــ قبرِ اسماعیل

اسماعیل کی قبر خاص بقیع کے اندر نہیں ہے بلکہ بقیع سے باہر قبۂ عباس کے مغرب میں ہے اور ان کا قبہ مدینہ کی شہر پناہ کا ایک گوشہ ہے قبلہ اور مشرق کی طرف جس کا دروازہ مدینہ کے اندر ہے۔ یہ قبہ شہر پناہ کی تعمیر سے پہلے تعمیر کیا گیا تھا۔ جیسے مصر کے خلفائے فاطمیین میں سے کسی نے تعمیر کرایا ہے۔

(۵) ـــــ قبرِ حضرت مقداد بن اسود

حضرت مقداد بن اسود کندی کی قبر بھی البقیع میں ہے۔ اس لیے کہ آپ نے مقام جرف میں وفات پائی جو مدینہ سے ایک فرسخ دور ہے۔ وہاں سے آپ کی میت مدینہ لائی گئی۔ مگر اہلِ شہر کا یہ خیال کہ ان کے شہر میں

جاؤ اور ابوالحسن علیؑ ابن ابی طالبؑ کو بلا لاؤ۔ جب آپ تشریف لائے تو عمر بن الخطاب نے کہا: اے ابوالحسن! آپ دیکھ رہے ہیں کہ بقیع کی ساری قبریں کس طرح لرز رہی ہیں اور اب تو مدینہ کے در و دیوار بھی کانپ رہے ہیں اور مارے خوف کے اہلِ مدینہ تمام شہر کو خالی کر رہے ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "اصحاب بدر میں سے سو اشخاص کو بلایا جائے۔ جب وہ آگئے تو آپؑ نے اُن سو میں سے دس کو منتخب کیا اور ان دس سے کہا تم میرے پیچھے رہو پھر بقیہ نوّے سے کہا تم لوگ ان دس کے پیچھے رہو اس کے بعد ابوذر اور سلمان و مقداد و عمار سے کہا تم لوگ میرے آگے چلو۔ یہ دیکھ کر شہر مدینہ کا ہر شخص آپ کے ساتھ ہولیا۔ آپ اُن سب کو لیے ہوئے بقیع کے وسط میں پہونچے تو لوگ آپ کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے تھے۔ وہاں پہونچ کر آپ نے تین مرتبہ زمین پر اپنا پاؤں مارا اور فرمایا۔ "تجھے کیا ہوگیا ہے" یہ فرماتے ہی زلزلہ موقوف ہوگیا اُسکے بعد آپ نے فرمایا کہ اللہ اور اللہ کے رسولِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سچ فرمایا تھا۔ آنحضرتؐ نے آج کے دن اور عین اسی وقت کے متعلق مجھے اس زلزلے کی اور اس طرح سے لوگوں کے اجتماع کی خبر دی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ارشاد فرمایا ہے:۔

"اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۙ وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ۙ وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا ۚ" (سورۃ الزلزال آیت ۱تا۳)

ترجمہ:۔ "جب زمین بہت زوروں کے ساتھ زلزلے میں آجائیگی، اور زمین اپنے اندر کے بوجھ کو نکال ڈالے گی اور ایک انسان کہے گا کہ اس کو کیا ہوگیا ہے۔"

تو اب اس نے اپنے خزانے ہمارے لیے اُگل دیے۔ زلزلہ موقوف ہوگیا اور سب اپنے اپنے گھروں کو واپس آگئے۔

⑧ ـــــ عبداللہ بن جعفرؒ

اسماعیل کے بعد عبداللہ بن جعفرؒ اپنے بھائیوں میں سب سے بڑے تھے مگر اپنے پدر بزرگوار کی نگاہ میں اُن کی وہ منزلت نہ تھی جو دوسرے بھائیوں کو حاصل تھی۔ یہ اعتقاد میں اپنے پدر بزرگوار کے خلاف تھے۔ ان کا ربط ضبط حشویہ فرقے سے تھا اور مرجئہ مذہب کی طرف مائل تھے۔ اپنے پدر بزرگوار کے بعد محض اس بنیاد پر کہ اب وہی اُن کی اولادِ اکبر ہیں انھوں نے امامت کا دعویٰ کردیا۔ اصحاب امام جعفر صادقؑ میں سے ایک گروہ اُن کا متبع بن گیا مگر کچھ دنوں بعد ان میں سے اکثر اپنے اس اعتقاد سے پھر گئے صرف

معدودے چند اُن کے ساتھ رہے۔ اس فرقے کو فطحیہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اس لیے کہ عبداللہ کے دونوں پاؤں افطح (چوڑے چپٹے) تھے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس مذہب کے داعی اور سردار عبداللہ بن افطح تھے۔

⑨ ـــــ امام اسحٰق بن جعفرؒ

"الارشاد" شیخ مفیدؒ میں ہے کہ اسحٰق بن جعفرؒ، صاحب فضیلت و باصلاحیت، صاحبِ ورع و تقویٰ اور مجتہد تھے۔ ان سے لوگوں نے بہت سی احادیث کی روایت کی ہے۔ چنانچہ ابنِ کاسب جب ان سے کوئی روایت کرتا ہے تو یہ کہتا ہے کہ بیان کیا مجھ سے ثقہ رضی اسحٰق بن جعفر علیہ السلام نے۔ یہ اپنے بھائی حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی امامت کے قائل تھے۔ اور ان کی امامت کے متعلق اپنے پدر بزرگوار کی نص کے راوی بھی تھے۔

کتاب العمدہ میں ہے کہ ان کی کنیت ابو محمد اور لقب مؤتمن تھا یمقام عریض میں پیدا ہوئے۔ شکل و صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے مشابہ تھے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے مادری برادر بھی تھے۔ جلیل القدر اور محدث تھے۔ شیعوں کے ایک گروہ نے ان کو امام تسلیم کرلیا۔ سفیان بن عینیہ جب ان سے کوئی روایت کرتا ہے تو یہ کہہ کر "بیان کیا مجھ سے ثقہ و رضی اسحٰق بن جعفرؒ بن محمد علیہم السلام نے۔"

⑩ ـــــ امام محمد بن جعفرؒ

آپ ایک سخی اور شجاع بزرگ تھے ایک دن روزہ رکھتے دوسرے دن ناغہ کرتے۔ آپ کے مطبخ میں ہر روز ایک بکری کا گوشت پکتا اور ضرورتمندوں میں تقسیم ہوتا۔ زید کے مطابق ان کا بھی خیال تھا کہ تلوار اٹھا کر خروج کرنا چاہیے۔ چنانچہ ۱۹۹ھ میں آپ نے مامون کے خلاف مکہ میں خروج کیا اور جارودیہ فرقہ والوں نے آپ کا ساتھ دیا۔ ادھر مامون نے عیسیٰ جلودی کی قیادت میں اپنی فوج بھیج دی۔ اس نے انھیں شکست دی اور قید کرکے مامون کے پاس لایا۔ مامون نے ان کا بہت اکرام کیا اور قتل نہیں کیا پھر اپنے ہمراہ انھیں خراسان لے آیا۔ ان کی قبر بسطام میں ہے۔ یہ وہی قبر ہے جس کا میں پہلے ذکر کرچکا ہوں کہ ان کی قبر جرجان میں ہے۔ شہر استرآباد کے اطراف جتنے بھی مقامات ہیں ان سب کو جرجان کہتے ہیں۔ جیسے مصر، قاہرہ، عراق اور کوفہ وغیرہ وغیرہ۔

جاؤ اور ابوالحسن علیؑ ابن ابی طالبؑ کو بُلا لاؤ۔ جب آپ تشریف لائے تو عمر بن الخطّاب نے کہا: اے ابوالحسن! آپ دیکھ رہے ہیں کہ بقیع کی ساری قبریں کس طرح لرز رہی ہیں اور اب تو مدینہ کے در و دیوار بھی کانپ رہے ہیں اور مارے خوف کے اہلِ مدینہ تمام شہر کو خالی کر رہے ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، "اصحابِ بدر میں سے سَو اشخاص کو بلایا جائے۔ جب وہ آگئے تو آپؑ نے اُن سَو میں سے دس کو منتخب کیا اور ان دس سے کہا تم میرے پیچھے رہو پھر بقیہ نوّے سے کہا تم لوگ ان دس کے پیچھے رہو اس کے بعد ابوذر اور سلمان و مقداد و عمّار سے کہا تم لوگ میرے آگے چلو۔ یہ دیکھ کر شہر مدینہ کا ہر شخص آپ کے ساتھ ہو لیا۔ آپ اُن سب کو لیے ہوئے بقیع کے وسط میں پہونچے تو لوگ آپ کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے تھے۔ وہاں پہونچ کر آپ نے تین مرتبہ زمین پر اپنا پاؤں مارا اور فرمایا۔ "تجھے کیا ہوگیا ہے"۔ یہ فرماتے ہی زلزلہ موقوف ہوگیا اُسکے بعد آپ نے فرمایا کہ اللہ اور اللہ کے رسول صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے سچ فرمایا تھا۔ آنحضرتؐ نے آج کے دن اور عین اسی وقت کے متعلق مجھے اس زلزلے کی اور اس طرح سے لوگوں کے اجتماع کی خبر دی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ارشاد فرمایا ہے:-

[illegible]

اَثْقَالَهَا وَقَالَ الْاِنسَانُ مَا لَهَا (سورۂ الزلزال آیت ۱تا۳)

ترجمہ: "جب زمین بہت زوروں کے ساتھ زلزلے میں آجائیگی، اور زمین اپنے اندر کے بوجھ کو نکال ڈالے گی اور ایک انسان کہے گا کہ اس کو کیا ہو گیا ہے"۔

تو اب اس نے اپنے خزانے ہمارے لیئے اُگل دیئے۔ زلزلہ موقوف ہو گیا اور سب اپنے اپنے گھروں کو واپس آگئے۔

⑧ ـــــ عبداللہ بن جعفرؑ

اسماعیل کے بعد عبداللہ بن جعفرؑ اپنے بھائیوں میں سب سے بڑے تھے مگر اپنے پدرِ بزرگوار کی نگاہ میں اُن کی وہ منزلت نہ تھی جو دوسرے بھائیوں کو حاصل تھی۔ یہ اعتقاد میں اپنے پدرِ بزرگوار کے خلاف تھے۔ ان کا ربط ضبط حشویہ فرقے سے تھا اور مرجئہ مذہب کی طرف مائل تھے۔ اپنے پدرِ بزرگوار کے بعد محض اس بنیاد پر کہ اب وہی اُن کی اولادِ اکبر ہیں انھوں نے امامت کا دعویٰ کر دیا۔ اصحابِ امام جعفر صادقؑ میں سے ایک گروہ اُن کا متبع بن گیا مگر کچھ دنوں بعد ان میں سے اکثر اپنے اس اعتقاد سے پھر گئے صرف

معدودے چند اُن کے ساتھ رہے۔ اس فرقے کو فطحیہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اِس لیے کہ عبداللہ کے دونوں پاؤں افطح (چوڑے چپٹے) تھے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس مذہب کے داعی اور سردار عبداللہ بن افطح تھے۔

⑨ ـــــ امام اسحٰق بن جعفرؑ

"الارشاد" شیخ مفیدؒ میں ہے کہ اسحٰق بن جعفرؑ، صاحبِ فضیلت و باصلاحیّت، صاحبِ ورع و تقویٰ اور مجتہد تھے۔ ان سے لوگوں نے بہت سی احادیث کی روایت کی ہے۔ چنانچہ ابنِ کاسب جب ان سے کوئی روایت کرتا ہے تو یہ کہتا ہے کہ بیان کیا مجھ سے ثقہ رضی اسحٰق بن جعفر علیہ السلام نے۔ یہ اپنے بھائی حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی امامت کے قائل تھے۔ اور ان کی امامت کے متعلق اپنے پدرِ بزرگوار کی نص کے راوی بھی تھے۔

کتاب العمدہ میں ہے کہ ان کی کُنیت ابومحمد اور لقب مؤتمن تھا یہ مقام عریض میں پیدا ہوئے۔ شکل و صورت میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے مشابہ تھے حضرت امام موسیٰ

[illegible]

ان کو امام تسلیم کر لیا۔ سفیان بن عینیہ جب ان سے کوئی روایت کرتا ہے تو یہ کہہ کر "بیان کیا مجھ سے ثقہ و رضی اسحٰق بن جعفر بن محمد علیہم السلام نے"۔

⑩ ـــــ امام محمد بن جعفرؑ

آپ ایک سخی اور شجاع بزرگ تھے ایک دن روزہ رکھتے دوسرے دن ناغہ کرتے۔ آپ کے مطبخ میں ہر روز ایک بکری کا گوشت پکتا اور ضرورتمندوں میں تقسیم ہوتا۔ زید کے مطابق ان کا بھی خیال تھا کہ تلوار اٹھا کر خروج کرنا چاہیے۔ چنانچہ سنہ ۱۹۹ھ میں آپ نے مامون کے خلاف مکّہ میں خروج کیا اور جارودیہ فرقہ والوں نے آپ کا ساتھ دیا۔ ادھر مامون نے عیسیٰ جلودی کی قیادت میں اپنی فوج بھیج دی اُس نے انھیں شکست دی اور قید کر کے مامون کے پاس لایا۔ مامون نے ان کا بہت اکرام کیا اور قتل نہیں کیا پھر اپنے ہمراہ انھیں خراسان لے آیا۔ ان کی قبر بسطام میں ہے۔ یہ وہی قبر ہے جس کا میں پہلے ذکر کر چکا ہوں کہ ان کی قبر جرجان میں ہے۔ شہر استرآباد کے اطراف جتنے بھی مقامات ہیں ان سب کو جرجان کہتے ہیں۔ جیسے مصر، قاہرہ، عراق اور کوفہ وغیرہ وغیرہ۔

صاحب مجالس المومنین بایزید بسطامی کے حالات میں تحریر کرتے ہیں کہ سلطان اولجایتو خان کے حکم سے ان کی قبر پر ایک قبہ تعمیر کر دیا گیا۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے بعد جو گروہ ان کی امامت کا قائل ہو گیا تھا اُسے سمطیہ کہتے ہیں یہ اپنے سردار یحییٰ بن ابی سمط کی طرف منسوب ہے۔

(۱۱) ___ امام علی بن جعفرؑ

علی بن جعفرؑ کثیر الفضل، شدید الورع اور سدید الطریق تھے۔ یہ اپنے بھائی حضرت امام موسیٰ بن جعفرؑ علیہ السلام کی طرح عریضی کے نام سے مشہور ہیں۔ اپنے بھائی حضرت موسیٰ بن جعفرؑ علیہ السلام کے زیرِ تربیت پلے بڑھے اور چار یا پانچ ائمہ طاہرینؑ کے دور تک رہے۔ سید نے اپنی کتاب انوار میں تحریر کیا ہے کہ آپ ورع و تقویٰ کی اس منزل پر تھے جس میں ان کا کوئی ہمسر نہ تھا۔ اور یہی حال ان کے فضل و شرف کا بھی تھا۔ آپ اپنے بھائی حضرت موسیٰ بن جعفرؑ علیہ السلام سے متمسک رہے اور آپؑ کی امامت نیز حضرت امام رضا علیہ السلام و حضرت امام محمد تقیؑ جواد علیہ السلام کی امامت کے قائل تھے۔

آپ جب کبھی حضرت امام محمد تقیؑ جواد علیہ السلام کو بچوں کے ساتھ دیکھتے تو مسجد سے نکل کر خود اُن کے پاس شیعوں کے مجمع کو چیرتے ہوئے پہونچ جاتے، اُن کے قدموں پر جُھک جاتے اور ان کے پاؤں کی خاک اپنی پیشانی سے مس کرتے اور فرماتے کہ اللہ تعالیٰ نے اس بچے کو امامت کا اہل دیکھا اور امامت عطا فرمائی، میرے بڑھاپے کے باوجود مجھے امامت کا اہل نہ سمجھا۔" یہ بات آپ نے اس لیے ارشاد فرمائی کہ شیعوں کا ایک گروہ کہا کرتا تھا کہ آپ امام ہیں اور دعویٰ امامت کریں، مگر آپ نے اُن کی بات قبول نہ فرمائی۔

مروی ہے کہ جب کبھی حضرت امام محمد تقیؑ جواد علیہ السلام فصد کھلوانے کا قصد کرتے تو علی بن جعفر علیہما السلام فصاد سے کہتے کہ پہلے میری فصد کھولو تاکہ جوادؑ سے پہلے میں نشتر کی تکلیف کا ذائقہ چکھ لوں۔

آپ سے تین روضے منسوب ہیں۔ ایک قُم میں ہے اور بہت مشہور ہے۔ شہر کے باہر ایک بہت بڑا میدان ہے اس میں ایک عالیشان قبہ بنا ہوا ہے جس کا شمار آثارِ قدیمہ میں ہے قبر پر ایک تختی ہے جس پر آپ کا اور آپ کے پدرِ بزرگوار کا اسمِ گرامی کندہ ہے تاریخ کتابت ۲۲۲ھ ہے

علامہ مجلسی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ وہ لوگ جو جلالتِ قدر و نبالت میں مشہور ہیں ان میں سے ایک علی بن جعفر علیہما السلام بھی ہیں جو قم میں مدفون ہیں۔ ان کی جلالتِ قدر

نہایت درجہ مشہور ہے کہ ناقابلِ بیان ہے لیکن آپ کا قُم میں دفن ہونا کتبِ معتبرہ میں مذکور نہیں ہے مگر قبرِ شریف کے آثار موجود ہیں جس پر آپ کا نام کندہ ہے، جو قدیم ہے۔

تحفۃ الزائر میں ہے کہ ایک مزار قُم میں پایا جاتا ہے۔ اس میں ایک بڑی قبر ہے جس پر کندہ ہے قبرِ علی بن جعفر الصادق علیہ السلام و محمد بن موسیٰ علیہ السلام اس کو بنے ہوئے آج سے چار سو سال گزر گئے۔

فقیہ مجلسیؒ اوّل نے شرحِ فقیہ میں علی بن جعفر علیہما السلام کے چند فضائل تحریر کر کے ان کا حال لکھا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ آپ کی قبر قُم میں مشہور ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سُنا ہے کہ اہلِ کوفہ نے آپ سے استدعا کی کہ آپ مدینہ سے آکر یہاں قیام فرمائیں۔ آپ نے قبول فرمایا اور کافی عرصے تک کوفہ میں مقیم رہے۔ اہلِ کوفہ نے آپ سے بہت سی احادیث حفظ کیں۔ پھر اہلِ قم نے آپ سے استدعا کی کہ آپ قُم میں قیام فرمائیں۔ آپ نے ان کی درخواست بھی قبول فرمائی اور پھر وفات تک وہیں مقیم رہے۔ آپ کی ذُرّیت دنیا بھر میں پھیلی ہوئی ہے جن میں سے بعض کی قبریں اصفہان میں ہیں اور، اُن ہی میں سید کمال الدین کی بھی قبر ہے جو قریۂ سین برخوار میں ہے اور یہ بہت مشہور مزار ہے۔

میرا گمانِ غالب ہے کہ محمد بن موسیٰ علیہ السلام آپ ہی کے ساتھ مدفون ہیں۔ یہ امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کی ذریت میں سے ہیں اور ان کا پورا سلسلہ محمد بن موسیٰ بن اسحٰق بن ابراہیم العسکری بن موسیٰ بن ابراہیم بن موسیٰ بن جعفر علیہم السلام ہے۔

صاحبِ تاریخِ قم تحریر کرتے ہیں کہ ابو محمد موسیٰ بن اسحٰق کے ایک فرزند اور ایک دختر پیدا ہوئے مگر انھوں نے فرزند کا نام نہیں لکھا۔ صاحبِ کتاب العمدہ تحریر کرتے ہیں کہ موسیٰ بن اسحٰق بن ابراہیم العسکری نے دو فرزند چھوڑے، ایک ابو جعفر محمد فقیہ قُم اور دوسرے جناب ابو عبداللہ اسحٰق۔

دوسرا روضہ جو آپ کی طرف منسوب ہے وہ قلعہ سمنان کے باہر ایک سرسبز و شاداب باغ کے درمیان واقع ہے۔ یہ ایک عالیشان قبہ ہے لیکن علامہ مجلسی علیہ الرحمہ سے منقول ہے کہ اس کا علم نہیں کہ یہ علی بن جعفرؑ ہی کی قبر ہے۔ بلکہ لوگوں کا خیال اس کے برخلاف ہے

تیسرا روضہ جو آپ سے منسوب کیا گیا ہے وہ مقام عُریض میں ہے جو مدینۂ منورہ سے ایک فرسخ دور واقع ہے۔ یہ قریہ آپ کی ملکیت ہے اور آپ کی جائے سکونت و رہائش تھا، اسی بنا پر آپ عُریضی مشہور ہیں۔ وہاں بھی آپ کے نام سے منسوب ایک قبر اور قبہ ہے اور یہ وہی قبر ہے جس کو محدث نوری نے صحیح تسلیم کیا ہے چنانچہ مستدرکات کے خاتمہ پر

آپ نے پوری تفصیل سے اس کتابت کیلۓ ہے اور بظاہر یہ درست ہے۔ شاید وہ قبر جو قم میں ہے آپ کی اولاد میں سے کسی کی ہوگی۔

(۱۲) ـــــ عباس بن جعفرؑ امام

آپ کے متعلق کتاب الارشاد میں شیخ مفید علیہ الرحمہ نے تحریر فرمایا ہے کہ آپ ایک فاضل نبیل تھے۔

(۱۳) ـــــ حالاتِ اولاد امام موسیٰ بن جعفرؑ امام

حضرت امام موسیٰ بن جعفرؑ علیہ السلام کی جملہ ذکور و اناث اولاد کی تعداد سینتیس۳۷ تھی اور انتالیس بھی بتائی جاتی ہے۔ جن کے اسماء مندرجۂ ذیل ہیں۔

حضرت امام علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام (۲) ابراہیم (۳) عباس (۴) قاسم (مختلف امہات اولاد کے بطن سے) (۵) اسماعیل (جن کا مزار ایران میں مقام توبسیر پر ہے) (۶) جعفر (۷) ہارون (۸) حسن (ایک امِ ولد کے بطن سے) (۹) احمد (۱۰) محمد (۱۱) حمزہ (ایک امِ ولد کے بطن سے) (۱۲) عبداللہ (۱۳) اسحٰق (۱۴) عبیداللہ (۱۵) زید (۱۶) حسن (۱۷) فضل (جنکی قبر بہبہان میں ہے اور مشہور ہے۔ لوگ ان کی زیارت کے لیے جاتے ہیں اور شاہ فضل کے نام سے مشہور ہیں۔) (۱۸) حسین (۱۹) سلیمان (مختلف امہات اولاد کے بطن سے)

فاطمہ کبریٰ (۲) فاطمہ صغریٰ (۳) رقیہ (۴) حکیمہ (۵) ام ابیہا (۶) رقیہ صغریٰ (۷) کلثوم (۸) امِ جعفر (۹) لبابہ (۱۰) زینب (۱۱) خدیجہ (۱۲) علیہ (۱۳) آمنہ (۱۴) حسنہ (۱۵) بریہہ (۱۶) عائشہ (۱۷) امِ سلمہ (۱۸) میمونہ (مختلف امہات کے بطن سے)

(۱۴) ـــــ ابراہیم بن موسیٰ بن جعفرؑ

شیخ مفید علیہ الرحمہ اپنی کتاب "الارشاد" میں اور علامہ طبرسیؒ اپنی کتاب "اعلام الوریٰ" میں تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"ابراہیم بن موسیٰؑ بہت شجاع اور کریم تھے۔ یہ عہدِ مامون میں محمد بن زید بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام کی جانب سے جن کی بیعت ابوسرایا نے کوفہ میں کی تھی یمن پر حکمران تھے اُنھوں نے یمن پہونچ کر اسے فتح کیا اور ایک مدت تک وہیں مقیم رہے یہانتک کہ ابوسرایا کا جو انجام

ہونا تھا ہوا اور انھوں نے مامون سے ان کے لیے امان حاصل کی۔

شیخ مفیدؒ اور علامہ طبرسیؒ دونوں نے تصریح کی ہے کہ حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفرؑ علیہ السلام کی تمام اولادیں فضیلت و منقبت کی حامل تھیں۔ علامہ مجلسیؒ نے اپنی کتاب وجیزہ میں تحریر فرمایا ہے کہ ابراہیم بن موسیٰ بن جعفرؑ ممدوح اور قابلِ تعریف ہیں اور کافی کے اس باب میں کہ "امام کو کب معلوم ہوتا ہے کہ وہ امام ہے" اپنے اسناد کے ساتھ علی بن اسباط سے روایت ہے۔ "کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے عرض کیا کہ ایک شخص نے آپ کے بھائی ابراہیم سے دریافت کیا تو انھوں نے آپ کے پدر بزرگوار کے متعلق بتایا کہ وہ زندہ ہیں مگر آپ وہ سب کچھ جانتے ہیں جس کا علم ابراہیم کو نہیں۔

حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا "سبحان اللہ! کتنے تعجب کی بات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسی ہستی کو تو موت آجائے اور موسیٰ بن جعفرؑ کو موت نہ آئے۔ سنو! خدا کی قسم حضرت موسیٰ بن جعفرؑ علیہ السلام نے بھی اسی طرح وفات پائی جس طرح جنابِ رسالتمآبؐ نے لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات سے لیکر آج تک مسلسل اللہ تعالیٰ نے اس دین کی نعمت سے اولادِ عجم کو شرف بخشا ہے اور آنحضرتؐ کے قرابتداروں کو اس دین سے محروم کرتا رہا۔ اور یہ اللہ کی مرضی ہے کہ غیروں کو دیتا ہے اور جو رسول اللہؐ کے اپنے ہیں انھیں محروم رکھتا ہے۔ ابھی ابھی میں نے ماہِ ذی الحجہ میں ابراہیم پر ایکہزار دینار قرض تھے اُسے ادا کیا ہے جس کے بعد وہ اس قابل ہوئے کہ اپنی عورتوں کا مہر ادا کریں، اور غلاموں کو آزاد کریں لیکن تمھیں معلوم ہی ہے کہ حضرت یوسفؑ کے ساتھ اُن کے بھائیوں نے کیا سلوک کیا (اور خود حضرت یوسفؑ نے اُن کے ساتھ کتنا عمدہ سلوک کیا؟)

"بصائر الدرجات" میں تحریر ہے کہ ایک مرتبہ ابراہیم نے حضرت امام موسیٰ بن جعفرؑ علیہ السلام سے بہت اصرار کے ساتھ کچھ رقم کا سوال کیا تو آپ نے اپنے کوڑے کا سرا زمین پر گھس دیا وہاں سے سونے کا ایک ڈلا نکلا۔ آپ نے ابراہیم سے کہا لو اس سے اپنی ضروریات پوری کرو مگر جو کچھ دیکھا ہے اُس کو پوشیدہ رکھنا کسی کو نہ بتانا۔

میرے جد بحر العلوم علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ شیخ مفید علیہ الرحمہ کا یہ فرمانا کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی تمام اولادیں بالعلوم فضیلت و شرف کے متحمل ہیں۔ یہ محلِ نظر ہے اور خاص طور پر مندرجۂ بالا روایت کے پیش نظر ابراہیم کے متعلق اور بھی زیادہ محلِ نظر ہو جاتا ہے

بہرکیف یہ ابراہیم وہ ہیں جو سید مرتضیٰؒ اور سید رضیؒ کے جد تھے اور وہ اس طرح کہ یہ دونوں ابواحمد نقیب کے فرزند ہیں ان کا شجرۂ نسب اس طرح ہے۔ ابواحمد بن

حسین بن موسیٰ بن محمد بن موسیٰ بن ابراہیم بن حضرت امام موسیٰ بن جعفرؑ علیہ السّلام۔

ظاہر ہے کہ شیخ مفید رحؒ نے "الارشاد" میں علامہ طبرسیؒ نے "اعلام الوریٰ" میں۔ ابن شہر آشوب نے "مناقب" میں اور اردبلی نے "کشف الغمۃ" میں حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفرؑ علیہ السّلام کی اولاد میں صرف ایک فرد کا ذکر کیا ہے جس کا نام ابراہیم ہے لیکن صاحب "العمدہ" کی عبارت یہ بتاتی ہے کہ حضرت موسیٰ بن جعفرؑ علیہ السّلام کی اولاد میں دوؔ کا نام ابراہیم تھا۔ ایک ابراہیم اکبر، دوسرے ابراہیم اصغر اور ان ہی کا لقب مرتضیٰ تھا، ان ہی نے اولاد چھوڑی، ان کی والدہ اُمِ ولد نوبیہ تھیں جن کا نام نجیہ تھا۔ اس طرح دو ابراہیم ہوگئے جن کو علمائے انساب خوب جانتے ہیں، اور ان دونوں میں جن سے اُن کے پدرِ بزرگوار حضرت موسیٰ بن جعفرؑ علیہ السّلام کی حیات و عدمِ حیات کا سوال ہوا تھا وہ ابراہیم اکبر تھے۔ اور سیّد مرتضیٰ اور سیّد رضیؒ کے جد، ابراہیم اصغر تھے۔ جیسا کہ میرے جد بحر العلوم علیہ الرحمہ نے اس کی تصریح کی ہے اور جو روضۂ حضرت امام حسین علیہ السّلام میں قبرِ مبارک حسینؑ کی پشت پر مدفون ہیں۔

بہر حال شیراز کے محلہ لب آب میں بھی ایک قبر ہے جو ابراہیم بن موسیٰ بن جعفرؑ کی طرف منسوب ہے جس کو محمد زکی خان نوری وزیر شیراز نے ۱۲۴۰ھ میں تعمیر کرایا۔ مگر اس نسبت کے صحیح ہونے پر ہمیں کوئی قوی سند نہیں ملی بلکہ یہ بعید از قیاس ہے۔

شیخ مفید علیہ الرحمہ "الارشاد" میں تحریر فرماتے ہیں کہ ابراہیم اکبر والیٔ یمن تھے۔ پھر صاحبِ انساب الطالبین بھی یہ تحریر کرتے ہیں کہ ابراہیم اکبر بن حضرت موسیٰ بن جعفرؑ یمن گئے وہاں پہلے محمد بن ابراہیم طباطبا کے لیے لوگوں کو دعوت دی پھر اپنی طرف لوگوں کو دعوت دینے لگے اور سنہ ۲۰۲ھ میں فریضہ حج ادا کیا۔ مامون اس وقت خراسان میں تھا اس نے حمدویہ بن علی کو ان کی طرف روانہ کیا ان سے جنگ ہوئی اور ابراہیم نے شکست کھائی اور عراق کا رُخ کیا۔ مامون نے ان کو امن دیا اور بغداد ہی میں انھوں نے وفات پائی۔

یہ جو کچھ میں نے بیان کیا ہے اگر اس کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو یہ بات یقینی معلوم ہوتی ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام کے روضہ کے صحن میں جو لوگ دفن کیے گئے ہیں اُن میں سے ایک یہ بھی ہیں۔ کیونکہ یہ جگہ مقابرِ قریش کی ہے اور بہت قدیمی ہے اس لیے وہ اپنے پدرِ بزرگوار کے پہلو میں مدفون ہیں۔

⑮ —— احمد بن امام موسیٰ بن امام جعفرؑ

"الارشاد" شیخ مفید علیہ الرحمہ میں مرقوم ہے کہ احمد بن موسیٰ بن جعفر کریم و جلیل

اور صاحبِ ورع و تقویٰ تھے حضرت ابوالحسن موسیٰ علیہ السّلام ان سے بیحد محبت کرتے تھے اور اپنی اولاد میں ان کو سب پر مقدم کرتے۔ چنانچہ آپ نے ان کو اپنی ایک جاگیر جو لیسیرہ کے نام سے مشہور ہے عطا فرمائی اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ احمد بن موسیٰ بن جعفرؑ نے ایک ہزار غلام خرید کر آزاد کیے تھے۔

ابو محمد حسن بن محمد بن یحییٰ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میرے جد نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے اسماعیل بن موسیٰ علیہ السّلام کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ میرے پدرِ بزرگوار اپنی اولاد لیکر اپنی ایک جاگیر کی طرف منتقل ہوگئے تھے جو مدینہ میں تھی اور ہم لوگ وہیں رہتے تھے۔ احمد بن موسیٰ بن جعفرؑ کی یہ شان تھی کہ ان کے ساتھ میرے پدرِ بزرگوار کے بیس۲۰ غلام مامور تھے۔ احمد کہیں جانے کے لیے تیار ہوتے تو یہ غلام بھی آپ کے ساتھ ہر وقت رہتے۔ اس کے علاوہ میرے پدرِ بزرگوار ان پر بطورِ خاص نظر رکھتے، ان سے کبھی غافل نہ ہوتے اور یہ صورت ہمارے دیکھتے ہوئے احمد کے بزرگ ہونے تک رہی۔

احمد کی والدۂ محترم ان خواتین میں سے تھیں جنھیں اُم احمد کہہ کر پکارا جاتا تھا حضرت موسیٰ بن جعفرؑ علیہ السّلام کی ان پر خاص نظرِ لطف و کرم تھی۔ چنانچہ جب آپ مدینہ سے بغداد جانے لگے تو تمام امانتیں اور جملہ تبرکاتِ امامت ان کے حوالے کر گئے۔ اور اُن سے یہ کہدیا کہ جب کوئی شخص کسی وقت بھی تم سے یہ امانتیں اور تبرکات طلب کرے تو سمجھ لینا کہ میں نے شہادت پائی۔ اور میرے بعد میرا جانشین بھی وہی شخص ہوگا اور امام مفترض الطاعۃ ہوگا، نہ صرف تمھارے لیے بلکہ تمام لوگوں کے لیے۔ حضرت امام رضا علیہ السّلام سے فرمایا کہ گھر کی حفاظت کرنا۔

پھر جب ہارون نے حضرت موسیٰ بن جعفرؑ علیہ السّلام کو زہر سے شہید کر دیا، تو حضرت امام رضا علیہ السّلام اُمِ احمد کے پاس تشریف لائے اور اُن سے امانتیں و تبرکات طلب فرمائیں۔ اِمِ احمد نے کہا معلوم ہوتا ہے آپ کے والد درجۂ شہادت پر فائز ہوگئے؟

آپ نے فرمایا، ہاں، ابھی ابھی میں اُن کے دفن سے فارغ ہو کر آرہا ہوں۔ لہٰذا وہ امانتیں و تبرکات جو میرے پدرِ بزرگوار بغداد جاتے وقت تمھارے سپرد فرما گئے تھے، میرے حوالے کر دو، میں ان کا جانشین اور تمام جنّ و انس وغیرہم کا امام مفترض الطاعۃ ہوں۔

یہ سُن کر اِمِ احمد نے اپنا گریبان چاک کیا، ساری امانتیں اُن کے سپرد کیں اور آپؑ کی امامت پر بیعت کی۔

جب مدینہ میں حضرت امام موسیٰ بن جعفرؑ علیہ السّلام کی خبرِ وفات شائع

ہوئی تو اہلِ مدینہ اُمِ احمد کے دروازے پر جمع ہوگئے اور احمد اُن سب کو لیکر مسجد میں آئے۔ چونکہ یہ بہت ہی جلیل القدر و عبادت گذار شخص ستھے" اس لیے شریعت کی نشر و اشاعت میں قدرے زیادہ منہمک رہتے۔ اور آپ سے بہت سی کرامات بھی ظاہر ہوتی رہتی تھیں اس لیے لوگوں کا خیال ہوا کہ آپ ہی اپنے پدرِ بزرگوار کے جانشین اور امام ہیں۔ اسی وجہ سے لوگوں نے ان کے ہاتھ پر امامت کی بیعت کرلی اور اُنھوں نے بھی بیعت لے لی۔ اس کے بعد منبر پر تشریف لے گئے اور ایک نہایت ہی فصیح و بلیغ خطبہ دیا، اور کہا، اَیُّہا النّاس! تم نے میری بیعت کی ہے مگر میں نے اپنے بھائی علی بن موسیٰؑ رضاؑ کی بیعت کی ہے۔ آگاہ ہوجاؤ کہ میرے پدرِ بزرگوار کے بعد وہی اُن کے جانشین اور امام ہیں، وہی اللہ کے ولی ہیں اور اللہ و رسولؐ اللہ کی طرف سے اُن ہی کی اطاعت مجھ پر اور تم سب لوگوں پر فرض ہے۔ وہ جو چاہیں ہمیں حکم دیں۔

آپ کے اس اعلان پر سب نے لبیک کہی اور آپ کے ہمراہ حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوکر بیعت کی تجدید امام رضا علیہ السلام کے دستِ مبارک پر کی۔ حضرت امام رضا علیہ السلام احمد بن موسیٰؑ (اپنے بھائی) سے بہت خوش ہوئے اور دعائیں دیں۔ احمدؑ اپنے بھائی حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں ایک مدتِ مدید تک رہے یہانتک کہ مامون نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو ولیعہدی قبول کرنے کے لیے خراسان طلب کیا۔

احمد بن موسیٰؑ شیراز میں مدفون ہیں۔ یہ سید السادات کہے جاتے ہیں اور اہلِ شیراز میں شاہ چراغ کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ نے عہدِ مامون میں ایک جماعت کو ساتھ لیکر شیراز کا قصد کیا۔ آپ دراصل اپنے بھائی حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں پہونچنا چاہتے تھے۔ جب یہ خبر قتلغ خان حاکمِ شیراز کو ہوئی تو وہ فوجی دستہ لیکر شیراز سے باہر مقامِ خان زنیان پر جا پہونچا جو شیراز سے آٹھ فرسخ کے فاصلے پر ہے۔ دونوں فریق مدِمقابل ہوئے اور جنگ چھڑ گئی اسی اثناء میں قتلغ خان کے ساتھیوں میں سے کسی نے پکار کر کہا کہ اگر حقیقتہً تم لوگ حضرت امام رضا علیہ السلام تک پہونچنا چاہتے ہو تو یہ کوشش بیکار ہے اُن کا انتقال ہوچکا ہے۔ جب احمد بن موسیٰؑ کے ساتھیوں نے یہ اعلان سنا تو احمد بن موسیٰؑ کا ساتھ چھوڑ کر اِدھر اُدھر منتشر ہوگئے اور اب اُن کے ساتھ صرف اُن کے خاندان کے افراد اور بھائیوں کے علاوہ کوئی نہ رہا۔ مدینہ واپس ہونا بہت مشکل تھا۔ اِس لیے اُن لوگوں نے شیراز کا رُخ کیا اور ان کے مخالفین نے انھیں قتل کردیا اور وہیں شیراز میں ان کا مزار ہے۔

احمد بن موسیٰؑ کے حالات میں بعض لوگوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ جب یہ شیراز پہونچے تو وہاں ایک گوشے میں روپوش ہوکر اللہ کی عبادت میں مشغول رہنے لگے اور اسی گمنامی کے

عالم میں انتقال کرگئے۔ اسی وجہ سے کسی کو بھی اُن کی قبر کا پتہ نہ تھا۔ یہانتک کہ امیر مقرب الدین مسعود ابن بدر الدین جو اتابک ابی بکر سعد بن زنگی کے وزراء میں سے مقربِ بارگاہ تھے، کا دور آیا اس مقام پر جہاں اُن کی قبر ہے کوئی عمارت تعمیر کرانے کے لیے زمین کھدوائی تو وہاں ایک قبر نظر آئی، جب اس کو کھول کر دیکھا گیا تو اس میں احمد بن موسیٰؑ کی میت نظر آئی جسم بالکل صحیح حالت میں تھا کسی قسم کی تبدیلی نہ تھی۔ اُن کی اُنگلی میں ایک انگوٹھی تھی جس پر کندہ تھا، " العزۃ للّٰہ " احمد بن موسیٰ۔ لوگوں نے اس کی اطلاع بادشاہِ وقت ابوبکر کو پہونچائی، تو اُس کے حکم سے وہاں ایک قبہ تعمیر کردیا گیا، مگر برسوں بعد اس کو منہدم کرکے ملکہ تاشی خواتان نے جو سلطان شیخ ابو اسحٰق ابن سلطان محمود کی والدہ تھیں انہوں نے اس پر ایک نہایت عالیشان قبہ تعمیر کرادیا اور اس کے پہلو میں ایک مدرسہ بھی تعمیر کرایا گیا، یہ تقریباً ۷۵۰ھ کی بات ہے۔

پھر ۱۲۴۲ھ میں سلطان فتح علی شاہ قاچاری نے اس کے لیے خالص چاندی کی ایک ضریح بنوائی، ان کی قبر پر نصف قرآن نہایت خوشخط، خطِ کوفی میں پوستِ آہو پر لکھا ہوا پایا گیا اور اس کا دوسرا حصہ اسی خط میں مکتبہ حضرت امام رضا علیہ السلام میں موجود ہے۔ اور اس کے آخر میں یہ تحریر ہے کہ " لکھا اس کو علی ابن ابو طالب نے " اس بناء پر لوگوں کا خیال ہے کہ یہ حضرت علی علیہ السلام کا لکھا ہوا قرآن مجید ہے۔

بعض لوگوں نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ وہ ذات جو علمِ نحو کا موجد ہے (حضرت علی علیہ السلام) وہ کبھی بھی مجرور کو مرفوع (یعنی ابی طالب کی جگہ ابو طالب) نہیں لکھ سکتے۔ لیکن میرا یہ خیال ہے کہ اکثر نحویوں اور عربی زبان والوں نے اس امر کی تصریح کردی ہے کہ لفظ اَب اور ابن جب کسی کے نام کا جُز بن جائیں تو ان کے ساتھ بھی وہی عمل ہوگا جو کسی نام (عَلَم) کے ساتھ ہوتا۔ اور تقریباً یہ ضرب المثل ہے کہ علی ابن ابی طالب میں کوئی تغیر اور تبدیلی نہ آئے گی خواہ حالتِ جر میں ہو یا حالتِ نصب میں، وہ مرفوع ہی لکھا جائے گا۔ (یعنی علی بن ابی طالب کی جگہ علی بن ابو طالب ہی لکھا جائے گا) اور اسی طرح معاویہ بن ابی سفیان اور ابو اُمیہ بھی ہے۔

میرا گمانِ غالب یہ ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن مجید حضرت حجت عجل اللہ تعالیٰ فرجہٗ کے علاوہ کسی کے پاس نہیں ہے۔ اور زیرِ بحث قرآن کا نسخہ جس کے متعلق یہ دعویٰ ہے کہ یہ حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے تو یہ ایسا نہیں ہے بلکہ یہ علی بن ابی طالب مغربی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے جو خطِ کوفی کا

بہت اچھا خوشنویس تھا اور اس قرآن کی مثل ونظیر بعینہٖ اسی خط میں مصر میں مقام راس الحسین میں بھی پائی جاتی ہے اور یہ بھی مذکور ہے کہ اس کی نظیر مرقدِ علوی مرتضوی میں بھی موجود تھی مگر وہ نذرِ آتش ہو گیا۔

بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ سید احمد مذکور (احمد بن موسیٰؑ) کا روضہ بلخ میں ہے اور شیراز کے ایک ضلعے بیرم میں ایک روضہ ہے جو سید احمد مذکور کے بھائی سے منسوب ہے جو وہاں کے لوگوں میں روضۂ شاہ علی اکبر کے نام سے موسوم ہے۔ اور شاید یہ وہی ہیں جن کو صاحب "العمدہ" نے اولادِ حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السّلام میں شمار کیا ہے اور ان کا نام علی بتایا ہے۔

(۱۶) ـــــ قاسم بن موسیٰ ؑ بن جعفر ؑ

قاسم بن موسیٰؑ سے ان کے پدرِ بزرگوار حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السّلام کو بیحد محبت تھی۔ چنانچہ حضرت امام علی رضا علیہ السّلام کے نام جو وصایا آپ نے تحریر فرمائی ہیں ان میں قاسم کو بھی بطورِ خاص شامل کیا ہے۔

کافی میں ابوعمارہ یزید بن سلیط سے ایک طویل حدیث مرقوم ہے۔ کہ "حضرت ابوابراہیم امام موسیٰ بن جعفر علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا کہ اے ابوعمارہ جب میں اپنے گھر سے رخصت ہوا تو میں نے قبلِ روانگی اپنے فرزند علی رضا کے نام وصیت نامہ لکھا اور بظاہر اس میں اپنے دوسرے فرزند کو بھی شریک کر دیا مگر باطنی طور پر تو میں نے صرف ان ہی کو اپنا وصی بنایا ہے۔ اور اس کی خبر اور بشارت عالمِ خواب میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، اور حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السّلام نے مجھے دی، بلکہ ان کو میرے سامنے لائے اور تب ہدایت فرمائی اور یہی طریقہ ان حضرات کا ہر امام کی وصایت کے بارے میں ہوتا ہے۔

چنانچہ عالمِ خواب میں، میں نے دیکھا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس ایک انگوٹھی، ایک تلوار، ایک عصا، ایک کتاب اور ایک عمامہ ہے۔ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! یہ سب کچھ کس کے لیے ہے اور ان سے کیا مقصد ہے؟ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ سنو! یہ عمامہ ہے اس سے مراد، اللہ کی سلطنت ہے؛ تلوار سے مراد اللہ کی قدرت و طاقت؛ کتاب سے مراد، نورِ الٰہی؛ عصا سے مراد اللہ کی قوت اور انگوٹھی ان سب کی جامع ہے۔ پھر فرمایا کہ اب امامت تمہارے پاس سے رخصت ہوا چاہتی ہے۔ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! مجھے بھی دکھا دیں

کہ وہ کون ہے جس کے پاس اب امامت جائے گی؟ حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا، کہ امامت کا عہدہ تمہارے بیٹے علی رضا علیہ السّلام کے سپرد کیا جائے گا۔ اور یہ منجانب اللہ ہے وہ جس کو جس چیز کا اہل سمجھتا ہے عطا فرما دیتا ہے اور یہ فیصلہ اللہ نے روزِ ازل ہی طے فرما لیا تھا۔" سید جلیلؒ نے کہا ہے کہ قاسم بن موسیٰؑ کی قبر غزی میں ہے۔

(۱۷) ـــــ محمد بن موسیٰ ؑ بن جعفر ؑ

کتاب "الارشاد" شیخ مفید علیہ الرحمۃ میں مرقوم ہے کہ محمد بن موسیٰؑ، اہلِ فضل و صلاح میں سے تھے۔ اس کے بعد شیخ مفید علیہ الرحمۃ نے ان کی مدح اور حسنِ عبادت کا تذکرہ کیا ہے۔ "رجال" شیخ ابو علی میں نزہتہ القلوب حمد اللہ مستوفی سے نقل کیا گیا ہے کہ یہ بھی اپنے بھائی شاہ چراغ کی طرح شیراز میں مدفون ہیں۔ اور سید جزائری نے بھی اپنی کتاب "انوار" میں اسی کی صراحت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ دونوں بھائی شیراز میں مدفون ہیں اور گروہِ شیعہ میں سے اکثر ان دونوں کی زیارت کے لیے جاتے اور ان دونوں کی قبروں سے برکت حاصل کرتے ہیں نیز میں بھی ان کی زیارت کے لیے گیا ہوں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ یہ خلفائے بنی عباس کے دور میں شیراز تشریف لائے اور ایک مکان میں روپوش رہے۔ انھوں نے اجرتِ کتابتِ قرآن مجید سے ایک ہزار غلام خرید کر آزاد کیے۔ اہلِ تاریخ نے اس امر میں اختلاف کیا ہے کہ یہ بڑے تھے یا آپ کے بھائی احمد؟ بہرحال ان کا مرقد بھی شیراز ہی میں ہے اور بہت مشہور ہے۔ اگرچہ ان کی قبر اتابک بن سعد بن زنگی کے زمانہ تک مخفی رہی اس کے بعد محلہ باغ قتلغ میں آپ کی قبر پر قبہ تعمیر ہوا۔ پھر کئی مرتبہ یہ قبہ از سرِ نو تعمیر کرایا گیا۔ سلطان نادر خاں کے دور میں اور پھر ۱۲۹۶ھ میں نواب اویس مرزا ابن نواب معظم عالم و فاضل شاہزادہ فرہاد میرزا قاچاری کے زمانہ میں بھی اس کی تجدید ہوئی۔

(۱۸) ـــــ حسین بن موسیٰ ؑ بن جعفر ؑ

آپ کا لقب سید علاء الدین ہے۔

آپ کی قبر بھی شیراز ہی میں ہے اور مشہور بھی ہے۔ اس کا ذکر شیخ الاسلام شہاب الدین ابوالخیر حمزہ بن حسن بن مودود نے جو خواجہ عز الدین مودود بن محمد بن معین الدین محمود کے پوتے تھے کیا ہے زرکوش شیرازی نے جو اپنی ماں کی طرف سے ابوالمعالی مظفر الدین محمد بن روزبہان کی طرف منسوب ہیں۔ آپ کی وفات سنہ ۸۰۰ھ کے اواخر میں ہوئی۔ ایک فارسی مورخ نے اپنی کتاب "شیراز نامہ" میں

ان کا ذکر کیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ "قتلغ خان والیٔ شیراز کا ایک باغ اسی مقام پر تھا جہاں سیّد مذکور کی قبر ہے۔ اس باغ کا پہریدار ایک دیندار اور بامروّت شخص تھا وہ ہر شبِ جمعہ کو ایک نور باغ کے اوپر بلند ہوتے ہوئے دیکھتا تھا۔ اس نے اِس امر کا تذکرہ قتلغ خان سے کیا اور قتلغ خان نے بھی اس کا مشاہدہ کیا اور پھر تجسس کیا کہ آخر یہ نور کہاں سے بلند ہوتا ہے۔ بعد تجسس جب وہ جگہ کھودی گئی جہاں سے نور ساطع ہوتا تھا تو وہاں ایک قبر ظاہر ہوئی۔ قبر کو کھول کر دیکھا تو ایک عظیم الجثہ میّت بکمالِ عظمت وجلالت اور باحسن وجمال نظر آئی جس کے ایک ہاتھ میں قرآن مجید اور دوسرے ہاتھ میں برہنہ تلوار تھی۔ قرائن و علامات اور آثار سے معلوم ہوا کہ یہ حسین بن موسیٰؑ کی قبر ہے۔ تو اُس نے اس قبر پر ایک قبہ اور چہار دیواری تعمیر کرادی۔"

یہ قتلغ خان وہ نہیں ہے جس نے اُن کے بھائی احمد بن موسیٰؑ سے جنگ کی تھی۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ یہ باغ اسی کے نام سے موسوم ہو۔ اور وہ والیٔ شیراز جس نے ان کا روضہ بنوایا، وہ کوئی اور قتلغ خان ہو، اس لیے کہ قتلغ خان ایک ایسا ہی لقب ہے جیسا کہ آذربائیجان کے اتابکیہ میں سے ابوبکر سعد بن زنگی ایک اتابک تھا، یہ اسلامی ریاستیں تھیں ان کے بادشاہوں کی تعداد آٹھ تھی جو سنہ ۶۱۹ھ میں قائم ہوئیں اور سنہ ۷۰۳ھ میں ختم ہوگئیں۔ اور یہ معلوم ہے کہ ان کی قبر ان کی وفات کے برسوں بعد ظاہر ہوئی۔

بعض مؤرخین نے یہ تحریر کیا ہے کہ سیّد علاء الدین حسین اس باغ کی طرف جارہے تھے لوگوں نے انھیں پہچان لیا کہ یہ بنی ہاشم میں سے ہیں اور ان کو اسی باغ میں قتل کردیا ایک مدت دراز کے بعد اس باغ کے آثار تک مٹ گئے صرف کھنڈر اور ٹیلہ باقی رہ گیا تو علاماتِ مذکورہ سے لوگوں نے ان کی قبر کو پہچان لیا اور یہ شاہانِ صفویہ کا دور تھا۔

نیز مدینے سے ایک شخص میرزا علی نامی شیراز آیا اور یہیں سکونت اختیار کرلی وہ صاحبِ ثروت تھا اُس نے اس قبر پر ایک عالیشان قبہ بنوایا۔ اور بہت سی جائیداد اور باغات اس کے لیے وقف کیے۔ جب اُس نے وفات پائی تو اسے اِسی قبہ کے پہلو میں دفن کردیا گیا۔ ان اوقاف کی تولیت شخصِ مذکور کے فرزند میرزا نظام الملک کے ہاتھ میں تھی جو حکومتِ شیراز کے وزیروں میں سے ایک وزیر تھا۔ اُس کے انتقال کے بعد ان اوقاف کے متولی اُس کے پوتے ہوئے اور سلطان خلیل جو شاہ اسماعیل بن حیدر صفوی کی طرف سے حاکمِ شیراز تھا، اُس نے سنہ ۹۱۰ھ میں اس روضہ کی عمارت میں اور اضافہ کیا۔

(۱۹) حمزہ بن موسیٰ بن جعفرؑ

یہ رَے کے ایک مشہور قریے شاہزادہ عبد العظیم میں مدفون ہیں۔ ان کی قبر پر قبہ ہے سامنے صحن ہے اور خدام رہتے ہیں شاہزادہ عبد العظیم باوجود اپنی جلالتِ قدر اور عظمتِ شان کے مقامِ رَے میں قیام کے دوران یہاں زیارت کو آیا کرتے اور عامۃ النّاس سے اس کو مخفی رکھتے۔ مگر انھوں نے اپنے بعض مخصوصین کو بتایا کہ یہ حضرت موسیٰ بن جعفرؑ کی اولاد میں سے ایک شخص کی قبر ہے۔

مرنے کے بعد جس کو اُن کے جوار میں جگہ ملی وہ شیخ جلیل ہو سعید قدوۃ المفسرین جمال الدین ابوالفتح حسین بن علی خزاعی رازی ہیں۔ صاحب تفسیر المعروف بہ ارض الجنان جو زبانِ فارسی میں بیس جلدوں پر مشتمل ہے مگر عجیب وغریب ہے۔ ان کی قبر پر ان کا نام ونسب بخطِ قدیم تحریر ہے اور "مجالس المومنین" میں جو یہ لکھا ہے کہ ان کی قبر اصفہان میں ہے یہ بعید از قیاس ہے۔

تبریز میں بھی ایک عالیشان مزار ہے جو حمزہ بن موسیٰؑ سے منسوب ہے اور اسی طرح قُم کے وسطِ شہر میں بھی ایک مزار ہے جس میں ایک ضریح ہے۔ صاحبِ تاریخِ قم نے تحریر کیا ہے کہ یہ قبر حمزہ بن امام موسیٰ بن جعفرؑ کی ہے مگر صحیح وہی ہے جس کا تذکرہ میں پہلے کرچکا ہوں۔ ہوسکتا ہے یہ مزار مذکور حضرت موسیٰ بن جعفرؑ کے پوتوں میں سے کسی کا ہو۔

لیکن وہ دو قبریں جو صحنِ کاظمین میں ہیں اُن کے متعلق بھی کہا جاتا ہے کہ یہ اولادِ امام موسیٰؑ کاظم علیہ السّلام کی ہے۔ مگر ان دونوں کا حال کچھ نہیں معلوم کہ یہ لائقِ مدح تھے، یا لائقِ قدح۔ ہمیں ان دونوں کے متعلق کسی کتاب میں کچھ لکھا ہوا نظر نہیں آیا۔ صرف سید محمد مہدی قزوینی نے اپنی کتاب "فلک النجاۃ" میں تحریر کیا ہے کہ اولادِ ائمہ میں سے دو کی قبریں روضۂ امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام میں ہیں جو آپ ہی کی اولاد ہیں۔ مگر یہ دونوں مشہور نہ تھے۔ یہ بھی لکھا ہے کہ ان میں سے ایک کا نام عباس بن امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام ہے جو قابلِ مدح نہ تھے بلکہ ان کے حق میں قدح وارد ہوئی ہے۔

مگر میں کہتا ہوں کہ ان دونوں قبروں کی لوح پر جو کچھ کندہ ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک قبر ابراہیم کی ہے جن کے متعلق پہلے بیان ہوچکا ہے کہ وہ صحنِ کاظمین میں مدفون ہیں اور دوسری قبر اسماعیل کی ہے اور ہوسکتا ہے جو یہ اسماعیل کے نام سے مشہور ہیں وہی عباس بن موسیٰ کاظم علیہ السّلام ہوں۔ اور ان کے لیے اس سے زیادہ اور کیا ہوگا کہ ان کے بھائی

حضرت امام رضا علیہ السلام نے ان کی مذمت کی ہے اور یہ بات عوام میں عام طور پر مشہور ہے چنانچہ میرے جد بحر العلوم طاب ثراہ جب حرمِ کاظمین سے زیارت کر کے نکلے تو اس قبر کی زیارت کا رُخ نہیں کیا۔ آپ سے کہا بھی گیا مگر آپ اُدھر ملتفت نہیں ہوئے۔

(۲۰) ـــــ اسماعیل بن موسیٰؑ بن جعفرؑ

یہ صاحب جعفریات ہیں۔ مصر میں سکونت اختیار کی، وہیں ان کی اولاد ہے۔ ان کی قبر بھی مصر میں ہے۔ آپ کی کئی کتابیں ہیں جن میں آپ اپنے پدر بزرگوار کے واسطے سے اپنے آبائے کرام سے روایت کرتے ہیں۔ آپ کی کتابیں مندرجہ ذیل ہیں۔ کتاب الطہارۃ، کتاب الصلوٰۃ، کتاب الزکوٰۃ، کتاب الصوم، کتاب الحج، کتاب الجنائز، کتاب الطلاق، کتاب الحدود، کتاب الدعاء، کتاب السنن والآداب، کتاب الرؤیا، جیساکہ رجال نجاشی میں ہے۔ اور رجال کے تعلیقات میں ہے کہ ان کی کثرتِ تصانیف اور ان کے موضوعات، ان کی ترتیب و تدوین یہ بتاتی ہیں کہ یہ قابلِ ستائش تھے۔ اس کے علاوہ صفوان بن یحییٰ کی موت کا واقعہ کہ حضرت ابوجعفر تقیؑ جواد علیہ السلام نے اس کے لیے حنوط بھیجا اور اسماعیل بن موسیٰؑ کو حکم دیا کہ اس کی نمازِ جنازہ پڑھا دیں۔ یہ بات بھی اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ یہ ایک حق شناس و حق پرست شخص تھے۔

مولانا عنایت اللہ کی کتاب "مجمع الرجال" میں ہے کہ وہ لازماً ایسے ہی شخص تھے امامؑ ان کی نمازِ جنازہ پڑھانے کا حکم دیں، یہ ان کی جلالتِ قدر کی بہت بڑی دلیل ہے۔

رجال ابنِ شہر آشوب میں ہے کہ اسماعیل بن موسیٰؑ بن جعفر الصادق علیہ السلام نے مصر میں سکونت اختیار کی، اولاد بھی وہیں رہی، اس کے بعد ان کی کتبِ مذکورۂ بالا گنوائیں اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ان لوگوں کے نزدیک وہ فقہا میں سے تھے۔

قریۂ فیروز کوہ میں بھی ایک قبر ہے جو اسماعیل ابنِ موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی طرف منسوب ہے۔

(۲۱) ـــــ اسحٰق بن موسیٰؑ بن جعفرؑ

واضح ہو کہ اسحٰق بن موسیٰؑ کی نسل سے ابوعبداللہ المعروف بہ نعمت ہیں۔ ان کا پورا سلسلۂ نسب یہ ہے:۔ محمد بن حسن بن اسحٰق بن حسن بن حسین بن اسحٰق بن موسیٰ بن جعفر صادق علیہ السلام۔ یہ وہ ہیں کہ جن کے لیے شیخ صدوقؒ نے

اپنی کتاب "من لایحضرہ الفقیہ" تحریر فرمائی، جیساکہ انھوں نے اپنی کتاب کے ابتدا میں تحریر فرمایا ہے:۔

"حلّہ کے اطراف میں ایک عظیم الشان مزار ہے جس کے ساتھ وسیع میدان اور ایک بلند قبہ ہے جو حمزہ بن امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی طرف منسوب اور مشہور ہے۔ لوگ اس کی زیارت کو جاتے اور مزار کے کرامات کا ذکر کرتے ہیں۔ مگر اس شہرت کی کوئی اصل نہیں، بلکہ درحقیقت وہ حمزہ بن قاسم بن علی بن حمزہ بن حسن بن عبیداللہ ابن عباس ابن امیر المومنین علیہ السلام کی قبر ہے جن کی کنیت ابویعلی تھی۔ یہ ایک ثقہ اور جلیل القدر بزرگ تھے جن کا ذکر نجاشی نے اپنی کتاب الفہرست میں کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ ہمارے اصحاب میں سے ہیں۔ بہت سی احادیث کے راوی ہیں۔ ان کی ایک کتاب علم رجال پر ہے جس میں ان راویوں کا ذکر ہے جنھوں نے حضرت جعفر بن محمدؑ سے حدیثیں روایت کی ہیں۔ یہ بہت اچھی کتاب ہے۔ اس کے علاوہ ان کی تصانیف کتاب التوحید، کتاب الزیارات والمناسک کتاب الرد علی محمد بن جعفر الاسدی بھی ہیں۔

(۲۲) ـــــ زید بن موسیٰؑ بن جعفرؑ

زید بن موسیٰؑ نے بصرہ میں خروج کیا اور لوگوں کو اپنی حکومت کی دعوت دی۔ بہت سے گھروں کو نذرِ آتش کیا، بالآخر انھیں حکومتِ وقت کے مقابلے میں شکست ہوئی اور قید کر کے مامون کے پاس بھیج دیے گئے۔ زید بن موسیٰؑ کا بیان ہے کہ جب میں مامون کے سامنے پہونچا تو اس نے ایک نظر مجھے دیکھا، پھر بولا، اِن کو اِن کے بھائی ابوالحسن علی ابن موسیٰؑ رضا کے پاس لیجاؤ۔ میں اُنکے پاس پہونچا تو ایک ساعت کھڑا رہا، اس کے بعد انھوں نے مجھ کو رہا کر دیا اور فرمایا "اے زید! تم نے بُرا کیا، ناحق لوگوں کو قتل کیا اور ان کے اموال لوٹے، یہ تمہارے لیے حلال نہ تھا۔ دراصل تم کو احمقانِ اہلِ کوفہ کی بیان کردہ ایک حدیث نے دھوکا دیا جس کو وہ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "فاطمہ زہراؑ طاہرہ اور پاکدامن ہیں اُن پر اور اُن کی ذریت پر جہنم حرام ہے۔"

مگر یہ ارشادِ رسولؐ تو صرف اُن کے لیے ہے جو بطنِ فاطمہؑ سے پیدا ہوئے ہیں یعنی فقط حسنؑ و حسینؑ (زینبؑ و امِ کلثومؑ) کے لیے ہے ساری ذریت کے لیے نہیں ہے خدا کی قسم! دیگر ذریت کو یہ منزلت صرف اطاعتِ الٰہی سے حاصل ہوگی، اگر تم چاہتے ہو کہ جو منزلت

لوگوں نے اطاعتِ الٰہی سے حاصل کی وہ تمھیں معصیتِ الٰہی سے مل جائے، تو اس کا مطلب تو ہوگا کہ تم اللہ کے نزدیک بجائے گناہگار و معصیت کار کے نیکوکار اور مکرم ہو، یہ تو کھلا ہوا ظلم ہے اور اللہ ظالم نہیں ہے، عادلِ محض ہے"۔

عیون الاخبار الرضا میں ہے کہ زید بن موسیٰؑ متوکل کے آخرِ دور تک زندہ رہے سر من رائے میں وفات پائی۔ یہ وہی زید ہیں جو زید النار کے نام سے مشہور ہیں جن علمائے علمِ رجال نے ان کو ضعیف قرار دیا ہے ان میں علامہ مجلسیؒ بھی ہیں اور انھوں نے اپنی کتاب "وجیزہ" میں زید کو ضعیف قرار دیا ہے۔

(۲۳) حکیمہ بنت امام موسیٰ بن جعفرؑ

ابن شہر آشوب اپنی کتاب معالم میں تحریر کرتے ہیں کہ حکیمہ بنتِ ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کا بیان ہے کہ جب حضرت امام محمد تقی جواد علیہ السلام کی والدہ خیزران کے یہاں امام تقی جوادؑ کی ولادت کا وقت قریب آیا تو حضرت امام رضا علیہ السلام نے مجھے بلایا اور فرمایا، اے پھوپی جان! ولادت کا وقت قریب ہے آپ کا موجود رہنا ضروری ہے، خیزران کو قابلہ کے ساتھ لیکر حجرے میں چلی جائیں، آپ نے اُس حجرے میں چراغ بھی رکھوا دیا اور حجرے کا دروازہ بند کر دیا۔

جب خیزران کو دردِ زہ شروع ہوا تو چراغ گل ہو گیا، خیزران کے سامنے ایک طشت رکھا ہوا تھا چراغ کے گل ہو جانے کی وجہ سے ہمیں فکر دامنگیر ہوئی کہ ولادت کی مشکل آسان ہو گئی اور امام محمد تقی جواد کے نور سے تمام حجرہ روشن و منوّر ہو گیا۔ میں نے بڑھ کر گود میں لے لیا کیونکہ آپ پاک و صاف تھے اور کسی کپڑے میں لپٹے ہوئے تھے۔ اتنے میں حضرت امام رضا علیہ السلام تشریف لائے۔ آپ نے حجرے کا دروازہ کھولا، اُس وقت تک ہم تمام اُمور ضروری سے فارغ ہو چکے تھے۔ آپ نے حضرت تقی جوادؑ کو اُٹھا کر گہوارے میں لٹا دیا اور فرمایا، کہ آپ گہوارے کے پاس ہی رہیں۔ چنانچہ میں اُنکے پاس ہی رہی۔

جناب حکیمہ کا بیان ہے کہ جب تیسرا دن ہوا تو بچے نے آسمان کی طرف دیکھا اور کہا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ٥ (یعنی، میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی خدا نہیں ہے سوائے اللہ کے اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔) یہ سنکر میں ڈر گئی۔ اور جلدی سے اُٹھ کر حضرت امام رضاؑ کے پاس پہونچی اور حیرت زدہ لہجے میں جو کچھ دیکھا تھا بیان کر دیا: آپ نے فرمایا کہ اس بچے میں اور

بھی بہت سے حیرت انگیز اُمور واقع ہوں گے جو ابھی تک آپ نے دیکھے بھی نہ ہوں گے۔

نوٹ: حکیمہ کے بجائے حلیمہ بھی لکھا گیا ہے جس کو میرے جد بحر العلوم نے غلط قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ تحریف ہے۔

آخر میں ایک بات یہ کہ بہبہان کے راستہ میں پہاڑوں کے اندر ایک مزار ہے جو حضرت حکیمہ بنت موسیٰ بن جعفرؑ کی طرف منسوب ہے۔ وہاں آنے جانے والے شیعہ اس مزار کی زیارت کرتے ہیں۔

(۲۴) فاطمہ بنت امام موسیٰ بن جعفرؑ

شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے "ثواب الاعمال" میں، نیز "عیون الاخبار الرضا" میں اپنے اسناد کے ساتھ روایت ہے کہ میں نے حضرت ابوالحسن علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام سے فاطمہ بنتِ امام موسیٰ بن جعفرؑ کے متعلق دریافت کیا، تو آپ نے فرمایا، جو اُن کی زیارت کرے گا، اُس کے لیے جنّت ہے۔ کامل الزیارۃ میں بھی اسی کے مثل روایت ہے اور اس میں یہ روایت بھی ہے جو ابن رضاؑ یعنی حضرت امام محمد تقی جوادؑ سے ہے کہ آپ نے فرمایا جو میری پھوپی کی زیارت قم میں کرے گا اُس کے لیے جنّت ہے۔

بحار کی کتاب المزار میں ہے کہ میں نے بعض کتبِ زیارات میں یہ حدیث دیکھی ہے کہ بیان کیا علی بن ابراہیم نے اور اُن سے اُن کے والد نے اور اُن سے سعد نے، کہ مجھ سے حضرت ابوالحسن امام علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام نے فرمایا، اے سعد! کیا تمھارے قریب ہم لوگوں میں سے کسی کی قبر ہے؟

میں نے عرض کیا مولا! میں آپ پر قربان، فاطمہ بنتِ امام موسیٰؑ کی قبر ہے:

آپ نے فرمایا، ہاں ٹھیک ہے جو اُن کے حق کو پہچانتے ہوئے اُن کی زیارت کرے گا اُس کے لیے جنّت واجب ہے۔ اور دوسرے اسناد کے ساتھ یہ روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ "اُن کی زیارت جنّت کے برابر ہے"۔

نوٹ: حضرت فاطمہ بنتِ موسیٰ بن جعفرؑ جن کو ہمارے زمانے میں معصومۂ قم کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، اُن کا ایک عظیم الشان مزار ہے اور بعض کتبِ تاریخ میں ہے کہ آپ کی قبر پر جو موجودہ قبہ ہے وہ مرحوم شاہ بیگم بنت عماد بیگ کے حکم سے سنہ ۵۲۹ھ میں تعمیر ہوا مگر اس قبہ پر طلاء کاری مع اُن جواہرات کے جو قبر پر

جڑے ہوئے ہیں یہ سلطان فتح علی شاہ قاچاری کے آثار سے ہیں۔

(۲۵) فاطمہ صغریٰ بنتِ امام موسیٰ بن جعفرؑ

آپ کی قبر شہر بادکوبہ کے باہر ایک فرسخ دور شہر کے جنوب میں ہے جو ایک مسجد کے وسط میں واقع ہے اس کی تعمیر قدیم ہے۔ صاحب "مرات البلدان" نے یہی تحریر کیا ہے۔

مقام رشت میں ایک مزار ہے جو فاطمۃ الطاہرہ اُخت الرضاؑ کی طرف منسوب ہے اور یہ شاید فاطمہ صغریٰ کے علاوہ آپ کی کوئی دوسری بہن ہیں۔ اس لیے کہ علامہ سبط ابن جوزی نے اپنی کتاب "خواص الامہ" میں بناتِ امام موسیٰ بن جعفرؑ کی تعداد کے ضمن میں تحریر کیا ہے کہ آپ کی چار دختران کا نام فاطمہ تھا۔ فاطمہ کبریٰ، فاطمہ وسطیٰ، فاطمہ صغریٰ، فاطمہ اُخریٰ۔
"واللہ اعلم"

روضۂ کاظمین

امام شافعی کہا کرتے تھے کہ قبرِ موسیٰ کاظمؑ تریاق مجرب ہے

"جامع التواریخ" مؤلفہ رشید الدین فضل اللہ وزیر بن عماد الدولہ ابوالخیر میں مرقوم ہے کہ خواجہ نصیر الدین طوسی علیہ الرحمہ کی وفات بغداد میں بروز دوشنبہ ۱۸ ذی الحجہ ۶۷۲ھ بوقتِ غروبِ آفتاب ہوئی۔ انھوں نے وصیت فرمائی تھی کہ مجھے قبر امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اور قبرِ امام محمد تقی جواد علیہ السلام کے قریب دفن کیا جائے۔ لوگوں نے قبر کھودی تو وہاں ایک ضریح نمودار ہوئی جو کاشی وغیرہ کی بنی ہوئی تھی۔ جب لوگوں نے تحقیقِ حال کیا تو معلوم ہوا کہ خلیفہ ناصر الدین اللہ نے یہ قبر اپنے لیے کھدوائی تھی مگر جب اُس کا انتقال ہوا تو اس کے بیٹے ظاہر نے اس کو اپنے آبائی قبرستان رصافہ میں دفن کیا۔ (اور یہ قبر یوں ہی ڈھکی رہ گئی)

عجیب اتفاق ہے کہ اس قبر کی تکمیل کی تاریخ اور خواجہ نصیر الدین طوسی علیہ الرحمہ کی ولادت کی تاریخ ۱۱ جمادی الاولیٰ ۵۹۷ھ بروز شنبہ ہے اور خواجہ طوسی علیہ الرحمہ نے پچھتر ۷۵ سال سات دن کی عمر پائی۔

اُن کے علاوہ جن لوگوں کو جوارِ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام میں دفن ہونے کا شرف ملا، وہ بنی عباس کے امراء میں سے ابوطالب یحییٰ بن سعید بن ہبۃ الدین علی بن قزعلی بن زیاد ہیں۔ ان کو شیبانی کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ ان کے آباء و اجداد واسط کے رہنے والے تھے۔ یہ ۵۲۲ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے ۵۹۳ھ میں وفات پائی اور روضۂ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے پہلو میں دفن کیے گئے۔ ابنِ خلکان نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ یہ شیعی المذہب تھے اور حسنِ اخلاق و ستودہ سیرت بھی تھے۔

دوسرے شخص جن کو جوارِ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام میں دفن ہونے کا شرف ملا۔ وہ امیر توزون دیلمی ہیں۔ جو دورِ متقی عباسی میں امراءِ دیلمی میں سے تھے۔ انھوں نے خلیفہ متقی عباسی کی مخالفت کی تو خلیفہ ان سے بھاگ کر موصل چلا گیا۔ پھر بڑی خوشامد وغیرہ کے بعد بغداد واپس آیا۔ امیر مذکور کی وفات ۵۶۸ھ میں ہوئی اور پہلے اپنے گھر میں دفن کیے گئے پھر انھیں مقابرِ قریش میں منتقل کر دیا گیا۔

ان کے علاوہ کاظمین علیہما السّلام کے روضے کے پہلو میں دفن کیے جانے والوں میں قاضی ابویوسف یعقوب بن ابراہیم صحابی رشید امام ابوحنیفہ بھی ہیں۔ قاضی مذکور کی ولادت ۱۱۳ھ میں اور وفات ۵ ربیع الاول ۱۶۲ھ وقت ظہر ہوئی اور مشہد کاظمین کے پہلو میں دفن ہوئے۔

اور بعد موت جن کو جوارِ امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام نصیب ہوا وہ نواب فرہاد میرزا معتمد الدولہ خلف مرحوم عباس میرزا ابن فتح علی شاہ قاچاری ولیعہد سابق ہیں۔ نواب فرہاد میرزا سلطنتِ قاچاریہ کے بڑے عالم تھے جو وسعتِ تتبّع و استحضار میں مشہور تھے۔ خصوصاً فنِ تاریخ و جغرافیہ اور انگریزی زبان میں۔

ان کی متعدد علمی یادگاریں ہیں۔ ان میں سے۔ "کتاب جام جم فی تاریخ الملوک و العالم" "کتاب القمقام الذخّار و الصمصام التبار فی المقتل"۔ "کتاب الزنبیل" جو بجائے کشکول کے ہے "شرح خلاصۃ الحساب فارسی"۔ "ہدایۃ السبیل و کفایۃ الدلیل رحلۃ زیارت بیت اللہ الحرام"۔

ان کی سب سے بڑی یادگار تعمیرِ صحنِ امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام اور چاروں میناروں پر طلاکاری ہے جو آج بھی مشاہدے میں ہیں۔ یہ تعمیر سات سال میں مکمل ہوئی یہ اس کی تعمیر سے ۱۲۹۹ھ میں فارغ ہوئے اور ۱۳۰۵ھ میں طہران کے اندر انتقال ہوا۔ میت کاظمین لائی گئی اور صحنِ کاظمین کے دروازے پر دفن کی گئی۔

حضرت امام علی ابنِ موسیٰ رضا علیہ السّلام

کہا جاتا ہے کہ سوائے حضرت امام محمد تقی جواد علیہ السّلام کے آپ کی کوئی اور اولاد نہ تھی جیسا کہ "الارشاد" میں شیخ مفیدؒ نے فرمایا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ آپ کے اور بھی اولادیں تھیں۔ چنانچہ عامّہ میں سے متعدد مورّخین نے لکھا ہے کہ آپ کے پانچ بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔ جن کے نام یہ ہیں۔

محمد قانع۔ حسن۔ جعفر۔ ابراہیم۔ حسین اور عائشہ بلکہ بعض کتبِ انساب میں ان میں سے بعض کی اولادوں کا بھی تذکرہ ہے جو ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

مقامِ قوچان میں ایک عظیم الشان روضہ ہے جو سلطان ابراہیم بن علی ابنِ موسیٰ رضا علیہ السّلام سے منسوب و مشہور ہے۔ اس روضے کے اندر آثارِ قدیمہ میں سے جو چیز سب سے زیادہ تعجب خیز ہے وہ کلام اللہ (قرآن مجید) کے بعض اوراق ہیں جو سنقر ابنِ شاہ رُخ بن امیر تیمور گورگانی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ سلطان نادر شاہ افشاری ان اوراق کو لیکر سمرقند سے اس روضہ پر آیا تھا۔ ان اوراق کی لمبائی ڈھائی ہاتھ اور چوڑائی ایک ہاتھ دس انگشت ہے جس میں ہر سطر کی لمبائی ایک ہاتھ اور چوڑائی پانچ انگشت دو سطروں کا درمیانی فاصلہ ایک چوتھائی ہاتھ۔ تحریر تین انگشت کے موٹے خط سے ہے۔

سلطان ناصر الدین شاہ قاچاری جب حضرت امام رضا علیہ السّلام کی زیارت کے لیے خراسان آیا تھا تو وہ یہاں سے اس کے دو ورق طہران لایا اور اس کو شاہی عجائب خانے میں رکھ دیا۔

خاتمہ

روضۂ حضرت امام رضا علیہ السلام کے فضائل

واضح ہو کہ وہ روایات جن سے اس ارضِ مقدس اور بقعۂ مبارکہ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے ان میں سے ایک روایت وہ ہے جسے شیخ طوسی علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب تہذیب کے بابِ زیارات تحریر فرمایا ہے۔ روایت یہ ہے کہ:

"حضرت امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ سرزمینِ خراسان میں ایک ایسا خطۂ ارض ہے جس پر ایک آئندہ زمانہ میں ملائیکہ نازل ہوا کریں گے اور یہ سلسلۂ نزولِ ملائیکہ فوج در فوج تاقیامت جاری رہے گا۔"

آپ سے دریافت کیا گیا کہ وہ خطۂ ارض کون سا ہے؟

فرمایا: وہ خطۂ ارض طوس ہے۔ وہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے

دوسری روایت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا۔" زمانہ طوفانِ نوح میں چار خطۂ ارض نے اللہ تعالیٰ سے فریاد کی کہ طوفان کا پانی ان پر (خطوں پر) آرہا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم و کرم فرمایا اور انھیں غرق ہونے سے نجات دی۔ ان میں سے ایک بیتِ معمور ہے جسے اللہ تعالیٰ نے آسمان کی طرف اٹھالیا، دوسرا: غری، تیسرا کربلا، چوتھا: طوس

کتاب وافی میں ہے کہ جب ان خطہائے ارض نے فریاد کی اور ان کی فریاد اس لیے تھی کہ اگر طوفان کا پانی ان پر آگیا تو پھر وہاں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والوں میں سے کسی ایک کا بھی وجود نہ رہ جائے گا۔

تو اللہ تعالیٰ نے ان خطوں کو اپنے اولیاء کا مدفن بنادیا۔ اور پہلا مدفن سناباد میں بنا، جس کو اسکندرِ ذوالقرنین صاحبِ سد نے بنایا جس کے دائرے اور آثار شہرِ طوس کی دنار کے زمانہ تک تھے۔

معجم البلدان میں مرقوم ہے کہ طوس، خراسان کا ایک شہر ہے اس کے اور نیشاپور کے درمیان تقریباً دس فرسخ کا فاصلہ ہے۔ یہ دو شہروں پر مشتمل ہے ایک کا نام طابران ہے اور

دوسرے کا نام نوقان: ان دونوں شہروں سے متعلق تقریباً ایک ہزار قریے تھے جو عہدِ خلافتِ حضرت عثمان میں فتح ہوئے۔ وہیں حضرت امام علی ابنِ موسیٰ رضا علیہ السلام اور ہارون رشید کی قبریں ہیں۔

مسعر بن مہلہل کا بیان ہے کہ طوس چار شہروں پر مشتمل ہے، دو شہر بڑے بڑے ہیں اور دو چھوٹے چھوٹے۔ وہاں اسلامی تعمیرات کے شاندار آثار موجود ہیں۔ وہیں حمید بن قحطبہ کا مکان بھی ہے جو ایک میل طول و عرض کے رقبہ میں ہے اور اس کے باغ میں حضرت علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام اور ہارون رشید کی قبریں ہیں۔

حمید بن قحطبہ ہارون رشید کی طرف سے طوس کا والی تھا۔ اس نے سناباد میں اپنے لیے ایک محلسرا تعمیر کرائی تھی۔ جب شکار کے لیے جاتا تو اس محلسرا میں قیام کرتا۔ یہ وہی حمید بن قحطبہ ہے جس نے ہارون رشید کے حکم سے ایک رات میں ساٹھ سادات اور ذریۂ رسولؐ کو قتل کیا۔ جیسا کہ عیون الاخبار الرضا میں ہے۔

تاریخ ابن عساکر میں ہے کہ حمید بن قحطبہ جس کا نام زیاد بن شبیب بن خالد بن معدان طائی ہے۔ وہ بنی عباس کے فوجی سرداروں میں سے تھا۔ یہ دمشق کے حصار میں شریک تھا اور بابِ توما یا بابِ فرادیس پر اترا منصور کی طرف سے جزیرہ کا والی ہوا پھر منصور ہی کی خلافت کے دور میں خراسان کا والی بنا، اور مہدی نے اس کو اس کی تاحیات وہاں کا حاکم رکھا اور اس کے بعد اس کے بیٹے عبداللہ کو اس کا جانشین بنایا۔ یہ خلافتِ منصور کے دور میں ماہِ رمضان ۱۵۲ھ سے کامل ایک سال تک مصر کا حاکم رہا۔ اس کے بعد وہاں واپس آیا۔ اس کی وفات ۱۵۹ھ میں ہوئی۔

لیکن روضۂ منورہ حضرت امام رضا علیہ السلام کی اصل بنا آپ کی حیات ہی میں ہوئی تھی جو قبۂ ہارونیہ کے نام سے مشہور تھا جبکہ عیون الاخبار الرضا میں مروی ہے کہ وہ پہلے دارِ حمید بن قحطبہ طائی میں داخل ہوئے۔ پھر اس قبہ میں جس میں ہارون کی قبر ہے نیز حسن بن جہم سے روایت ہے کہ میں ایک دن دربارِ مامون میں پہونچا، وہاں حضرت علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام تشریف فرما تھے اور بہت سے فقہاء و متکلمین جمع تھے۔ پھر اس نے ان لوگوں کے اور مامون کے سوالات اور حضرت علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام کے جوابات کا تذکرہ کیا، اس کے بعد کہا کہ جب حضرت امام رضا علیہ السلام دربار سے اٹھے تو میں بھی آپ کے پیچھے چلا اور آپ کے بیت الشرف تک آیا، آپ سے ملاقات کی اور عرض کیا "فرزند رسولؐ! خدا کا شکر ہے کہ آپ کی طرف سے امیر المومنین کے بہت اچھے خیالات ہیں، اس لیے کہ میں نے دیکھا ہے کہ وہ آپ کے ساتھ بہت تعظیم و تکریم سے پیش آیا اور آپ کی باتوں کو تسلیم کرتا رہا۔

آپ نے فرمایا "اے ابنِ جہم ! اُس کی تعظیم و تکریم کو دیکھ کر ہرگز دھوکا نہ کھاؤ، یہ شخص عنقریب مجھے زہر دیکر شہید کر دے گا۔ مجھے معلوم ہے کہ وہ مجھ پر ظلم کرنے والا ہے۔ یہ ایک طے شدہ امر ہے جس کی خبر مجھے میرے پدرِ بزرگوار نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سُن کر دی ہے۔ مگر جبتک میں زندہ ہوں اِس بات کو پوشیدہ رکھنا۔ حسن بن جہم کہتا ہے کہ میں نے یہ بات کسی سے نہیں کہی جبتک حضرت امام رضا علیہ السلام طوس میں زہر سے شہید نہ ہوئے۔

المختصر، سناباد پہلے طوس کا ایک چھوٹا سا شہر تھا جس میں حمید بن قحطبہ کا بھی ایک گھر اور باغ تھا۔ جب ہارون رشید طوس میں مر گیا تو حمید بن قحطبہ کے گھر میں دفن کر دیا گیا۔ پھر مامون نے اپنے باپ کی قبر پر قُبّہ بنوادیا۔ اور جب حضرت امام رضا علیہ السلام نے شہادت پائی تو اسی قُبّہ کے اندر جس کو مامون نے بنوایا تھا، ہارون رشید کی قبر کے پہلو میں دفن کیے گئے اِس لیے یہ بات جو عام لوگوں کی زباں زد ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کے قبۂ مبارک کی تعمیر ذوالقرنین نے کی تھی، صحیح بات معلوم نہیں ہوتی۔ شاید اس شُبہے کا سبب یہ ہو کہ مرو شاہجان خراسان کا سب سے بڑا شہر تھا جس کی تعمیر ذوالقرنین نے کی تھی جیسا کہ یاقوت حموی نے اپنی کتاب معجم البلدان میں تحریر کیا ہے اور وہی اس کا دار السلطنت تھا اپنے شہر سے بیحد محبت کی بناء پر اُس نے اس کا نام "روح الملک" رکھا تھا (یعنی شاہ کی جان) حرفِ اضافت دور کرکے یہ شاہجان مشہور ہوگیا

اور اس میں بریدہ بن حصیب سے جو اصحابِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں سے تھے۔ یہ روایت بھی مرقوم ہے: بریدہ کا بیان ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "اے بریدہ ! آئندہ بہت سے لشکر بھیجے جائیں گے۔ جب یہ بھیجے جائیں تو تم اس لشکر کے ہمراہ ہو جانا جو مشرق کی جانب روانہ ہو اور اُس میں بھی خراسان جانے والے لشکر میں جانا وہاں سے اُس مقام پر جانا جس کا نام مرو ہے۔ جب وہاں پہونچو، تو قیام کرنا، وہ شہر ذوالقرنین کا تعمیر کیا ہوا ہے۔ اُس میں حضرت عزیرؑ نے نماز پڑھی ہے، اُس کی نہروں میں برکتیں جاری ہیں۔ ہر نہر کے دہانے پر ایک فرشتہ شمشیر بکف مقرر ہے جو اہلِ شہر سے بلاؤں کو تا قیامت دور کرتا رہے گا۔"

بعض کہتے ہیں کہ چار جنتوں کے بعد یہ روئے زمین کا بہترین خطہ ہے۔ وہ چار جنتیں یہ ہیں۔ سغدِ سمرقند، نہرِ اُبلہ، شعب بوان اور غوطۂ دمشق۔ بہترین میوہ جات، اناج عورتوں اور مردوں کے حسن و جمال اور بہترین گھوڑوں کے اعتبار سے جو وہاں چلائے جاتے ہیں۔ مقامِ مرو شاہانِ آلِ طاہر کا دار الحکومت رہ چکا ہے اور اس امر کا بھی احتمال ہے کہ

اسکندرِ ذوالقرنین چونکہ مقربینِ بارگاہِ خداوندی تھے۔ اِس لیے اللہ تعالیٰ نے اُن کو بذریعۂ الہام بتا دیا ہو کہ اس خطۂ زمین میں ائمۂ طاہرین علیہم السّلام کے ایک فرد یہاں دفن ہوں گے اس لیے اُنھوں نے یہ شہر بسایا ہو اور اس کا نام سناباد رکھ دیا ہو، جیسا کہ شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب "اکمال الدین" میں یہ روایت تحریر کی ہے کہ "اور اس امام کو ایک عفریتِ متکبّر قتل کرے گا اور وہ امام اس شہر میں دفن کیا جائے گا جس کو عبدِ صالح ذوالقرنین نے آباد کیا ہے۔ وہ امام ایک بدترین شخص کی قبر کے پہلو میں دفن کیے جائیں گے۔ جس کے متعلق دعبلِ خزاعی نے بھی اپنی نظم میں کہا ہے کہ طوس میں دو قبریں برابر برابر ہیں۔ ایک بہترین شخص کی اور دوسری بدترین شخص کی، یہ کس قدر حیرت انگیز بات ہے۔ مگر اس نجس و ناپاک کی قبر، اُس پاک و مطہّر قبرِ مبارک سے نہ کوئی فائدہ اُٹھا سکتی ہے اور نہ اُس پاک و پاکیزہ قبر کو کوئی نقصان ہی پہونچ سکتا ہے اِس لیے کہ ہر شخص اپنے اعمال کا خود ہی ذمّہ دار ہے۔

اِس روایت کے باوجود یہ واضح ہے کہ اسکندرِ ذوالقرنین نے قُبّہ کی تعمیر نہیں کی تھی، بلکہ اس شہر کی بناء (بنیاد) ڈالی تھی۔

کتاب الخرائج والجرائح میں حسن بن عباد کاتب امام علی ابنِ موسیٰ رضاؑ سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، تو آپ اُس وقت مامون کے ساتھ بغداد کے سفر کے لیے تیار تھے۔ آپ نے فرمایا "اے ابن عباد ! ہم نہ عراق میں داخل ہی ہو سکیں گے اور نہ اس کو دیکھیں گے"۔ یہ سن کر میں گریہ کُناں ہوا اور عرض کیا کہ آپ نے تو مجھے اپنے اہل و عیال تک پہونچنے سے بھی مایوس کر دیا۔ آپؑ نے فرمایا، گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے، تم عراق جاؤ گے، یہ تو میں نے خود اپنے لیے کہا ہے۔ چنانچہ آپ درمیانِ سفر بیمار ہوئے اور طوس کے ایک قریے میں آپ نے وفات پائی۔ وفات سے قبل آپ نے وصیت فرمادی تھی کہ میری قبر چہار دیواری سے متصل ہو اور میری اور ہارون کی قبر میں تین ہاتھ کا فاصلہ ہو۔ مگر وہ مقام جسے آپ نے اپنی قبر کے متعلق تجویز فرمایا تھا، وہاں، آپؑ سے قبل لوگوں نے ہارون رشید کی قبر کھودنے کی کوشش کی تھی مگر وہاں قبر نہ کھودی جا سکی کیونکہ ان کے پھاوڑے اور کدال وغیرہ ٹوٹ گئے اور قبر نہ کھودی جا سکی۔ مجبوراً اس جگہ کو چھوڑ کر جہاں بھی آسانی سے قبر کھودی جا سکی کھود لی گئی۔ آپ نے یہ وصیت فرمائی تھی کہ تم لوگ ہماری قبر اسی مقام پر کھودنا، بہت آسانی سے قبر ظاہر ہو جائیگی، وہاں تمھیں تانبے کی ایک مچھلی ملے گی جس پر عبرانی زبان میں کچھ تحریر کیا ہوا دیکھو گے جب تم میری لحد بنانے لگو تو اسے اور عمیق بنانا اور اُس مچھلی کو میرے پاؤں کے قریب رکھ دینا۔

حسن بن عباد کا بیان ہے کہ آپ کی وصیت کے مطابق ہم نے اسی جگہ کو کھودا تو ایسا معلوم ہوا کہ جیسے کدال نرم ریت پر چل رہی ہے اور آپ کے ارشاد کے مطابق وہاں ایک تانبے کی مچھلی بھی موجود تھی جس پر عبرانی زبان میں یہ کندہ تھا کہ "یہ علیؑ ابن موسیٰ رضا کا روضہ ہے اور وہ جابر و ظالم ہارون کی قبر ہے"۔ ہم نے اُس مچھلی کو آپ کے ارشاد کے مطابق آپ کی قبر میں دفن کر دیا۔ یقینی طور پر کہ۔ زمین کی اس طرح کی کھدائی اور وہاں سے تانبے کی کندہ شدہ مچھلی کے برآمد ہونے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ کسی انسان نے بحکمِ خداوندی یہ کام انجام دیا ہو گا کہ قبۂ منورہ نہ سہی تو یہ قبر مذکور تو ضرور اسکندر ذوالقرنین کے آثار میں سے ہے۔

صاحبِ "مجالس المومنین" نے شیخ کمال الدین حسین خوارزمی کے حالات تحریر فرماتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ مختلف تاریخوں میں بھی مذکور ہے، نیز اہلِ خراسان کی زبان سے خصوصاً اور دوسرے لوگوں سے عموماً یہ بات سُننے میں آئی ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کی قبرِ مطہر پر چار سو سال تک کوئی شایانِ شان عمارت نہ تھی اور وہاں جو آثار پائے جاتے تھے وہ حمید بن قحطبہ کے مکان (محلسرا) کی بنیادوں کے تھے جو ہارون رشید کے دَور میں اس کی طرف سے طوس کا حاکم تھا۔ جب ہارون مرا تو وہ حمید بن قحطبہ کے مکان میں دفن کیا گیا۔ اس کے بعد لوگوں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو بھی وہیں (ہارون کے پہلو میں) دفن کیا۔

حضرت امام رضا علیہ السلام کی اس حدیث سے کہ "میں مسافرت کے عالم میں ایک سنسان اور وحشتناک جگہ پر دفن کیا جاؤں گا" پتہ چلتا ہے کہ چار سو سال تک آپ کے مرقد کے آس پاس نہ کوئی گھر تھا، نہ کوئی رہنے والا تھا۔ البتہ اُس وقت نوقان کی آبادی کمال پر تھی اور نوقان و سناباد کے درمیان اتنا ہی فاصلہ تھا کہ یہاں سے آواز دو تو وہاں پہونچ جائے۔

کشف الغمہ میں ہے کہ ایک عورت دن کو روضۂ حضرت امام رضا علیہ السلام پر آتی، دن بھر زائرین کی خدمت کرتی شام کو جب روضے کا دروازہ بند ہو جاتا تو واپس سناباد چلی جاتی تھی۔

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ مامون کی تعمیر کردہ عمارت میں دیالمہ کی طرف سے کچھ آرائشیں اور سجاوٹیں تھیں جسے امیر سبکتگین نے مسمار و برباد کر دیا، محض اس لیے کہ وہ شیعوں سے شدید تعصب رکھتا تھا اور یہ یمین الدولہ محمود بن سبکتگین تک یونہی برباد رہا۔

ابن اثیر نے اپنی "تاریخ کامل" میں سنہ ۴۲۱ھ کے واقعات کے ضمن میں تحریر کیا ہے کہ محمود بن سبکتگین نے مشہدِ مقدس طوس کی جدید عمارت تعمیر کرائی جس میں حضرت امام رضاؑ

اور ہارون رشید کی قبریں ہیں۔ اور بڑی اچھی عمارت بنوائی حالانکہ اُس کے باپ نے اس روضے کو مسمار کرایا تھا اور اُس وقت امام رضا علیہ السلام کے زائرین کو اہلِ طوس ستایا کرتے تھے لیکن اُس نے (محمود نے) ممانعت کر دی کہ کوئی شخص کسی زائر پریشان نہ کرے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ محمود نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں کہ آخر یہ کب تک؟ وہ سمجھ گیا کہ آپ کا اشارہ اس مشہدِ مقدس کی طرف ہے اس لیے اُس نے از سرِ نو تعمیر کرائی اور یہ عمارت اس کے بعد غزّ قبائل کی یلغار سے پھر منہدم ہوئی تو سلطان سنجر سلجوقی کے عہد میں پھر بنائی گئی۔

"مجالس المومنین" میں مرقوم ہے کہ یہ عالی شان قبہ اور یہ عظیم عمارت جو اس وقت موجود ہے وہ سلطان سنجر کے وزیر شرف الدین ابوطاہر قمی کی تعمیر کردہ ہے۔ اس میں یہ بھی تحریر ہے کہ وزیرِ مذکور نے یہ عمارت ایک غیبی اشارے پر بنوائی تھی اور وہ محراب جو مسجد میں ہے، وہ اشارۂ امام علیہ السلام اور علمائے شیعہ کی وجہ سے بنی ہے۔

سنہ ۵۰۰ھ میں سلطان سنجر نے حکم دیا کہ اس پر ایسے کالنسی کے کام کیے جائیں جو چینی کام سے بہتر ہوں اور اس پر احادیث نبوی و مرتضوی اور پورا قرآن مجید تحریر کیا جائے اور ان سب کی کتابت عبدالعزیز بن ابونصر قمی کی تھی۔

سب سے تعجب خیز امر یہ ہے کہ یہ تمام آلات اونٹ پر بار کر کے قُم سے بھیجے گئے اور وہ اتنا طویل سفر طے کر کے اطرافِ خراسان آئے اور شہر کے قریب ایک نشیب میں اُتار دیے گئے، وہاں کے باشندوں نے دیکھا تو اُسے اُٹھا کر سید النقبا سید محمد موسوی کے پاس لائے اور مزار رضویہ کی اس سے تعمیر ہوئی۔

سلطان سنجر ابن ملک شاہ سلجوقی کا مُلک اگرچہ بہت وسیع تھا لیکن اس نے اپنے قیام کے لیے تمام شہروں کو چھوڑ کر اس شہر کو منتخب کیا اور جب تک زندہ رہا وہیں مقیم رہا۔ اور اس کی قبر بھی وہیں ایک عظیم الشان قبہ کے اندر ہے جس کی جالیاں جامع کی طرف ہیں، قبہ نیلے رنگ کا ہے جو ایک دن کی مسافت کی دوری سے نظر آتا ہے۔ اس کی تعمیر سلطان سنجر کی وفات کے بعد اُس کے کسی خادم نے کرائی تھی اور اُس کی قبر پر قرآن مجید پڑھنے والوں کے لیے ایک جائیداد وقف ہے۔ اس قبہ کو پوری طرح مزیّن کر دیا تھا۔ معجم البلدان میں ہے کہ میں نے سنہ ۶۱۲ھ میں بھی اس قبہ کو بہترین حالت میں پایا۔

الغرض سلطان سنجر کی یہ تعمیر چنگیز خاں کے زمانے تک چلی، مگر اس کے بعد اس کے بیٹے تولی خاں نے اس کو منہدم کرا دیا۔ یہ واقعہ سنہ ۶۱۷ھ کا ہے۔ ابن اثیر اپنی "تاریخ کامل" میں

چنگیز خاں تاتاری کی فوج کے حالات قلمبند کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ جب یہ تاتاری فوج نیشاپور سے فارغ ہوچکی تو اس کا دستہ طوس کی طرف بڑھا اور اُس نے شہرِ طوس اور روضۂ حضرت امام رضا علیہ السلام کو مسمار کرکے کھنڈر بنا دیا۔ یہی شرح نہج البلاغہ میں بھی مرقوم ہے۔

امام رضا علیہ السلام کے قبۂ منورہ کے منطقہ میں جو سنہرا کتبہ ہے اس کی عبارت یہ ہے :- بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ اللہ تعالیٰ کا یہ بہت بڑا کرم ہے کہ اُس نے سلطان مولیٰ ملوکِ عرب و عجم صاحبِ نسب طاہر نبوی و حسب باہر علوی، خاک پائے خدام روضۂ منورہ ملکوتیہ، مروج آثار احادیث ائمۂ معصومین سلطان ابن سلطان ابو المظفر شاہ عباس حسنی موسوی صفوی بہادر خان کو یہ توفیق عطا کی کہ وہ اپنے دار السلطنت اصفہان سے پاپیادہ چل کر اس روضہ کی زیارت کے لیے آئے ۔ اور ایک مرتبہ ۱۰۱۰ھ میں پھر ۱۰۱۶ھ میں اپنے خالص مالِ حلال سے اس بارگاہ کی تزئین کا شرف حاصل کیا۔

اور اس قبہ میں ایک دوسری جگہ یہ ہے جو محقق خوانساری کی تحریر ہے کہ

" وہ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ، جس نے آسمان کو ستاروں سے سجایا اور ان عالیشان قبوں کو پُر آب و تاب موتیوں سے مزین کیا، اس کے احسانات میں سے ایک احسان یہ بھی ہے کہ اُس نے سلطانِ عادل و اعظم اور خاقان افخم و اکرم کو جو از روئے حسب و نسب تمام روئے زمین کے بادشاہوں میں سب سے اشرف اور از روئے اخلاق و آداب سب سے اکرم اپنے اجداد ائمہ معصومین کے مذہب کو ترویج کرنے والے اور اپنے آباء و اجداد طیبین و طاہرین کی سنت کو زندہ کرنے والے سلطان ابن سلطان، سلیمان حسینی موسوی صفوی بہادر خان کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ وہ اس قبۂ عرشیہ و ملکوتیہ پر طلا کاری کرائیں اور اسے مزین و آراستہ کریں، نیز اس کی تجدید و تحسینِ عمارت کا شرف حاصل فرمائیں۔ اس لیے کہ ۱۰۸۵ھ کے اندر اس پاک و مکرم شہر میں جو عظیم زلزلہ آیا تھا اس کی وجہ سے یہ تعمیر پاش پاش ہوچکی تھی اور اس کی سونے کی اینٹیں جو دن میں سورج کی طرح چمکتی تھیں گر پڑی تھیں۔ اس عمارت کی تجدید ۱۰۸۶ھ میں ہوئی۔ (کاتب : محمد رضا امامی)

اس مرقدِ شریف کے دروازے کی پیشانی پر جو قبلہ کی طرف واقع ہے یہ عبارت تحریر ہے :- " یہ روضۂ رضویہ جس کی نیابت کی تمنا عرش کو ہے ارواحِ قدس جس کی بارگاہ کے خادم ہیں اس کی طلا کاری کا شرف ۱۱۵۵ھ میں حاصل کیا سلطان نادر [illegible]

اس کے بعد یہ تحریر ہے :-

" پھر برسہا برس گذرنے کی وجہ سے اس پر آثارِ بوسیدگی ظاہر ہونے لگے تو سلطان ابن سلطان و خاقان ابن خاقان ناصر الدین شاہ قاچار اللہ اُن کے ملک کو ہمیشہ قائم رکھے، نے حکم دیا کہ شیشے اور بلور سے اس کو اور آراستہ کر دیا جائے تاکہ نورٌ علیٰ نور ہو جائے ۔"

سلطان قطب شاہ دکنی طاب ثراہ نے ضریحِ مقدس رضوی کے لیے بطور ہدیہ ایک ہیرا بیضۂ مرغ کے برابر بھیجا تھا مگر جب گروہِ اُزبکیہ کا سردار عبد المومن خان خراسان پر غالب آیا تو اور چیزوں کے ساتھ وہ ہیرا بھی خزانۂ رضویہ سے لوٹ کرلے گیا۔

مگر جب سلطان شاہ عباس صفوی اٹھارہ دن تک پاپیادہ چل کر اصفہان سے خراسان روضۂ امام رضا علیہ السلام کی زیارت کے لیے آیا تو کسی اُزبکی خان نے اس کو وہی ہیرا بطور نذرانہ پیش کیا۔ جب اس کو معلوم ہوا کہ یہ وہی ہیرا ہے تو اُس نے اس ہیرے کو خزانۂ رضویہ میں واپس کر دیا اور حکم دیا کہ اس ہیرے کو استنبول لیجا کر فروخت کر دیا جائے اور اس کی قیمت سے اس روضۂ رضویہ کے لیے بہت سی املاک اور نہریں خریدی جائیں جن کا نفع اس روضہ کے کام آئے اور اس نے یہ اعلان بعض علماء کی اجازت سے کیا تھا۔

فردوس التواریخ میں دوسری تاریخ کی کتابوں سے نقل ہے کہ سلطان سنجر یا اس کے کسی وزیر کا لڑکا مرضِ دق میں مبتلا ہوگیا۔ اطباء نے اس کا علاج یہ تجویز کیا کہ یہ سیر و شکار میں مشغول رہے۔ ایک دن وہ شہزادہ اپنے مصاحبین اور خادموں کے ساتھ شکار کی تلاش میں نکلا۔ اسی اثناء میں ایک ہرن اُس کے سامنے سے بھاگتا ہوا گذرا۔ شہزادے نے اپنا گھوڑا اُس ہرن کے پیچھے ڈال دیا۔ اس ہرن نے دوڑ کر حضرت امام رضاؑ کی قبر پر پناہ لی۔ یہ شہزادہ بھی وہاں جا پہنچا اور ہرن کا شکار کرنا چاہا مگر اس کے گھوڑے کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ قبرِ مقدس کی طرف جہاں ہرن نے پناہ لی تھی، ایک قدم بھی آگے بڑھائے یہ دیکھ کر شہزادہ گھوڑے سے اُتر کر قبرِ مقدس کی جانب گیا اور اپنے تمام ساتھیوں کو بھی اپنے ساتھ آنے کا حکم دیا قبرِ مقدس پر پہونچ کر خود کو قبر پر گرا دیا اور صاحبِ قبر کا واسطہ دیکر اپنی صحت کی دعا مانگی، دعاء قبول ہوئی شہزادہ روبصحت ہوا۔ سب لوگ بہت خوش ہوئے اور بادشاہ یا وزیر کو جاکر یہ خوشخبری دی اور کہا کہ شہزادے نے یہ عہد کیا ہے کہ جبتک اس قبر پر قبہ تیار نہ ہوگا وہ قبر پر مجاوری کریگا۔ بادشاہ یہ سُنکر بیحد خوش ہوا [illegible]